



فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾
لَمَّا شَفَاءَ الْعِصْحِ السَّوَالِ ﴿١٧٠﴾

أَسْنُ الْفَتَاوَى

بَحْزَفِ مِكرَاتٍ وَتَحْزِيجَاتٍ فَرِاضِ مُسَائِلٍ غَيْرِ مِمَّةٍ

جلد ۸

(۱۸)

فَقِيْهُ الْعَصْرِ مَفْتِي عَظِيمِ مَفْتِي رَشِيدٍ أَحْمَدُ ضَا حَمْدُ اللَّهِ تَعَالَى

(وَجَدَ تَقْسِيمَ كُنُودِ كَانِ)

الْحَرَامِ سَعِيدِ كَمِي
ادب منزل پاکستان چوک کراچی

کتبہ محل فاروق سکسٹریٹ

نام کتاب ——— احسن الفتاویٰ

جلد ——— ہشتم

مترجم ——— ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

مضامین ——— ۵۷۰ صفحات

مکتبہ ——— محمد فاروق خطاط کراچی

تعداد ——— ایک ہزار

پریس ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

سن طبع ——— سنہ ۱۴۱۸ھ

طبع چھاپہ ——— ۱۳۲۵ھ

(ملنے کا پتہ) ———

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پکار ننا چوک کراچی

فہرست مضامین احسن الفتاویٰ جلد ۱۰، ششم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴	اخب ر میں آیات قرآن و اسم اللہ لکھنا	۱۳	کتاب المحظور والایاحت
۲۵	روپیہ پر قرآنی آیت لکھنا	۱۴	قرآن مجید کتب مبارکہ و اشیاء مقدسہ کے احکام
۱۱	بلاد و ضو کتبت قرآن	۱۵	جن کاغذوں پر آیات قرآنیہ لکھی ہوں {
۲۸	پردہ و دیگر متعلقہ مسائل	۱۶	ان میں پڑیاں باندھنا جائز نہیں {
۱۱	خواتین کا معاف کرنا	۱۷	پھٹے پرانے قرآن مجید کا جلانا جائز نہیں
۱۱	عورت کا بازار سے سامان لانا	۱۸	کتب حدیث کے یسیدہ اوراق کا جلانا
۱۱	چست لباس پہننا جائز نہیں	۱۹	بچوں کو خلاف ترتیب قرآن کی تعلیم دینا
۲۹	محرم دلی عورت کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں	۲۰	ذکر اللہ کو کسی دوسرے مقصد {
۳۰	نابالغ محرم کے ساتھ سفر کرنا	۲۱	کے لئے آ لہ بنانا جائز نہیں {
۳۱	اجنبی سے چوڑی پہنوانا	۲۲	آیات قرآنیہ خون سے لکھنا
۱۱	عورتوں کا انتخابات میں حصہ لینا	۲۳	بھنگی کو زمزم کا پانی دینا
۳۲	عاملہ بالزنا سے صحبت جائز ہے	۲۴	آیات قرآنیہ کے کتبے چومنا
۱۱	عورتوں کے لئے اسکول کی تعلیم جائز نہیں	۲۵	قرآن مجید قبرستان میں لے جا کر پڑھنا
۱۱	عورت کو ڈاکٹری تعلیم دلانا	۲۶	کتب حدیث و فقہ پر ٹیک لگانا
۲	عورت کو لکھنا سکھانا	۲۷	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر "م" لکھنا
۳۵	ہیچڑے سے پردہ	۲۸	اخبار میں لکھی ہوئی آیات {
۱۱	سسر سے پردہ	۲۹	قرآن کو بے وضو چھونا {
۳۶	داماد سے پردہ	۳۰	نعل شریف کی مثال چومنا
۱۱	پردہ فرض ہونے کی عمر	۳۱	قرآن مجید مسقف زینہ کے نیچے رکھنا
۳۹	عورتوں میں بڈن پردہ و عطف لکھنا جائز نہیں	۳۲	بلندی پر رکھے ہوئے قرآن مجید {
۱۱	بہنوئی سے پردہ فرض ہے	۳۳	کی طرف پاؤں پھیلانا {
۴۰	اجنبیہ سے بات کرنا	۳۴	مکان و مکان وغیرہ میں قرآنی آیات آدیاں کرنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۷	عمامہ بغیر ٹوپی کے جائز ہے	۴۱	غیر محرم کو سلام کرنا
۶۸	شادی کے موقع پر گپٹری باندھنے کا التزام	۴۲	اُتر ہوٹس سے بات کرنا
۶۸	بیوی کا شوہر کے لئے سرخی لگانا	۴۳	بغرض علاج عورت کی شرمگاہ دیکھنا
۶۸	محارم کے سامنے بناؤ سنگار کرنا	۴۴	غیر محرم سے تجوید دیکھنا
۶۸	مرد کا دندا سا استعمال کرنا	۴۴	نند دئی سے بات کرنا
۶۸	مرد کے لئے انگوٹھی کا حکم	۴۵	بیوی کی شرمگاہ کا بوسہ لینا
۷۰	عورت کے لئے زیور اور انگوٹھی کا حکم	۴۵	زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا
۷۰	مرد کے لئے سونے چاندی کے بٹن	۴۷	عورت کا تفریح کے لئے نکلنا
۷۱	بیوی پار جا کر میک اپ کرنا	۴۹	عورت کا ڈرائیور کے ساتھ
۷۱	شرعی پا جامہ پہننا جائز نہیں	۴۹	تنہا گاڑی میں بیٹھنا
۷۲	غیر شادی شدہ عورت کو	۵۲	عورت کا گھر میں شنگے سر رہنا
۷۲	چوڑیاں پہننا جائز ہے	۵۲	مخطوبہ کو دیکھنا
۷۳	بالوں کے احکام	۵۵	خواتین کا تبلیغی جماعت میں نکلنا جائز نہیں
۷۳	ڈاڑھی منڈانا اور کٹنا دوسرے	۵۹	جامعات البنات کا حکم
۷۳	گناہوں سے بدترین گناہ ہے	۶۱	خواتین کی مجلس و عظیم میں شرکت
۷۴	ڈاڑھی کی توہین کفر ہے	۶۲	احکام لباس و زینت
۷۴	عورتوں کا جوڑا باندھنا	۶۳	مردوں کے لئے ممنوع رنگ
۷۵	مصنوعی بال لگانا	۶۳	زعفرانی رنگ کا ازاد بند
۷۵	عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا	۶۴	سیاہ رنگ کا لباس
۷۶	گردن کے بال منڈنا جائز ہے	۶۴	پتلون پہننے کا حکم
۷۷	ڈاڑھی پیدا کرنے کے لئے استرا چلانا	۶۵	چاندی کے تار والا کپڑا
۷۷	حلق عانہ کی حدود	۶۶	مصنوعی ریشم کا حکم
۷۸	زیر ناف بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال	۶۶	مرد اور عورت کا لباس میں
۷۸		۶۶	ایک دوسرے کی مشابہت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۰	تفسیر دودوی کی تجارت جائز نہیں	۷۹	سرکے بالوں کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل
"	دارالحرب میں سود اور شراب	۸۷	مرد کے لئے جوڑا باندھنا جائز نہیں
"	کے اداروں میں ملازمت	۸۹	کسب حلال و حرام
۱۰۱	کسٹم کا حکم	"	سونابستانا
۱۰۲	وکیل بالشرع کا زیادہ قیمت وصول کرنا	"	قلی کا مقررہ اجرت سے زیادہ لینا
"	وکیل کا دکاندار سے کمیشن لینا	۹۰	ٹیکسی ڈرائیور کا میٹر سے زیادہ کرایہ لینا
۱۰۳	کھانے پینے کی حلال و حرام اشیاء	"	بنک بمیہ کمپنی اور محکمہ انکم ٹیکس وغیرہ میں ملازمت
"	رشوت خور کا ہدیہ یا دعوت قبول کرنا	۹۱	سینما کی ملازمت
۱۰۴	حرام مال سے خریدہ اہواطعام بھی حرام ہے	"	سینما، بینک اور دوسرے سودی
"	سوال مثل بالا	"	اداروں کی تعمیروں کی اجرت
۱۰۵	بازاری پھل، گوشت، دودھ وغیرہ کا حکم	۹۲	کوٹ پتلون سینے کی کمائی
۱۰۹	کھاتے وقت چپ رہنا	۹۳	حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا
۱۱۰	کھانے والوں کو ممانعت سلام کی حکمت	"	کسب میں افراط جائز نہیں
"	پان میں چوننا اور تمباکو کھانا	۹۴	جلسہ میں چندہ کرنا
۱۱۱	جوتا پہن کر کھانا پینا	"	غیر ممالک سے سونا چاندی لانا
۱۱۲	فقیر کو جھوٹا کھانا دینا	"	دودھ میں پانی ملانا
"	حرام چیسٹر پر بسم اللہ کہنا	۹۵	اسمٹنگ
۱۱۳	بسیل کا پانی کھڑے ہو کر پینا	"	غیر طبیب کو علاج کا پیشہ اختیار کرنا
"	غیر مسلم کا برتن استعمال کرنا	۹۶	نا جائز محصول سے بچنے کیلئے رشوت دینا
۱۱۴	منکرات کی جگہ دعوت میں جانا	"	طبیب کی بے اعتنائی سے
۱۱۵	گازے باجے والے ہوٹل میں کھانا کھانا	"	بچنے کیلئے رشوت دینا
"	پنیر یا یہ حلال ہے	۹۷	رشوت کی جائز و ناجائز صورتیں
۱۱۷	غیر مسلم ممالک کے آنے والا پنیر یا یہ	۹۸	مختلف ٹیکسوں کا حکم
۱۱۸	صابن والا دودھ پینا	۹۹	صرف کیلئے بقدر معروف ملاوٹ جائز ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۰	مسلمان کا مملوک گوشت کافر کے قبضہ میں جانے سے حرام نہیں ہوتا	۱۱۸	حرام مال سے لگائے ہوئے نلکے سے پانی پینا
۱۳۱	کافر کے ہاں جواز اکل لحم کا حیلہ	۱۱۹	ناپاک پانی سے سینچی ہوئی سنبری حلال ہے
۱۳۲	مال حرام سے مسکین کا کھانا جائز نہیں	۱۲۰	ناپاک پانی پینے والے جانور کا دودھ حلال ہے
۱۳۴	مسلم کے احکام	۱۲۱	میزبان کے ہاں کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنا
۱۳۵	کافر کو سلام کہنا یا جواب دینا	۱۲۲	اسٹیل کے برتنوں میں کھانا پینا
۱۳۶	بدعتی اور فاسق کو سلام کہنا	۱۲۳	میز کرسی پر کھانا
۱۳۷	مواقع کراہت سلام	۱۲۴	خاک شفا کھانا جائز نہیں
۱۳۸	خط کے سلام کا جواب	۱۲۵	یتیم کے ساتھ مشرک مال سے ہمان کو کھلانا
۱۳۹	ریڈیو پر سلام کا جواب واجب نہیں	۱۲۶	شیعہ کے ہاں کھانا
۱۴۰	سلام میں برکاتہ پر زیادتی مکروہ ہے	۱۲۷	کافر کی دعوت قبول کرنا
۱۴۱	بار بار آتے جاتے تکرار سلام	۱۲۸	نائی کی دعوت قبول کرنا
۱۴۲	بوقت سلام پیشانی پر ہاتھ رکھنا	۱۲۹	دانتوں سے نکلا ہوا روٹی کا ٹکڑا نگلنا
۱۴۳	ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا	۱۳۰	بانجھ بکری کا دودھ
۱۴۴	سوال مشل بالا	۱۳۱	حرام سوختہ سے پکا ہوا کھانا
۱۴۵	رسوم مروجہ	۱۳۲	مستانی مٹی کھانا
۱۴۶	اشعار نعتیہ کا حکم	۱۳۳	خون ملا ہوا دودھ بچے کو پلانا حرام ہے
۱۴۷	عید کا رڈ کا حکم	۱۳۴	فارمی مرغیوں کی خوراک اور گوشت کا حکم
۱۴۸	عیدی کا لین دین	۱۳۵	بیوی کا دودھ حرام ہے
۱۴۹	مختلف مواقع پر تحائف کا لین دین	۱۳۶	ٹوٹے ہوئے پیالے سے پینا
۱۵۰	تقاریب میں چراغاں کرنا	۱۳۷	مردار کی ہڈی کا گودا ناپاک ہے
۱۵۱	سوال مشل بالا	۱۳۸	جیلی کی تحقیق
۱۵۲	صحتیاب ہونے پر گلے میں ہار ڈالنا	۱۳۹	چائے میں مکھی گرنا
۱۵۳	امام کے گلے میں ہار ڈالنا	۱۴۰	کپڑا لگا ہوا پھل یا اناج کھانا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۷	ختم قرآن کی دعوت	۱۵۷	طلب معاش کے لئے بدون
۱۵۸	بچوں کی سالگرہ منانا	۱۵۸	اذن والدین سفر کرنا
۱۵۹	حاجی کی دعوت کرنا	۱۵۹	بصورت استغناء والدین
۱۶۰	دعوت نختہ	۱۶۰	بلا اجازت سفر کرنا جائز ہے
۱۶۱	مقابلہ حسن قراءت	۱۶۱	بدون اجازت والدین دوسری جگہ مدرس کرنا
۱۶۲	فسادات کے زمانہ میں قنوت نازلہ پڑھنا	۱۶۲	نیچے سر اور نیچے پاؤں رہنا
۱۶۳	شادی کے موقع پر ہندی کی رسم	۱۶۳	غیر عالم کو درس قرآن و حدیث دینا جائز نہیں
۱۶۴	مکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا	۱۶۴	غسل خانے میں پیشاب کرنا
۱۶۵	ثواب کا سہرا اور اس کا قبول کرنا	۱۶۵	دھندلے اور پٹوانا جائز ہے
۱۶۶	حاجی کی پیشانی کا بوسہ لینا	۱۶۶	جوان آدمی کا سفید بال چننا جائز ہے
۱۶۷	عیادت کے موقع پر کھانا پینا	۱۶۷	سود خور سے رشتہ جوڑنا جائز نہیں
۱۶۸	دیوالی کی مٹھائی کھانا	۱۶۸	گاہی گائے کو ذبح کے لئے فروخت کرنا
۱۶۹	مروج قرآن خوانی کا حکم	۱۶۹	ممتحن کا نالائق طالب علم
۱۷۰	متفرقات الحفظ والا باحہ	۱۷۰	کو کامیاب کرنا جائز نہیں
۱۷۱	ایک بستر پر دو آدمیوں کا سونا	۱۷۱	موذی جانور کو مارنا
۱۷۲	مقروض کے مال سے خفیہ اپنا حق وصول کرنا	۱۷۲	چھپکلی کو مارنا ثواب ہے
۱۷۳	حج کی قلم دیکھنا دکھانا حرام ہے	۱۷۳	تحصیل ملازمت کے لئے ستر کھولنا
۱۷۴	محمد نام تبذیل کرنا	۱۷۴	گائے کا مصنوعی بچہ
۱۷۵	عید الرسول یا غلام غوث نام رکھنا	۱۷۵	چراگاہ میں سب کا حق ہے
۱۷۶	نام بدلنا یا متعدد نام رکھنا	۱۷۶	خنزیر اٹھانے میں کافر کا تعاون کرنا
۱۷۷	غیر قریشی کا قریشی کہلانا	۱۷۷	اخبار میں مرد و عورت کی تصویر دیکھنا
۱۷۸	عید الرحیم یا عبد الرحمن نام رکھنا	۱۷۸	بنیت تبلیغ از کتاب معصیت جائز نہیں
۱۷۹	پتنگ اڑانا جائز نہیں	۱۷۹	کسی مصلحت سے گناہ کو
۱۸۰	تعدیہ ممرض کی تحقیق	۱۸۰	جائز سمجھنا الحاد ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۵	ظلم سے بچنے کیلئے جھوٹ بولنا اور رشوت دینا	۱۹۱	عالم کا تصویر کچھوانا زیادہ شائع ہے
۲۰۶	بحرمت لا الہ الا اللہ کہنا	//	گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں جانہن کو تعزید دینا
//	زیارت والدین کے لئے پاسپورٹ بنوانا	۱۹۲	کان تاں چھیدنا
۲۰۷	اعلان توبہ کے بعد قطع تعلق جائز نہیں	۱۹۳	غیبت کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل
//	سانپ، بندر، بکچہ وغیرہ پالنا	۱۹۶	تصویر دار سائیکل پر سوار ہونا
۲۰۸	مروج کمیٹی کا حکم	//	خاندانی منصوبہ بندی کی جائز صورتیں
۲۱۰	کھیلوں میں انہماک داران میں عزت سمجھنا	۱۹۷	فاسق بیٹے سے قطع تعلق
۲۱۲	مختلف خبریں سننا سنانا	//	محمل کے مصطفیٰ پر نماز پڑھنا جائز ہے
۲۱۳	ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا	۱۹۸	جعلی شریفیت بنوا کر ملازمت کرنا
۲۱۳	ٹائی سے حمایت بنوانا		سید ٹیکل بل کے لئے تشخیص میں رعایت کرنا
۲۱۴	سفارش کا حکم	۱۹۹	دم کر کے گرہ لگانا
//	غیر زوج کا نطفہ رحم میں ڈالنا	۱۹۹	ریڈیو میں تلاوت و تفسیر
//	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم	//	ٹی وی پر اسلامی نشریات سننا بھی حرام ہے
۲۱۵	نا بالغ بچوں سے خدمت لینا	۲۰۱	انگریزی پڑھنا
۲۱۶	خلاف قانون کسی ملک میں ٹھہرنا	//	مصنوعی مجسمہ کے کھلونے کا حکم
۲۱۷	دیر کی مدت سے زیادہ قیام جائز نہیں	۲۰۲	بلدیہ سے مردہ جانوروں کا ٹھیکہ لینا
۲۱۸	بجلی کے میٹر سے کنکشن دینا	//	حالت اضطرار میں غیر کا مال کھانا
۲۱۸	اپنی زمین سے عام راستہ بند کرنا	۲۰۳	لفظ ورت کتا پالنا
۲۱۹	خنزیر کے بالوں کے برش کا حکم	۲۰۳	پاسپورٹ سائز کی تصویر بھی حرام ہے
۲۲۱	امتحان میں نقل کرنا	//	بچوں کو فوٹو کے ذریعے تعلیم دینا
۲۲۲	گناہ میں والدین کی اطاعت جائز نہیں	۲۰۴	ڈاڑھی منڈے کا مسجد میں بیان کرنا
۲۲۳	ڈاکٹری پڑھنا	//	کافر کو دیکوریشن کا سامان دینا
//	امردا غیار کو سفر میں ساتھ لے جانا	//	حق وصول کرنے کے لئے جھوٹ بولنا
۲	انجکشن لگا کر دودھ نکالنا	۲۰۵	تبلیغی اجتماع میں بلند آواز سے دعا کرنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴۲	دینی تنظیموں کا انگریزی نام رکھنا	۲۴۴	زیارت قبور کے لئے سفر کرنا
۲۴۵	انگریزی تاریخ کا استعمال	"	قرعہ اندازی کا حکم
۲۴۶	اس زمانہ میں مباہلہ جائز نہیں	۲۴۵	رمضان میں ہوٹل کھلا رکھنے والے کا حکم
۲۴۹	مشت زنی حرام ہے	"	اثبات زنا کے لئے ڈاکٹری معاینہ
۲۵۰	شیعہ، قادیانی اور زکری کے ساتھ معاملات	۲۴۶	نا جائز ملازمت چھوڑنا
۲۵۲	دنوی غرض سے عمل بند مہب غیر حرام ہے	"	طلبہ کو سزا دینا
۲۵۵	فون سننا لازم نہیں	۲۴۷	بھینس کے بچے کو ذبح کرنا ظلم ہے
"	تعویذ کا حکم	"	مکان کی بنیاد کسی بزرگ سے رکھوانا
۲۵۸	شیطان کو لے کی تباہ کاریاں	۲۴۸	مکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا
۲۶۱	تفریحی تالاب میں تیراکی سیکھنا	"	بڈی کو گرم پانی میں ڈالنا
۲۶۲	نابالغ کا ستر دیکھنا	۲۴۹	ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ڈالنا
"	حرام مال سے خریدنا ہوا سامان بھی حرام ہے	۲۵۰	کو کھ پر ہاتھ رکھنا
۲۶۳	آلات معصیت توڑنے کا حکم	"	حکومت کا کسی کی ذاتی ملکیت میں تصرف کرنا
۲۶۴	حکم الاستمناء بید الزوجہ	"	غیر اللہ کو شہنشاہ کہنا جائز نہیں
"	حق طبع محفوظ رکھنا جائز نہیں	۲۵۱	بغرض تداوی داغ دینا
	رسائل	"	علم جعفر درمل حرام ہے
۲۶۵	الاکتحال للرجال	۲۵۲	عشاء کے بعد کراہت سمر
۲۶۹	توقیع الاعیان علی حرمتہ ترقیع الانسان	۲۵۳	اخبار بینی
۲۸۷	ٹی وی کا زہری بی سے مملکت تر	۲۵۴	اسکول کی تعلیم
۳۱۳	حلال و حرام سے مخلوط مال کا حکم	۲۵۵	شراب کی بوتل استعمال میں لانا
۳۳۷	ڈاکٹری تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے	"	دیوث سے تعلق رکھنا جائز نہیں
۳۳۵	ضبط تولید	۲۵۶	جانور کی آنکھ انسان کو لگانا جائز ہے
۳۵۵	طریق السداد لعل الخضاب	"	اڈنی کارڈ بنوانا جائز نہیں
۳۷۷	المصابیح الغرادر للوقایۃ عن عذاب النہام	۲۵۷	شہر نج، لوڈو اور بارہ گوٹی کھینا جائز نہیں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۸۱	کتاب الاشریہ	۳۹۵	معافہ و معافقہ
"	حقہ پینے کا حکم	۴۱۵	النذر العیان عن غرائب صورة الحيوان
۳۸۲	بھنگ حرام ہے	۴۴۵	نیل الماری بخلق اشوارب
۳۸۳	بھنگ اور الکحل وغیرہ کے احکام کی تفصیل	۴۵۵	کتاب احياء الموات
۳۸۶	الکحل والے مشروبات و مأكولات کا حکم	"	قد رقی قحاة کا حصریم نہیں
۳۹۰	کان میں شراب ڈالنا	"	کنویں کا حصریم
"	شراب سرکہ بن گئی	۴۵۶	ارض مملوکہ میں حریم کی کوئی مقدار متعین نہیں
۳۹۱	کتاب الرہن	۴۵۷	چشمہ کا حصریم
"	رہن باین شرط کہ اگر تادمت معینہ	۴۵۸	پتھر رکھنا مثبت احياء نہیں
"	قرض نبدہ مرتہن مالک خواہ شد	"	چٹائی کی جھوٹڑی مثبت ملک نہیں
"	سوال مشل بالا	۴۵۹	مختلف حکام کی طرف سے اذن احياء کا حکم
۳۹۳	تفصیل استيفاء الدين من المرهون	"	ارض موات کی تعریف
۳۹۵	ارض رہن کی کاشت جائز نہیں	۴۶۰	مباح الاصل زمین میں تعمیر کرنا
۳۹۶	اجاوہ رہن جائز نہیں	۴۶۱	ذمی کا احياء مثبت ملک ہے
۳۹۷	رہن سے انتفاع جائز نہیں	"	سرکاری بنجر زمین کا اجارہ مثبت ملک نہیں
۳۹۹	کتاب الجنایۃ والقتل	۴۶۳	— فصل فی الشرب —
"	ایک اونٹ نے دوسرے کو قتل کر دیا	"	چشمہ میں سب لوگ شریک ہیں
۵۰۳	بھینس کو خنزیر سمجھ کر مارنے پر ضمان ہے	"	پائپ لائن میں پانی آنے سے
۵۰۴	متنصب پر ضمان ہے	"	ملک ثابت ہو جاتی ہے
۵۰۵	نابالغ کا ترک حفظ و دیعت	۴۶۴	چراگاہ میں سب کا حق ہے
"	موجب ضمان ہے۔	"	بیع الشرب
"	کسی کا ایسا درخت کاٹنا	۴۶۵	حصہ شرب دوسری زمین کی طرف منتقل کرنا
"	جس کی پرستش کی جاتی ہو	"	— رسالہ —
۵۰۶	اپنا درخت کاٹنے سے دوسرے کا درخت گر گیا	۴۶۷	حریم قنات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۳۳	آمر پر قصاص نہیں	۵۰۷	گھاس لادنے سے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی
"	غیر وارث کا صلح کرنا سقط قصاص نہیں	۵۰۸	ویلو کا ضمان کس پر ہے
۵۳۴	درختہ میں کچھ نابالغ ہوں تو قصاص کا حکم	۵۰۹	حملہ آور اونٹ کو ہلاک کر دیا
۵۳۵	حکومت کے فیصلہ کے بغیر قصاص لینا	۵۱۰	گاڑی کی ٹکڑے سے مجروح کا حکم
"	قاتل کے رشتہ دار کو قتل کرنا جائز نہیں	"	وطرہ بالذابہ کا حکم
"	اما سے بھی قصاص لیا جائے گا	"	حکم صیاع امانت
۵۳۶	قتل بالا کراہ میں قصاص کس پر ہے؟	۵۱۱	موزن کی غفلت سے مسجد کی چیز گم ہو گئی
۵۳۷	تحقیق آلہ جارحہ للعد	۵۱۲	وکیل بالشراد پر ضمان نہیں
۵۳۸	قصاص میں ترک شہادۃ جائز نہیں	"	سوار پر وجوب ضمان کی تفصیل
۵۴۰	کتاب السدیات والحدود	۵۱۳	حیوان کے نقصان پر ضمان کا حکم
"	دیت و عاقلہ کی تفصیل	۵۱۴	اجیر مشترک پر ضمان کی تفصیل
۵۴۳	بچہ ماں کے نیچے دب کر مر گیا	۵۱۶	دھوبی کے اہل کپڑا ضائع ہو گیا۔
۵۴۵	حکم قتل خطا	۵۱۷	ظہان میں قیمت مثل سے زائد لینا جائز نہیں
"	قتل خطا میں والد سے کفارہ و دیت ساقط نہیں ہوتی	"	طیب پیر پر وجوب ضمان کی تفصیل
۵۴۶	قاضی کو تاجیل دیت کے استقاط کا اختیار نہیں	۵۲۰	بطور ضمان مصارف علاج وصول کرنا
۵۴۷	بس سے کچلنے کا حکم	"	آلات معصیت توڑنے پر حکم وجوب ضمان
"	نصاب قطع ید	۵۲۱	باب القود
۵۴۸	حدود کفارۃ سنیات نہیں	"	حق قصاص کی تفصیل
"	کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مر گیا	۵۲۷	بدون توبہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا
۵۴۹	جماع موجب استقاط کا حکم	۵۲۸	سزا سے حق قصاص و حق صلح ساقط نہیں ہوتا
۵۵۰	عوام کو حدود جاری کرنے کا اختیار نہیں	"	قتل محارم میں حق قصاص کی تفصیل
۵۵۱	حد قذف معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتی	۵۳۰	عفو کے بعد مطالبہ قصاص جائز نہیں
"	رسالہ	"	منصوبہ ایک کے قتل کا تھا قتل دوسرا ہو گیا
۵۵۳	عورت کی دیت	"	ضرب بالمشعل بقصد قتل موجب قصاص ہے

دارالافتاء
والإرشاد

زكاة

إرشاد

جهاد

صديق

محب

معلم

مستغنى

مستقل

مستند

معلم

کتاب المحظور والاباحۃ

قرآن مجید، کتب حدیث و فقہ و دیگر اشیاء مقدسہ کے احکام جن کاغذوں پر آیات قرآنیہ لکھی ہوں ان میں پڑیاں باندھنا جائز نہیں:

سوال ہے: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی اخبار جس میں قرآن کریم کی آیات لکھ کر نیچے انگریزی میں ترجمہ لکھا ہوا ہے اس میں پڑیاں باندھ کر دینا جائز ہے؟ حالانکہ یہ کاغذ بعد میں پاؤں میں روندے جاتے ہیں، اس اخبار میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی لکھا ہوا ہوتا ہے، قرآنی آیات کاٹ کر باقی کاغذ استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
بیادنا توجروا

الجواب ومثلہ الصدق والصواب

جن کاغذوں پر آیات قرآنیہ یا مباحث شرعیہ یا مسائل تحریر ہوں ان میں پڑیاں باندھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر مباحث شرعیہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اور انبیاء و ملائکہ علیہم السلام اور کتب الہیہ کے اسماء کاٹ کر باقی کاغذ میں پڑیاں باندھنا جائز ہے، مگر پھر بھی پاؤں میں ڈالنا اور بے عزتی کسی قسم کے کاغذ کی بھی حتیٰ کہ خالی کاغذ کی بھی جائز نہیں۔

قال فی الدر ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز وفی الشامیۃ (قوله ونحوہ) الذی فی المنہ ونحوہ فی الہندیۃ ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقہ وفی الکلام الاولی ان لا یفعل وفی کتب الطب یجوز ولو کان فیہ اسم اللہ تعالیٰ واسم النبی علیہ السلام یجوز محوہ لیلف فیہ شیء و محو بعض الکتابۃ بالریق وقد ورد النہی عن محو اسم اللہ تعالیٰ بالبصاق ولم یمین محو کتابۃ القرآن بالریق هل ہو کاسم اللہ تعالیٰ او کغیرہ (شامیہ ص ۲۴ ج ۵)
۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۴۲ھ

پھٹے پرانے قرآن مجید کا جلانا جائز نہیں:

سوال ہے: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق

کو بلانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جسروا

الجواب ومنه الصدق والصواب

قرآن کریم کے ناقابل انتفاع اوراق کو جاری پانی میں ڈال دیا جائے یا کہیں محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے۔ جلانا جائز نہیں۔

قال في الدر المختار قبيل باب المياه من كتاب الطهارة المصحف اذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم (وبعد اسطر) تكره اذ ابته درهم عليه آية الا اذا كسره

وفي الشامية تحت (قوله يدفن) واما غيره من الكتب فسيأتي في المحظور والاباحة انه يحى عنها اسم الله تعالى الخ (رد المختار ص ۱۹ ج ۱)

وايضاً في الدر: الكتب التي لا ينتفع بها يحى عنها اسم الله وملائكته ورسوله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي او تدفن وهو احسن كما في الانبياء عليهم السلام۔

وفي الشامية: يعني ان الدفن ليس فيه اخلال بالتعظيم لان افضل الناس يدفنون وفي الذخيرة المصحف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لا يحرق بالنار اليه اشار محمد رحمه الله تعالى وبه نأخذ ويكره دفنه وينبغي ان يلف بخرقه طاهرة ويلحد له لانه لو شق ودفن يحتاج الى اهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف وان شاء غسله بالماء ووضع في موضع طاهر لا تصل اليه يد محدث ولا غبار ولا قدر تعظيماً لكلام الله عز وجل (رد المختار ص ۲۰ ج ۵)

وفي الهندية: المصحف اذا صار خلقاً لا يقرأ منه ويخاف ان يضيع يجعل في خرقه طاهرة ويدفن ودفنه اولى من وضعه موضعاً يخاف ان يقع عليه النجاسة او نحو ذلك ويلحد له لانه لو شق ودفن يحتاج الى اهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب اليه فهو حسن ايضاً كذا في الغرائب المصحف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لا يحرق بالنار اشار الشيباني الى هذا في السير الكبير وبه نأخذ كذا في الذخيرة (عالمگیری ص ۲۳ ج ۵)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احراق صحف سے متعلق شرح سیر کبیر ص ۲۴۴

ج ۲ میں ہے :

لا یکاد یصح — لا اصل لذلك الحدیث۔

مگر یہ روایت چونکہ صحیح بخاری میں ہے لہذا سند کے لحاظ سے اسے بے بنیاد کہنا مشکل ہے، اس لئے حافظ عینی و عسقلانی و دیگر شراح حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

① ان یحرق بالخاء المعجمة رواية الاكثرين (الی ان قال) وبالمعجمة اثبت۔

② وقد جزم عیاض بانهم غسلوها بالماء ثم احرقوها مبالغة في اذها بها

(عمدة القاری مشاج ۲۔ فتح الباری مشاج ۹)

③ وقال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: قال الکرمانی فان قلت کیف

جاز احراق القرآن قلت المحروق هو القرآن المنسوخ او المختلط بغيره من التفسير او ببلغة غير قریش او القرأءات الشاذة وفائدة ان لا يقع الاختلاف فيه۔

(عمدة القاری مشاج ۲۰ ج ۲)

وقال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي رواية سويد بن غفلة

عن علي رضي الله تعالى عنه قال لا تقولوا لعثمان في احراق المصاحف اخيرا

(الی قوله) قال ابن عطية الرواية بالخاء المعجمة اصح وهذا الحكم هو الذي وقع

في ذلك الوقت واما الآن فالفصل اولي لما دعت الحاجة الى ازالته۔

(فتح الباری مشاج ۹ ج ۹)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ۴ خائف کا وہی مذہب نقل کیا ہے جو شامیہ میں ہے۔

قال الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ: والاحراق ههنا لدفع الاختلاف وهو جائز

(فیض الباری ص ۲۶۲ ج ۴)

قلت وهذا حاصل ما قال ابن عطية وفي البريقة المحمودية شرح الطريقة

المحمدية لابی سعيد الخادمی رحمہ اللہ تعالیٰ وفيه (ای فی النصاب) ایضا الكتب التي

يستغنى عنها وفيها اسم الله تعالى تلقى في الماء الكثير الجاري او تدفن في ارض

طيبة ولا تحرق بالنار وفي التتارخانية المصحف الذي خلق وتعدرا الانتفاع به

لا یحرق بل یلف بخرقة طاهرة یحفر حفرة یلحد بلا شق او یجعل سقفا و یدفن او یوضع بمكان طاهر لا یصل الیه الغبار والا قذار و فی السراجیة یدفن او یدحرق انتمی ملخصا و کذا عن منیة المفتی وعن المجتبی الدفن افضل من الالقاء فی الماء جاری کالانبیاء علیہم السلام کذا جمیع الکتب و فی التتاریخانیة الافضل ان یغسلها و یأخذ القراطیس وعن الحلی لا بأس بالاحراق لإحراق عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصاحف فیہا آیات منسوخة بلا نکیر و ایضا قیل الا حراق اولی من الغسل لوقوع الفسالة علی الارض والقاضی حسین حرم الاحراق لتنافیه الاحترام و کره النووی هذا، و اقول الراجح هو الدفن او الغسل لا الاحراق لقوة قائلها و دلیلها و لترجم الحظر علی الا باحتر و اما ما نقل عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فالظاهر انه لیس بصحیح اذ لو صح ذلك بلا نکیر لحل محل الاجماع فکیف یتصور من هؤلاء القول بخلافه و دعوی عدم وصول ذلك لاجماع الیہم سوء ظن بہم و طعن فی فقاہتہم علی ان الاحراق لازم للاستحسانة و محل التعظیم۔ (برقیہ محمودیہ ص ۱۹۹ ج ۴)

فی نفسہ جلانے کا جواز تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی فی زمانہ مناسب وقوع فتنہ بین المسلمین ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ نیز احترام دے کر حرق کا مدار عرف پر ہے اور عرف موجود میں احراق انتہائی درجہ کی بے حرمتی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۰ رجب ۱۴۲۰ھ

کتب حدیث کے بوسیدہ اوراق کا جلانا:

سوال: کتب حدیث کے بوسیدہ اوراق اگر دفن کرنے کا وقت نہ ملے یا شہر میں کوئی مناسب جگہ نہ ملے تو ان کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

ان اوراق سے اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کے نام مٹا کر جلانا جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ ان کو جاری پانی میں بہا دیا جائے یا دفن کر دیا جائے۔

قال العلامة المحصی رحمہ اللہ تعالیٰ: الکتب التي لا ینتفع بہا یحییٰ عنہا اسم اللہ تعالیٰ و ملائکتہ و رسلہ و یحرق الباقی و لا بأس بأن تلقی

فی ماء جار کما ہی اوتدفن وهو احسن کما فی الا نبیاء علیہم السلام (رد المحتار مج ۵)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۸ھ

بچوں کو خلاف ترتیب قرآن کی تعلیم دینا:

سوال: بچوں کو پارہ عثر سے خلاف ترتیب تعلیم دینا جیسا کہ عموماً آج کل ہو رہا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینو توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

جائز ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرة الفصل بسورة قصيرة وان یقرأ منکوسا الا اذا ختم۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وان یقرأ منکوسا) بأن یقرأ فی الثانیة سورة اعلیٰ مما قرأ فی الاولی لان ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة وانما جوز للمصغار تسهیلا لضرورة التعلیم (رد المحتار مج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ شعبان سنہ ۱۳۸۸ھ

ذکر اللہ کو کسی دوسرے مقصد کے لئے آکر بنانا جائز نہیں:

سوال: یہاں ایک پیر صاحب ہیں ان کے مریدوں کا دستور ہے کہ جب کسی کو اندر سے بلانا مقصود ہو تو دروازے پر دستک یا آواز دینے کی بجائے زور سے کلیمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ ان کا آپس میں متعارف ہے۔ اس لئے اندر والا شخص سمجھ جاتا ہے کہ مجھے کوئی باہر سے بلا رہا ہے۔ یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینو بالذلیل البحر کما بحلیل۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

یہ طریق صحیح نہیں۔ کیونکہ ذکر اللہ کو کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کرنا اور غیر کے لئے آکر بنانا جائز نہیں۔

اس سے اس کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو آج کل واعظین میں مروج ہے کہ صرف لوگوں کو

بیدار کرنے اور ان میں نشاط پیدا کرنے کی غرض سے اثناء وعظ میں درود شریف پڑھواتے ہیں۔ درود شریف محض بنیت قربت بنفس خود مقصود سمجھ کر پڑھنا چاہیے، غیر کے لئے آلا بنانا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی آخر کتاب المحظوظ والاباحۃ:
وقد کرہوا واللہ اعلم ونحوہ: لا اعلام ختم الدرس حین یقرر
وفی الشامیۃ تحت (قوله ونحوہ) کأن یقول وصلى الله على محمد (قوله
لا اعلام ختم الدرس) اما اذا لم یکن اعلاما بانتهائہ لا یکرہ لانه ذکر وتقویض
بخلاف الاول فانه استعمله آله للاعلام ونحوہ اذا قال الداخِل یا اللہ مثلاً
لیعلم الجلاس بمجیئہ لہیوآلہ محلاً ویوقر وہ اذا قال المحارس لا الہ الا اللہ
ونحوہ لیعلم باستیقاظہ فلم یکن المقصود الذکر اما اذا اجتمع القصد ان
یعتبر الغالب کما اعتبر فی نظائرہ اھ (رد المحتار ص ۲۵ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۵ھ

آیات قرآنیہ خون سے لکھنا:

سوال: مرغ کے خون سے آیات قرآنیہ لکھ کر گٹے میں ڈالنا کیسا ہے؟

بیدنوا تو جبروا

الجواب باسم ملہم الصواب

قرآن مجید کی آیات خون یا کسی اور نجاست سے لکھنا کفر ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ
کہ جب جان کو خطرہ ہو اور یہ یقین ہو جائے کہ اس کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں تو گنجائش ہے،
قیاساً علی شرب الخمر للعطشان والکل المیتۃ فی المنحصۃ۔

اس قیاس کا بطلان بالکل ظاہر ہے، اس لئے کسی حال میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله لکن نقل
المصنف الخ) ونص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان
ولا ینقطع حتی یخشی علیہ وقد علم انه لو کتب فاتحۃ الكتاب او الاخلاص
بذلک الدم علی جہتہ ینقطع فلا یرخص لہ فیہ وقیل یرخص کما رخص فی

شرب الخمر للعطشان واکل المیتة فی المخصصة وهو الفتوی (رد المحتار منہاج)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۶ھ

بھنگی کو زمزم کا پانی دینا:

سوال: حاجی آب زمزم یا کھجور اپنے گھر میں صفائی کرنے والے بھنگی کو دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسروا

الجواب باسم ملہم الصواب

بہتر یہ ہے کہ نہ دیا جائے، اگر بھنگی خود مانگے اور یقین ہو کہ عقیدت سے مانگ رہا ہے

اور ادب و احترام ملحوظ رکھے گا تو جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

یوم عرفہ سنہ ۸۶ھ

آیات قرآنیہ کے کتبے چومنا:

سوال: ہمارے محلہ کی جامع مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے ناموں کے کتبے لگے ہوئے ہیں، زید روزانہ ان کو چومتا ہے اور ان پر ہاتھ لگا کر بدن پر پھیرتا ہے، زید کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے مگر التزام اور غلو نہ کرے، پھر قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے

کو اہم سمجھے۔ قرآن مجید پڑھتے وقت کھول کر پہلے چومے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کرے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول یہ دعا پڑھے:

عہد ربی ومنشور ربی عن وجل۔

اس سے قرآن پر عمل کرنے کی ہمت پیدا ہوگی جو دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے نجات

پانے کا واحد ذریعہ ہے۔

بعض نے تقبیل قرآن کو بدعت کہا ہے مگر وہ قول ضعیف ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي القنیة فی باب ما يتعلق

بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان

یاخذ المصحف کل غداة ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عن وجل وکان

عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویسحہ علی وجهہ (ردالمحتار ص ۲۶ ج ۵)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۱۳ محرم سنہ ۸۷۷ھ

قرآن مجید قبرستان میں لے جا کر پڑھنا:

سوال: قرآن مجید قبرستان میں لے جا کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ شرح برزخ
میں لکھا ہے کہ قبر کے نزدیک کلام اللہ پڑھنا جائز ہے، فتویٰ اسی پر ہے بدلیل قولہ علیہ السلام
نوس واقبور موتاکم بالقرآن، یہ استدلال دفتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟
بینوا توجسوا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ روایت نظر سے نہیں گزری، اگر ثابت ہو بھی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن مجید
قبرستان میں لے جا کر پڑھو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر اہل قبور کو ثواب پہنچاؤ،
قبرستان میں قرآن لے جا کر پڑھنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۱۰ اردی الحجہ سنہ ۸۷۷ھ

کتب حدیث وفقہ پر ٹیک لگانا:

سوال: فقہ و حدیث کی کتابوں کو سرہانے کے طور پر استعمال کرنا یا ان پر ٹیک لگانا
جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسوا

الجواب باسم ملہم الصواب

قرآن مجید اور کتب حدیث وفقہ سے تکیہ کا کام لینا یا ان پر ٹیک لگانا سخت گناہ ہے،
البتہ کہیں سفر میں حفاظت کا اور کوئی طریقہ نہ ہو تو جائز ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ وضع المصحف تحت
رأسه ألا للحفظ وقال العلامة بن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ویکرہ
وضع المصحف الخ) وهل التفسیر والکتب الشرعیۃ كذلك یحرم اقول الظاہ
نعم کما فیئیدہ المسأله التالیۃ ثم رأیتہ فی کراہیۃ العلما (قوله ألا للحفظ) ای
حفظہ من سارق ونحوہ (ردالمحتار ص ۱۱۹ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۲ صفر سنہ ۸۷۹ھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ”م“ لکھنا :

سوال : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر پورے صلوٰۃ و سلام کی بجائے صرف ”م“ لکھنا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پر ”رم“ لکھنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء مبارکہ کے ساتھ پورا صلوٰۃ و سلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہم لکھنا چاہیے، صرف ”م“ لکھنا خلاف ادب ہے، جہاں صفحات کے صفحات اور پوری کتاب لکھ رہے ہیں تو صیغہ صلوٰۃ و سلام اور صیغہ ترضی میں کتنی جگہ صرف ہوتی ہے، درحقیقت یہ محبت کی کمی کی دلیل ہے۔ اسی طرح تعالیٰ کی جگہ ”تغ“ اور رحمہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ”رح“ لکھنے کا دستور صحیح نہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

اخبار میں لکھی ہوئی آیات قرآن کو بے وضو چھوٹا :

سوال : اخبار کے جس صفحہ پر آیت قرآن لکھی ہوئی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جہاں آیت قرآنیہ لکھی ہو صرف اس جگہ ہاتھ لگانا منع ہے، دوسرے مواضع کو ہاتھ لگانا جائز ہے، البتہ اگر چھوٹی سے چھوٹی آیت یعنی چھ حروف سے بھی کم ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر ہاتھ لگانے کی گنجائش ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : ویحرم یہ ای بالاکبر وبالاصغر

مس مصحف ای ما فیہ آیتہ کدوہم وجدار۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ای ما فیہ آیتہ) لکن

لا یحرم فی غیر المصحف الا المكتوب ای موضع الكتابة کذا فی باب الحيض من البحر وقید بالآیة لانه لو کتب ما دونها لا یکرہ مسہ کما فی حیض القہستانی وینبغی ان یجرى هنا ما جرى فی قراءة ما دون آیتہ من الخلاف والتفصیل المارین هناك بالاولی لأن المس یحرم بالحدث ولو اصغر بخلاف القراءة

فكانت دونه تأمل (رد المحتار ص ۱ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴ رجب سنہ ۱۳۹۲ھ

نعل شریف کی تمثال کا چومنا:

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل شریف کی تمثال کو سر پر رکھنا اور چومنا اور اس کے توسل سے دعا مانگنا شرعاً کیسا ہے؟ بیدنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ سب امور بطور محبت و تبرک کرنا خلاف شریعت نہیں اور فساد اعتقاد کے اندیشہ سے نہ کرنا خلاف محبت نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۰ صفر سنہ ۱۳۹۳ھ

قرآن مجید مسقف زینہ کے نیچے رکھنا:

سوال: ایک مسجد کے زینے کے نیچے الماری ہے، اس الماری میں قرآن مجید رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس زینہ پر سے لوگ گزرتے رہتے ہیں۔ بیدنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۵ھ

بلندی پر رکھے ہوئے قرآن کی طرف پاؤں پھیلانا:

سوال: الماری میں اوپر والے خانے میں قرآن مجید رکھا ہو تو اس کی طرف پاؤں پھیلانا یا پیٹھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فتاویٰ رشیدیہ میں جائز لکھا ہے، مگر کتب فقہ میں کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ بیدنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔

قال فی الہندیۃ: مد الرجلین الی جانب المصحف ان لم یکن

بجذائہ لا یکرہ و کذا لو کان المصحف معلقا فی الوند و هو قد مد الرجل الی

ذلک بجانب لا یکرہ کذا فی الغرائب (عالمگیریۃ ص ۳۲۲ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۹ھ

مکان و دکان وغیرہ میں قرآنی آیات آویزاں کرنا:
سوال :- مکان یا دکان میں کسی گتے وغیرہ پر قرآنی آیات لکھ کر آویزاں کرنا کیسا ہے؟
نیز دیوار یا دروازے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم، ماشاء اللہ یا ہذا من فضل ربی
لکھنا کیسا ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جہاں فی دی چلایا جاتا ہو یا تصویریں ہوں وہاں آیات لکھ کر آویزاں کرنے میں
قرآن مجید کی بے حرمتی ہے اس لئے جائز نہیں، اگر یہ خرافات نہ ہوں اور تعظیم محفوظ
رکھی جائے، اگر دو غبار سے صاف رکھا جائے تو جائز ہے، دیوار اور دروازے پر آیات
لکھنا بہر حال مکروہ تنزیہی ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: بساط او غیرہ کتب علیہ
الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ وینبغی ان لا یکرہ کلام
الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاوّل اوسع وتما مہ فی البحر وکراہیۃ
القنیۃ قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیہ وحفظہ علی اولا زین اولا و
ہل ما یکتب علی المراح وجد راہجوامع کذا یحرم۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله مطلقا) ای سواء
استعمل او علی (قوله وتما مہ فی البحر) حیث قال وقیل یکرہ حتی الحروف المقروءة
ورأی بعض الائمۃ شبانا یرمون الی هدف کتب فیہ ابو جہل لعنہ اللہ فنہا ہم
عبہ ثم مر بہم وقد قطعوا الحروف فنہا ہم ایضا وقال انما نہیتکم فی الابتداء
لاجل الحروف فاذا یکرہ مجرد الحروف لکن الاول احسن و اوسع اہ قال سیدی
عبد الغنی ولعل وجہ ذلک ان حروف الہجاء قرآن انزلت علی ہود علیہ السلام
کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات اہ

(قوله قلت وظاہرہ الخ) کذا یوجد فی بعض النسخ ای ظاہر قوله لا تعلیقہ للزینۃ
(قوله یحرم) اقول فی فتح القدیر وتکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالیٰ علی الدراہم
والمحاریب والجدران وما یفرش اہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (رد المحتار ج ۱)

اخبار اور سرکاری خطوط میں آیات قرآن اور بسم اللہ لکھنا:

سوال: اخبارات میں قرآن مجید کی آیات، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور احادیث وغیرہ لکھنے کا دستور چلا آ رہا ہے۔ جبکہ اخبارات میں تصویریں اور سینما کے اشتہارات بھی ہوتے ہیں، پھر وہ اخبارات ردی میں فروخت ہو جاتے ہیں، پھر دکاندار ان میں گاہکوں کو سامان وغیرہ ڈال کر دیتے ہیں، اس طرح وہ اخبارات ادھر ادھر پڑے رہتے ہیں اور پاؤں کے نیچے آتے رہتے ہیں، کیا ایسی صورت میں اخبارات میں آیات و احادیث لکھنا جائز ہوگا؟

نیز اب کچھ عرصہ سے سرکاری دفاتر میں سرکاری خطوط میں پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کا دستور ہو چلا ہے، پھر ان کاغذات کا بھی مندرجہ بالا شہرہ ہوتا ہے تو کیا ان خطوط میں بسم اللہ لکھنا جائز ہے، اگر پوری بسم اللہ کی بجائے صرف باسمہ سبحانہ و تعالیٰ یا باسمہ تعالیٰ یا ۸۶ لکھ دیا جائے تو بسم اللہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اخبارات و اشتہارات میں آیات قرآن اور بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز نہیں، سرکاری دفاتر کی مکاتبت میں جائز بلکہ مستحسن ہے، گناہ بے حرمتی کرنے والوں پر ہوگا، بسم اللہ کی بجائے دوسرے کلمات یا ۸۶، لکھنا قرآن کریم، عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے عمل متوارث کے خلاف ہے، صلح حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کا حکم فرمایا، مشرکین نے اعتراض کیا اور کہا:

اكتب ما كنت تكتب، باسمک اللہم۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے بسم اللہ لکھنے کا مخصوص طریقہ متعین فرمایا ہے، اس کی بجائے دوسرے کلمات لکھنے سے بسم اللہ کا ثواب نہیں ملے گا اور سنت ادا نہیں ہوگی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۱ھ

روپیہ پر قرآنی آیت لکھنا:

سوال: حکومت پاکستان نے ۱۹۷۷ء میں ایک روپیہ کا سکہ جاری کیا جس میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ اور کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے، کیا سکہ پر آیت وغیرہ لکھنا جائز ہے؟ اور کیا ایسے سکے سے کاروبار کر سکتے ہیں، جبکہ ہمارا کاروبار غیر مسلموں سے بھی ہوتا ہے؟ بینواتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سکہ پر آیت لکھنا مکروہ تنزیہی ہے، تاہم کاروبار کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله یحرم) اقول فی

فتح القدیر وتکرر کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالیٰ علی الدراہم والمجاریب و

الجدران وما یرشاه واللہ تعالیٰ اعلم (رد المحتار ج ۱)

وقال فی الہندیۃ: لا بأس بکتابۃ اسم اللہ تعالیٰ علی الدراہم لان قصد

صاحبہ العلامة لا التہاون کذا فی جواہر الاخلاط (عالمگیریۃ ج ۵) واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم ۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۱ھ

بلا وضوء کتابت قرآن:

سوال: بلا وضوء کسی ورق پر قرآن کریم کی آیت لکھنا کیسا ہے؟ معلم یا متعلم

کو حالت حیض میں کوئی آیت لکھنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کاغذ کو ہاتھ لگا کر آیت لکھنے کی کوئی گنجائش نہیں، بلا مس ورق جواز کتابت میں

اختلاف ہے، بوقت ضرورت گنجائش ہے۔

قال شیعہ الاسلام ابوبکر بن علی الحداد رحمہ اللہ تعالیٰ، وہل یجوز

للجنب کتابۃ القرآن قال فی منیۃ المصلی لا یجوز و فی النجندی یکرہ

للجنب والمخاض کتابۃ القرآن اذا کان مباشر اللوح والبياض وان وضعہ

علی الارض وکتبہ من غیر ان یضع یدہ علی المکتوب لا بأس بہ (المجہد ج ۱)

قال العلامة المحلی رحمہ اللہ تعالیٰ: و ذکر فی الجامع المصنف

المضروب الی قاضیخان لا بأس للجنب ان یکتب القرآن والصحیفۃ

اول اللوح علی الارض او الوسادة عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ خلافاً لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ لانہ لیس فیہ من القرآن ولذا قیل المکروہ من المکتوب لا مواضع البیاض ذکرہ الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ وینبغی ان یفصل فان کان لا یمس الصحیفۃ بأن وضع علیہا ما یحول بینہا و بین یدہ یؤخذ بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لانہ لیس المکتوب ولا الكتاب والا فبقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لانہ ان لیس المکتوب فقد مس الكتاب (حلی کبیر ص ۵)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا تکتب الحائض القرآن ولا الكتاب الذی فی بعض سطورہ آیتہ من القرآن وان لم تقرأ شمل ما اذا کان الصحیفۃ علی الارض فقال ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز وقال القدوری رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز قال فی الفتح وهو اقیس لانہ ما س بالقلم وهو واسطۃ منفصلۃ فكان کتوب منفصل الا ان یمس بیدہ (رسائل ابن عابدین ص ۱۱ ج ۱)

تنبیہ :

بعض علماء کو بعض روایات کے ظاہر سے بصورت مس ورق بھی جواز کتابت کا شبہ ہوا ہے جس کی تفصیل مع الجواب درج ذیل ہے :

بناءً شہید :

① رسائل ابن عابدین کی عبارت الا ان یمس بیدہ میں یمس کی ضمیر مذکر ہے اور صحیفہ مؤنث ہے، اس لئے کہ اس کا مرجع مکتوب ہی ہو سکتا ہے جو سابق کلام سے مفہوم ہے۔

② الجوهرة میں مکتوب کی تصریح ہے۔

③ اگر ورق پر کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو آیت کے سوا دوسرے حصہ کا مس بالاتفاق جائز ہے تو بوقت کتابت مس ورق کیوں جائز نہیں ؟ مابہ الفرق کیا ہے ؟

جواب :

① یمس کی ضمیر کا مرجع صحیفہ بتاویل بیاض ہے، مفہوم کلام کی تاویل بلا دلیل

د بلا ضرورت ہے۔ نیز اگر مرجع مکتوب (آیت مکتوبہ) قرار دیا جائے تو وضع علی الارض کی قید لگانے کا کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوتا۔

(۲) الجوهرة کی عبارت میں ”مکتوب“ بمعنی کتاب و صحیفہ ہے، ورنہ صدر کلام مباشر اللوح والبیاض سے اس کا تعارض ہوگا۔ نیز ان وضعہما علی الارض کی قید لگانے کا کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوتا، کیونکہ آیت مکتوبہ مراد ہو تو وضع علی الارض اور حمل فی الید میں کوئی فرق نہیں۔

(۳) وجہ الفرق یہ معلوم ہوتی ہے کہ قلم ذریعہ کتابت ہے، اس لئے تنکے وغیرہ پر اس کا قیاس تام نہیں، فرق مذکور کی وجہ سے قلم من وجہ واسطہ ہے اور من وجہ واسطہ نہیں۔ اور کتابت کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کاغذ پر ہاتھ رکھ کر۔

(۲) کاغذ پر ہاتھ رکھے بغیر، تپائی وغیرہ پر رکھ کر۔

صورت اولی کے متعارف ہونے کی وجہ سے اس میں واسطہ قلم کو غیر معتبر قرار دے کر عدم جواز کا قول کیا گیا اور صورت ثانیہ غیر متعارف ہونے کی وجہ سے واسطہ قلم کو معتبر قرار دے کر قول جواز اختیار کیا گیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ محرم ۱۴۱۸ھ



پروردہ و دیگر متعلقہ مسائل

خواتین کا معانقہ کرنا:

سوال: خواتین کا آپس میں معانقہ کرنا منون ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

معانقہ کا مرد جبہ طریقہ مردوں کے لئے بھی جائز نہیں، تفصیل رسالہ "مصافحہ و معانقہ" میں ہے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴۷ ذی القعدة ۱۲۸۶ھ

عورت کا بازار سے سامان لانا:

سوال: عورتوں کو سامان خریدنے بازار جانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کے لئے مجبوری بقدر ضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، اس زمانہ میں لوگوں نے خواہشات نفسانیہ اور ہوس بے لگام کو ضرورت کا نام دے رکھا ہے، عورت کے متعلقین مردوں پر فرض ہے کہ بلا ضرورت عورت کو باہر جانے سے منع کریں ورنہ وہ بھی سخت گنہگار ہوں گے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ محرم سنہ ۱۲۸۷ھ

چست لباس پہنتا جائز نہیں:

سوال: مرد یا عورت کو ٹیڈی لباس پہنتا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جس لباس میں واجب السترا عشاء کا حجم اور بناوٹ نظر آتی ہو، مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے، ٹیڈی لباس میں اس قیاحت کے علاوہ کفار کے ساتھ مشابہت بھی ہے، اس لئے جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ولا یضرتصاۃ)

وعبارۃ شرح المنیۃ اما لو کان غلیظا لا یری منه لون البشرۃ الا انه التصق بالعضو۔

وتشکل بشکلہ فصا و شکل المعصوم مرثیا قینبغی ان لا یمتنع جواز الصلوۃ
لحصول الستراہ قال ط وانظر هل یحرم النظر الی ذلک المتشکل مطلقا او حیث
وجدت الشهوة ام قلت سنتکلم علی ذلک فی کتاب المحظور والاباحۃ والذی
یظهر من کلامہم هناك هو الاول (رد المحتار ص ۲۵ ج ۱)

وقال فی المحظور بعد نقل کلام الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ: وعلى هذا لا یجل
النظر الی عورة غیرہ فوق ثوب ملتزم بما یصف حجمہا (رد المحتار ص ۲۳۲ ج ۵) واللہ
سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ محرم سنہ ۸۷۷ھ

محرم والی عورت کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں:

سوال: ایک دیندار عورت اپنے محرم کے ساتھ سفر حج پر جا رہی ہے، دوسری کچھ عورتیں
ان کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہتی ہیں تو کیا جب کوئی دیندار اور با اعتماد عورت جو مرد کے لئے
محرم ہے ساتھ موجود ہو تو غیر محرم مرد کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے؟ بعض حضرات معذور اور شوہر
کے درمیان ثقہ عورت کے حائل بننے کے جواز سے جواز سفر پر استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا
استدلال درست ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، حتیٰ کہ اگر عورت بہت بڑھی ہو تو بھی غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے۔ حدیث
میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ بلکہ جتنی عورتیں زیادہ ہوں گی فتنے کا اندیشہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔
جواز حیلولہ ثقہ سے استدلال درست نہیں، اس لئے کہ وہ حضر کا مسئلہ ہے، اپنے گھر
میں زوج، زوجہ اور حائل بننے والی عورت کو اپنے خاندان سے حیا اور بدنامی کا خوف ارتکاب
معصیت سے مانع رہتا ہے، نیز اگر مرد برائی کا ارادہ کرے تو حائل بننے والی عورت شور مچا کر دوسروں
کو اطلاع کر سکتی ہے، جبکہ سفر میں وہ لاچار اور مجبور ہوتی ہے، دفاع پر قادر نہیں ہوتی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولو عجوزا) ای لا طلاق

النصوص بحر قال الشاعر:

لکل ساقطة فی الحی لا قطة وكلی کاسدة یومالہا سوق

(قوله فی سفر) ہو ثلاثۃ ایام ولیا لہا فیباح لہا الخروج الی ما دونہ لحاجة بغیر محرم بہن

وروی عن ابی حنیفہ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کراہتہ خروجہا وحدها
مسیرۃ یوم واحد وینبغی ان یکون الفتویٰ علیہ لفساد الزمان شرح اللباب ویؤیدہ
حدیث الصحیحین لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم و
لیلۃ الا مع ذی محرم علیہا وفی لفظ لمسلم مسیرۃ لیلۃ وفی لفظ یوم (رد المحتار ج ۲)
قال العلامة المحض رحمہ اللہ تعالیٰ: (وحسن ان یجعل القاضی بینہما امرأۃ)
ثقة ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع (قادرۃ علی الحیلولة بینہما)
وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله امرأۃ ثقة) لا یشاہد ان
المرأۃ علی اصلکم لا تصلح للحیلولة حتی لم تجوز والمرأۃ السفیر مع نساء ثقة وقلتم
بأنضمام غیرہا تزداد الفتنة لاننا نقول تصلح للحیلولة فی البلد بقاء الاستیاء من
العشیرۃ وامکان الاستغاثۃ بخلاف المفاد ترزیعی وافادان معنی القدرۃ علیہا
امکان الاستغاثۃ (رد المحتار ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۶ صفر سنہ ۸۷ھ

نابالغ محرم کے ساتھ سفر کرنا:

سوال: عورت کے لئے بلا محرم سفر جائز نہیں، اگر نابالغ محرم کے ساتھ سفر کرے تو
جائز ہے یا کہ محرم کا بالغ ہونا ضروری ہے؟ بیدنا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بارہ سال سے کم عمر کے بچے کے ساتھ سفر بالاتفاق جائز نہیں، بارہ سال کے بعد جواز میں
اختلاف ہے، لہذا بارہ سال کا بچہ اگر ہوشیار ہو، جسمانی اور عقلی لحاظ سے بالغ جیسا معلوم ہوتا
ہو تو اس کے ساتھ سفر کی گنجائش ہے۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الحج: مع امن الطريق ورجا وطمین
بالع عاقل والمراہق کبالغ جوہرۃ (رد المحتار ج ۲)

وقال العلامة الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: (قول المصنف والمراہق کبالغ) جعلہ
الرحمۃ کصبی لانہ یحتاج الی من یدفع عنہ ولذا کان للاب منعه عن حجة الاسلام فکیف
یصلح لحمایتہا وفی المحيطین والبداہن الذی لم یحتلم لا عبرۃ لہ لکن ما فی الجوہرۃ موافق
لما فی الخلاصۃ والبرزانیۃ ۱۵ سندہ (الفتح والمختار ج ۱)

وقال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وادفی مدته (ای البلیغ) لثنتا عشرة سنة ولها
 اسم سنین هو المختار لما فی احکام الصغار فان راہقاً بان بلغ هذا السن فقالا بلغنا صدقاً
 ان لم یلد بهما الظاهر وهما حیث ان کمال حکم الخ (رد المحتار ص ۹ ج ۵) واللہ
 سبحانه وتعالی اعلم

۲۵ ذی القعدہ سنہ ۹۸ھ

اجنبی سے چوڑی پہنانا:

سوال: خود چوڑیاں پہننا کافی دشوار ہوتا ہے، اگر کوئی تجربہ کار عورت پہننے والی
 نہ ہو تو چوڑیاں پہننے والے سے پہنواتا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جبروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی اجنبی کو ہاتھ پکڑانا یا کوئی بھی عنفوس کرنے کی قدرت دینا عورت کے لئے بلا قدرت
 شدیدہ حرام ہے اور چوڑیاں پہننا ضرورت میں داخل نہیں۔ واللہ سبحانه وتعالی اعلم۔

۶ جمادی الاولی سنہ ۸۹ھ

عورتوں کا دوٹ ڈالنے جانا اور انتخابات میں حصہ لینا:

سوال: مستورات کے لئے دوٹ ڈالنے جانا اور اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینا
 جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جبروا

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کے لئے دوٹ استعمال کرنا اور انتخابات میں حصہ لینا جائز نہیں، خواتین کو
 کسی عہدہ کے لئے تجویز کرنا گناہ ہے۔

البتہ جب انتخاب اسلامی وغیر اسلامی تقریر پر مبنی ہو یا ایک امیدوار صالح اور اس کے
 مقابلے میں دوسرا امیدوار فاسق ہو اور خواتین کا دوٹ استعمال نہ کرانے میں دین کو خطرہ ہو تو
 استعمال کرنا ضروری ہے۔

قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ: المرأة تقضى فی غیر حد وقود

وان اثم المولى لها الخبرا البخامرى لن یفلم قوم ولوا امرهم امرأة (رد المحتار ص ۳۵ ج ۲)

واللہ سبحانه وتعالی اعلم

۲۰ ذی الحجہ سنہ ۹۰ھ

حاملہ بالزنا سے صحبت جائز ہے:

سوال: بکر کی بیوی کو زنا سے حمل ہو گیا تو کیا حالت حمل میں بکر اس سے جماع کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے اور یہ بچہ بکر ہی کا کہلائے گا، اسے ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: اوالموطوءة بالزنا ای جاز نکاح من رآها تزنی وله وطؤها بلا استبراء۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وله وطؤها بلا استبراء) ای عندہا وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا احب لہ ان یطأها ما لم یستبرئها ہدایۃ (وبعد سطر) بقی لو ظہر بہا حمل یكون من الزوج لان الفراش لہ فلا ینقال انه یكون ساقیا نزع غیرہ لکن ہذا ما لم تلدہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت العقد (رد المحتار ص ۲۹۲ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ ربیع الاول سنہ ۹۱ھ

عورتوں کے لئے اسکول کالج کی تعلیم جائز نہیں:

سوال: عورتوں کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں ذیومی تعلیم دلانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ عام طور پر کالجوں، یونیورسٹیوں میں لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ہوتے ہیں اور پردے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اگر کہیں اس کا اہتمام ہو کہ لڑکے لڑکیوں سے علیحدہ ہوں اور ان کا آپس میں اختلاط نہ ہو تو پھر گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کو عصر حاضر کے کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیم دلانے میں کئی مقاصد ہیں خواہ لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اختلاط نہ بھی ہو:

① عورت کا بلا ضرورت شرعیہ گھر سے نکلنا اور اجانب کو اپنی طرف مائل کرنے

کا سبب بننا۔

② برے ماحول میں جانا۔

③ مختلف مزاج رکھنے والی عورتوں سے مسلسل اختلاط کی وجہ سے کئی خرابیوں

کا جہنم لینا۔

- ۴) کالج یونیورسٹی کی غیر شرعی تقریبات میں شرکت۔
- ۵) بلا حجاب مردوں سے پڑھنے کی معصیت۔
- ۶) بے دین عورتوں سے تعلیم حاصل کرنے میں ایمان و اعمال اور اخلاق کی تباہی۔
- ۷) بے دین عورتوں کے سامنے بلا حجاب جانا، شریعت نے قاسمہ عورت سے بھی پردہ کرتے کا حکم دیا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا ينبغي للمرأة الصالحة ان تنظر اليها المرأة الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها كما في السراج (رد المختار ص ۲۳ ج ۵)

۸) کافر اور بے دین قحموں کی نقالی کا شوق۔

۹) اس تعلیم کے سبب حب مال اور حب جاہ کا بڑھ جانا اور اس کی وجہ سے دنیا و آخرت تباہ ہونا۔

۱۰) شوہر کی خدمت، اولاد کی تربیت اور گھر کی دیکھ بھال، صفائی وغیرہ جیسی فطری اور بنیادی ذمہ داریوں سے غفلت۔

۱۱) دفتروں میں ملازمت اختیار کرنا جو دین و دنیا دونوں کی تباہی کا باعث ہے۔

۱۲) مردوں پر ذرائع مناسک تنگ کرنا۔

۱۳) شوہر پر حاکم بن کر رہنا۔

مخلوط طریقہ تعلیم میں مفاسد مذکورہ کے علاوہ لڑکوں کے ساتھ اختلاط اور بے تکلفی کی وجہ سے لڑکوں، لڑکیوں کی آپس میں دوستی، عشق بازی، بدکاری اور اغواء جیسے گناہوں نے مفاسد بھی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے عصر حاضر کے تعلیمی اداروں میں عورتوں کو تعلیم دلانا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۶ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۲۲ھ

عورت کو ڈاکٹری تعلیم دلانا:

سوال: کیا لڑکیوں کو طبی تعلیم دلانا جائز ہے؟ جبکہ میڈیکل کالجوں میں مخلوط طریقہ تعلیم رائج ہے، اگر کہیں شاذ و نادر لڑکیوں کی تعلیم کا علیحدہ انتظام ہو تو اساتذہ مرد ہی

ہوتے ہیں، نیز ڈاکٹری تعلیم کے دوران مردوں کی چیر مچاڑ کر کے تجربات کئے جاتے ہیں۔ اگر ڈاکٹری تعلیم ناجائز ہو تو پھر اسلامی معاشرے میں خواتین کے علاج کی کیا صورت ہوگی؟ خصوصاً جب خواتین کے ایسے معاینہ اور علاج کی ضرورت ہو جس کو مرد ڈاکٹر سے نہیں کر دایا جاسکتا، مثلاً زچگی اور دیگر نسوانی امراض: ریسنگ کی معمولی تعلیم بھی اسی مخلوط طریقہ سے ہوتی ہے، ایسے حالات میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کے لئے عصر حاضر کے میڈیکل کالجوں میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں، خواہ طریقہ تعلیم مخلوط ہو یا غیر مخلوط۔ کیونکہ پڑھانے والے دونوں صورتوں میں مرد اساتذہ ہوتے ہیں، عورتوں کے لئے طبی تعلیم کی صحیح صورت یہ ہے کہ مردوں سے علیحدہ انتظام ہو اور پڑھانے والی بھی خواتین ہوں۔

نیز مردوں کی چیر مچاڑ بھی حرام ہے، علی مشق کے لئے انسانی ڈھانچوں کی بجائے حیوانات کے ڈھانچے استعمال کئے جائیں۔ ممالک اسلامیہ میں مسلمان خواتین ڈاکٹروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہسپتالوں کے لئے علیحدہ میڈیکل کالجوں اور ہسپتالوں کا انتظام بسہولت کیا جاسکتا ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۲ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

عورت کو لکھنا سکھانا:

سوال: کیا عورت کے لئے خط و کتابت سیکھنا اور دوسری لڑکیوں کو سکھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بقدر ضرورت سیکھنا سکھانا جائز ہے، البتہ اگر آثار و قرائن سے کسی عورت کی طبیعت میں شر ظاہر ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں۔

اخرج الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عن عائشة بنت طلحة قالت قلت لعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وانا فی حجرها وکان الناس یا تؤنہا من کل مصر فکان الشیوخ یکتبون لہا وکان الشبان یتأخون فیہدون الی ویکتبون الی من الامصار فاقول لعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا خالہ ہذا کتاب فلان وھدیتہ

فتقول لی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ای بنیۃ فاجیبی واشیبی فان لم یکن عندک ثواب اعطیتک فقالت تعطینی (الادب المفرد ص ۲ ج ۲)

واخرج الامام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ عن الشفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا عند حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال لی الا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتیہا الکتابۃ۔

قال المنلا علی الفقاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح هذا الحدیث: قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ قلت یحتمل ان یكون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان ثم رأیت قال بعضهم خصت بہ حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا لان نساءہ صلی اللہ علیہ وسلم خصصن بأشیاء قال تعالیٰ لیساء النبی لستن کاحد من النساء وخیر لا تعلمن الکتابۃ یحمل علی عامة النساء خوف الافتتان علیہن (المرواة ص ۳۶ ج ۸)

وقال العلامة السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: فیہ دلیل علی جواز تعلم النساء الکتابۃ واما حدیث لا تعلموهن الکتابۃ فمحمول علی من یخشى فی تعلیمہا الفساد (بذل المجهود ص ۶ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

ہیجڑے سے پردہ:

سوال: حدیث میں ہیجڑوں سے پردہ کرنے کا حکم ہے، عرض یہ ہے کہ یہ جماع کے قابل نہیں ہوتے تو ان سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ بینوا تو جبردار۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پردہ کا مبنی قدرت جماع نہیں، حدیث میں ہے کہ بغرض استلذاذ دیکھنا یا باتیں سننا یا ہاتھ سے مس کرنا آنکھ کان اور ہاتھ کا زنا ہے اور یہ صفت ہیجڑے میں بھی موجود ہے، نیز بہت سے ہیجڑے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں مردانہ قوت موجود ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
غرة جمادی الثانیۃ سنہ ۱۴۰۳ھ

سسرے پردہ:

سوال: سسرے پردہ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبردار۔

الجواب باسم ملهم الصواب

نہیں، البتہ فتنہ کا خوف ہو تو احتیاط ضروری ہے، ایسی حالت میں کسر کے ساتھ خلوت اور سفر جائز نہیں۔

بعض علاقوں میں کسر سے ہاتھ ملانے کا رواج ہے جو بالکل غلط اور واجب الاصلاح ہے، اگر شہرت سے کسی ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو سے براہِ حامل لگ جائے تو عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔
قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله والصهرة الشابة)
والمسألة مفروضة هنا في امها والعلة تفيد ان الحكم كذلك في بنتها ونحوها
كما لا يخفى (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ ربیع الثانی سنہ ۸۸ھ

واماد سے پردہ:

سوال: ساس کو داماد سے پردہ کیسا ہے؟ بینوا تو جہرہ۔

الجواب باسم ملهم الصواب

ساس پر داماد سے پردہ فرض نہیں، البتہ خوف فتنہ کے وقت احتیاط ضروری ہے، تنہائی اور سفر جائز نہیں۔

بعض علاقوں میں ساس سے مصافحہ کرنے کا رواج ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ ایسی حالت میں کسی ایک کو شہوت آگئی تو داماد پر اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ: والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا اخت
رضا عاد الصهرة الشابة (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲ ذی القعدہ سنہ ۹۹ھ

پردہ فرض ہونے کی عمر:

سوال: اگر کسی بچہ پر پردہ کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اڑ کا کتنی عمر کا ہو جائے تو اسے عورتوں کے پاس جانے سے روکا جائے گا؟ بدستور ہوگا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

احکام حجاب سے مقصود مردوں اور عورتوں کو بد نظری اور بُرے خیالات کے گناہ سے

مغوظہ لخصات، سو جس عمر سے بچوں میں اس گناہ میں مبتلا ہونے کا احتمال ہوگا وہ اس عمر سے احکام حجاب کے مکلف ہوں گے اور پردہ کے سلسلے میں ایسے بچوں کا وہی حکم ہوگا جو بالغ مردوں عورتوں کا ہے۔

چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

او الطفل الذین لم یظہر واعلیٰ عورات النساء۔

یعنی جب بچے میں شہوت پیدا ہو جائے تو اس سے پردہ کرنا فرض ہے۔

قال الامام الخانبن رحمہ اللہ تعالیٰ : لم یبلغوا حد الشهوة (تفسیر الخازن ص ۳۲۹)

وقال العلامة الا لوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : الذین لم یبلغوا حد الشهوة والقدرة

على الجماع (روح المعانی ص ۱۳ ج ۵)

حد شہوت تک پہنچنے پر قدرۃ علی الجماع بھی ہو جاتی ہے۔ کما هو ظاہر من عبارة

العلامة الا لوسی رحمہ اللہ تعالیٰ و مصرح فیما سیجی من نصوص الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ

اگر بالفرض دونوں کی عمر میں کچھ معمولی ساتفادات ہو تو حکم حجاب کا مدار حد شہوت ہے قدرت

جماع نہیں، یہ حقیقت عقلاً و نقلاً ہر لحاظ سے بدیہیات و مسلمات میں ہے جس کی دو وجوہ ہیں :

① شہوت قلب سے نظر فکر مستقل گناہ کبیرہ ہے، بلکہ بلا شہوت نظریاً تفکر سے شہوت

پیدا ہو جانے کا احتمال ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

② مشہی بچے کی نظر آئندہ چل کر زنا اور دوسری بد کاریوں میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے،

و ذریعة الحرام الحرام۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کی عمر کو حد شہوت کی عمر قرار دیا ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده رضى الله تعالى عنه قال قال رسول

الله صلى الله عليه وسلم من واولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضرؤهم

عليها وهم ابناء عشر سنين و فرقوا بينهم في المضاجع رواه ابو داود (مشکوٰۃ ص ۱)

دس سال کی عمر میں تفریق مضاجع کا حکم فرمایا گیا، اس حکم کی علت احتمال شہوت ہے اور

اس عمر میں نماز نہ پڑھنے پر ضرب کا حکم فرمانا بھی اس امر کا مشعر ہے کہ اس عمر کے بچے بمنزلہ

بالغین ہیں۔

قال العلامة علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : لانهم بلغوا او قاربوا البلوغ (مرقاۃ ص ۲۳)

وقال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: لان بلوغ العشر من طنت الشهوة (مرقاۃ ص ۱۱۶ ج ۲)
حدیث مذکور کے مطابق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی دس سال کے لڑکے کو مراہق
و مشتبہ قرار دیا ہے۔

قال العلامة المحسفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ولومراہقا یجامع مثله وقدرة شیخ
الاسلام بعشر سنین۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولومراہقا) هو الدانی
من البلوغ نهر رفونه یجامع مثله) تفسیر للمراہق ذکرہ فی اجماع وقیل هو الذی
تتحرك اللہ ویشتهي النساء کذا فی الفیہ ولا ینخفض انه لا تنافی بین القولین نہر۔
(رد المحتار ص ۵۳ ج ۲)

اشکال: در مختار میں اشباہ سے نقل کیا ہے:

یدخل علی النساء الی خمسة عشر سننة حسب۔

جواب: حدیث وفقہ کی مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پندرہ سال
کی عمر ہو جانے کے باوجود شہوت ظاہر نہ ہو تو بھی اس عمر میں پردہ فرض ہے۔

لڑکی کے بارے میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسرے دلائل و تجارب کی بناء
پر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ نو سال کی عمر میں مشتبہ ہو جاتی ہے، اس لئے
نو سال کی لڑکی پر پردہ فرض ہے، حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نصوص فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ
کے مطابق لڑکی نو سال کی عمر میں بالغ ہو سکتی ہے تو اس عمر میں مراہقہ و مشتبہ بطریق اولیٰ ہو
سکتی ہے، اس لئے نو سال کی لڑکی کو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بالاتفاق مشتبہ قرار دیا ہے۔
قال العلامة المحسفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وقد ربتسم وبہ یفتی و بنت احدى عشرة
مشتبهة اتفاقا زلیعی۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: بل فی محرمات المنہ و بنت تسع

فصاعدا مشتبہا اتفاقا سائغانی (رد المحتار ص ۶۴ ج ۲)

مذکورہ بالا روایات حدیث وفقہ سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ نو سال کی لڑکی اور دس سال
کا لڑکا احکام حجاب کے مکلف ہیں، اگر وہ خود کوتاہی کریں تو ان کے اولیاء پر فرض ہے کہ وہ ان سے
ان احکام پر عمل کروائیں۔

نشود و نما اور ماحول کے پیش نظر طے کے اور لڑکی کے لئے پردہ کی عمر مذکور میں کچھ کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ رمضان سنہ ۱۴۰۶ھ

عورتوں میں بدون پردہ وعظا کہنا جائز نہیں:

سوال: ایک مولوی صاحب رمضان میں ۸ ربیعہ سے ۱۱ بجے تک ایک چار دیواری کے اندر جہاں اور کسی کا گزر بھی نہیں بدون پردہ عورتوں کے سامنے وعظا کہتے ہیں، جس میں گارڈ کی جوان اور بوڑھی عورتیں کافی تعداد میں شریک ہوتی ہیں۔ چند آدمیوں نے منع کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ عورتیں ویسے بھی تعویذ لینے کے لئے اور دوسرے دنیوی معاملات میں ہم سے ملتی رہتی ہیں، دین کی باتیں بتانے کے لئے ان کو جمع کر لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اگر میں پردہ میں تقریر کروں تو کوئی عورت بھی سننے نہیں آتی۔ کیا شریعت کی رو سے مولوی صاحب کا یہ فعل جائز ہے؟ ایسے مولوی کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ استدلال بین البطلان اور یہ فعل حرام ہے، مولوی صاحب پر ان شیطانی حیالوں کو چھوڑ کر اس فعل شنیع سے توبہ فرض ہے، اگر توبہ نہ کرے تو ایسے فاسق شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۶ھ

بہنوئی سے پردہ فرض ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ بکر سے اس کی سگی سالی کو پردہ کرنا فرض ہے جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ جب تک میری اہلیہ زندہ ہے، میری سالی کا نکاح مجھ سے حرام ہے، اور جس عورت سے نکاح کرنا حرام ہو اس سے پردہ نہیں ہے۔ براہ کرم شرعی مسئلہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینواتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

بہنوئی سے پردہ فرض ہے، جو عورتیں ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہیں ان کو پردہ نہیں سالی ہمیشہ کے لئے حرام نہیں بلکہ اس کی حرمت ایک عارض کی بناء پر ہے اگر بکر کی اہلیہ مر جائے یا بکر اس کو طلاق دیدے تو عدت گزرنے کے بعد اس کا سالی سے نکاح جائز ہے۔ اس قسم کی عارضی حرمت تو ہر شادی شدہ عورت میں ہے، جب تک اس کا شوہر زندہ ہے

یہ عورت دنیا میں کسی اور مرد کے لئے حلال نہیں، سب پر حرام ہے۔ اگر عارضی حرمت کی وجہ سے پردے کا حکم ساقط ہو جائے تو شادی شدہ عورت پر کسی سے بھی پردہ فرض نہیں ہونا چاہیے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۱ صفر سنہ ۹۹ھ

اجنبیہ سے بات کرنا:

سوال: آج کل عورتیں پردہ تو کرتی نہیں ہیں، ان سے چار و تا چار کام پڑ جاتا ہے آدمی بالکل الگ نہیں رہ سکتا، ان سے بات کرنے کی نوبت بھی آتی ہے، ہوتا یہ ہے کہ بعض عورتیں مثلاً سالی وغیرہ مزاح بھی کرتی ہیں، ایسی صورت میں کوئی عورت بات کرے یا مزاح کرے تو جواب دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ بیادینا توجہ روا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غیر محرمہ عورتوں سے بقدر ضرورت بات کرنا جائز ہے، بلا ضرورت جائز نہیں، ہنسی مزاح کرنے یا اس کا جواب دینے کی کوئی گنجائش نہیں، سخت گناہ ہے۔ بلا ضرورت دیکھنا بھی جائز نہیں، حتی الامکان حفاظت نظر بھی ضروری ہے۔

ایسے ماحول میں بات کرنا پڑے تو ان کو شرعی پردہ کرنے کی ترغیب دے، قرآن و حدیث کے احکام بیان کرے۔

قال العلامة الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ: وفي الشرع لا یجوز مع الرجال الجھرة ولا یكلم الا جنبیة الا یجوز اعطست او سلمت فی شمتھا و یرد السلام علیھا والا لا اتھی وبہ بان ان لفظة لا فی نقل القہستانی و یكلمھا بما لا یحتاج الیہ زائدة فتنیہ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله زائدة) یبعده قوله فی القنیة رامت او یجوز كلام المباح مع امرأة اجنبیة اه وفي المجتبى رامت او فی الحدیث دلیل علی انه لا بأس ان یشكلم مع النساء بما لا یحتاج الیہ و لیس هذا من الخوض فی ما لا یعنیه انما ذلك فی كلام فیہ اثم اھ فالظاهر انه قول اخر او محمول علی العجز تأمل و تقدم فی شروط الصلوة ان صوت المرأة عورة علی السراج و مر الكلام فیہ فراجعہ (رد المحتار ص ۲۳۶ ج ۵)

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شروط الصلوة: وللحرة ولو خنتی

جميع يديها حتى شعرها النازل في الاصغر خلا الوجه والكفين ففهر الكف عورة على المذهب والقدمين على المعتمد وصوتها على الراجح وذراعيه على المرجوح۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وصوتها) معطوف على المستثنى يعنى انه ليس بعورة ح (قوله على الراجح) عبارة البحر عن الحلية انه الاشبه وفي النهر وهو الذي ينبغي اعتماده ومقابلته ما في النوازل نعمة المرأة عورة وتعلمها القرآن من المرأة احب قال عليه الصلوة والسلام التسبيح للرجال والتصفيق للنساء فلا يحسن ان يسمعها الرجل وفي الكافي ولا تلبى جهر الان صوتها عورة ومشى عليه في المحيط في باب الاذان بحر قال في الفتح وعلى هذا الوكيل اذا جهرت بالقراءة في الصلوة فسدت كان متبجها ولهذا منعها عليه الصلوة والسلام من التسبيح بالصوت لاعلام الامام بسهولة الى التصفيق اه فاقرة البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير وكذا في الامداد ثم نقل عن خط العلامة المقدسي ذكر الامام ابو العباس القرطبي في كتابه في السماع ولا يظن من لا فطنة عنده انا اذا قلنا صوت المرأة عورة انا تريد بذلك كلامها لان ذلك ليس بصحيح فانا نجيز الكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عند الحاجة الى ذلك ولا نجيز لهن رفع اصواتهن ولا تطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهن ومن هذا لم يخبر ان تؤذن المرأة اه قلت ويشير الى هذا تعبير النوازل بالنفمة ررد المختار ج ۱) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۱۷ ذی الحجۃ سنہ ۱۲۹۹ھ

غیر محرم کو سلام کرنا:

سوال: عورت کے لئے غیر محرم مرد کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اجنبی مرد اور عورت کے لئے ایک دوسرے کو سلام کرتا یا سلام کا جواب دینا جائز نہیں، اگر کسی نے سلام کیا تو دوسرا دل میں جواب دے آواز سے نہ دے۔ البتہ اگر کسی ضرورت سے بات کرنے کی نوبت آئے تو سلام و رد سلام کی گنجائش ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي الثوبلالية معنى يا للجوهرية ولا يكلم الاجنبية الا عجوزا عطست او سلمت فيشمتها ويرد السلام عليها والا لا انتهى۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله والا لا) ای دالا تکن عجوزا بل شابة لا يشمتها ولا يرد السلام بلسانه قال في الخانية وكذا الرجل مع المرأة اذا التقيا يسلم الرجل اولادها اذا سلمت المرأة الاجنبية على رجل ان كانت عجوزا ارد الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع وان كانت شابة رد عيها في نفسه وكذا الرجل اذا سلم على امرأة اجنبية فالجواب فيه على العكس اه وفي الذخيرة واذا عطس فشمته المرأة فان عجوزا ارد عليها والارد في نفسه اه كذا الوعطست هي كما في الخلاصة (رد المحتار ج ۲ ص ۷) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۹ھ

اثر ہوٹس سے بات کرنا:

سوال: ہوائی جہاز میں کھانے وغیرہ کے لئے اثر ہوٹس سے بات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جہاز میں کھانا اور چائے وغیرہ وقت مقرر پر عملہ کی طرف سے خود پہنچا دیا جاتا ہے، طلب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، معہذا اگر ضرورت ہو تو اثر ہوٹس سے بقدر ضرورت بات کرنا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۵ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۹ھ

بغرض علاج عورت کی شرمگاہ دیکھنا:

سوال: مرد ڈاکٹر کے لئے بغرض علاج عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا یا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی ضرورت کے موقع پر حتی الامکان مسلمان عورت ڈاکٹر سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنا لازم ہے، اگر بر وقت عورت ڈاکٹر نہ مل رہی ہو اور ضرورت شدید ہو تو مرد ڈاکٹر کے لئے بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

غیر محرم سے تجوید سیکھنا

سوال: عورت عام طور پر بچپن میں کسی ماہر سے قرآن نہیں پڑھتی اس لئے قرآن پڑھنے میں کافی غلطیاں کرتی ہے، تو کیا بالغ ہونے یا شادی کے بعد پردہ کے اہتمام کے ساتھ وہ کسی غیر محرم سے تجوید سیکھ سکتی ہے؟

نیز اگر خود بقدر ضرورت تصحیح حروف کے ساتھ پڑھ لیتی ہے لیکن بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مزید مشق کی ضرورت ہے، اگر تجوید سیکھ کر تجوید سے پڑھائے گی تو آئندہ نسل کا فائدہ ہوگا کیا اس مقصد کے لئے غیر محرم سے تجوید سیکھنا اور قرآن پڑھنے کی مشق کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں مناسد ذیل ہیں:

① استاد و شاگرد کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف کا تادیر باہم تکرار اور ایک دوسرے کی طرف مراجعہ مخصوص۔

② ایک دوسرے کی آواز بہت دیر تک سنا سنانا۔

③ تجوید کے ساتھ قراءت میں کشش و جاذبیت۔

④ جانبین سے شخصیت متعینہ۔

⑤ مذکورہ محرکات اربعہ کا روزانہ عرصہ دراز تک مسلسل قائم رکھنا۔

اس لئے یہ طریقہ جائز نہیں، یا مخصوص جب کہ یہ ضرورت پوری کرنے کی صورتیں

میسر ہیں :

① محارم مردوں سے پڑھیں۔

② چھوٹی بچیاں پڑھ کر دوسری خواتین کو پڑھائیں۔

قال العلامة المنلا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : ورفع الصوت بها
لشهادة الامرض والحجر والمدس والشجر له الا المرأة فان صوتها عورة
فیجب صونها۔

وقال العلامة حسین بن محمد سعید المکی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ :
(قوله فان صوتها عورة) هذا ضعيف قال في الدر المختار عند قول
المبتن ولا تلبی جھرا بل تسمع نفسها دفعا للفتنة وما قيل ان صوتها عورة
ضعيف (ارشاد الساری ص ۱۳) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۱۰ ازی القعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ

تندوئی سے بات کرنا :

سوال : زید کہتا ہے کہ بکر کہیں دور سے اپنے سالے کے گھر آتا ہے ، اتفاق سے
سالہ اپنی ملازمت یا مزدوری پر گیا ہوا ہے تو بکر کے سالے کی بیوی بکر سے نہ خیریت معلوم
کر سکتی ہے نہ بیٹھک میں بیٹھنے کو کہہ سکتی ہے ، نہ کھانے ، چائے وغیرہ کا پوچھ سکتی
ہے ، اگر خاندان گھر میں موجود ہو تو بھی وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ جبکہ بکر کہتا ہے کہ اگر ایسا ہو
تو کون کسی کے گھر جائے گا ، اس سے قطع رحمی کا خطرہ ہے جو شدید جرم ہے اور ہمارے
ہاں برصغیر میں ماحول اتنا خراب نہیں ہے ، اس طرح قریبی رشتہ داروں سے خیریت
معلوم کرنے اور کھانا وغیرہ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ براہ کرم مسئلہ شرعیہ سے
آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی محرم کی موجودگی میں تندوئی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے جائز نہیں ،
البتہ محرم کی عدم موجودگی میں پس پردہ رہ کر بیٹھک میں بیٹھا سکتی ہے۔ کھانا وغیرہ بھی
پس پردہ رہ کر دے سکتی ہے ، پرزے کا پورا اہتمام کرے اور بقدر ضرورت بات پر اکتفاء
کرے ، اس میں بھی لہجہ میں بتکلف درشتی پیدا کرے ، تندوئی کے بار بار آنے کی عادت

بنالینے کا اندیشہ ہو تو پس پردہ بیٹھنا بھی جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله او بمحائل) قال فی القنیۃ سکن رجل فی بیت من داور وامرأة فی بیت اخر منها وکل واحد غار علی حدة لکن باب الداور واحد لا یکرہ ما لم یجمعہما بیت اہ و منزلہ ثلثۃ موز ثمر مزیالی کتاب اخرہی خلوة فلا تحل ثم رمز ولو طلقها یا ثناء و لیس الا بیت واحد یجعل بینہما سترة لانه لولا السترة تقع الخلوة بینہ و بین الاجنبیۃ و لیس معها محرم فهذا یدل علی صحۃ ما قالوہ اہ لان البیتین من داور واحد کالسترة بل اولى وما ذکرہ من الاکتفاء بالسترة مشروط بما اذا لم یکن الزوج فاسقا اذ لو کان فاسقا یحال بینہما بامرأة ثقة تقدس علی الحیلولة بینہما کما ذکرہ فی فصل الاحداد وقد بحث صاحب البحر ہنات بمثل ما قالہ فی القنیۃ فقال یمکن ان یقال فی الاجنبیۃ کذا و ان لم تکن معتدۃ لا یوجد نقل بخلافہ (رد المحتار ص ۲۳۵ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الرؤی القعدہ سنہ ۱۴۰۰ھ

بیوی کی شرمگاہ کا بوسہ لینا:

سوال: جوش محبت میں بیوی کی شرمگاہ کا بوسہ لینا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

ہاتھ لگنا جائز ہے، بوسہ لینا جائز نہیں۔

قال فی الہندیۃ: فی النوازل اذا دخل برمل ذکرہ فی فہم امرأۃ قد قبل

یکرہ وقد قبل بخلافہ کذا فی الذخیرۃ (عالمگیریہ ص ۲۴۲ ج ۵)

اقول المبیہم مجہول منکر و قولہ مردود شرعا و عقلا، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ رؤی الحجہ سنہ ۱۴۰۸ھ

زوجین کو ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا:

سوال: ایک روایت نظر سے گزری، مشہور ہے کہ بوقت صحبت بیوی کی شرمگاہ

کو دیکھنے سے انسان اندھا ہو جاتا ہے، کیا یہ سچ ہے؟

درودی بقیہ بن مخلد و ابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
مرفوعاً اذا جامع احدکم زوجته او جاریتہ فلا ينظر الى فرجہا فان ذلك
یورث العی قال ابن صلاح جید الاسناد کذا فی الجامع الصغیر۔
کیا یہ روایت یا اس مضمون کی کوئی اور روایت صحیح سند سے ثابت ہے؟
بیدنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بصیرۃ فقہیہ ایسی روایات کو دیکھتے ہی موضوع یا انتہائی ضعیف ہونے کا فتویٰ
دے دیتی ہے، مراجعۃ الکتب سے اس کی توثیق ہو گئی۔

قال الامام ابو الفرج ابن الجوزی فی باب النظر الى الفرج: فیہ عن ابن عباس
وابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فاما حدیث ابن عباس فانباؤنا اسمعیل بن احمد
السمرقندی انباؤنا اسمعیل بن مسعدۃ انباؤنا حمزۃ بن یوسف انباؤنا احمد بن
عدی حدثنا ابن قتیبۃ حدثنا ہشام بن خالد حدثنا بقیۃ عن ابن جریر
عن عطارد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا جامع احدکم زوجته او جاریتہ فلا ينظر الى فرجہا
فان ذلك یورث العی۔

قال ابو حاتم بن حبان: کان بقیۃ یروی عن کذا بین وثقاۃ ویدلس
وکان لہ اصحاب یسقطون الضعفاء من حدیثہ ویسوونہ فیشیہ ان یکون
سمیع هذا من بعض الضعفاء عن ابن جریر ثم یدلس عنہ۔ و۔ الترف۔
(التزق) بہ و هذا موضوع۔

واما حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانباؤنا محمد بن ناصر انباؤنا
المبارک بن عبد الجبار انباؤنا ابو نصر عبد الیاقی بن احمد الواعظ انباؤنا محمد
ابن جعفر بن علان انباؤنا ابو القیم الانزلی انباؤنا زکریا بن یحیی المقدسی حدثنا
ابراہیم بن محمد الفریابی حدثنا محمد بن عبد الرحمن الشتری عن مسعدۃ
ابن کرام عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جامع احدکم فلا ينظر الى الفرج فانه

یورث العمی ولا یكثر الکلام فانه یورث الخرس۔

قال الازدی : ابراهیم بن محمد بن یوسف ساقط (کتاب الموضوعات ج ۲) ^{۲۴۱}
وقال الحافظ ابن عدی البحر جانی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد نقل حدیث
بقیۃ : ثناہ بهذا الاسناد ثلاثۃ احادیث اخر مناکیر و هذه الاحادیث
یشبه ان تكون بین بقیۃ وابن جریر بعض المجہولین او بعض الضعفاء
لان بقیۃ کثیرا ما یدخل بین نفسه و بین ابن جریر بعض الضعفاء او
بعض المجہولین الا ان هشام بن خالد قال عن بقیۃ حدیثی ابن جریر
(الکامل ص ۲ ج ۲)

وقال الامام الباری رحمہ اللہ تعالیٰ : مروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
فی الامالی قال سألت ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن الرجل یمس فرج امرأۃ
او تمس فی فرجہ لیتحرک علیہا هل ترى بذلك بأسا ؟ قال لا ارجوان یعظم
الاجر (العنایۃ بہا مش تکرر الفتح ص ۱۳ ج ۲)

اس میں جواز نظر اگرچہ صراحت مذکور نہیں مگر قیاساً ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۵ صفر سنہ ۱۴۱۰ھ

عورت کا تفریح کے لئے نکلنا :

سوال : عورتوں اور لڑکیوں کا تفریح کے لئے برقع اوڑھ کر اپنے شوہر والد یا کسی
اور محرم کے ساتھ عام تفریح گاہوں جیسے کلفٹن، ہکس بی، ہل پارک وغیرہ جانا شرعاً
کیسا ہے ؟ جبکہ عام طور پر علماء کرام بغیر کسی شرعی ضرورت کے عورتوں کا گھروں سے باہر
نکلنا ناجائز بتاتے ہیں کیونکہ اگرچہ عورتیں خود برقع میں ہوں اور ان کے چہرہ پر کسی غیر مرد کی
نگاہ نہ پڑے لیکن خود ان عورتوں کی نگاہ تو مردوں کے چہروں پر پڑتی ہے اور وہ ان کو
دیکھتی ہیں، کیا تفریح کے لئے تفریح گاہوں میں جانا شرعی ضرورت میں شامل ہے ؟ جبکہ
علماء کرام حج و عمرہ پر جانے والی عورتوں کو نماز کے لئے مسجد حرام اور مسجد نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم میں جانے سے منع فرماتے ہیں، اپنی اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھنے کی تاکید
کرتے ہیں، تو کیا تفریح کی اہمیت ان مسجدوں میں نماز پڑھنے سے بھی زیادہ ہے ؟
آج کل بعض دیندار لوگ بھی سو فیانہ وضع کے ساتھ اپنی بیوی اور جوان لڑکیوں

کو لے کر عام تفریح گاہوں اور پارکوں میں جا کر بیٹھنے اور کچھ کھانے پینے کا شغل کرتے ہیں یعنی ایک طرح کی "پکنک" مناتے ہیں جس سے عام لوگوں کے ذہنوں میں اس کے جواز کا خیال پیدا ہوتا ہے، اس طرح ان کا عام تفریح گاہوں میں جانا دین کے متعلق غلط تصور پیش کرنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے اور عوام الناس کی ایسے کاموں کی ہمت افزائی کا باعث ہے اس لئے اس کے متعلق مفصل فتویٰ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجہ رہا۔

الجواب باسم ملہم الحساب

قرآن وحدیث میں عورت کو پردے کی سخت تاکید اور عورت کے باہر نکلنے میں مفسدہ کثیرہ کے پیش نظر عورت کا تفریح کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گی تو اس کے علاوہ اس کا شوہر اور دوسرے ادلیا بھی سخت گنہگار ہوں گے، ان سب پر ایسے فسق و فجور سے توبہ کرنا فرض ہے۔

اختصار کے ساتھ چند دلائل اور مفسدہ ملا خطہ ہوں:

(۱) عورت کو بلا ضرورت برقع اور ڈھکر بھی گھر سے نکلنا حرام ہے:

(۱) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْأُنثَى

(۳۳-۳۴)

(۲) وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلْنَهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ يُدَلِّكُمْ

أَطْفَالَهُنَّ يَقْبُولُ بَيْنَكُمْ وَ قُلُوبُهُنَّ (۳۳-۵۳)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سوال و جواب کی ضرورت کے وقت بھی عورت برقع وغیرہ میں لپٹ کر سامنے نہ جائے بلکہ وراہ حجاب رہ کر ضرورت پوری کی جائے۔

(۳) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصۃ الفتی حدیث العہد بعرس

فاذا امرأتہ بین البایین قائمۃ فاھوی الیہا بالرحم لیطعنہا بہ واصابتہ غیرہ، رواہ مسلم۔

(۴) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأة تقبل

فی صورة شیطان وتدر فی صورة شیطان، رواہ مسلم۔

(۵) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة

عورة فاذا خرجت استشر فہا الشیطان، رواہ الترمذی۔

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للنساء

نصیب فی الخروج الا مضطرۃ . الحدیث . رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

(۳) عورت بہت دیر میں لپٹ کر بھی باہر نکلے گی تو غیر محارم پر نظر پڑے گی، حدیث میں اہبات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو ایک متقی ٹائینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے پر منع فرمایا گیا ہے :

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا قبل ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منه فقلت یا رسول اللہ ایس ہوا عی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعیا وان انتما السمتا تبصرانہ ، رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔

(۳) باہر نکلنے میں منکرات و فواحش، عریاں عورتوں اور تصاویر پر نظر پڑے گی جس کا قلب پر برا اثر پڑے گا۔

(۴) کانوں یا جوں کی آوازیں کان میں پڑیں گی اور قلب پر اثر کریں گی۔

(۵) بے دین لوگوں کی مختلف قسم کی آوازیں کان میں پڑیں گی، جن سے قلب متاثر ہوگا۔

(۶) اس زمانے میں غلبہ فساد کی وجہ سے گھر سے باہر ہر طرف فسق و فجور کا ماحول ہوتا ہے جس سے فضا تک متاثر ہوتی ہے، انسان کے قلب پر لازماً اس کا اثر پڑتا ہے۔

(۷) اگر عورت پردے میں بھی نکلے تو بھی فساق و فحار اس کی طرف غور سے دیکھتے

ہیں اور ان کا میلان اس کی طرف ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ عورت بنی، اس لئے یہ بھی گناہ گار ہوئی، اسی لئے قرآن و حدیث میں اشخاص کا پردہ بھی ضروری قرار دیا گیا، جس کے دلائل کی تفصیل نمبر ① کے تحت گر چکی ہے۔

مفاسد مذکورہ اگرچہ مردوں کے خروج میں بھی پائے جاتے ہیں مگر مرد اور عورت کے خروج میں دو وجہ سے فرق ہے :

① مرد کا خروج ضرورتِ دینیہ و دنیویہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور عورت کا تفریح کے لئے نکلنا ضرورت میں داخل نہیں۔

② حفظِ صحت کے لئے بھی مردوں کو باہر نکلنے کی ضرورت ہے، عورتوں کو اس کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے، اس کی صحت

کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے ماحول میں وہ چیزیں پیدا فرمادی ہیں اور اس کے ماحول کو اس کے مطابق بنا دیا ہے۔

پھر مختلف قسم کی مخلوق کے افراد میں بھی باہم تفاوت ہوتا ہے۔

ہر فرد کی جو طبیعت اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے، اس کے ماحول کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سازگار بنا دیا ہے، روزمرہ اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا رہتا ہے، جن علماء و مشایخ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ بیٹھ کر دلجمعی سے کام کرنا مقدر فرما دیا ہے ان کی صحت اسی ماحول میں ٹھیک رہتی ہے، باہر کہیں سفر پر جاتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے باہر نکل کر دوسرے ممالک میں تبلیغ، اشاعت دین اور اصلاح عوام کا کام مقدر فرما دیا ہے ان کی صحت بے درپے سفر کرنے ہی سے ٹھیک رہتی ہے، چند دن گھر رہتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔

عورتوں کو رَقْرَقَتِ نِیْ بُیُوتِکُمْ کا حکم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے گھر کے اندر کا ماحول ان کے لئے سازگار بنا دیا ہے، جس عورت کو صحت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ کثرت معاصی سے اس کی فطرت تبدیل ہو گئی ہے۔ یہ اس کے بے دین ہونے کی علامت ہے۔ دیندار عورتوں کی صحت گھر ہی میں ٹھیک رہتی ہے۔ ہاں! صحت کے لوازم میں سے ورزش مسلمات میں سے ہے، اور گھر کے کام کاج سے عورتوں کی ورزش ہوتی رہتی ہے۔

ورزش کا معیار یہ ہے: ① مانس تیز ہو جائے۔ ② پسینہ آنے لگیں۔ ③ تھکاوٹ محسوس ہو۔

اگر عورت کو گھر میں اتنا کام نہیں ہے تو چکی پیسیں، عورتیں گھر کا کام تو کرتی نہیں ہیں، اس کے لئے لازمہ رکھتی ہیں، اس لئے صحت کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

قال الشیخ ابوسعید الخادمی رحمہ اللہ تعالیٰ: (ویمنع من الحمام) ای الزوج زوجته من الذہاب الی حمام السوق وهو المتبادس ظاہر الاطلاق مساواة الشابة و غیرہا لیللا و نهارا عند فساد الزمان و امنہ۔

(البریقة المحمودیة صلاح ۴)

وقال ایضا: ولا یأذن لها بالخروج الی المجلس الذی یجتمع فیہ الرجال والنساء فیہ من المنکرات کالتصدیة و رفع الاصوات المختلفة واللعب من المتکام بالقاء الکمر و ضرب الرجل علی المنبر والقیام والصعود والنزول

عنه فكل من المذكور مكره ولا يحضر ولا يأذن لها ولو فعل يتوب الى الله تعالى (ايضا ص ۱۵۱)

وقال ايضا: ولا يدعها ان تخرج من الستور من البيت فانها عورة وخروجها اثم وعد في الخلاصة من المواضع التي يضرب الزوج زوجته فيها الخروج من البيت وفي القنية: يضرب ايضا (الى) او كشفت وجهها لغير محرم (ايضا ص ۱۵۲)

قال الشيخ حافظ الدين محمد بن محمد رحمه الله تعالى: ولا يأذن بالخروج الى المجلس الذي يجتمع فيه الرجال والنساء وفيه المنكرات الخ (البرازية بهامش الهندية ص ۱۵۶ ج ۲)

وقال ايضا: وفيما عداة من زيارة الاجانب وعبادتهم والوليمة لا وان يأذن وان أذن الزوج كانا عاصيين (ايضا ص ۱۵۳)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وحيث ابحننا لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغير الهيئة الى ما يكون داعية لنظر الرجال والا ستمالة (رد المحتار ص ۲۶۵ ج ۲) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

عورت کا ڈرائیور کے ساتھ تنہا گاڑی میں بیٹھنا:

سوال: جامعات البنات کی طرف سے مقرر کردہ بس یا کارڈرائیور کے لئے بدون محرم بنات کو گھر سے لانا اور واپس پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجہ وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر گاڑی میں دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں تو ڈرائیور کے لئے لانا لے جانا جائز ہے، ایک لڑکی کو لانا لے جانا جائز نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں خلوت بالاجنبیہ لازم آتی ہے جو مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے۔

قال الامام القاضی بنان رحمہ اللہ تعالیٰ: والخلوۃ الصحیحة ان یجتمعا فی مکان لیس هنالك مانع یمنعہ من الوطء حسا او شرعا او طبعا (الی قولہ) ولو كان معهما جاریة احدہما او امرأة له اخرى كان محمدا رحمہ اللہ تعالیٰ

يقول اولاجارية المرحل لا تمنع الخلوة لان له ان يجامعها بحضوره جارية
او امرأة له اخرى ثم رجع وقال جارية احدهما تمنع الخلوة وهو قول
ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى (خانية بها مش الهندية ص ۳۹۶ ج ۱)
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ

عورت کا گھر میں تنگے سر رہنا:

سوال: عورت کا گھر میں محارم کے سامنے تنگے سر رہنا جائز ہے یا نہیں؟

بیدنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کو شریف اور دیتدار گھرانوں میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور عورتوں میں
بے پردگی و آزادی کے شیوع کا ذریعہ ہے، علاوہ ازیں محارم کے سامنے بھی سینے کے
ابھار کا ظاہر کرنا بہت بڑی بے حیائی ہے، اس لئے جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۲۷ رجب ۱۴۱۷ھ

مخطوبہ کو دیکھنا:

سوال: آج کل عموماً لڑکے لڑکی کو دیکھے بغیر نکاح کرنے پر راضی نہیں ہوتے اور
دیکھنے پر اصرار کرتے ہیں تاکہ نباہ میں معین ہو، چنانچہ لڑکی کو بناؤ سنگھار کر کے والدین یا بعض
دوسرے اہل تعلق کی موجودگی میں یا تنہا کمرے میں لڑکے کو دکھانے کا انتظام کیا جاتا ہے
اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کو دیکھنے کا حکم فرمایا۔ کیا یہ استدلال اور اس طریقہ سے لڑکی کو دکھانا صحیح
ہے؟ اگر صحیح نہیں تو کیا خواتین کے ذریعہ دیکھنا دکھوانا جائز ہے؟ بیدنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ طریقہ ہرگز جائز نہیں، انتہائی درجے کی بے غیرتی و بے حیائی ہے۔ اگر ہر شخص اس طرح
صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے اور اس کا یہ بے ہودہ مطالبہ پورا کیا جانے لگے تو نامعلوم
ایک ایک لڑکی کو شادی کے لئے کتنے کتنے لڑکوں کو دکھانے کی نوبت آئے گی، گھوڑی اور
گائے کی سی کیفیت ہو جائے گی کہ گاہک آتے ہیں، دیکھتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں اور چلے

جائے ہیں۔

نباہ کا تعلق صرف صورت ہی سے نہیں ہوتا بلکہ دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت، گفت و شنید، نشست و برخاست، امور خانہ داری و دیگر کئی امور کو اس میں بڑا دخل ہے، اور صرف صورت دیکھ کر ان نسب امور کے بارے میں صحیح رائی قائم کرنا از بس مشکل ہے۔ حدیث سے اس جیسا سوز مروج طریق پر استہلال کرنا جہالت و تحریف دین ہے۔ حدیث میں رؤیت کا ذکر ہے نہ کہ ارادہ کا، اور حکم رؤیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکا چھپ چھپا کر دیکھ سکتا ہو تو اجازت ہے۔ چھپ چھپا کر دیکھتے ہیں بھی ایسا طریقہ اختیار کرے کہ کسی کو بد نظری کی بدگمانی نہ ہو۔ اس پر یہ دلائل ہیں:

(۱) بعض روایات میں ان استطاع کی تصریح ہے۔

(۲) خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ کو عورت کے ذریعے دکھوایا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے بمنزلہ والد ہیں اور کسی مفسدہ کا قطعاً کوئی امکان نہیں تھا۔

(۳) دو صحابہ حضرت جابر و حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل یہ منقول ہے کہ وہ چھپ کر دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل حدیث کی تشریح ہوتا ہے، خصوصاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل، کیونکہ ان کو تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ لڑکی کو اطلاع کئے بغیر خواتین کے ذریعہ دکھوانا جائز ہے۔ لڑکی کو اطلاع ہو تو خواتین کے ذریعہ دکھوانے میں بھی درج ذیل قباحتیں ہیں۔

(۱) اگر لڑکی دیندار و حیا دار قوم کی ہے تو مشرم کے مارے ڈوب ڈوب جائے گی، سامنے آئے گی ہی نہیں، اگر سامنے آ بھی جائے تو نہ کچھ بولے گی، نہ کوئی کام کرے گی، ایک کونے میں دبجی بیٹھی رہے گی، باقی امور تو درکنار صورت کا صحیح اندازہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔

(۲) اگر لڑکی بے دین اور بے حیا خاندان کی ہے تو صورت میں، گفتگو میں، کام کاج میں غرض ہر چیز میں تصنع کرے گی، حقیقت کا پتہ چلانا ناممکن ہوگا۔

اگر خواتین اچانک جائیں گی تو لڑکی اصلی ہیئت میں ہوگی، اصلی صورت کے علاوہ گفتار، رفتار و اطوار سب کچھ اپنی اصلی ہیئت میں نظر آئے گا۔

(۳) اگر پسند نہ آئے تو لڑکی یا بوسی و احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہے اور ذلت محسوس کرتی ہے۔

(۴) رشتہ نہ کرنے کی صورت میں دونوں طرف کے خاندانوں کے درمیان سخت منافرت پیدا ہوتی ہے، ایک دوسرے کو منہ دکھانا گوارا نہیں کرتے۔

آخری دو نمبروں کے پیش نظر ایسی صورت اختیار کرنا بہتر ہے کہ گھر والوں کو بھی اطلاع نہ ہو۔
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ينظر الی ما یدعوہ الی نکاحہا فلیفعل قال فخطبت جاریۃ فکنت اتخباً لہا حتی رأیت منہا ما دعا فی الی نکاحہا ونزویجہا فتزوجتہا (ابوداؤد ص ۲۹ ج ۱)

عن سہل بن ابی حمزہ قال سمایت محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یطارد کُبَیْثَ بنت الضحاک فوق ایتارہ بیصر طر دا شدیدا فقلت اتفعل هذا وانت من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا التقی فی قلب امرئ خطبت امرأۃ فلا بأس ان ینظر الیہا (شرح معانی الآثار ص ۲ ج ۲)
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یتزوج امرأۃ فبعث بامرأۃ لتتنظر الیہا فقال شمیہا عوارضہا وانتظری الی عمر قریبہا۔

(عمدة القاری بحوالہ بیہقی ص ۱۱۹ ج ۲)

قال العلامة ظہر احمد العثماني رحمہ اللہ تعالیٰ: قال العبد الضعیف د حجتہ الجمهور قول جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”فخطبت جاریۃ فکنت اتخباً“ والراوی اعرف بمعنی ما رواہ فدل علی انه لا يجوز له ان يطلب من اولیائہا ان يحضروها بین یدہ لما فی ذلك من الاستخفاف بہم ولا يجوز ارتکاب مثل ذلك لامر مباح ولا ان ینظر الیہا بحيث تطلع علی رؤسہا من غیر اذنہا لأن المرأة تستحی من ذلك وثقل نظر الاجنبی الیہا علی قلبہا لما جبلہا اللہ علی الغیرۃ وقد یفضی ذلك الی مفسد عظیمۃ کما لا ینفی وانما يجوز له ان یتخبأ لہا وینظر الیہا خفیۃ ومثل هذا النظر یقتصر علی الوجہ والکف والقدم لا یعدوہا الی مواضع اللحم ولا الی جمیع البدن (اعلاء السنن ص ۱۷۲ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوائین کا تبلیغی جماعت میں نکلنا جائز نہیں:

سوال: عورتوں کا تبلیغی جماعت کے ساتھ تبلیغ کے لئے اپنے محارم کے ساتھ تین دن، دس دن، سال کے لئے اپنے ضلع یا اپنے صوبہ یا اپنے ملک یا دوسرے ممالک میں نکلنا کیسا ہے؟ جبکہ موجودہ دور کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں۔ اگر ان کا نکلنا جائز ہے، پھر تو کوئی حرج نہیں اور اگر جائز نہیں تو پھر جو لوگ اپنی عورتوں کو لے جاتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے، وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ مسئلہ کی مکمل وضاحت مطلوب ہے۔ بیادینا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورتوں کا گھروں سے نکلنا بہت بڑا فسق ہے، اس لئے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نواس پر بہت سخت پابندی لگائی ہے اور دینی کاموں کے لئے بھی عورتوں کے نکلنے کو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے۔

قال العلامة الخوارزمي ناقلًا عن فخر الاسلام رحمہما اللہ تعالیٰ: والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوات كلها لظهور الفساد ومتى كره حضور المسجد للصلوة لأن يكره حضور مجالس العلم خصوصاً عند هؤلاء الجاهل الذين تحلوا بجلبية العلم ادلى (الكفاية مع فتح القدير ص ۱۰۳ ج ۱)

وقال العلامة المحصفي رحمہ اللہ تعالیٰ: ويكره حضورهن الجماعة ولو للجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو يجوز الیلا على المذهب المفتي به لفساد الزمان واستثنى الكمال بحثاً الجائز المتفانية۔

وقال الامام الطحطاوي رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولو للجمعة وعيد ووعظ) قال في مجموع التوازل يجوز للزوج ان يأذن لها بالخروج الى زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم فان كانت قابلة او غاسلة او كان لها على اخر حق او عليها حق تخرج بالاذن والحج على هذا وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لا يأذن لها ولا تخرج ولو اذن لها وخرجت كاتا عاصيين وتمنع من الحمام وان ارادت ان تخرج الى مجلس العلم بغير مرضى الزوج ليس لها ذلك فان وقعت لها نازلة ان سأل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا يسعها الخروج، وان امتنع من السؤال يسعها

الخروج من غير رضى الزوج وأن لم يقع لها نازلة، واردة ان تخرج لمجلس العلم لتعليم المسألة من مسائل الوضوء والصلاة ان كان الزوج يحفظ المسائل ويذكرها معها له ان يمنعها وإن كان لا يحفظها الأولى ان يأذن لها احياناً وان لم يأذن لها فلا شيء عليه ولا يسعها الخروج ما لم تقع نازلة اهـ (قوله ولو عجزوا) اسم لمؤنث غير لازم التاء كما في الرضى وفي القاموس لا يقال عجزرة او لغة رديئة من احدى وخمسين الى آخر العمر قهستانى، وقوله يلدبيان للاطلاع ايضا (قوله على المذهب المفتى به) قد يقال هذه الفتوى التى اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً واما العجز فلها حضور الجماعة عند الامام فى الصلاة الا فى الظهر والعصر والجمعة فالافتاء بمنع العجائز فى الكل يخالف الكل وما فى الدرس المنتقى يوافق ما هنا بحيث قال وفى الكافى وغيره اما فى زماننا فالمفتى به منع الكل فى الكل حتى فى الوعظ وفحوة (حاشية الطحطاوى على الدرر ج ۲ ص ۱۲۵ ج ۱)

وقال شمس العلماء العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: قال المصنف فى الكافى والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفساد ومتى كره حضور المسجد للصلاة فلأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصاً عند هؤلاء الجاهل الذين تحلوا بحلية العلماء اولى ذكره فخر الاسلام اهـ (البحر الرائق ص ۳۵ ج ۱)

وقال العلامة عالم بن العلماء رحمه الله تعالى: والفتوى اليوم على الكراهة فى كل الصلوات لظهور الفساد ومتى كره حضور المسجد للصلاة لأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصاً هؤلاء الجاهل الذين تحلوا بحلية العلماء اولى (الفتاوى التاريخية ص ۶۲ ج ۱)

وقال الحافظ العيني رحمه الله تعالى: (قال ويكره لهن حضور الجماعات) اى يكره للنساء (يعنى الشواب منهن وهى جمع شابة، وهذه اللفظة باطلاقها تتناول الجمع والاعيان والكسوف والاستسقاء وعن الشافعى يباح لهن الخروج (لما فيه) اى فى حضور الجماعة (من خوف الفتنة) عليهن من الفساق

وخرجهم سبب للحرام وما يفضى الى الحرام فحرام وذكر في كتاب الصلوة مكان الكراهة الاساءة والكراهة الفحش.

قلت المراد من الكراهة التحريم ولا سيما في هذا الزمان لفساد اهلها.
(ولا بأس للمعوز ان تخرج في الفجر والمغرب والعشاء) لحصول الامن وفي المغرب اختلاف الروايات وفي المنظومة الحق المغرب بالعشاء كما ذكره المصنف والمبسوط لشمس الأئمة وفي المختلف الحق العصر والمغرب بالظهر كما في مبسوط شيخ الاسلام ويحتمل ان ذلك بناء على ان المغرب تنقش فيه الفسقة ايضا كالعصر في بعض البلاد قيل هذا كله في زمانهم اما في زماننا فيكره خروج النساء الى الجماعة لغلبة الفسق والفساد، فاذا كره خروجهن الى الجماعة فلأن يكره حضورهن مجالس العلم خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بجلية اهل العلم اولى (البنية ص ۲۴ ج ۲)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: واذا منع حضور الجماعة فمنعها عن حضور الوعظ والاستسقاء اولى، واذا دخل العين في الجماعات وما قلناه اولى (منحة الخالق بهامش البحر ص ۳۵۹ ج ۱)

وقال العلامة من لا مسكين رحمه الله تعالى: ومتى كره حضور المسجد للصلوة لأن يكره حضورهن مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بجلية العلماء اولى ذكره فخر الاسلام.

وقال العلامة ابو السعود رحمه الله تعالى: (قوله ومتى كره حضور المسجد) اي كراهة تحريرية دل على ذلك قوله في النهي ولا يحضرن اي لا يحل لهن ان يحضرن لكن ذكر بعده عن كتاب الصلوة انه ذكر الاساءة التي هي ادون من الكراهة (فتح المعين ص ۲۱۵ ج ۱)

وقال العلامة ابو بكر بن علي الحداد رحمه الله تعالى: والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوات كلها لظهور الفسق في هذا الزمان ولا يباح لهن الخروج الى الجمعة عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى كذا في المحيط فجعلها كالظهر وفي المبسوط جعلها كالعيدين حتى انه يباح لهن الخروج اليها بالاجماع (الجوهر ص ۱ ج ۱)

وقال العلامة السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا لشرح النقایۃ : والفتویٰ
الیوم علی الکراہۃ فی الصلوات کلھا لظہور الفساد و متی کمرۃ حضورہن فی المسجد
للصلوۃ فلا ینکرہ حضورہن فی مجالس الوعظ خصوصا عندہو لا را الجہال الذین
تعلوا بجلیۃ العلماء اولی ہکذا قال المشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ ، ولو شاهدوا ما
شاهدنا من حضورہن بین مجالس وعاظ زماننا متبرجات بزینتہن لانکروا
کل انکار رحمہم اللہ معاشر الابرار (بذل المجہود ص ۳۱۹ ج ۱)
نصوص مذکورہ کا حاصل :

عورتوں کا گھروں سے نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس لئے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
نے مسجد کی جماعت، جمعہ، طلب علم اور وعظ سننے کے لئے عورتوں کے نکلنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔
جب ایسی اہم عبادات و ضرورات دین کی خاطر تھوڑے سے وقت کے لئے قریب تر مقامات
تک نکلنے پر بھی اس قدر پابندی ہے تو تبلیغ کے لئے کئی کئی دنوں بلکہ مہینوں اور چلوں کے لئے
دور دور از مقامات میں جانا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہیئے۔
بصیرت فقہیہ :

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ امور دینیہ کے لئے
خواتین کے خروج کی ممانعت قرآن و حدیث میں منصوص نہیں، بلکہ ان حضرات نے اپنے زمانے
کے حالات اور شیوع فتن و فسادات کی وجہ سے اصول شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی
آراء و انظار کا اظہار فرمایا ہے، لہذا ان حضرات کا فیصلہ کوئی نص قطعی اور حرف آخر نہیں، بلکہ
تغیر زمانہ سے اس میں ترمیم کی گنجائش ہے۔

دور حاضر میں غلبہ جہل اور دین سے بے اعتنائی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خواتین کے لئے
ضرورات شرعیہ سے خروج کو مطلقاً ممنوع و حرام قرار دینا اور کسی بھی ضرورت شرعیہ کے لئے خروج
کی اجازت نہ دینا اقامت دین کی بجائے ہدم دین ہے، چنانچہ اسی کے پیش نظر مجموع النوازل
میں مسائل شرعیہ معلوم کرنے کی ضرورت سے خروج کی اجازت دی گئی ہے، ورنہ نصہ عن الطحاوی
رحمہم اللہ تعالیٰ۔

لہذا بنظر فقہاء اس مسئلہ میں تفصیل ذیل ضروری معلوم ہوتی ہے :

علم دین کے لئے خروج :

احکام شریعت کے علم اور ان پر عمل کرنے میں تصلب و پختگی کی تحصیل کی غرض سے کسی ایسے مدرسہ البنات میں پڑھنا جائز ہے جس میں شرائط ذیل کی پابندی کا اہتمام ہو:

(۱) پڑھانے والی صرف خواتین ہوں، نامحرم مرد سے پڑھنا جائز نہیں، وجوہ عدم جواز کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲) معلمات روزمرہ کی زندگی سے متعلقہ مسائل و احکام شرع کے علم میں کمال رکھتی ہوں۔

(۳) عمل میں پختہ ہوں اور معلمات میں بھی عملی پختگی پیدا کرنے کی فکر رکھتی ہوں، معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات اور منکرات و فواحش سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کا درد رکھتی ہوں، بالخصوص وہ منکرات جو عام معاشرہ میں داخل ہو گئے ہیں، جیسے بے پردگی، تصویر ٹی وی، غیبت وغیرہ۔

(۴) نصاب تعلیم اور طریق تعلیم کا مقصد و محور یہی ہو جو ادبیہ بیان کیا گیا، یعنی روزمرہ کی زندگی سے متعلقہ احکام شریعت کے علم اور اس کے مطابق عمل میں پختگی پیدا کرنا، بالفاظ دیگر فکر آخرت پیدا کرنا، اصطلاحی عالمات اور فاضلات بنانے والا نصاب واجب الترتیب ہے اور ایسے القاب حاصل کرنے کی ہوس واجب الاصلاح۔

(۵) مدرسہ میں کوئی محرم چھوڑ کر آئے اور واپسی پر بھی کوئی محرم مرد ساتھ لائے۔

موجودہ جامعات البنات میں شرائط مذکورہ مفقود ہیں۔

علاوہ ازیں ان جامعات کی تعلیم میں مندرجہ ذیل فسادات بھی ہیں :

(۱) جامعات تک آمدورفت کے لئے گھر سے روزانہ خرچ و دخول اور جامعہ میں

دخول و خروج کے اوقات اور آمدورفت کا راستہ متعین ہونے کی وجہ سے بد معاشرت لوگ تعاقب کرتے ہیں۔

اور اگر کوئی گاڑی متعین ہو تو ڈرائیور شرارت کرتا ہے۔ یہ صرف خطرات ہی نہیں، واقعات

ہیں۔ اور جامعہ میں طالبات کی مستقل رہائش میں اس سے بھی زیادہ خطرات ہیں، خواہ انتظام کشاہی بہتر ہو

(۲) گھر سنبھالنے کی صلاحیت سے محرومی۔

(۳) گھریلو کام کاج کو اپنی شان کے خلاف سمجھنا۔

(۴) گھریلو کاموں کے لئے ملازمہ رکھتی ہیں جو فاسقات ہوتی ہیں اور دین، جان، عزت

اور مال کے لئے مہلکات ثابت ہو رہی ہیں۔

(۵) گھروں میں فارغ پڑی رہنے سے نفسانی و شیطانی خطرات کے علاوہ جسمانی ورزش نہ ہونے کی وجہ سے قلب و قالب دونوں کی صحت برباد۔

(۶) جامعات سے فارغ ہونے والی ”عالمات و فاضلات“ میں مرض عجب و کبر۔

(۷) قرآن و حدیث سے براہ راست تخریج مسائل کا شوق رکھتی ہیں جو دین کی تباہی اور شیوع الحاد کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ کتب فقہ سے بھی کسی غیر مفتی کے لئے مسائل نکالنا جائز نہیں۔

(۸) ان ”عالمات و فاضلات“ کو علماء و فضلاء کے رشتے نہیں ملتے تو جہلاء بلکہ فساق و فجار اور بے دین ملحدین و مبتدعین سے بھی شادی کر لیتی ہیں جس میں علم دین کی سخت توہین ہے جو درحقیقت دین کی توہین ہے۔

حالات مذکورہ کے پیش نظر ان جامعات کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ کرنا علماء پر فرض ہے۔ بہتر اور بے ضرر طریقہ صرف یہ ہے کہ بچوں کو اپنے گھروں ہی میں رکھ کر مقصد مذکور تک پہنچانے کی کوشش کی جائے جس کے لئے مندرجہ ذیل امور ارجحہ کا اہتمام کافی ہے :

(۱) تجوید قرآن۔

(۲) بہشتی زیور کی تعلیم۔

(۳) کسی شیخ کامل کے مواعظ کی خواندگی۔

(۴) گھر سنبھالنے کی صلاحیت اور گھر کا کام خود کرنے کا سلیقہ پیدا کرنا اور اس کی

عادت ڈالنا۔

امور مذکورہ کی پابندی پر کچھ محنت تو کرنا پڑے گی مگر فکر آخرت ہو تو اتنی سی محنت کچھ بھی نہیں، تحصیل دنیا کے لئے اس سے ہزاروں درجہ زیادہ محنتیں اور مشقتیں برداشت کی جا رہی ہیں۔

نامحرم مرد سے پڑھنا بوجہ ذیل ناجائز ہے :

(۱) روزانہ نامحرم کی صحبت میں بیٹھنا۔

(۲) زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا۔

(۳) اشکالات علمیہ حل کرنے اور فہم و تفہیم کے لئے اساتذہ و طالبات کے درمیان بار بار مراجعہ۔

- (۴) قرب مکانی مجلس وعظ کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔
- (۵) طالبات معدودات ہوتی ہیں اور استاذ کی نظر میں شخصیات و معبودات، مجلس وعظ میں عموماً ایسے نہیں ہوتا۔
- (۶) معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ استاذ رجسٹر میں حاضری لگانے کے لئے ہر طالبہ کا نام پکارتا ہے اور وہ جواب دیتی ہے، اس سے جانبین کے درمیان خصوصی معرفت اور مزید تعلق پیدا ہوتا ہے۔
مجلس وعظ کے لئے خروج:
- کسی نامحرم عالم کی مجلس وعظ میں جانے میں وہ مفاسد نہیں جو نامحرم استاذ سے پڑھنے میں بیان کئے گئے ہیں، معہذا اس کے لئے بھی یہ شرائط ہیں:
- (۱) واعظ کے علم، تقویٰ اور طریق اصلاح پر علماء وقت کو اعتماد ہو۔
 - (۲) بدعات اور منکرات و فواحش جو معاشرہ میں داخل ہو گئے ہیں، ان سے بچنے بچانے پر زیادہ زور دیتا ہو۔
 - (۳) اس کے وعظ سے صحیح مسلمان بننے اور دوسروں کو بھی صحیح مسلمان بنانے کی فکر پیدا ہو اور معاشرہ پر چھا جانے والے منکرات چھوٹ جائیں۔
 - (۴) پردہ کا مکمل انتظام ہو، مقام وعظ کے دروازے پر بھی مردوں سے اختلاط سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے۔
 - (۵) خواتین مزین لباس اور زیور پہن کر، رنگ و روغن سے آراستہ ہو کر اور خوشبو لگا کر نہ آئیں۔
 - (۶) ہر بار جو راتہ بدلیں کم از کم ایک چھینٹے تک ہر حاضری میں، یک ہی جگہ رہیں کر آئیں۔
 - (۷) خواتین کی مجلس مردوں اور واعظ کی مجلس سے اتنی دور ہو کہ بکرا الصوت کے سوا آواز نہ پہنچ سکے، اگر یہ شکل ہو تو جتنا زیادہ فاصلہ ہو سکے۔
 - (۸) ہفتہ میں ایک بار سے زیادہ نہ ہو، اتنے وقفہ کے مناسب ہونے پر دین و دنیا میں کئی شواہد ہیں۔
- حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مطلقاً حرمت کے فیصلہ میں ضرورت شرعیہ سے کچھ گنجائش تلاش کرنے کی سعی مذکور کے باوجود خواتین کے لئے تبلیغی جماعت میں نکلنے کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

احکام لباس و زینت

مردوں کے لئے ممنوع رنگ:

سوال: مردوں کو کس رنگ کا کپڑا استعمال کرنا مکروہ ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب ومثله الصدق والصواب

عصفراورزعفران سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی رنگ بعینہ عصفراورزعفران کے رنگ جیسا ہو مگر خود عصفراورزعفران کا رنگ نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، نفس عصفراورزعفران کے رنگ کے سوا باقی سب رنگ جائز ہیں، البتہ احمر قانی میں اختلاف ہے، مختلف اقوال میں سے ایک قول استحباب کا بھی ہے، مگر ترجیح کراہت تنزیہیہ کے قول کو ہے، البتہ سر پر پگڑی وغیرہ میں بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

قال فی شرح التنویر: وکسرہ لبس المعصفراوالمزعفر الاحمر والا صفر للرجال مفادہ انه لا یکرہ للنساء ولا یأس بسائر الالوان وفي المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا یأس بلبس الثوب الاحمر ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ لکن صرح فی التحفۃ بالحرمة فافاد انها تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قال المصنف قلت وللشربلالی فیہ رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منها انه مستحب۔

وقال العلامة، بن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله فافاد انها تحریمیۃ الخ) هذا مسلم لو لم یعارضہ تصریح غیرہ بخلاف ففی جامع افتادی قال ابو حنیفۃ والشافعی ومالك رحمہم اللہ تعالیٰ یجوز لبس المعصفرا وقال جماعۃ من العلماء مکروہ بکراہۃ لتنزیہ وفي منتخب الفتاوی قال صاحب الروضۃ یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والا خضر بلا کراہۃ وفي الحاوی الزاہدی یکرہ للرجال لبس المعصفراوالمزعفراوالموسس والمجرای الاحمر حریبا کان او غیرہ اذا کان فی صبغ دم والا فلا ونقلہ عن عدۃ کتب وفي مجمع الفتاوی لبس الاحمر مکروہ وعند البعض لا یکرہ وقیل یکرہ اذا صبغ بالاحمر القانی لانه خلط بالنجس ولو صبغ بقشر الجوز عسلیا لا یکرہ لبسه

اجماعاً ان هذه النقول مع ما ذكره عن المجتبی والقهستانی وشرح
ابی المکارم تعارض القول بکراهة التحريم ان لم يدم التوفيق بحمل
التحريم على المصبوغ بالنجس او نحو ذلك (قوله وللشرب لا لي فيه رسالتا)
سماها "تحفة الاكمل والهدام المصدر لبيان جواز لبس الاحمر" وقد ذكر
فيها كثيرا من النقول منها ما قد مناه وقال لم نجد نصا قطعيا لالنبات
الحرمية ووجدنا النهي عن لبسه لعلته قامت بالفاعل من التشبه بالنساء
او بالا عجم او التكبر وبانقضاء العلة بزول الكراهة باخلاص النية لاظهار
نعمة الله تعالى وعروض الكراهة للمصبوغ بالنجس بزول بغسله ووجدنا
نص الامام الاعظم رحمه الله تعالى على الجوانر ودليلا قطعيا على الاباحة
وهو اطلاق الامر باخذ الزينة ووجدنا في الصحيحين موجبه وبه تنتفي
الحرمية والكراهة بل يثبت الاستحباب اقتداء بالنبي صلى الله عليه
وسلم و من اراد الزيادة على ذلك فعليه بها، اقول ولكن جل الكتب
على الكراهة كالسراج والمحيط والاختيار والملتقى والذخيرة وغيرها و
به افتي العلامة قاسم وفي الحاوي الزاهدي ولا يكره في الرأس اجماعا
(رد المحتار ج ۲ ص ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم

۲۷ ربيع الاول ۱۳۵۴ھ

زعفرانی رنگ کا ازار بند :

سوال: ممنوعہ الوان مثلاً احمر یا عصفریں سے کسی رنگ کا ازار بند استعمال کرنا جائز
ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بلا کر اہت جائز ہے، ہاں اگر زعفران یا عصفر کے رنگ میں رنگا ہوا ہو تو جائز نہیں دوسرا
کوئی رنگ خواہ زعفران ہی جیسا ہو جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۳۱ رجب ۱۳۵۴ھ

سیاہ رنگ کا لباس :

سوال: سنا ہے مردوں اور عورتوں کو کالے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں، کیونکہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کن کالی تھی، اس لئے سیاہ لباس پہنتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ خیال صحیح نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگوں کا لباس استعمال فرمایا ہے، سفید رنگ سب سے زیادہ پسند تھا، خیال مذکور کی بناء پر تو ہر رنگ کا لباس ممنوع یا خلاف ادب ہو جائے گا۔ لہذا ممنوع رنگوں کے سوا ہر رنگ کا لباس جائز ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور جذبۂ اتباع کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی اسے اختیار کیا جائے۔ البتہ لباس میں سیاہ رنگ چونکہ شرعاً، عقلاً طبعاً پسندیدہ ہے اس لئے سیاہ لباس نہیں پہننا چاہیئے بالخصوص اس زمانہ میں شعار شیعہ ہونے کی وجہ سے اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

پتلون پہننے کا حکم :

سوال : در حاضر میں پتلون اور شرٹ پہننے کا اتنا رواج ہو گیا ہے کہ اب یہ کسی خاص قوم کا شعار نہیں رہا، نیز قرون اولیٰ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لباس میں کوئی امتیازی نشان نہیں تھا، یہ بات اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ من تشبہ بقوم فهو منهم میں جس مشابہت کا ذکر ہے، مشابہت لباس اس میں داخل نہیں ہے، اس لئے پتلون اور شرٹ کا پہنتا جائز معلوم ہوتا ہے۔ جناب اپنی تحقیق سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آج کل کوٹ پتلون وغیرہ کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے، بالفرض تشبہ بالکفار نہ بھی ہو تو تشبہ بالفساق میں تو کوئی شبہ نہیں، لہذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔

یہ کہنا صحیح نہیں کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لباس میں کوئی امتیاز نہ تھا نیز اگر کسی زمانہ یا کسی علاقہ میں امتیاز نہ ہو تو وہاں تشبہ کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوگا، یہ مسئلہ تو وہاں پیدا ہوگا جہاں غیر مسلم قوم کا کوئی مخصوص لباس ہو، احادیث میں غیر مسلموں کے مخصوص لباس سے مماثلت صراحتاً وارد ہوئی ہے۔

یہ تفصیل اس لباس کے بارے میں ہے جس سے واجب السترا عشاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو تو اس سے عشاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے تو اس کا پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب حرام ہے جیسا کہ ننگے آدمی کو دیکھنا حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا یضر التصاقہ) ای بالائیۃ مثلاً وقوله وتشکلہ من عطف المسبب علی السبب وعبارۃ شرح المنیۃ اما لو کان غلیظاً لا یری منہ لون البشرۃ الا انہ التمسق بالعضو وتشکل بشكله فصار شکل العضو مرئیا فینبغی ان لا یمنع جواز الصلوۃ لحصول الستراہ قال ط وانظر هل یحرم النظر الی ذلک المتشکل مطلقاً او حیث وجدت الشهوۃ اھ قلت سنکلم علی ذلک فی کتاب المحظر والذی یمظہر من کلامہم هناك ہوالاول (رد المحتار ج ۱) وقال ایضاً: وعلى هذا لا یحل النظر الی عورۃ غیرہ فوق ثوب ملئزق بہا یصف نجسہا فیحمل ما مر علی ما اذا لم یصف نجسہا فلیتأمل (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ

چاندی کے تار والا کپڑا:

سوال: زری دار کپڑے جن کی بُنائی میں چاندی کا تار استعمال ہوا ہو پہننا کیسا ہے؟
بینوا قوجسوا۔

الجواب یا سہم لہم الصواب

عورتوں کے لئے مطلقاً جائز ہے۔

مردوں کے لئے ریشم یا سوتے چاندی کے تار سے بنا ہوا یا کڑھائی والا کپڑا اس شرط سے جائز ہے کہ پٹی یا پھول کی چوڑائی چار انچوں سے زائد نہ ہو، لمبائی میں کوئی تحدید نہیں، ایسی پٹیاں یا پھول متعدد ہوں تو ان کے جواز میں یہ شرط بھی ہے کہ ان کے درمیان پٹی یا پھول کی چوڑائی سے زیادہ فاصلہ ہو، اگر فاصلہ برابر یا کم ہو کہ دیکھنے میں پورا کپڑا ہی ریشمی یا زری دار نظر آتا ہو تو جائز نہیں۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: یحرم لبس الحریر ولو بجائل علی

المنہب اوفی الحرب علی الرجل لا المرأة الا قدر اربع اصابع مضمومة وكذا المنسوج

یذهب یحل اذا كان هذا المقدار والا لا۔

وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : وظاہر المذهب عدم جمع المتفرق ولو فی عامتہ کما یسط فی القنیۃ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : تحت (قوله الاقدار اربع اصابع الخ) وهل المراد قدر الارباع اصابع طولاً وعرضاً بأن لا یزید طول العلم وعرضه علی ذلك او المراد عرضها فقط وان تراد طولاً علی طولها لم یبادر من كلامهم الثانی ویفیدہ ایضاً ما سیأتی فی کلام الشارح عن الحادوی الزاہدی (قوله وظاہر المذهب عدم جمع المتفرق) ای الا اذا كان خط منه قرا وخط منه غیرہ بحیث یرى کلمة قرا فلا یجوز کما سید ذکرہ عن الحادوی ومقتضاہ حل الثوب المنقوش بالحری یر تطریراً ونسجاً اذا لم تبلغ کل واحدة من نقوشہ اربع اصابع وان زادت بالجمع ما لم یر کلمہ حریراً تأمل۔
(رد المحتار ص ۲۲۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲، محرم ۹۵ھ

مصنوعی ریشم کا حکم:

سوال: آج کل مختلف قسم کے کپڑے مرد و عورتوں میں، جن میں سے بعض کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ریشمی ہیں، اسی طرح جو رد مال عام طور سے کندھے پر رکھنے کا معمول ہے اس کی بھی ایک قسم ریشمی مشہور ہے۔ کیا عرف میں اس قسم کے کپڑے اور رد مال کے ریشمی ہونے کا اعتبار کر کے مردوں کے لئے اس کو حرام کہا جائے گا؟ بینوا تو چروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آج کل عموماً مصنوعی ریشم استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال جائز ہے۔ اگرچہ عرف میں اس کو ریشم کہتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کپڑے کا اصلی ریشمی ہونا تحقیق سے ثابت ہو جائے تو اس کا استعمال مردوں کے لئے جائز نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۴، رجب ۹۵ھ

مرد اور عورت کے لباس میں ایک دوسرے کی مشابہت

سوال: زعفران یا عصفر کے سوا تمام رنگ مرد کو شرعاً جائز ہیں لیکن بعض علاقوں میں

سیاہ اور سرخ رنگ کے کپڑے عورتوں کا شعار سمجھے جاتے ہیں اور سفید کپڑے مردوں کا شعار سمجھے جاتے ہیں۔ کیا ان علاقوں میں مرد کو مختص بالنسار رنگوں کے کپڑے اور عورتوں کو مختص بالرجال رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا جائز نہیں، اس لئے ان علاقوں میں اس شعار کی رعایت رکھنا ضروری ہے، ایک دوسرے کا شعار اختیار کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ محرم ۱۴۰۲ھ

عمامہ بغیر ٹوپی کے جائز ہے :

سوال: عمامہ یا رومال کے نیچے ٹوپی رکھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ، اور بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ یا رومال باندھ کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگرچہ بیان جواز کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرمایا ہے لیکن عام معمول عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنے کا تھا، سلف صالحین اور بزرگان دین کا عمل بھی اسی پر رہا ہے۔ اس لئے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف ادلی ہے، مکروہ نہیں، نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۶ شوال ۱۴۰۲ھ

شادی کے موقع پر پگڑی باندھنے کا التزام:

سوال: ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر پگڑی باندھنے کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ نہ باندھنے والے پر لعن و طعن کیا جاتا ہے اور بغیر عمامہ کے شادی کرنا بیوہ سے شادی کرنے کے ساتھ خاص سمجھا جاتا ہے تو کیا ایسے حالات میں شادی کے موقع پر پگڑی باندھنا جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

امر مندوب کو واجب کی طرح لازم سمجھا جانے لگے تو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے اس لئے یہ التزام ناجائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ

بیوی کا شوہر کے لئے سرخی لگانا:

سوال: زوجہ کو اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے ہونٹوں اور چہرے پر سرخی اور پاؤں پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

فہم دین عقل سلیم اور طبع مستقیم کے خلاف ہے بے دینوں کا شعار ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ سوال ۹۷ھ

محارم کے سامنے بناؤ سنگار کرنا:

سوال: عورت کا اپنے محارم مثلاً باپ اور بھائیوں کے سامنے بناؤ سنگار کر کے بیٹھے رہنا یا ان کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

فی نفسہ جائز ہے، مگر اس زمانہ میں قلوب میں فساد غالب ہے اور ٹی، وی اور وی، سی، آر کی لغت نے اخلاقی اقدار کو بالکل پامال کر دیا ہے، بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باپ کے اپنی بیٹی کے ساتھ اور بھائیوں کے اپنی بہنوں کے ساتھ منہ کالا کرنے کے واقعات پیش آرہے ہیں، اس لئے شوہر کے سوا کسی بھی محرم کے سامنے بناؤ سنگار کر کے آنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ ردی الحجہ ۹۷ھ

مرد کا دندا سا استعمال کرنا:

سوال: مرد کے لئے زینت کا قصد کئے بغیر محض صفائی کی غرض سے دندا ساداتوں پر ملنا کیسا ہے؟ جبکہ یہ احتیاط بھی کی جائے کہ اس کا رنگ ہونٹوں پر نہ لگے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں مذکور احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے تو جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

غزوہ محرم ۱۴۰۱ھ

مرد کے لئے انگوٹھی کا حکم:

سوال: مرد کے لئے کس دھات کی انگوٹھی پہنتا جائز ہے اور کس کی ناجائز؟ نیز مقدار کے بارے میں بھی کوئی تعین ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مرد کے لئے دو شرطوں سے انگوٹھی پہنتا جائز ہے۔

① چاندی کی ہو۔

② پانچ ماشے = ۸۶ درہم گرام سے کم ہو۔

نیگنے میں کوئی قید نہیں، جس چیز کا بھی ہو اور جسے وزن کا بھی ہو جائز ہے۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا يتحلّى الرجل بذهب و فضة الا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب و حديد و صفر والعبرة بالحلقة لا بالفص۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا يتختم الا بالفضة) هذه عبارة الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع الصغير ای بخلاف المنطقة فلا يكره فيها حلقة حديد ونحاس كما قدمه وهل حلية السيف كذلك يراجع قال الزيلعي رحمہ اللہ تعالیٰ وقد وردت آثار فی جواز التختم بالفضة وكان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم فضة وكان في يده الكريضة حتى توفي صلى الله عليه وسلم ثم في يد ابي بكر رضي الله تعالى عنه الى ان توفي ثم في يد عمر رضي الله تعالى عنه الى ان توفي ثم في يد عثمان رضي الله تعالى عنه الى ان وقع من يده في البئر فانفق ما لا عظيم في طلبه فلم يجده ووقع الخلاف فيما بينهم والتشويش من ذلك الوقت الى ان استشهد رضي الله تعالى عنه (قوله فيحرم بغيرها) لما روى الطحاوي باسنادة الى عمران بن حصين و ابي هريرة رضي الله تعالى عنهما قالاهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب وروى صاحب السنن باسنادة الى عبد الله بن بريجة عن ابيه رضي الله تعالى عنه ان رجلا جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعليه خاتم من شبه فقال له مالي اجد منك ربح الا صنم فطرحة ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالي اجد عليك حلية اهل الناس فطرحة فقال يا رسول الله اى شئ اتخذة قال اتخذة من ورق ولا تتم مثقالا فعلم ان التختم بالذهب والحديد والصفر حرام فاحق اليشب بذلك لانه قد يتخذ منه الاصنام فاشبه الشبه الذي هو منصوص

معلوم بالنص اتقانی والشبہ محرک النحاس الا صفر قاموس وفي الجوهرة
والتختم بالحديد والصفر والنحاس والنس صا صا مکروه للرجال والنساء۔
(رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹ محرم ۱۴۰۱ھ

عورت کے لئے زیور اور انگوٹھی کا حکم

سوال: بازار میں عورتوں کے جو زیورات ملتے ہیں وہ مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے
ہوتے ہیں، کیا عورت کے لئے ہر قسم کی دھات کا بنا ہوا زیور یا انگوٹھی پہننا جائز ہے یا اس
میں کچھ تفصیل ہے، تیز کتنی مقدار جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کے لئے انگوٹھی کے سوا دوسرا زیور ہر قسم کی دھات کا بنا ہوا جائز ہے۔ انگوٹھی صرف
سونے اور چاندی کی جائز ہے خواہ جس مقدار کی بھی ہو، دوسری کسی دھات کی جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله (فیحرم بغیرھا)
وفي الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء
(رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (اس سے رجوع کی تفصیل تتمہ میں ہے۔

۹ محرم ۱۴۰۱ھ

مرد کے لئے سونے، چاندی کے بٹن:

سوال: ایک عالم مرد کے لئے سونے، چاندی کے بٹن جائز بتاتے ہیں اور فتاویٰ رشیدیہ
کا حوالہ دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: لا یأس بانہ رار الدیبا ج والذهب (رد المحتار ج ۵)

بعض نے اس سے سونے کے بٹنوں کا جواز سمجھا ہے جو صحیح نہیں، اس لئے کہ از رار
گھنڈی کو کہتے ہیں، بٹن کو نہیں۔ گھنڈی کپڑے کے تابع ہوتی ہے بٹن تابع نہیں اس لئے سونے
یا چاندی کے تار کی گھنڈی جائز ہے بٹن جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰ محرم ۱۴۰۱ھ

بیوٹی پارلر جا کر میک اپ کرانا :

سوال : لڑکیوں کا شادی کے دن یا عام دنوں میں بیوٹی پارلر جا کر میک اپ کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ جبکہ اس پورے فعل میں کوئی ناجائز کام مثلاً بھنویں بنوانا یا بال کٹوانا شامل نہ ہو۔ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں اس میں یہ فسادات ہیں :

۱۔ کسی جائز کام کے لئے بھی عورت کا گھر سے بلا ضرورت نکلنا جائز نہیں جب کہ یہ تو کام ہی ناجائز ہے۔

۲۔ وہاں بے دین عورتوں کی ہجرت کا اثر۔

۳۔ بے دین لوگوں سے مشابہت۔

۴۔ صورت اہلیہ چھپانے کا فریب۔

المیہ بخانہ و تعالیٰ اعلم مجموعہ ترمذی مع الاول ۱۴۱۷ھ

شرعی پاجامہ پہننا جائز نہیں :

سوال : بہت سے لوگ پتلون کی طرح ایک تنگ پاجامہ پہنتے ہیں، جسے وہ شرعی پاجامہ کہتے ہیں۔ کیا واقعہً وہ شرعی پاجامہ ہے ؟ اگر ہے تو اس کی حیثیت کیا ہے ؟ سنت، مستحب یا صرف جائز ؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آج کل جس پاجامہ کو شرعی پاجامہ کا نام دیا جاتا ہے، وہ شرعی نہیں، درحقیقت شرعی پاجامہ ہے۔ اس میں اعضاء مستورہ خصوصاً عورت غلیظہ کا حجم بالکل واضح نظر آتا ہے پھر عموماً کرتا بھی چھوٹا ہوتا ہے، دوران نماز بحالت سجدہ اعضاء مخصوصہ لٹکے ہوئے واضح معلوم ہوتے ہیں جس سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے جس کا اعادہ واجب ہے۔ نماز کے علاوہ نشست و برخاست کی کیفیات میں بھی اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آتی ہے جن کا دیکھنا مکھانا حرام ہے۔ اس لئے ایسا پاجامہ پہننا جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : تحت (قولہ وہی غیر بادیۃ)

اقول مفادہ ان رؤیۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفاً لا تری البشرۃ منہ قال فی المغرب یقال مسست الجلی فوجدت حجم الصبی فی بطنہا و احجم الشدی علی فخر التجارۃ اذا نھض و حقیقتہ صار لہ حجم ای نتوء و ارتفاع

ومنہ قولہ حتی یتبین حجم عظامہا ھ و علی هذا لا یحل النظر الی عورة
غیرہ فوق ثوب ملتزم بها یصف حجمہا فیحمل ما مر علی ما اذا لم یصف
حجمہا فلیتأمل (رد المحتار ص ۲۳ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳، ذی القعدہ ۱۴۱۷ھ

غیر شادی شدہ عورت کو چوڑیاں پہنتا جائز ہے:

سوال: عورت اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کے لئے چوڑیاں پہنتا کیسا ہے؟ بعض
علاقوں میں دستور ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کو چوڑیاں نہیں پہننے دیتے اور کہتے ہیں کہ اس
سے عورت سہاگن معلوم ہوتی ہے، جبکہ ہمارے بزرگ حضرات خالی ہاتھ ہونے پر ٹوکتے ہیں۔
بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کو چوڑیاں پہنتا بہر حال جائز ہے۔ بعض لوگوں کا اس کو معیوب سمجھنا اور دلہن
کی علامت قرار دینا غلط ہے، البتہ غیر شادی شدہ عورت کو زیادہ زیب و زینت کرنا بوجہ خوف
فتنہ جائز نہیں۔

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی واحل لاناثم (الترمذی ص ۱۲ ج ۱)
قال العلامة العثماني رحمہ اللہ تعالیٰ: وفيہ ايضا یجوز للنساء لبس انواع
المحلی کلہا من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخنخال والطوق والعقد
التعاویذ والقلائد وغيرها (اعلاء السنن ص ۲۸۹ ج ۱۷) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳، شعبان ۱۴۱۸ھ



بالوں کے احکام

ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا دوسرے گناہوں سے بدترین گناہ ہے :

سوال : زید محلہ کی مسجد میں امام ہے، ڈاڑھی کٹاتا ہے، اگر اسے ڈاڑھی سے متعلق کوئی شخص سمجھاتا ہے تو جواب میں کہتا ہے کہ ڈاڑھی کٹانا فسق ہے اور آج کل ننانوے فیصد لوگ فاسق ہیں ڈاڑھی رکھ کر بھی غیبت، کذب وغیرہ میں مبتلا ہیں، لہذا امام اور مقتدی سب ایک جیسے فاسق ہیں اس لئے کسی شخص کو مجھ پر اعتراض کا حق نہیں، زید کا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا قہجرو۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

زید کا خیال بالکل غلط اور فریب ہے، اگر ایک شخص خفیۃً زنا کرتا ہے اور دوسرا علی الاعلان سر بازار زنا کا ارتکاب کرتا ہے یا ایک شخص خفیہ چوری کرتا ہے اور دوسرا علی الاعلان ڈاکہ زنی اور حکومت کی بغاوت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں کے گناہوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، لہذا کوئی شخص کسی درجہ کا بھی گناہگار اور فاسق و فاجر ہو مگر اس کا ظاہر شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کے گناہ مخفی ہونے کی وجہ سے ڈاڑھی کٹانے سے بدرجہا کم ہیں، ڈاڑھی کٹانے والا علی الاعلان شریعت کی مخالفت کر رہا ہے اور دنیا میں ایسی شکل و صورت میں پھر رہا ہے کہ دور ہی سے ہر شخص اسے دیکھ کر اس کو فاسق اور شریعت کا مخالف سمجھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص حکومت کی بغاوت کا جھنڈا اٹھا کر عام بازار میں پھر رہا ہو، اس شخص کے اس ناقابل معافی جرم کو حکومت کبھی بھی نظر انداز نہیں کر سکتی، غرضیکہ زید کا ڈاڑھی کٹانے کو دوسرے گناہوں کے برابر کہنا بدترین عذر ہے۔ زید حکومت الہیہ اور شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے شہروں اور بازاروں میں پھر رہا ہے اور دور ہی سے ہر خاص و عام کے لئے خود کو شریعت کا باغی ظاہر کر رہا ہے۔ گناہ کے اظہار و اخفاء میں بہت فرق ہے، چنانچہ رمضان میں علانیۃً کھانے پینے والے کو حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اہانت دین کی وجہ سے مباح الدم اور واجب القتل قرار دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علانیۃً گناہ کرنے والوں کے سوا میری پوری

امت لائق عفو ہے۔

کل امتی معافی لا المجاہرین (متفق علیہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کٹانے، ٹخنے ڈھانکنے اور کانے بجانے کو ان بدکاریوں میں شمار فرمایا ہے جن کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا (درمنثور)

غلادہ ازیں دوسرے گناہ وقتی ہوتے ہیں مگر ڈاڑھی کٹانے کا گناہ چوبیس گھنٹے ساتھ رہتا ہے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ نماز وغیرہ عبادات کی حالت میں بھی یہ گناہ ساتھ رہتا ہے۔ اس لئے ڈاڑھی کٹانے کا گناہ دوسرے سب گناہوں سے بڑھ کر ہے۔

پھر زید کا ہر شخص کو غیبت و کذب یا دوسرے گناہوں میں مبتلا سمجھنا محض سوؤن ہے جو اپنے نفس پر نیاں کرنے سے پیدا ہوا ہے، بہر کیف فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ کسی ایسے شخص کو امام مقرر کرنا ضروری ہے جو ظاہر العادلہ ہو، باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بحمدی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

ڈاڑھی کی توہین کفر ہے :

یہ مسئلہ کتاب الایمان والعقائد جلد اول میں مفصل آچکا ہے، مزید تفصیل تتمہ میں ہے۔

عورتوں کا جوڑا باندھنا :

سوال : آج کل عورتیں مختلف طریقوں سے بال رکھتی ہیں، بعض سارے بالوں کو جمع کر کے پیچھے کی طرف گوندھ دیتی ہیں، بعض کنگھی مار کر پھیلا دیتی ہیں، بعض رخساروں پر پھیلا دیتی ہیں، کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہے؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورتوں کا بالوں کو جمع کر کے سر کے اوپر جوڑا باندھنا ناجائز ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی، اس کے سوا دوسرے طریقے جائز ہیں بشرطیکہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے اور کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو، بالوں کا سخت پردہ ہے حتیٰ کہ بوڑھی عورت کے بال دیکھنا بھی حرام ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : صنفان من اهل النار لعمارہما

قوم معهم سیاط کا ذناب البقر یضربون بها الناس ونساء کاسیات عاریات
ممیلات مائلات سراً و سہن کاسنعة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن
سریحہا وان ریحہا لتوجد من مسيرة کذا و کذا مرواہ مسلم۔

گدی پر جوڑا باندھنا جائز ہے بلکہ حالت نماز میں افضل ہے، اس لئے کہ اس سے
بالوں کے پردے میں سہولت ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۸ شوال ۹۶ھ

مصنوعی بال لگانا:

سوال: بعض عورتیں بازار سے مصنوعی بال خرید کر اپنے بالوں میں لگا لیتی ہیں تاکہ بال
بڑے معلوم ہوں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ بال انسان کے ہوں تو ان کا لگانا گناہ کبیرہ ہے اور اس پر حدیث میں لعنت
وارد ہوئی ہے۔ اگر کسی دوسرے جانور کے ہوں تو جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: تحت (قوله وشعر الانسان)
ولا یجوز الانتفاع به لحديث لعن الله الواصلة والمستوصلة وانما یرخص فیما یتخذ
من الوبر فیزید فی قرون النساء وذواتہن ہدایہ (رد المحتار ص ۴ ج ۴)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ ربیع الاول ۹۹ھ

عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا:

سوال: عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث
میں نامصہ او متنمصہ پر لعنت وارد ہوئی ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے، اور اگر ڈاڑھی یا مونچھ کے بال
نکل آئیں تو ان کا ازالہ مستحب ہے۔

نامصہ اور متنمصہ پر لعنت کا مورد یہ ہے کہ ابرو کے اطراف سے بال نکھڑ کر یا ریکی
دھاری بنائی جائے، کما یدل علیہ التعلیل بتغییر خلق اللہ۔

ایر و بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہوں تو ان کو درست کر کے عام حالت کے مطابق کرنا جائز ہے۔ غرضیکہ تزیین مستحب ہے اور ازالہ عیب کا استحباب نسبتاً زیادہ مؤکد ہے اور تلبیس و تغیر خلق ناجائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله والنامصة الخ) ذکرہ فی الاختیار ایضاً فی المغرب النقص تنف الشعر و منہ المناس المنقاش اھ و لعلہ محمول علی ما اذا فعلتہ لتتزين للاجانب والا فلو كان فی وجہہا شعر ینفر زوجها عنہا بسببہ ففی تحریم ازالتہ بعد لان الزینة للنساء مطلوبة للتحصين الا ان یحمل علی ما لا ضرورة الیہ لما فی تنفہ بالمناس من الایذاء، و فی تبیین المحارم ازالة الشعر من الوجه حرام الا اذا ثبت للمرأة لحيۃ او شوارب فلا تحرم انزالتہ بل تستحب اھ و فی التارخانیۃ عن المفہرات ولا بأس بأخذ الحاجبین و شعر وجہہ ما لم یشبہ المخنث و مثله فی المجتبى تأمل (رد المحتار ص ۲۳۹ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

گردن کے بال مونڈنا جائز ہے :

سوال : گردن کے بال مونڈنا جائز ہے یا نہیں ؟ امداد الفتاویٰ ص ۳۱۳ ج ۴ میں ہے :
”گردن کے بال مونڈنا فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مکروہ سمجھا ہے“ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عالمگیریہ میں قفا کے بال مونڈنے کی کراہت منقول ہے۔

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یکرہ ان یخلق قفاہ الا عندا الحجامة کذا فی الینا بیع (عالمگیریۃ ص ۳۵ ج ۵)

امداد الفتاویٰ میں غالباً اسی عبارت میں قفا بمعنی گردن کے کر حکم لکھا گیا ہے ، حقیقت یہ ہے کہ قفا بمعنی مؤخر الرأس (گدی) و مؤخر العنق (گردن کی پشت) دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ گدی سر کا حصہ ہے اور گردن مستقل عضو ہے، خود امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۳ میں مسح گردن کے بیان میں تحریر ہے کہ قفا رأس کا جزو ہے اور رقبہ اس سے خارج ہے ۱۵

لہذا گندی کا حلق قزع میں داخل ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، مگر گردن کا حلق مکروہ ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”گردن جدا عضو ہے اور سر جدا، لہذا گردن کے بال منڈانا درست ہے، سر کا جوڑ علیحدہ کان کی نوکے پیچھے معلوم ہوتا ہے، اس سے نیچے گردن ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۶) اس سے معلوم ہوا کہ عالمگیری میں قفا بمعنی گندی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ صفر ۹۹ھ

ڈاڑھی پیدا کرنے کے لئے استرا چلاتا:

سوال: ایک شخص کی عمر تیس سال ہے مگر اس کی ڈاڑھی اور مونچھیں نہیں نکلیں، کیا وہ اس احتمال کی بناء پر کہ شاید ڈاڑھی نکل آئے استرا چلا سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اس ضرورت سے استرا چلانا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۳ رجب ۹۹ھ

حلق عانہ کی حدود:

سوال: زیر ناف بال کہاں تک کاٹنے چاہئیں؟ کیا ناف سے گھٹنے تک؟ نیز دبر یعنی دونوں سرینوں کے درمیان جو شکاف ہے اس کے بال کاٹنا مشکل ہوتا ہے، کٹنے کا ڈر ہوتا ہے تو کیا دبر کے بال صاف کرنا بھی ضروری ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عانہ کی حد شانہ سے نیچے پیڑوں کی ہڈی سے شروع ہوتی ہے، جس پر دلائل ذیل ہیں:

① شرمگاہ جس حصہ میں ہے اس کی ہڈی یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

② مخصوص نوعیت کے گھنے بالوں کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔

③ ستر کے بیان میں الخط المار بالمسرات المحیط بمحواث البدن سے عانہ

تک ایک عضو شمار کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عانہ اور سرہ گے درمیان ایک عضو فاصل

ہے اور سرہ سے پیڑوں کی ہڈی تک ایک ہی نوعیت ہے، لہذا یہ عضو فاصل پیڑوں کی ہڈی تک

ہے اور ہڈی سے عانہ شروع ہوتا ہے۔

④ فقہ کی کسی کتاب میں نظر سے گذرا ہے کہ خط تحت المسرة سے نیچے عانہ ہے، اس

وقت تلاش کرانے پر یہ جزئیہ نہیں ملا، ممکن ہے کہ بیان ستر کے تحت الخط المار بالسرۃ سے اشتباہ ہوا ہو، بہر کیف پیڑ کی ہڈی کے شروع میں بھی ایک خط ہے جو عانہ کی حد ہے۔
 ⑤ شامیہ کی آئندہ عبارت الشعر القریب الخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عانہ کی ابتداء سر سے متصل نہیں۔

سو پیڑ کی ہڈی کی ابتداء سے لے کر اعضاء ثلاثہ، ان کے حوالی، ان کی محاذات میں راتوں کا وہ حصہ جس کے تلوث کا خطرہ ہے اور دبر کے بال صاف کرنا واجب ہے، دبر کے بالوں کی صفائی کو طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مستحب لکھا ہے مگر علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی عانہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ مؤکد قرار دیا ہے۔

قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: العانة هي الشعر الذي فوق الذكر وحواليه وحوالي فرجها ويستحب انزاله شعر الدبر خوفا من ان يعلق به شيء من النجاسة الخارجة فلا يتمكن من ازالته بالاستجمار (طحاوی علی الرأی)
 وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی فصل فی الاحرام والعانة الشعر القریب من فرج الرجل والمرأة ومثلها شعر الدبر بل هو اولی بالانزال لثلا یتعلق به شيء من الخارج عند الاستنجاء بالحی (رد المحتار ص ۴۸ ج ۲) واللہ بسبحانہ وتعالی اعلم
 ۲۴ محرم ۱۴۰۱ھ

زیر ناف بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال:

سوال: زیر ناف بال صاف کرنے کا مستحب طریقہ کیا ہے؟ کترنا، کاٹنا یا اکھاڑنا؟ اس زمانے میں جو کریم یا پاؤڈر استعمال ہوتا ہے، اس کا استعمال از روئے شریعت کیا ہے؟
 - بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مردوں کے لئے استرا وغیرہ سے صاف کرنا اور عورتوں کے لئے اکھاڑنا مستحب ہے۔
 پاؤڈر اور کریم کا استعمال بھی جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ويستحب حلق عانة) قال فی الهندیة ویبتدئ من تحت السرة ولوعالج بالنورة یجوز

کذا فی الغرائب وفي الاشباه والستة فی عاتہ المرأة الننف (رد المحتار ج ۵)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۔ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ

سر کے بالوں کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل:

سوال: چند اجاب نے ایک انجمن بنائی ہے، اس انجمن کے تحت کئی تعلیمی ادارے چل رہے ہیں، مستحق طلبہ کی اعانت بھی کی جاتی ہے، اس ادارے نے اچھے مسلمان پیدا کرنے کا عزم کر رکھا ہے، چنانچہ اس کے زیر اہتمام چلنے والے اسکولوں اور کالجوں میں ناظرہ قرآن، دینی معلومات، ترجمہ قرآن، حدیث کی دعائیں نیز ریاض السالحین اور عربی گرامر وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہے، جس کے لئے بڑے دینی مدرسوں سے عالم فاضل کا کورس کئے ہوئے مستند علماء دین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو ملازم نہیں رکھا جاتا جس کی وضع قطع دین کے خلاف ہو یا وہ کسی ظاہری گناہ کا عادی ہو یا نماز نہ پڑھے وغیرہ اس سلسلے میں انجمن سختی سے اپنے قواعد کی پابندی کراتی ہے تاکہ سارے ماحول پر دینی رنگ غالب نظر آئے۔

طلبہ کو بھی لیکچر کے ذریعے ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ سنتوں کی پابندی کریں اور شریعت میں جو باتیں منع ہیں ان سے بچیں۔

اب انجمن کی انتظامیہ اور مدرسین میں اختلاف ہو گیا ہے، قصہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ انتظامیہ یہ کہتی ہے کہ دیگر ملازمین کی طرح مدرسین بھی اپنی وضع قطع دین کے مطابق رکھیں جس میں کہ سنت کے مطابق ڈاڑھی سر کے بال اور لباس کو منظر خارجی ہونے کی وجہ سے اولیت حاصل ہے۔ اختلافی نقطہ یہ ہے کہ بعض مدرسین (انتظامیہ کے خیال میں) انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اور اس پر اصرار بھی کر رہے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ یہ وہی مدرسین ہیں جو عالم فاضل ہیں اس لئے انتظامیہ کو انہیں اپنا موقف سمجھانے میں دشواری ہو رہی ہے کہ یہ لوگ خود اتھارتی ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات ایسی ہی ہوتی تو ہم ساہا سال تک دینی مدرسوں میں پڑھتے رہے ہیں اور ہمارے بالوں کی یہی حالت تھی تو ہمارے بزرگوں نے ہمیں کیوں نہیں روکا؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اتنی ضروری بات نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے بال انگریزی ہیں ہی نہیں ہم نے قینچی کے ساتھ برابر کٹے ہیں

کبھی کہتے ہیں ان امور میں اتباع ضروری نہیں۔ یہ عادت والی سنت ہے۔
اب بہت بحث و مباحثہ کے بعد طے ہوا ہے کہ آپ سے فتویٰ لیا جائے چنانچہ آپ ازراہ
کرم درج ذیل باتوں کے جوابات مرحمت فرمائیں اگر آپ ہر بات کا تمبر وار الگ الگ
جواب دیدیں گے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

① انگریزی بالوں کی کیا تعریف ہے؟ ایسی تعریف سلیس اردو میں بتائیں
جسے ہر خاص و عام سمجھ سکے اور کسی بھی آدمی کے بال دیکھ کر یا ناپ کر اندازہ ہو سکے
کہ وہ انگریزی ہیں یا اسلامی؟

② کیا انگریزی بال رکھنا جائز ہے؟

③ اگر ناجائز ہے تو کس قسم کا ناجائز ہے؟ اس لئے کہ جن مدرسین کا اوپر ذکر ہوا
ہے وہ کہتے ہیں ناجائز کی بھی کئی قسمیں ہیں، انگریزی بال رکھنا مکروہ ہے جو ہلکی قسم کی چیز
ہے، آپ بتائیں یہ حرام ہے یا مکروہ؟ کیا مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے؟

④ اگر مکروہ بھی ہے تو اوپر بیان کردہ صورت حال کے پیش نظر کیا مدرسین
کے لئے اس میں شدت نہیں ہو جاتی خصوصیت کے ساتھ جب کہ وہ عالم فاضل ہوں کہ
یہی لوگ طلبہ اور دیگر ملازمین کے لئے نمونہ ہیں۔

⑤ یہ مدرسین یہ بھی کہتے ہیں کہ سر کے بال منڈوانا مشلہ ہے۔

کیا سر کے بال منڈوانے کو مشلہ کہنا جائز ہے؟

⑥ یہ مدرسین یہ بھی کہتے ہیں کہ جو آدمی سر کے بال منڈوالے وہ سخت احساس
کمتری کا شکار ہوتا ہے ہم پر خود یہ حالت گزری ہے اس لئے طلبہ کو بال منڈوانے کی ترغیب
نہ دی جائے کہ اس طرح وہ احساس کمتری کا شکار ہوں گے۔

⑦ کیا بال منڈوانے سے احساس کمتری کا شکار ہونا کوئی معقول بات ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

پہلے بالوں کی جائز و ناجائز تمام صورتیں لکھی جاتی ہیں اس کے بعد سوالات کے جوابات۔

بال رکھنے کی جائز صورتیں تین ہیں:

① پٹے رکھنا، اس کی تین قسمیں ہیں:

② کانوں کی لوتھک۔ اس کو عربی میں دفرہ کہتے ہیں۔

② کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان تک۔ اس کو لمٹہ کہتے ہیں۔

③ کندھوں تک اس کو جمتہ کہتے ہیں۔

② حلق یعنی پورے سر کے بال منڈوانا۔

③ پورے سر کے بالوں کو برابر کاٹنا۔

ان میں سب سے افضل پہلی صورت ہے، پھر دوسری صورت کا درجہ ہے اور آخری صورت کی صرف گنجائش ہے۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ پٹے رکھنا مسنون ہے، البتہ حلق کی سنیت میں

اختلاف ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائمی عمل کی وجہ سے مسنون کہا ہے، اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی سنیت نقل کی ہے۔ حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہما اللہ تعالیٰ نے اباحت پر محمول کیا ہے۔

بہر حال اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور بچوں کی تربیت کی خاطر ان کے سر

منڈوانا افضل بلکہ غلبہ فساد کی وجہ سے ضروری ہے۔

اخرج الامام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترك موضع شعرة من جنابة

لم يغسلها فعل كذا وكذا من النار، قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فمن ثمر

عادیت رأسی فمن ثمر عادیت رأسی فمن ثمر عادیت رأسی وكان یجس شعرة

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قال العلامة البہار نفوسہ رحمہ اللہ تعالیٰ: وبهذا الحديث استدلال

الطیبی علی سنیتہ حلق الرأس لتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم ولأنہ من الخلفاء

الراشدین الذین امرنا بمتابعتہ سنتہم ورواہ علیہ القاری وابن حجر فقالا ان فعلہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا كان مخالفا لسنة علیہ الصلوۃ والسلام وبقیۃ الخلفاء

یکون رخصۃ لاسنۃ (بذل المجہود ص ۱۵۲ ج ۱)

وعن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اھل ال جعفر ثلاثا ان یأتیہم ثمراتہم فقال لا تبکوا علی اخی بعد الیوم

ثم قال ادعوا الى بنى اخي فجييء بنا كأننا افرخ فقال ادعوا الى الحلاق فامرهم فخلق رؤسا-

قال الشيخ السهاري نقول في رحمہ اللہ تعالیٰ: وفيہ ان الكبير من اقارب الاطفال يتولى امرهم وينظر في مصالحهم من خلق الرأس وغيره (بذل المجتہد ج ۶)
قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي الروضة للزندويستی ان السنة في شعر الرأس اما الفرق او الحلق وذكر الطحاوي رحمہ اللہ تعالیٰ ان الحلق سنة ونسب ذلك الى العلماء الثلاثة (رد المحتار ص ۶ ج ۶)

وكذا في الهندية عن التتارخانية ونراد: يستحب حلق الرأس في كل جمعة
كذا في الغرائب (عالمگیریہ ص ۳۵ ج ۵)
بالوں کی ناجائز صورتیں؛

قزع یعنی سر کے بعض حصہ کے بال منڈانا اور بعض کے چھوڑنا، یا بعض زیادہ تراشنا اور بعض کم۔

حدیث میں ایسے بال رکھنے سے صراحتہ ممانعت آئی ہے کما سند کر۔

ایسے بال رکھنا جو کفار و فساق کا شعار ہو۔

یہ تشبہ بالکفار و الفساق کی وجہ سے ممنوع ہے، البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ ہر زمانہ میں اس وقت کے کفار و فساق کے شعار کا اعتبار ہوگا۔

اخرج الامام ابو داود رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القزع والقزع ان یحلق رأس الصبی
فیترك بعض شعرة۔

و عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن القزع
وهوان یحلق رأس الصبی ویترك له ذؤابة۔

قلت وليس هذا مختصا بالصبي بل اذا فعله كبير يكره له ذلك فذكر الصبي
باعتبار العادة الغالبة۔

و عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى صبیا
قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك فقال احلقوه كله او

اتركوه كله .

قال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ : مذهبنا كراهته مطلقا للرجل والمرأة لا إطلاق للحديث وهي كراهية تنزيه وكذلك كرهه مالك والحنفية رحمهم الله تعالى .

وعن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال كانت لي ذؤابة فقالت لي امي لا اجزها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمدها ويأخذ بها .

وقيل ان ذؤابة انما يجوز اتخاذها لغلام اذا كانت مع غيرها من الشعورات التي في الرأس واما اذا حلق شعره كله وترك له ذؤابة فهو المقزع الذي نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وعن المجاج بن حسان قال دخلنا على انس بن مالك رضي الله تعالى عنه فحدثني ان حتى المغيرة قالت وانت يومئذ غلام ولك قرنان او قصتان فمسح رأسك وبرك عليك وقال احلقوا هذين او قصوهما فان هذا ترى اليهود .

وهذا يدل على ان الرواية المتقدمة عن انس رضي الله تعالى عنه قال كانت لي ذؤابة لا يدل على جواز ذؤابة مطلقا بل الظاهر ان المنهى عنه غير المرخص فيه فالرخصة انما هي اذا كان جميع شعر الرأس موجودة وكانت الذؤابة طويلة من سائر الشعور واما اذا كان البعض محلقا والذؤابة باقية فلا رخصة فيه (بذل المجهود ص ۵۷ ج ۶)

وقال الحافظ العسقلاني رحمہ اللہ تعالیٰ : قال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ الاصح ان القزع ما فسر به نافع رحمہ اللہ تعالیٰ وهو حلق بعض رأس الصبي مطلقا ومنه من قال هو حلق مواضع متفرقة منه والصحيح الاول لانه تفسير الراوي وهو غير مخالف للظاهر فوجب العمل به ، وقلت الا ان تخصيصه بالصبي ليس قيدا ، قال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ اجسعوا على كراهته اذا كان في مواضع متفرقة الا للهداوة او نحوها وهي

کراہتہ تنزیہ ولا فرق بین الرجل والمرأة وکرہہ مالک فی الجاریۃ والغلام وقیل فی رواية لهم لا بأس به فی القصۃ والقفا للغلام والجاریۃ قال ومذهبنا کراہتہ مطلقا قلت حجته ظاہرۃ لانه تفسیر الراوی واختلف فی علۃ النہی فقیل لکونه یشوک الخلقۃ وقیل لانه زی الشیطان وقیل لانه زی الیہود وقد جاء هذا فی رواية لابی داود (وبعد سطر) ويمكن الجمع بأن الذنوبۃ الجائزۃ اتخاذها ما یفرد من الشعر فیرسل ویجمع ما عداها بالضر و غیرہ والتي تمنع ان یخلق الرأس كله ویترك ما فی وسطه ویتخذ ذنوبۃ وقد صرح الخطابی بأن هذا مما یدخل فی معنی القرع واللہ اعلم (فتح الباری ص ۳ ج ۱)

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي الذخیرۃ ولا بأس بأن یخلق وسط رأسه ویرسل شعره من غیر ان یقتله وان قتله فذلک مکروہ لانه یصیر مشبہا ببعض الکفرۃ والمجوس وفي دیارنا یرسلون الشعر من غیر قتل ولكن لا یخلقون وسط الرأس بل یحزرون الناصیۃ تتارخانیۃ قال ویکره القرع وهوان یخلق البعض ویترك البعض قطعاً مقدار ثلاث اصابع کذا فی الغرائب (رد المحتار ص ۲ ج ۲)

وکذا فی الہندیۃ وزاد: وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یکرہ ان یخلق قفاہ الا عند الحجامة کذا فی الینایع (عالمگیریۃ ص ۳۵ ج ۵)

ذخیرہ میں مذکورہ صورت جواز علت نہی کو تشبیہ بالکفار میں منحصر سمجھنے کے خیال پر مبنی ہے۔ یہ خیال دو وجوہ سے صحیح نہیں:

① خلق اللہ کی تغیر و تشوہ بہر صورت پائی جاتی ہے جو نہی کے لئے کافی ہے۔

یہ علت نہی بندہ کے خیال میں تھی بعد میں اس کی تصریح فتح الباری میں بھی مل گئی

وقد مر نصہ فالحمد للہ علی موافقۃ الاکابر۔

② قزع کے لغوی معنی سب صورتوں کو شامل ہیں۔

قال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ: القرع بفتح القاف والراء ثم المہملۃ جمع

قزعة وهي القطعة من السحاب وسمی شعر الرأس اذا جلق بعضہ وترك بعضہ

تشبیہا بالسماب المتفرق (فتح الباری ط ۳ ج ۱)

وجہ مذکورہ کی بناء پر امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے اطلاق ہی کو صحیح اور واجب العمل قرار دیا ہے، ومن نصہما عن الفتح۔

بذل المجہود کی وجہ التوفیق میں مذکورہ صورت جواز بھی اس لئے صحیح نہیں کہ اس میں علت نہی تغیر خلق اللہ موجود ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قنوع میں کراہت تنزیہ کا قول فرمایا ہے، اس بارے میں تین امور:

① ظاہر حدیث اور تعلیل "تغیر خلق اللہ" سے کراہت تحریم ثابت ہوتی ہے۔

② کراہت تنزیہ پر دوام سے کراہت تحریم ہو جاتی ہے۔

③ یہ قول اس صورت میں ہے کہ تشبہ بالکفار نہ ہو، جب تغیر الخلق کے ساتھ تشبہ بالکفار بھی مل جائے تو کراہت تحریم ہونا ظاہر ہے۔

سوالات کے بالترتیب جوابات:

②۱۱ فیشن میں روز بروز تبدیلیاں آتی رہتی ہیں مگر انگریزی دور کے آغاز سے اب تک یہ امر اس فیشن کا جزو لازم اور قدر مشترک کے طور پر رہا ہے کہ بال کہیں سے چھوٹے کہیں سے بڑے ہوتے ہیں۔ گویا یہ فیشن پورا ہی جب ہوتا ہے کہ بالوں میں یکسانیت نہ ہو، یکسانیت کا فقدان جیسے کاٹنے سے ہوتا ہے ایسے ہی منڈانے سے بھی ہوتا ہے، جیسے کانوں کے قریب اترالگولنے کا معمول ہے۔

یہ صورت جس میں پورے سر کے بال برابر نہ ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور محدثین و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی نصوص سے واضح طور پر ممنوع ہے۔ خواہ یہ کسی کافر و فاسق قوم یا گروہ کا شعار ہو یا نہ ہو، اگر فساد و فجار کا شعار بھی ہو تو اس کا گناہ اور بھی سخت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تریکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تشبه یقوم فهو منهم۔

اور فرمایا:

لا تشبهوا بالیہود والنصارى۔

اور فرمایا:

خالقوا الیہود والنصارى۔

(۳) جب ایک چیز کا گناہ ہونا واضح ہو گیا تو پھر یہ کہنا کہ ”یہ کم درجہ کا ناجائز ہے اور یہ بڑے درجہ کا“ سخت خطرناک گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی بجائے اس کو ہلکا سمجھنا اور گناہ کو جائز کرنے کے حیلے بہانے ڈھونڈنا عام مسلمان کے شایان شان بھی نہیں ہو سکتا، اگر خدا نخواستہ یہ حالت عالم کہلانے والوں کی ہو گئی ہے تو اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے مع

چون کفر از کعبہ بخسینہ د کجا ماند مسلمان

مکروہ تحریمی اور حرام میں صرف عقیدہ کے اعتبار سے فرق ہے، عملاً دونوں مساوی ہیں دونوں گناہ کبیرہ ہیں اور دونوں پر عذاب برابر ہے۔

(۴) علماء جو پوری امت کے لئے رہنما اور مقتدا ہیں، ان کی ذرا سی نامناسب بات بھی بہت ہی معیوب ہے اور تھوڑی سی کوتاہی لاکھوں کروڑوں انسانوں کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے، چہ جائیکہ مکروہ تحریمی کو ہلکا سمجھا جانے لگے، اس میں کفر کا خطرہ ہے۔

(۵) سر کے بال منڈوانا جائز ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت دائمہ ہے

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔

لہذا اسے مثلہ کہنا بہت خطرناک گمراہی ہے۔

(۶) احساس کمتری تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جب تربیت کرنے والوں کا حال یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صلحاء کی شکل و ہیئت کی بجائے فساق و فجار کی شکل و ہیئت سے پیار ہو تو ان سے تربیت پانے والے بھی اسی کے ولداؤں ہوں گے، ان کی صحیح تربیت کر کے صلحاء کی ہیئت پر فخر کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مرد کے لئے جوڑا یا تدرہنا جائز نہیں:

سوال: اگر مرد کے بال بہت بڑے بڑے ہوں تو ان کو سنبھالنے کے لئے جوڑا یا تدرہنا جائز ہے یا نہیں؟ بیذوات وجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلاء الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ ان یصلی وهو عاقص شعرہ والعقص هو الاحکام والشد والمراد من المسألة عند بعض المشایخ ان یجمع شعرہ علی هامنہ ویشدہ بصمغ او غیرہ لیتلبد وعند بعضهم ان یلف ذوائبہ حول رأسہ کما تفعلہ النساء فی بعض الاوقات وعند بعضهم ان یجمع الشعر کلمہ من قبل القفا ویسکہ بخیط او خرقة کیلا یصیب الارض اذا سجد (التاتاریخاتۃ ص ۵۶۱ ج ۱)

قال العلامة المنلا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: وکرہ عقص شعرہ وهو ان یشد ضغیرتہ حول رأسہ کما یفعلہ النساء او یجمع شعرہ فی عقدہ فی مؤخر رأسہ وانما کرہ لما روی مسلم عن کرب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان ابن عباس رأى عبد الله بن الحارث یصلی ورأسه معقوص من وراءه قال فجعل یجله فلما انصرف اقبل علی ابن عباس وقال مالک ورأسی فقال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما مثل هذا مثل الذی یصلی وهو مكتوف وفي شرح مسلم قال العلماء والحكمة فی النهی عنه ان الشعر یسجد معه ولهذا مثله بالذی یصلی وهو مكتوف ولقول علی رضی اللہ عنہ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقص شعرك فی الصلوة فانه کفل الشیطان رواه عبد الرزاق وعن ابی رافع قال نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل ورأسه معقوص رواه احمد وابن ماجه وفي الباب احادیث فی الصحیحین وغیرہما (شرح النقایۃ ص ۲۱۵ ج ۱)

قال العلامة الشیخ ابراہیم الحبلی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ ایضا العقص ای

عقص الشعر وهو منفرہ وقتلہ واراد به فی الجامع فی هذا الموضع

ان يجعل شعرة على هامته ويشده بصمغ او ان يلف ذؤابتیه
تثنیه ذؤابة بضم الذال المعجمة وبعدها همزة ممدودة
ثم باء موحدة قال فی القاموس هی الناصیة والمراد هنا خصلتا
شعرة حول رأسه كما یفعله النساء فی بعض الاوقات او ان یجمع الشعر
کله من قبل ای من جهة القفا ویمسکه ای یشده بخیط او خرقة کیلا
یصیب الارض اذا سجد وجميع ذلك مکروه اذا فعله قبل الصلوة وعلی
به علی تلك الهيئة اما لو فعل شیئا من ذلك وهو فی الصلوة تفسد
صلوته لانه عمل کثیر بالاجماع ووجه الکراهة ما روی الطبرانی
عن الثوری عن مکحول بن راشد عن سعید بن المقبری عن ابی سرافع
عن ام سلمة رضی الله تعالی عنها انه علیه السلام نهی ان یصلی الرجل
ورأسه معقوص وكذا مراده اسحق بن راهویه قال انبأنا المؤمن بن
اسماعیل عن سفیان به سند او متنا و مراد قال اسحق قلت للمؤمل اقیه
ام سلمة قال بلا شک واخرج الستة عنه علیه الصلوة والسلام
امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبا و فی
العقص کف الشعر فیکون منهیا (غنية المستملی ص ۳۲۶) والله سبحانه
وتعالی اعلم۔

۶، ذی القعدة ۱۲۱۶ھ



کسب حلال و حرام

سونانا بنانا:

سوال: سونا بنانا شریعت کی نظر میں صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں تفسیع مال و اوقات ہے اس لئے جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی اس فن میں پوری مہارت حاصل کر کے سونا بنائے اور اس کے سونا

ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہے تو جائز ہے بشرطیکہ خلاف قانون نہ ہو۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله علم الحرف) یحتمل

ان المراد به الکاف الذی ہواشارة الى الکیمیا ولا شک فی حرمتها

لما فیہا من ضیاع المال والاشتغال بما لا یفید (الی قولہ) وحاصلہ انہ اذا

قلنا با ثبات قلب الحقائق و ہوا الحق جاز العمل بہ و تعلمہ لانہ لیس بغش

لان النجاس ینقلب ذہبا و فضة حقیقة وان قلنا انہ غیر ثابت لا یجوز

لانہ غش کما لا یجوز لمن لا یعلمہ حقیقتہ لما فیہ من اتلاف المال او غش

المسلمین والظاهر ان مذهبنا ثبوت انقلاب الحقائق بدلیل ما ذکرہ

فی انقلاب عین النجاسة کا انقلاب الخمر خلا والدم مسک ونحو ذلك

(رد المحتار ص ۳۳ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۶ رذی الحجہ ۱۲۸۵ھ

قلی کا مقررہ اجرت سے زیادہ لینا:

سوال: آج کل حکومت نے اسٹیشن کے قلیوں کے لئے اجرت کی شرح مقرر کر دی

ہے۔ مثلاً ایک من وزن اٹھانے کی اجرت چار آنے ہے، لیکن عموماً قلی اس سے بہت زیادہ

طلب کرتے ہیں، ورنہ سامان نہیں اٹھاتے، اس لئے مسافر زیادہ اجرت طے کرنے پر راضی

ہو جاتے ہیں، کیا جو اجرت مجبوراً طے کر لی جائے اس سے کم دینا جائز ہے؟ نیز قلی کے لئے زیادہ

اجرت لینا جائز ہے؟

بعض اوقات قلی اجرت طے نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ جو مرضی ہو دے دینا، لیکن بعد میں حکومت کی طرف سے مقرر شرح سے زیادہ طلب کرتے ہیں، کیا اس صورت میں حکومت کی طرف سے مقرر کردہ شرح سے زیادہ جو قلی کی مطلوب رقم سے کم ہو دینا جائز ہے؟
مبینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قلی پر حکومت سے کئے ہوئے معاہدہ کی پابندی لازم ہے، اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے، مگر عموماً قلی اس کی پابندی نہیں کرتے، اس لئے ان سے پیشگی اجرت طے کرنا ضروری ہے اور طے کردہ اجرت پوری دینا ضروری ہے۔

اجرت مقررہ پر مجبور کرنے کے جواز میں اختلاف ہے، کما حذر العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی بحث التسعیر، اس لئے مجبور کرنا بہتر نہیں، خلاف تقویٰ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸ رمضان ۱۴۲۸ھ

ٹیکسی ڈرائیور کا میٹر سے زیادہ کرایہ لینا:

سوال: ٹیکسی ڈرائیور سواری سے میٹر کے حساب کے خلاف زیادہ کرایہ وصول کرے تو کیا یہ جائز ہے جبکہ میٹر کے خلاف پیسے دینا قانوناً جرم ہے؟ مبینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ڈرائیور پر حکومت کے ساتھ معاہدہ کی پابندی لازم ہے، اس کے خلاف کرنا گناہ ہے، مگر اس کے باوجود اگر میٹر سے زیادہ اجرت طے کر لی تو یہ اجرت حلال ہے۔

میٹر کو تیز کر کے دھوکے سے زیادہ اجرت لینا جائز نہیں، میٹر کو تیز کرنے کی وجہ سے جتنی اجرت زیادہ حاصل ہوئی ہے وہ حرام ہے، جس کا مالک تک پہنچانا فرض ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو مساکین پر صدقہ کرنا فرض ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۸ شوال ۱۴۲۸ھ

بنک، بیمہ کمپنی اور محکمہ انکم ٹیکس وغیرہ میں ملازمت:

سوال: بانک، بیمہ کمپنی، اور محکمہ انکم ٹیکس جس میں سینما، موٹروں اور مکانوں پر ٹیکس کی تشخیص و تحصیل کا کام ہوتا ہے، اسی طرح کسٹم آبداری جس میں نشہ آور چیزوں کی درآمد

پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، ان محکموں میں ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بنک اور بیمہ ربوہ ہے اور ٹیکسوں کی تشخیص کا طریق مروج ظلم ہے، ان کے مصارف بھی صحیح نہیں، اس لئے ان میں ملازمت جائز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ: وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم و

العدوان۔

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها ومحمولة الیہ وساقیها وبائعها واکل ثمنها والمشتري بها والمشتري لہ (ترمذی مت ۲ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
سرزی القعدہ ۸۸

سینما کی ملازمت:

سوال: سینما میں ملازمت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سینما میں ملازمت دو وجہ سے حرام ہے۔

① تنخواہ حرام آمدن سے دی جاتی ہے۔

② اگر اس کے ذمہ کوئی ناجائز کام نہ ہو تو بھی تعاون علی الاثم تو ہے ہی جو نبض قرآن

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ حرام ہے، اس لئے اس کی اجرت لینا حرام ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

سینما، بنک و دیگر سودی اداروں کی تعمیر کی اجرت:

سوال: سینما، بنک اور بیمہ کمپنی کی عمارات کی تعمیر کرنا کیسا ہے؟ اس تعمیر سے حجرت

حاصل ہو وہ حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس بارے میں کوئی صریح جزیئہ نہیں ملا، نہ ہی کوئی ایسا جزیئہ مل سکا جس پر قیاس

بلاشبہ تام ہو، قواعد سے رجحان ادھر معلوم ہوتا ہے کہ اگر عمارت کا نمونہ ایسا ہو کہ اسے

سینما یا بینک وغیرہ کے سوا کسی دوسرے کام میں بسہولت استعمال نہ کیا جاسکتا ہو تو اس کی تعمیر کی اجرت ناجائز ہے ورنہ جائز۔

مندرجہ ذیل درجات اس کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں:

- ① قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمی ذمی بنفسه او دابته باجر لا عصرها لقيام المعصية بعینه (رد المحتار ج ۵)
- ② وقال العلامة السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ: واذا استأجر الذمی من المسلم بیتا لیبیع فیہ الخمر لم یجوز لانه معصية فلا ینعقد العقد علیہ ولا اجر له عندهما وعند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز والشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز هذا العقد لان العقد یرد علی منفعة البیت ولا یتعین علیہ بیع الخمر فیہ قلہ ان یبیع فیہ شیئا اخر یجوز العقد لهذا و لکنا نقول تصیحہما بالمقصود لا یجوز اعتبار معنی اخر فیہ وما صرحا به معصية (مبسوط ص ۱۲۵)
- مگر جزیئہ ادنیٰ پر قیاس کر کے قول جوازیں یہ کلام ہے کہ کنیسہ کو کافر استعمال کرنا اور سینما کو مسلمان۔

اور جزیئہ ثانیہ پر قیاس کر کے عدم جواز پر استدلال بھی اس لئے تام نہیں کہ وہاں اپنا گھر معصیت میں استعمال کرنے کے لئے دے رہا ہے اور مسئلہ زیر بحث میں اپنی کوئی چیز معصیت کے لئے نہیں دے رہا بلکہ معصیت کے لئے استعمال ہونے والے مکان کی تعمیر میں کام کر رہا ہے۔ تاہم اس سے رجحان عدم جواز کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

کوٹ پتلون سینے کی کمائی:

سوال: ایک شخص کی آمدن صرف پتلون سینے سے ہوتی ہے، کیا اس کی آمدن حلال ہے؟ اگر آمدن کوٹ پتلون، شیردانی اور قمیص وغیرہ سب چیزوں کے سینے سے حاصل ہوتی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیعنا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پتلون اگر اتنی تنگ ہو کہ اعضاء مستورہ کا حجم نظر آتا ہو تو اس کا پہننا اور سینا حرام ہے لہذا اس سے حاصل شدہ آمدن حرام ہوگی اور اگر اتنی چست نہ ہو بلکہ ڈھیلی ہو تو اس کے

پہننے اور سینے کی گنجائش ہے مگر تقویٰ کے خلاف ہے۔

ہر صورت میں مقدار حرام کا تصدق واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا:

سوال: بیرونی ممالک سے تجارتی خلاف قانون اشیاء منگواتے ہیں، بعض مرتبہ حکومت ان کو ضبط کر لیتی ہے، بعد میں اسے نیلام کرتی ہے اور سستے داموں فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری خزانہ میں داخل کرتی ہے، حکومت سے ایسا مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس مال پر حکومت کا قبضہ ظلم ہے، مالی جرمانہ بہر حال ناجائز ہے۔ اس لئے اگر خریدنے والے کو علم ہو تو اس کے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل مال امرئ مسلماً الا

بطیب نفس منہ۔

قلت: وكل مال محترم حکمہ حکم مال مسلم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۳ جمادی الثانیہ ۱۲۸۹ھ

کسب میں افراط جائز نہیں:

سوال: آدمی صبح سے رات گئے تک کمانے میں مشغول رہے تو جائز ہے یا

نہیں؟ بیٹواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دنیا کمانے میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ حقوق اللہ و حقوق العباد میں خلل

واقع ہونے لگے اور جسمانی و دماغی صحت پر برا اثر پڑنے لگے جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: یا ایہا الذین امنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم

عن ذکر اللہ، ومن یفعل ذلک فاولئک هم الخاسرون۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۲۸۹ھ

جلسہ میں چندہ کرنا:

سوال: مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر لوگوں کو چندہ کی ترغیب دے کر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اکثر و بیشتر لوگ ترغیب و ترہیب کے جوش میں آکر چندہ دیتے ہیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر عوام کا اجتماع ہو اور صورت بھی ایسی ہو کہ کوئی شخص بھی چندہ نہ دینے میں ذرا برابر بھی اپنی بے عزتی محسوس نہ کرتا ہو اور طرز بیان میں بھی تملق اور دین و اہل دین کی سبکی نہ ہو تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اس کی تفصیل رسالہ ”الکلام البدیع فی احکام التوزیع“ مندرجہ احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۹۲ھ

غیر مالک سے سونا چاندی لانا:

سوال: ایک شخص حج پر جا رہے ہیں، دوسرا شخص ان سے کہتا ہے کہ چونکہ وہاں سونے کی قیمت کم ہے، اس لئے آپ ہمارے لئے چار پانچ تولے سونا لے آنا، میں اصل قیمت ادا کر دوں گا تو کیا حاجی کے لئے وہاں سے سونا لانا جائز ہے؟ اس سے اس کے حج پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حج تو ہو جائے گا مگر یہ فعل جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں ملک کا نقصان، قانون شکنی اور عزت کو خطرہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ شعبان ۱۳۹۲ھ

دودھ میں پانی ملانا:

سوال: دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنا کیسا ہے، جبکہ گاہک کو بتا دیا جائے؟ اگر جائز ہے تو کیا دودھ جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نعمت ہے اس میں پانی ملانے کا گناہ ہوگا؟

بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر گاہک کو ملاوٹ کا علم ہو تو فروخت کرنا جائز ہے، اگر دھوکا دینا مقصود نہ ہو تو دودھ میں پانی ملانا کوئی عیب کی بات نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

اسمگلنگ:

سوال: اسمگلنگ کرنا، اسمگل شدہ مال خریدنا بیچنا اور اس میں مدد کرنا کیسا ہے؟ ان امور میں سے کسی کے مرتکب کے ہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اسمگلنگ میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی، ملک کا نقصان اور عورت کا خطرہ ہے، اس لئے ناجائز ہے، ایسے مال کی خرید و فروخت اور اس میں تعاون کرنا بھی ناجائز ہے مگر اس کے منافع حرام نہیں، لہذا اس کے ہاں کھانا کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

غیر طبیب کو علاج کا پیشہ اختیار کرنا:

سوال: میں تجربہ کی بنیاد پر مریضوں کا علاج کرتا ہوں، ۲۵ سال سے میرا یہی ذریعہ معاش ہے، میں دس افراد کا واحد کفیل ہوں اور میری عمر ۸۴ سال ہے، پریشانی یہ ہے کہ بعض اوقات انجکشن لگانے سے مریض کی حالت بگڑ جاتی ہے، دست لگ جاتے ہیں یا بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور کبھی ایک دن کے بعد مریض انتقال کر جاتا ہے، کیا اس کی سزا مجھے ہوگی، میں یہ پیشہ ترک کر دوں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی ماہر فن سے علاج کی تعلیم حاصل کئے بغیر علاج کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں، نیز اس میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا گناہ بھی ہے، آپ قانون کے مطابق امتحان دے کر کمپوڈری یا ہومیو پیتھک کی سند حاصل کر لیں، اس کے بعد یہ پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: بل یمنع مفت ما جن یعلم الحیل

المباطلۃ لتعلیم الردۃ لتبیین من رزحها اولتسقط عنها الزکاة وطیب جاہل۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وطیب جاہل) بأن یسقیم دواء مہلکا واذا قوی علیہم لا یقدر علی ازالۃ ضررہ نزیلی۔ (ردالمحتار ص ۹۳ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰ رمضان ۱۳۸۸ھ

نا جائز محصول سے بچنے کے لئے رشوت دینا:

سوال: ایک شہر سے دوسرے شہر سامان لے جانے پر حکومت کی طرف سے محصول وصول کیا جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی یہ تدبیر اختیار کی جاتی ہے کہ بس کے ڈرائیور یا کنڈیکٹر کو کچھ روپے دیئے جاتے ہیں، وہ معروف اڈے پر سامان اتارنے کی بجائے کسی دوسری جگہ اتارتے ہیں۔ اگر معروف اڈہ پر محصول وصول کرنے والے پوچھ گچھ کریں تو ڈرائیور کسی دوسرے شہر کا نام لے کر کہتا ہے کہ گاڑی وہاں جا رہی ہے۔ کبھی تو وہ اس قول میں سچا ہوتا ہے، گاڑی کہیں دوسرے شہر جا رہی ہوتی ہے اگرچہ سامان اسی شہر میں اتارنا ہوتا ہے اور کبھی گاڑی کو وہیں تک جانا ہوتا ہے جہاں سامان اتارنا ہوتا ہے۔ ڈرائیور جھوٹ بول کر سامان کو محصول سے بچاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صاحب مال ڈرائیور یا کنڈیکٹر کو جو روپے بطور رشوت دیتا ہے، ان کا لینا دینا کیسا ہے؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صاحب مال کے لئے دینا مطلقاً جائز ہے اور ڈرائیور، کنڈیکٹر کے لئے لینا اس شرع سے جائز ہے کہ راستے میں محصول کے علاوہ چوری وغیرہ سے حفاظت بھی ان کے ذمہ ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

طیب کی بے اعتنائی سے بچنے کے لئے رشوت دینا:

سوال: بعض اوقات کوئی مریض ہسپتال میں زیر علاج ہوتا ہے، مریض کے رشتہ دار ڈاکٹر یا کمپوٹر کی مراعات حاصل کرنے اور مریض کی دیکھ بھال کے لئے کوئی چیز یا روپے دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، ڈاکٹر کی مراعات حاصل کرنے یا بے اعتنائی سے بچنے کے لئے اسے رشوت دینے سے اس کی عادت بگڑے گی جس کے نتیجہ میں پوری قوم ظلم کا شکار ہوگی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

رشوت کی جائز و ناجائز صورتیں :

سوال : آج کل ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے، کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ شریف آدمی بھی رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جواز و عدم جواز کے مواقع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوتی ہے اور ایسا اوقات خاصہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے کوئی ایسا جامع ضابطہ بیان فرمادیں جسے سامنے رکھ کر ہر موقع کا حکم معلوم ہو جائے تاکہ احکام شرعیہ کی پابندی اور نافرمانی سے احتراز کا اہتمام کیا جاسکے۔ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

رشوت لینے دینے کی مختلف صورتیں ہیں، ہر ایک کا حکم لکھا جاتا ہے :

① حکومت سے قضا یا اس جیسا کوئی منصب حاصل کرنے کے لئے۔

② حاکم سے کوئی فیصلہ کروانے کے لئے۔

③ اعانت علی الظلم کے لئے۔

ان تینوں صورتوں میں رشوت لینا بھی حرام ہے اور دنیا بھی۔

حاکم سے منع حق کا خطرہ ہو تو اس کو دفع ظلم کے لئے رشوت دینا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس سے حاکم کی عادت بگڑے گی جو پوری قوم پر ظلم کا باعث بنے گی، فہذا داخل فی قاعدة "ان الضرر الخاص يتحمل لدفع الضرر العام"

④ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اسے رشوت دینا جائز ہے، اس کے لئے لینا حرام ہے۔

⑤ دفع مضر یا جلب منفعت کے لئے درمیان میں واسطہ بننے والے یعنی صرف

سفارش کرنے والے کو رشوت دینا جائز ہے۔ آفد کے لئے لینا جائز نہیں، البتہ اگر درمیانی

واسطہ کے ذمہ کوئی کام لگایا جائے تو اس کے لئے اس کام کی اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ

وہ یہ کام کرنے پر بنفس خود قادر ہو، قدرت بقدرت غیر کا اعتبار نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي الفتح الرشوة اربعة اقسام منها ما هو حرام على الاخذ والمعطى وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة الثاني ارتشاء القاضي ليحكم وهو كذلك ولو القضاء بحق لانه واجب عليه الثالث اخذ المال ليسوى امره عند السلطان دفعا للمضرب او جلبا للنفع وهو حرام على الاخذ فقط وحيلة حلها ان يستأجر يوما الى الليل او يومين فتصير منافعه مملوكة ثم يستعمل في الذهاب الى السلطان للامر الفلاني وفي الاقضية قسم الهدية وجعل هذا من اقسامها فقال حلال من الجانبيين كالاهداء للتودد وحرام منهما كالاهداء ليعينه على الظلم وحرام على الاخذ فقط وهو ان يهدى ليكف عنه الظلم والحيلة ان يستأجره الخ قال اى في الاقضية هذا اذا كان فيه شرط اما اذا كان بلا شرط لكن يعلم يقينا انه انما يهدى ليعينه عند السلطان فمشايخنا على انه لا بأس به ولو قضى حاجته بلا شرط ولا طمع فاهدى اليه بعد ذلك فهو حلال لا بأس به وما نقل عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه من كراهيته فور السرايع ما يدفع من دفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الاخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب اه ما في الفتح ملخصا (رد المحتار ص ۳۳ ج ۲) والله سبحانه وتعالى اعلم.

۳۰ جمادى الاولى ۱۴۲۸ھ

مختلف ٹیکسوں کا حکم:

سوال: انکم ٹیکس، دلیقہ ٹیکس، گفٹ ٹیکس، سیل ٹیکس، چولہا ٹیکس، جو ہر شادی شدہ جوڑے سے وصول کیا جاتا ہے خواہ وہ کھانا خود پکائیں یا پکا ہوا خرید کر کھائیں، شادی ٹیکس ہر نکاح پر، مویشی رکھنے کا ٹیکس جس میں بھیڑ بکری کا ٹیکس گائے بھینس کے ٹیکس سے نصف ہوتا ہے، پیدائشی ٹیکس جو ہر لڑکے کی پیدائش پر وصول کیا جاتا ہے محصول چونگی اور اسی طرح کے دیگر ٹیکسوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ان محکموں میں

ملازمت کرنا کیسا ہے؟ بیٹو! توجہ رو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ سب ٹیکس ناجائز ہیں اور ان محکموں میں ملازمت بھی ناجائز ہے، حکومت کو اگر ضرورت ہو تو ٹیکس عائد کرنے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

- ① حکومت کے مصارف کو اسراف و تبذیر سے پاک کیا جائے۔
- ② اونچے طبقے کے ملازمین کی تنخواہوں کو افراط سے گرا کر اعتدال پر لایا جائے۔
- ③ ٹیکس ہر شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق لگایا جائے، یعنی اس کی آمد و مصارف کو پیش نظر رکھ کر ٹیکس کی شرح تجویز کی جائے۔

مردج ٹیکس لندھے کی لائٹھی یا انیاڈ پور کاراجہ ہے، انکم ٹیکس کے سوا دوسرے سب ٹیکس تو ظاہر ہے کہ ہر امیر و غریب پر لگائے جاتے ہیں اور انکم ٹیکس میں اگرچہ آمد تو ملحوظ ہوتی ہے مگر اس شخص کے مصارف ملحوظ نہیں رکھے جاتے۔ اسی طرح جائیداد ٹیکس ہر صاحب جائیداد سے ہر حال لازم و وصول کیا جاتا ہے اگرچہ اس کا ذریعہ آمدن کچھ بھی نہ ہو ٹیکس کی تشخیص کا یہ طریقہ صریح ظلم اور جلا م ہے۔

اسی طرح حکومت کے مصارف میں بھی محرمات کی بہتات ہے، مثلاً:

- ① اقامت حکومت الہیہ و نفاذ آئین اسلام کا دفاع۔
- ② منکرات، فواحش، عریانی، فحاشی کو فروغ دینا۔
- ③ لہو و لعب اور مسرفانہ طور و طریق۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ رجب ۱۴۲۷ھ

صرف کے لئے بقدر معروف ملاوٹ جائز ہے:

سوال: صرف چاندی کا زیور بنانے میں جس اور سونے کا زیور بنانے میں تاخیر استعمال کرتے ہیں، اس لئے کہ اس کے بغیر زیور ڈھیلہ رہتا ہے، لوگ پسند نہیں کرتے، فروخت کرتے وقت صرف لوگوں کو بتا دیتا ہے کہ اس میں جس اور تاخیر استعمال کیا ہے مگر قیمت سونے اور چاندی ہی کی وصول کر دوں گا، لوگ بخوشی خرید لیتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

بیٹو! توجہ رو۔

الجواب باسم ملہم الصواب
جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۹ شعبان ۱۴۲۸ھ

تفسیر مودودی کی تجارت جائز نہیں؛

سوال: تزیید کتب فروش ہے، دکان پر بازار سے مختلف کتب خرید کر رکھتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مودودی صاحب کی تفسیر ”تفہیم القرآن“ کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب
جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ صفر ۱۴۲۸ھ

دارالحرب میں سود اور شراب کے اداروں میں ملازمت؛

سوال: دارالحرب میں بنک، انشورنس اور کافروں کے دیگر اداروں میں شراب کی دکانوں میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بنک، انشورنس اور دوسرے سودی اداروں میں ملازمت نا جائز ہے، اس لئے کہ سود کفار کے لئے بھی حرام ہے۔ ایسے اداروں میں ملازمت کرنا اعانت علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

حرمت اجرت کی دوسری وجہ یہ کہ حرام مال سے ہے۔

شراب کا کاروبار اگر کافر کر رہا ہو تو اس میں مسلمان کے لئے ملازمت کی گنجائش ہے، کیونکہ ان کے ہاں شراب حلال ہے، البتہ شراب کی خرید و فروخت اور کسی کو پینے کے لئے دینا مسلمان کے لئے حلال نہیں، دوسرے کاموں میں بھی کئی دینی خطرات ہیں اس لئے احتراز بہتر ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا وبتاعھا ومتباعھا

وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه (سنن ابی داود منہج ۲)
 قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ومن استأجر حملا لا يحمل
 له الخمر فله الاجر في قول ابی حنيفة رحمه الله تعالى وعند ابی يوسف
 ومحمد بن حمهما الله تعالى لا اجماع له كذا ذكر في الجامع الصغير انه يطيب
 له الاجر في قول ابی حنيفة وعندهما يكره لهما ان هذه اجارة على
 المعصية لان حمل الخمر معصية لكونه اعانة على المعصية وقد قال
 الله تعالى عز وجل ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ولهذا لعن الله
 تعالى عشرة منهم حاملها والمحمول اليه ولا ابی حنيفة رحمه الله تعالى
 ان نفس الحمل ليس بمعصية بدليل ان حملها للاراقة والتخليل مباح
 وكذا ليس بسبب للمعصية وهو الشرب لان ذلك يحصل بفعل فاعل
 مختار وليس الحمل من ضرورات الشرب فكانت سببا محضا فلا حكم له
 كعصر العنب وقطفه والحديث مغمول على الحمل بنية الشرب وبه نقول
 ان ذلك معصية ويكره اكل اجراته (بدائع الصنائع منہج ۱۹ ج ۴)۔
 والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

کسٹم کا حکم:

سوال: بیرونی ممالک سے مال درآمد کرنے پر حکومت جو کسٹم لیتی ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ارباب حکومت کسٹم وصول کرنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ بیرونی تجارتی کمپنیاں اپنی مصنوعات عموماً بہت ارزاں قیمت پر فروخت کرتی ہیں۔ اگر حکومت کسٹم وصول نہ کرے تو تمام تجارتی بیرونی کمپنیوں ہی سے مال خریدیں گے، اس طرح اپنے ملک کی مصنوعات کا کوئی بھی خریدار نہیں رہے گا۔ نتیجہً اپنے ملک کے کارخانے مال بنانا بند کر دیں گے، اس سے ملک کا دیوالہ ہو جائے گا۔

ارباب حکومت کی وضاحت مذکور کے تحت درج ذیل شرط سے کسٹم وصول کرنا جائز ہے:

(۱) نہ لینے کی صورت میں اپنے ملک کی مصنوعات کے ضیاع اور معاشی و اقتصادی لحاظ سے ترقی میں نقصان کا یقین ہو۔

(۲) بوقت ضرورت بقدر ضرورت لیا جائے۔

(۳) حکومت مصارف ضروریہ پر اسراف سے خرچ نہ کرے اور غیر ضروری مصارف اور خرافات پر خرچ کرنے سے احتراز کرے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بذی القعدة ۱۴۱۶ھ

وکیل بالشرع کا زیادہ قیمت وصول کرنا:

سوال: کمپنی کچھ ملازم اس مقصد کے لئے رکھتی ہے کہ وہ بازار سے سامان خرید کر لایا کریں۔ ملازم خستی اشیاء خرید کر دکاندار سے جعلی بل بنوا کر کمپنی سے زیادہ رقم وصول کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ نیز تعمیر مکان کا ٹھیکیدار لوہا وغیرہ کم قیمت میں خرید کر مالک مکان کے حساب میں زیادہ رقم ظاہر کر کے وصول کرتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

اگر ملازم یا ٹھیکیدار یہ جیلہ کریں کہ اشیاء اپنے لئے خریدیں اور مہنگی کر کے کمپنی کو فروخت کریں تو اس کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبر و۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ملازم اور ٹھیکیدار وکیل بالاجرہ ہیں، ان کا کمپنی یا مالک مکان سے اصل قیمت سے زیادہ وصول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ جیلہ مذکورہ باطلہ ہے اس لئے کہ وکیل امین ہوتا ہے، اس کا اپنے لئے خریدنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۸ شوال ۱۴۱۶ھ

وکیل کا دکاندار سے کمیشن لینا:

سوال: دکاندار کمپنی کے ملازم سے کہتا ہے کہ اگر آپ کمپنی کا سامان ہم سے خریدیں گے تو ہم آپ کو اتنے فیصد کمیشن دیں گے۔ کیا ملازم کے لئے یہ کمیشن لینا جائز ہے؟ بینوا تو جبر و۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ کمیشن کے نام سے سامان کی قیمت میں رعایت ہے جو کمپنی کا حق ہے، اس لئے ملازم کا اسے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، کمپنی کو لوٹانا واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۸ شوال ۱۴۱۶ھ

کھانے پینے کی حلال و حرام اشیاء اور ان کے متعلقاً

رشوت خور کا ہدیہ یا دعوت قبول کرنا:

سوال: رشوت کھانے والے سے کوئی چیز ہدیہ میں لینا یا اس کی دعوت قبول کرنا کیسے ہے؟ بینوا تو جبردا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

اگر حرام مال جدا ممتاز نہ ہو، یعنی خالص حرام یا حلال و حرام فحش طہر نے کا یقین نہ ہو اور حلال مال زیادہ ہو تو اس سے ہدیہ یا دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

اگر حرام زیادہ ہے یا دونوں برابر ہیں یا حرام مال جدا ممتاز ہے تو اسے قبول کرنا جائز نہیں۔ قال فی الہندیۃ اھدی الی رجل شیئاً او اضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا بأس الا ان یعلم بأنه حرام فان کان الغالب هو المحرام فیتبعی ان لا یقبل الھدیۃ ولایأکل الطعام الا ان ینخبرہ بأنه حلال ورثہ او استقرضہ من رجل کذا فی الینابیع۔

وايضاً فیہا "اکل الربوا وکاسب المحرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولایأکل مالہ ینخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالاً لا بأس بقبول ھدیۃ والا کل منہ کذا فی الملتقط (عالمگیریۃ کتاب الکراہیۃ ج ۴)

وفی الاشیاء فی القاعدۃ الثانیۃ من النوع الثانی: اذا اجتمع عند احد مال حرام وحلال فالعبرة للغالب مالہ یتبعین (الاشیاء والنظارۃ ص ۱۷۱ ج ۱) مال مخلوط کا حکم مذکور اس صورت میں ہے کہ خلط متیقن نہ ہو، اگر خلط کا یقین ہو تو بہر حال حرام ہے خواہ حلال غالب ہو یا مغلوب۔

والتفصیل فی رسالۃ "حلال و حرام سے مخلوط مال کا حکم" واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الرربع الآخر ص ۴۷

حرام مال سے خریدا ہوا طعام بھی حرام ہے :

سوال : حرام طریقہ مثلاً بینک یا انشورنس کی ملازمت یا رشوت یا غصب سے حاصل شدہ مال کے عوض میں خریدا ہوا طعام حرام ہے یا حلال ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر منسوب چیز عین ہے تو اس کے عوض خریدی ہوئی اشیاء کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اگر تقد ہے تو اس میں امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ اگر بوقت اشتراء رقم منسوب کی طرف اشارہ کیا ہوا اور پھر ادا بھی اسی سے کیا ہو تو خرید کردہ اشیاء حرام ہوں گی۔ اگر بوقت اشتراء رقم منسوب کی طرف اشارہ نہ کیا یا اشارہ کیا مگر ثمن اس سے ادا نہیں کیا بلکہ دوسری رقم سے ادا کیا تو ان حالات میں خریدی ہوئی اشیاء میں کوئی کراہت نہیں۔

راجح یہی ہے کہ ہر مال حرام مال سے حاصل کردہ اشیاء حرام ہیں، خواہ اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: نقل ط عن الحموی عن صدر الاسلام: ان الصحيح لا یحل له الاکل ولا الوطاء لان فی السبب نوع خذت اھ قلیتأمل (ردالمحتار ص ۱۶ ج ۵)

قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث اور قیاس و عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے، بندہ نے اس کا صحیح محمل تلاش کرنے کی کوشش کی اور بعض دوسرے علماء محققین سے بھی دریافت کیا مگر یہ عقدہ حل نہ ہو سکا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

سوال مثل بالا:

سوال : ایک شخص نے منسوب رقم سے کوئی چیز خریدی تو وہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز نہیں تو اب اسے کیا کرنا چاہیے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ چیز حرام ہے، منسوب رقم کی مقدار مالک دے اگر اس کا علم نہ ہو سکے تو کسی مسکن پر صدقہ کر دے تو وہ چیز حلال ہو جائے گی۔ اگرچہ اس کی قیمت رقم منسوب سے زیادہ ہو، البتہ اگر اس چیز کو زیادہ

نقود میں فروخت کر دیا تو یہ ربح بھی واجب الروی ہے، حاصل یہ کہ زیادتی جنس مفسوبہ سے ہو تو حرام ہے ورنہ حلال۔ عروض مفسوبہ کو ان کی قیمت سے زیادہ نقود میں بیچا تو ربح جنس مضمون سے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله اذا كان متعینا بالاشارة) قال الزیلعی فان كان مما يتعين لا يحل له التنازل منه قبل ضمان القيمة و بعده يحل الا فيما زاد على قدر القيمة وهو الربح فانه لا يطيب له و يتصدق به وفي القهستاني وله ان يؤديه الى المالك ويحل له التنازل لزوال الخبث (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لا يتصدق بشيء منه كما لو اختلف الجنس ذكره الزیلعی فليحفظ۔ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله كما لو اختلف الجنس) قال الزیلعی وهذا الاختلاف بينهم فيما اذا صار بالتقلب من جنس ما ضمن بأن ضمن دراهم مثلا وصار في يده من بدل المضمون دراهم ولو طعام او عرض لا يجب عليه التصديق بالاجماع لان الربح انما يتبين عند اتحاد الجنس وما لم يصير بالتقلب من جنس ما ضمن لا يظهر الربح اهـ (رد المحتار ص ۵ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم

۴۴ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ

بازاری پھل، گوشت، دودھ کا حکم:

سوال: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

⑤ جو لوگ آم، امرود اور دوسرے پھلوں کے باغ خریدتے ہیں ان سے تحقیق کرے پر ثابت ہوا کہ یہ معاملہ اکثر پھل آنے سے پہلے ہوتا ہے لہذا یہ معدوم شے کی بیع ہوئی جو باطل ہے اور بیع باطل سے بیع میں جو حرمت و نجاست آتی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی، جہاں تک اس پھل کے لینے دینے کا سلسلہ چلے گا سب کے لئے وہ پھل حرام ہوگا۔

علاوہ ازیں درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط فاسد اگرچہ صراحۃً نہ ہو معروف ضروری ہے،

ایسی صورت میں بازار میں جو پھل فروخت ہوتا ہے اس کو بلا تحقیق خرید کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض اہل مشاہدہ نے بتایا کہ کراچی کے مذبح میں ذبح کرنے والے بوقت ذبح ”بسم اللہ اللہ اکبر“ نہیں پڑھتے، اسی طرح بعض اوقات مردار جانوروں کا گوشت بازار میں لاکر فروخت کر دیتے ہیں، ان حالات میں بازار سے خرید کردہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بعض شیر فروش پاکی ناپاکی کا اہتمام نہیں کرتے، ان کے مکان پر جا کر دودھ خریدنے والوں کا مشاہدہ ہے کہ تھنوں پر اور اس پاس جو پیشاب اور گوبر لگا رہتا ہے اس کو وہ بہت تھوڑے سے پانی سے دھوئے ہیں جس سے نجاست اور زیادہ پھیل جاتی ہے اور اس کے قطرے برتن میں ٹپکتے رہتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دودھ نکالتے وقت جانور پیشاب کر دیتے ہیں اور چھینٹے اڑ کر دودھ کے برتن میں پڑ جاتے ہیں، یہی دودھ بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ کیا اس کو خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پہلے دو اصول تحریر کئے جاتے ہیں:

اصل اول: الیقین لا یزول الا بالیقین۔

اصل ثانی: اشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک حرمت کا یقین نہ ہو۔

ان اصول کی روشنی میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اشیاء کثیرۃ الاستعمال مثلاً پانی، غدہ، دودھ اور پھل وغیرہ کے استعمال میں وسعت دی ہے۔

نصوص الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ:

(۱) قال العلامة التمریاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: اذا وقعت نجاسة فی

بئر دون القدس الکثیرا ومات فیہا حیوان دموی وانتفخ او تفسخ ینزخ کل ما ثہا بعد اخراجه۔

وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ تحته: قید بالموت لاندلو

اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا به حدث او نجث لم ینزخ شیء۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت (قوله ليس بنجس العين)
 اى بخلاف الخنزير وكذا الكلب على القول الآخر فانه ينجس البئر مطلقا وبخلاف
 المحدث فانه يندب فيه نزع اربعين كما يذكره وبخلاف ما اذا كان على الحيوان
 خبث اى نجاسة وعلم بها فانه ينجس مطلقا قال فى البحر وقيدنا بالعلم لانهم
 قالوا فى البقر ونحوه يخرج حيا لا يجب نزع شىء وان كان الظاهر اشتمال بولها
 على انفاذها لكن يحتمل طهارتها بأن سقطت عقبه دخولها ماء كثيرا مع ان الاصل
 الطهارة اه ومثله فى الفتح (رد المختار ص ۱۳۱ ج ۱)

(۲) قال العلامة المحصن فى رحمه الله تعالى: العبرة للطاهر من تراب او
 ماء اختلط به يفتى -

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله العبرة للطاهر الخ)
 هذا ما عليه الاكثر فتح وهو قول محمد رحمه الله تعالى والفتوى عليه بزارية (رد المختار ج ۱)
 (۳) قال العلامة المحصن فى رحمه الله تعالى: مشى فى حمام ونحوه لا ينجس
 ما لم يعلم انه غسالة نجس -

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله مشى فى حمام ونحوه)
 اى كما لو مشى على الواح مشرعة بعد مشى من برجله قذر لا يحكم بنجاسة رجله
 ما لم يعلم انه وضع رجليه على موضعه للمضرة فتح (رد المختار ص ۲۰۲ ج ۱)

(۴) قال العلامة المحصن فى رحمه الله تعالى: وغسل طرف ثوب او بدن
 اصابته نجاسة محلامنه ونسى المحل مطهر له ان وقع الغسل بغير ثمر هو المختار
 (رد المختار ص ۲۱۲ ج ۱)

(۵) وقال ايضا: كما لو بال حمر خصها لتغليظ بولها اتفاقا على نحو حنطة
 تدوسه فقسم او غسل بعضه او ذهب بهية او اكل او بيع كما مر حيث يظهر
 الباقي وكذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس فى كل طرف كمسألة الثوب -

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله لاحتمال الخ) اى انه
 يحتمل كل واحد من القسمين اعنى الباقي والذاهب او المفسول ان تكون
 النجاسة فيه فلم يحكم على احدهما بعينه ببقاء النجاسة فيه وتحقيقه

ان الطهارة كانت ثابتة يقينا لمحل معلوم وهو جميع الثوب مثلا ثم ثبت
صحتها وهو النجاسة يقينا لمحل مجهول فاذا غسل بعضه وقع الشك في
بقاء ذلك المجهول وعدمه لتساوي احتمالي البقاء وعدمه فوجب العمل
بما كان ثابتا يقينا للمحل المعلوم لان اليقين في محل معلوم لا يزول بالشك
بخلاف اليقين لمحل مجهول وتسام تحقيقه في شرح منية الكبير.

(رد المحتار ج ١)

(٦) قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله يعقل التسمية الخ)
زاد في الهداية ويضبط وهما قيد لكل المعطوفات السابقة واللاحقة فلا يشترک
اصل في القيود كما تقرره هستان في الضمير فيه للذابح المذكور في قوله وشرط كون
الذابح لا للصبي كما وهم واختلف في معناه ففي العناية قيل يعنى يعقل لفظ التسمية
وقيل يعقل ان حل الذبيحة بالتسمية ويقدر على الذبح ويضبط اى يعلم شرائط الذبح
من فرى الادراج والمحلوم اه ونقل ابوالسعود عن مناهى الشرنبلالية ان الاول
الذى ينبغى العمل به لان التسمية شرط في شرط حصوله لا تحصيله فلا يتوقف
الحل على علم الصبي ان الذبيحة انها تحل بالتسمية اه وهكذا ظهر لي قبل ان
اراه مسطورا ويؤيد ما في الحقائق والبرازية لو ترك التسمية ذاكراها غير
عالم بشرطيتها فهو في معنى الناسي اه (رد المحتار ج ١٨٩)

(٧) قال ايضا تحت قوله لا تحل ذبيحة غير كتابي) اقول وفي بلاد الدروز كثير
من النصاري فاذا جيء بالقريشة او الجبن من بلادهم لا يحكم بعدم الحل
ما لم يعلم انها معبولة ب نحة ذبيحة درزي والا فقد تعمل بغير نحة وقد
يذبح الذبيحة نصرا في تأمل وسيأتي عن المصنف اخر كتاب الصيد ان العلم
بكون الذابح اهلا لنزكاة ليس بشرط (رد المحتار ج ٥)

(٨) وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: في الخلاصة من اللقطات
قوم اصابوا بغير مذبح في طريق البادية ان لم يكن قريبا من الماء ووقع في قبه
ان صاحبه فعل ذلك اباحه للناس لا بأس بالاخذ والاكل لان الثابت بالدلالة
كالثابت بالصريح انتهى فقد اباح كلها بالشرط المذكور فعلم ان العلم بكون الذابح

اهلا للزكاة ليس بشرط قاله المصنف (رد المحتار ۳ ج ۵)

نصوص مذکورہ کے تحت جوابات بالترتیب یہ ہیں:

- ① بازار میں فروخت ہونے والے پھل کھانا جائز ہے، بوجہ ذیل:
- اولاً: اگرچہ کچھ باغ ناجائز طریقے سے فروخت ہوتے ہیں لیکن بہت سے باغ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جائز طریقوں سے فروخت ہوتے ہیں۔
- ثانیاً: کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے باغ کے پھل خود ہی بازار میں فروخت کرتے ہوں گے۔

ثالثاً: آج کل بہت سے پھل دروازے کے علاقوں سے بازاروں میں پہنچتے ہیں، کوٹہ اور پشاور تک کے پھل کراچی میں فروخت ہوتے ہیں، لہذا اگر کسی علاقہ میں بیع باطل کا دستور ہے تو بھی وہاں سے پھل خریدنے کی گنجائش اس بناء پر نکل آئے گی کہ شاید یہ پھل کسی دوسرے علاقہ سے آئے ہوں جہاں بیع صحیح ہوتی ہو۔

حلت کے اتنے احتمالات ہونے کے باوجود ان پھلوں کو حرام کیسے کہا جاسکتا ہے؟

② قصاب کے "بسم اللہ" نہ پڑھنے کا یقین کیسے ہو سکتا ہے؟ شاید آہستہ پڑھی ہو، اگر کسی خاص قصاب کے بارے میں کسی خاص موقع پر کسی کو بسم اللہ نہ پڑھنے کا کسی طرح یقین ہو بھی گیا تو صرف یہ ذبیحہ حرام ہوا، اسی قصاب کے دوسرے ذبائح اور دوسرے قصابوں کے ذبائح پر حکم حرمت لگانا کیسے جائز ہوگا؟

- ③ یہی حکم دودھ کا بھی ہے، ہاں کسی نے دودھ میں نجاست گرتے ہوئے یا پیشاب کے چھینٹے پڑتے ہوئے دیکھے ہوں تو اس کے لئے وہ دودھ استعمال کرنا حرام ہوگا۔
- الحاصل: محض شک کی وجہ سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
- ۲۵ صفر ۱۴۲۸ھ

کھاتے وقت چپ رہنا:

سوال: کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا افضل ہے یا کلام کرنا؟ شامیہ میں سکوت کو مکروہ لکھا ہے۔ آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

شامیہ میں گراہت سکوت کی علت تشبہ بالجبوس لکھی ہے، مگر تغیر زمان و مکان

کی وجہ سے احکام تشبہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس زمانہ میں تشبہ نہیں، لہذا کراہت نہ ہوگی، البتہ بہتر یہی ہے کہ جائز تفریحی گفتگو جاری رہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

کھانے والوں کو ممانعتِ سلام کی حکمت :

سوال : جب عند الاکل کلام بالمعروف منع نہیں تو سلام علی الاکل کیوں منع ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کھانے والے کو سلام کیا جائے گا تو اس کی طبیعت میں فوراً جواب دینے کا داعیہ پیدا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ منہ میں لقمہ ہونے کی وجہ سے وہ اس پر قادر نہ ہو، نیز سلام کرنے والا بھی فوری جواب کا منتظر رہتا ہے، اگر جواب فوراً نہیں دیا گیا تو اس کی طبیعت میں ایک قسم کی ناگواری اور انقباض پیدا ہوگا۔ بخلاف کلام کے کہ سائل اور مشکلم نہ تو فوراً جواب کا منتظر رہتا ہے اور نہ مخاطب کی طبیعت میں فوراً جواب دینے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور نہ تاخیر سے جواب پر سائل یا مشکلم کو کسی قسم کا انقباض ہوتا ہے۔ فافترقا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

پان میں چونا اور تمباکو کھانا :

سوال : پان کھانا درست ہے یا نہیں ؟ جبکہ اس میں مٹی کی جنس میں سے چونا ہوتا ہے اور نشہ اور تمباکو ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مٹی کی حرمت بوجہ ضرر ہے اور پان میں چونا کھانے میں کوئی ضرر نہیں بلکہ مفید ہے۔ تمباکو مسکرو مفتر نہیں اس سے دماغ میں فتور نہیں آتا بلکہ اس میں حدت ہے، جیسے مرق زیادہ کھانے سے پریشانی تو ہوتی ہے لیکن نشہ آور نہیں، تمباکو کا کھانا پینے کی نسبت اخف ہے پینے میں بدبو کی قباحت زیادہ ہے۔

الحاصل : بغیر تمباکو کے صرف چونے وغیرہ کے ساتھ پان کھانے میں کوئی قباحت نہیں، عند الضرورة تمباکو کی بھی اجازت ہے بلا ضرورت نہیں کھانا چاہیے البتہ کسی کو چونا یا تمباکو نقصان دیتا ہو تو اس کیلئے جائز نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: والتتن الذی حدث وکان حدیثہ بد مشق فی سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر (الی ان قال) قلت فیفہم منه حکم النبات الذی مشاغ فی زماننا المسمى بالتتن فتنبیہ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله والتتن) وللعلامة الشیم علی الاجہوری المالکی رسالة فی حله نقل فیہا انه افتی بحله من یعتمد علیہ من ائمة المذاهب الاربعة قلت والاف فی حله ایضاً سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماها الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان وتعرض له فی کثیر من تألیفہ الحسان واقام الطامة الکبریٰ علی القائل بالحرمة او بالکراهة فانہما حکمان شرعیان لا بد لهما من دلیل ولا دلیل علی ذلك فانه لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة وان فرض اضرارہ للبعض لا یلزم منه تحریمہ علی کل احد فان العسل یضرب باصحاب الصفراء الغالبة وربما مرضهم مع انه شفا وبالنص القطعی الخ

(قوله فیفہم منه حکم النبات) وهو الاباحة علی المختار والتوقف فیہ اشارة الی عدم تسلیم اسکارہ وتفتیرہ واضرارہ والا لم یصح ادخالہ تحت القاعدة المذكورة ولذا امر بالتنبہ (ور المختار)

۱۲ محرم ۱۳۵۴ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلمہ

جوتا پہن کر کھانا پینا:

سوال: جوتا پہن کر کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا تو جہرا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانه

ارواح لاقد امکم (مشکوٰۃ ص ۳۶ ج ۲)

حدیث میں فانه ارواح لاقد امکم کی غلت سے معلوم ہوا کہ خلع نعال کا امر

صرف شفقت پر مبنی ہے کہ جوتا اتار کر کھانے میں آرام اور سہولت ہے۔

جوتا پہن کر کھانا بھی جائز ہے۔ لیکن آج کل جوتا پہن کر میز کرسی پر کھانا کھانا تکبرین کا

شیوہ و شعار بن گیا ہے لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس طرح متواضعانہ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں

جیسا کہ غلام اپنے مالک کے سامنے بیٹھتا ہے۔ میز کرسی پر کھانے میں شان تواضع ختم ہو جاتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ ذی القعدة ۱۳۸۵ھ

فقیر کو جھوٹا کھانا دینا:

سوال: فقیر کو جھوٹا یا رات کا بچا ہوا کھانا دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جھوٹا یا رات کا باسی کھانا دینا جائز تو ہے مگر عمدہ کھانا دینے کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي المراد من قوله سبحانه

ما تحبون اقوال، فقيل المال وكفى بذلك عند لان جميع الناس يحبونه

وقيل نفائس الاموال وكرائهمها وقيل ما يعم ذلك وغيره من سائر الاشياء

التي يحبها الانسان ويهواها والاتفاق على هذا مجاز وعلى الاولين

حقيقته (روح المعاني ۱/۱۰۵ ج ۱)

وقال ايضاً: واستشكلت هذه الآية بأن ظاهرها يستدعي ان

الفقير الذي لم ينفق طول عمره مما يحب عدم امكانه لا يكون باراً او

لا يناله بر الله تعالى، الكامل باهل طاعته مع انه ليس كذلك واجيب

بأن الكلام خارج مخرج الحث على الانفاق وهو مقيد بامكان وانما اطلق

على سبيل المبالغة في الترغيب وقيل الاولى ان يكون المراد لن تنالوا البر

الكامل الواقع على اشرف الوجوه حتى تنفقوا مما تحبون والفقير الذي

لم ينفق طول عمره لا يبعد القول بأنه لا يكون باراً كاملاً ولا يناله بر الله تعالى

الكامل باهل طاعته (روح المعاني ۱/۱۰۵ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۱ شوال ۱۳۸۵ھ

حرام چیز پر بسم اللہ کہنا:

سوال: حرام چیز کھاتے وقت بسم اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرام چیز گناہ وقت بقصد استخفاف بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق کفر ہے اور بدون استخفاف پڑھنے میں اختلاف ہے، صحیح اور راجح یہ ہے کہ کفر نہیں حرام ہے۔
 قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: نعم التسمیۃ علی الحرام والمکروہ مما لا ینبغی بل ہی حرام فی الحرام لا کفر علی الصحیح مکروہہ فی المکروہ وقیل مکروہہ فیہما ان لم یقصد استخفافا وان قصدہ والعید اللہ تعالیٰ کفر مطلق (روح المعانی ص ۶۳ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
 تفصیل تتمہ کتاب الایمان والعقائد میں ہے۔

۹ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ

سبیل کا پانی کھڑے ہو کر پینا :

سوال : شڑکوں پر لگی ہوئی سبیل یا مسجد میں رکھے ہوئے کولر وغیرہ کا پانی کھڑے ہو کر پینا کیسا ہے ؟ ایک عالم دین کہتے ہیں کہ ایسا پانی کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے اور یہ باعث ثواب ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟ بیروتیجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ زعم غلط اور جہالت پر مبنی ہے، کھڑے ہو کر پانی پینے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے، سبیل وغیرہ کا کہیں استثناء نہیں، البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ محدثین نے دونوں قسم کی احادیث ذکر فرما کر تطبیق یوں دی ہے کہ احادیث میں کراہت تنزیہیہ مراد ہے اور شرب قائم دلی احادیث بیان جواز کے لئے ہیں۔ سبیل اور کولر وغیرہ کے پانی کا بھی یہی حکم ہے۔

البتہ اگر ازدحام کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا کچھڑ کی وجہ سے کھڑے خراب ہونے کا اندیشہ ہو یا اس قسم کا اور کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہوگا۔
 واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ

غیر مسلم کا برتن استعمال کرنا :

سوال : ایک کالج کے کمروں میں مسلم وغیر مسلم دونوں قسم کے طلبہ رہتے ہیں،

کھانے پینے کے برتن مشترک استعمال ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں مسلمان طلبہ کو اس قسم کے برتن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یورپ کے ہوٹلوں میں کھانا پینا اور برتنوں کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ بدینا توجہ وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اس کا ظن غالب ہو کہ غیر مسلم طلبہ ان برتنوں میں کوئی نجس چیز مثلاً خمر و خنزیر بھی ڈالتے رہتے ہیں تو بوقت ضرورت دھو کر استعمال کرنے کی اجازت ہے اور اگر نجس چیز نہ ڈالتے ہوں تو دھوئے بغیر بھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔
یورپ کے ہوٹلوں کے برتنوں کا بھی یہی حکم ہے۔

مگر غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھنا، بلا ضرورت ان کی چیزیں استعمال کرنا یا ان کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھانا غیرت ایمانیہ کے خلاف اور دنیا و آخرت میں تباہی کا باعث ہے، اس لئے حتی المقدور اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

منکرات کی جگہ دعوت میں جانا:

سوال: جن شادیوں میں گانا بجانا وغیرہ منکرات ہوں ان میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگرنا جائز ہے تو کس درجہ میں؟ بدینا توجہ وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر پہلے سے معلوم ہو تو شرکت کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر جانے کے بعد معلوم ہو تو اگر کھانے کی مجلس میں کوئی منکر ہو تو اس مجلس میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے، اگر اسی مجلس میں نہ ہو تو اگر روکنے پر قادر ہو تو روکے ورنہ صبر کرے۔

یہ حکم عام آدمی کے ہے، عالم، مفقدا اور صالح شخص کے لئے شرکت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: دعی الی ولیمۃ و ثمة لعب او غناء تعد واکل لواء المنکر فی المنزل فلو علی المائدة فلا ینبغی ان یقعد بل یمخرج معرضاً لقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع قوم الظالمین

فان قدر على المنع فعل والا بقدر صبر ان لم يكن ممن يقتدى به فان كان مقتدى ولم بقدر على المنع خرج ولم يقعد لان فيه شين الدين والمحكي عن الامام كان قبل ان يصير مقتدى به وان علم اولاً باللعب لا يحضر اصلاً سواء كان ممن يقتدى به اولاً لان حق الدعوة انما يلزمه بعد المحضون لاقبله ابن كمال (رد المحتار ج ۲ ص ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۱۶ رجب ۱۲۹۰ھ

گانے باجے والے ہوٹل میں کھانا کھانا:

سوال: آج کل بازار کے تقریباً تمام ہوٹلوں میں گانا یا جام ہے، ایک آدمی بازار میں سودا خریدنے یا اور کسی ضرورت سے جاتا ہے، کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو کیا ایسے ہوٹل میں کھانا کھانا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا ہوٹل والے کو اس منکر سے روکنا ضروری ہے؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر منکرات سے پاک کوئی ہوٹل نہ مل سکتا ہو تو ایسے ہوٹل میں کھانا کھانے کی گنجائش ہے۔

پھر اگر ہوٹل والے سے ماننے کی امید ہو تو اسے اس منکر سے منع کرنا فرض ہے، ماننے کی امید نہ ہو لیکن کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو منع کرنا مستحب ہے اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو یا اس سے انکار کرنے اور دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے کا اندیشہ ہو تو منع کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

غرة شعبان ۱۲۹۰ھ

پنیر مایہ حلال ہے:

سوال: پنیر مایہ پاک اور حلال ہے یا نجس اور حرام؟ خواہ شتر اعرابی کا ہو یا کسی اور ماکول اللحم جانور کا۔ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پنیر مایہ پاک اور حلال ہے خواہ کسی بھی ماکول اللحم مذبوح جانور کا ہو، اس کی حلت ورود نص کی وجہ سے خلاف قیاس ہے، ورنہ معدہ سے نکلنے والی ہر چیز گوبر کے

حکم میں ہے ازرجکالی کی طرح نجس ہے۔

اخبرنا ابوبکر بن فورك انبأ عبد الله بن جعفر ثنا يونس بن حبيب ثنا ابوداود الطيالسي ثنا شريك عن جابر عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما فتح مكة رأى جنة فقال ما هذا قالوا هذا طعام يصنع بارض العجم قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ضعوا فيه السكين واذكروا اسم الله وكلوا۔

اخبرنا ابو نصر بن قتادة انبأ ابو عمرو بن مطر وابو الحسن السراج قالوا انبأ محمد بن يحيى بن سليمان المرزى ثنا عاصم بن على ثنا شعبة عن ابي اسحاق قال سمعت قرظة يحدث عن كثير بن شهاب قال سألت عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه عن الجبن فقال ان الجبن من اللبن واللبن فكلوا واذكروا اسم الله عليه ولا يغرنكم اعداء الله۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ انبأ على بن عباس ثنا محمد بن بشار ثنا محمد ابن جعفر ثنا شعبة عن قتادة عن علي البارق انه سئل ابن عمر رضي الله عنهما عن الجبن فقال كل ما صنع المسلمون واهل الكتاب (السنن الكبرى للبيهقي ص ۶۰۶) قال الامام البيهقي رحمه الله تعالى: وهذا لان السخايل تذبح فتؤخذ منها الا نفحة التي بها يصلح الجبن فاذا كانت من ذبا ثم المجوس واهل الاوثان لم يحل وهكذا اذا ماتت السخلة فاخذت منها الا نفحة لم تحل (السنن الكبرى للبيهقي ص ۶۰۶)

وقال العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله تعالى: اجمعت الامة على جواز اكل الجبن ما لم يخالط نجاسة بأن يوضع فيه نفحة سخلة ذبحها من لا يحل ذكاته فهذا ذكرناه من دلالة الاجماع هو المعتمد في اباحتہ وقد جمع البيهقي فيه احاديث كثيرة وروى عن عمر وابن مسعود وابن عمر رضي الله تعالى عنهم كلوا من الجبن ما صنع المسلمون واهل الكتاب قال البيهقي رحمه الله تعالى وهذا التقيد لان الجبن يصلح بانفحة السخلة المذبوحة فاذا كانت من ذبا ثم المجوس لم يحل وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما

انہ سئل عن السم والجبین فقال سم وكل فقيل ان فيه ميتة فقال ان علمت ان فيه ميتة فلا تأكل قال البيهقي وكان بعض العلماء لا يسأل عنه تغليباً للطهارة روينا ذلك عن ابن عباس وابن عمر وغيرهما رضي الله تعالى عنهم وكان بعضهم يسأل عنه احتياطاً روينا أنه عن أبي مسعود الأنصاري وعن الحسن البصري رحمهما الله تعالى قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يسألون عن الجبن ولا يسألون عن السم، اه من شرح المذهب (ص ۶۹ ج ۴) (اعلاء السنن ص ۱۷ ج ۱) والله سبحانه وتعالى اعلم۔
۱۷ اربع الاول ۹۳

غیر مسلم ممالک کے آنے والا پیرمایہ:

سوال: بیرونی ممالک سے جو پیرمایہ آتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ بیوقوفوں!۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پیرمایہ غیر نفحہ سے بھی بنایا جاتا ہے، اس لئے جب تک بیرونی ممالک کے پیرمایہ کا نفحہ سے بننے کا یقین نہ ہو حلال ہے معہذا احتیاط اولیٰ ہے۔
اگر نفحہ سے بننے کا یقین ہو تو حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله لا تحل ذبیحة غیر کتابی) اقول وفي بلاد الدرور كثير من النصارى فاذا جئوا بالقریشة او الجبن من بلادهم لا يحكم بعدم الحل ما لم يعلم انها معمولة بانفعة ذبیحة درزی والا فقد تعمل بغیر نفحة وقد یذبح الذبیحة نصرانی تأمل و سیأتی عن المصنف آخر کتاب الصيد ان العلم بكون الذابح اهلا للذکوة ليس بشرط (رد المحتار ص ۱۸۹ ج ۵)

وقال العلامة المحصفي رحمہ اللہ تعالیٰ: لكن في الخلاصة من اللقطات قوما صابوا بعيراً مذبوحة في طريق البادية ان لم يكن قريباً من الماء ووقع في القلب ان صاحبه فعل ذلك اباحة للناس لا بأس بالأخذ والاكل لان الثابت بالدلالة كالثابت بالصريح انتهى فقد اباح كلها

بالشرط المذكور، فعلم ان العلم بكون الذایم اهلًا للذکوة ليس بشرط
(رد المحتار ج ۵)

نصوص مذکورہ سے مطلقاً صلت معلوم ہوتی ہے مگر اس زمانہ کے اہل کتاب کا ذبیحہ
حلال نہیں۔ (ذبیحہ اہل کتاب کی تفصیل جلد سابع میں ہے) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ

صابن والا دودھ پینا:

سوال: دودھ میں صابن گر جائے تو دودھ کی صلت پر کوئی اثر پڑے گا؟ خواہ
دودھ گرم ہو یا ٹھنڈا، خواہ صابن فوراً نکال دیا گیا ہو یا کچھ دیر اس میں رہا ہو؟
بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بہر حال دودھ حلال ہے، البتہ صابن سے نقصان کا ظن غالب ہو تو حرام ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۳ ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ

حرام ہال سے لگائے ہوئے ناکے سے پانی پینا:

سوال: کسی نے شراب و جو کی رقم سے پانی کا نل لگا دیا تاکہ اہل محلہ پانی استعمال
کریں تو اس پانی کا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے؟ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسے نل سے پانی بھرنے کا گناہ ہوگا، البتہ پانی پینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۳ھ

ناپاک پانی سے سینچی ہوئی سبزی حلال ہے:

سوال: ناپاک پانی سے اگنے والی سبزی مثلاً پالک، دھنیا وغیرہ کھانا جائز
ہے یا نہیں؟ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ناپاک پانی سے اگنے والی سبزی کا کھانا جائز ہے لیکن ناپاک پانی اگر اس پر لگا ہوا ہو

اور خشک نہ ہوا ہو تو یہ سبزی ناپاک ہے، اسلئے اسے اچھی طرح دھو کر استعمال کرنا چاہیے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله لان الحمد لا یغفر)
(فرع) فی ابی السعود الزروع المسقیة بالنجاسات لا تحرم ولا تکرہ عند اکثر الفقہاء
رحمہم اللہ تعالیٰ (رد المحتار ص ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۵ھ

ناپاک پانی پینے والے جانور کا دودھ حلال ہے :

سوال :- ایک کنویں میں بلی گر گئی اور مر کر سڑ گئی۔ اس کنویں کا پانی بھیڑوں کو پلایا گیا، پھر ان بھیڑوں سے گھی اور پنیر نکالا گیا، اب یہ گھی اور پنیر پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو کیسے پاک کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

گھی اور پنیر پاک ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۲ محرم ۱۳۹۵ھ

میزبان کے ہاں کھانے کے بعد دیر تک بیٹھ رہنا :

سوال :- زید کا کہنا ہے کہ میزبان کے گھر کھانے کے بعد دیر تک بیٹھ کر گفتگو میں مشغول رہنا جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھ رہنا جائز نہیں، اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ مروت کی وجہ سے جانے کے لئے کہنے میں حجاب محسوس کرتا ہے۔

ہاں اگر کسی اہم کام کے لئے دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہو یا میزبان کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو کہ اس کی ایذا کا باعث نہ ہو تو دیر تک بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ فاذا طعمتم فانتمشوا ولا مستأنسین لحديث ان ذلکم کان یوءذی النبی فاستحب منکم : ای فاذا اکلتم الطعام فتفرقوا ولا تلبثوا والفاء للتعقیب بلا مہملۃ للدلالة علی انه ینبغی ان یکون دخولہم بعد الاذن والدعوة علی وجه یعقبہ الشرع فی الاکل بلا فصل والایۃ علی ما ذهب الیہ الجمل من المفسرین

خطاب لقوم كانوا يتحينون طعام النبي صلى الله عليه وسلم فيدخلون ويقعدون منتظرين لا درأكم مخصوصة بهم وبأمثالهم ممن يفعل مثل فعلهم في المستقبل فالنهي مخصوص بمن دخل بغير دعوة وجلس منتظرا للطعام من غير حاجة فلا تفيد النهي عن الدخول باذن لغير طعام ولا عن الجلوس واللبث بعد الطعام ملهم آخر ولو اعتبر الخطاب عاما لكان الدخول واللبث المذكوران منهيان عنهما ولا قائل به (روح المعاني ص ۶۵ ج ۸)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۲۵ ربيع الاول ۱۲۹۵ھ

اسٹیل کے برتنوں میں کھانا پینا:

سوال: آج کل اسٹیل کے برتنوں کا عام رواج ہو گیا ہے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ لوہا ہے، اس میں کھانا پینا مکروہ ہونا چاہیے، جناب کی تحقیق کیا ہے؟

بیٹو توجہ روا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

لوہے اور اسٹیل کے برتنوں میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تانبے اور پتیل کے برتنوں میں کھانے کی کراہت تحریر فرمائی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا رنگ کھانے میں شامل ہو جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہے، اس لئے قلعی کرنے کے بعد استعمال جائز ہے۔ اسٹیل کے برتن تو صحت کے لئے مفید ہیں، ان میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: ويكره الاكل في نحاس او صفر والافضل الخنزف۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ثم قيد النحاس بالغير المطلى بالمرصاص وهكذا قال بعض من كتب على هذا الكتاب اي قيل طليه بالقزدير والشب لانه يدخل الصدأ في الطعام فيورث ضررا عظيما واما بعدة فلا اه

وقال بعد اسطر: وفي الجوهرة واما الانية من غير الفضة والذهب

فلا بأس بالاكل والشرب فيها والانتفاع بها كالحديد والصقر والنحاس
والرصاص والخشب والطين اه فتنبه (رد المحتار ج ۲ ص ۵۷) واللہ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم۔

۸۔ ارذی القعدۃ ۹۸

مینرکری پر کھانا:

سوال: مینرکری پر کھانا کھانا کیسا ہے؟ اس کا عوام و خواص میں عام رواج ہے،
کیا یہ تشبہ بالکفار یا تشبہ بالفساق میں داخل ہو کر ممنوع ہے یا عام رواج ہو جانے
کی وجہ سے یہ تشبہ میں داخل نہیں رہا، اس لئے جائز ہے؟ اگر تشبہ میں داخل ہے تو
اپنے قریبی رشتہ داروں یا بعض دیندار لوگوں کے ہاں دعوت کے موقع پر کیا طریقہ اختیار
کیا جائے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر کفار و فساق یا شکیرین کے ساتھ تشبہ کی نیت ہو تو مینرکری پر کھانا ناجائز
ہے اور تشبہ کی نیت نہ ہو تو بھی خلاف سنت تو بہر حال ہے، اس لئے اس سے
احتراز لازم ہے، البتہ کہیں ابتلاء ہو جائے تو کھانے کی گنجائش ہے۔ واللہ
سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

غرة ذی الحجۃ ۹۸

خاک شفا کھانا جائز نہیں:

سوال: حاجی لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے مٹی کی ٹکیہ لاکر تقسیم کرتے ہیں،
بعض عورتیں اس کو بابرکت سمجھ کر شفاء حاصل کرنے کے لئے کھاتی ہیں، شرعاً اس کا کیا
حکم ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مٹی کا کھانا جائز نہیں، ہاں اتنی کم مقدار جو صحت کے لئے مضر نہ ہو جائز ہے۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳۰۔ ارذی الحجۃ ۹۸

یتیم کے ساتھ مشترک مال سے مہمان کو کھلانا:

سوال: ایک گھر میں یتیم بھی رہتے ہیں، تمام جائیداد مشترک ہے، اس گھر سے مہمان کو کھانا کھلانا اور مہمان کا کھانا کھانا، اسی طرح کسی مسکین کو کھانا دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹھا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یتیموں کے ساتھ مشترک مال سے مہمان کو کھانا کھلانا اور مسکین کو دینا جائز نہیں، مہمان اور مسکین کے لئے کھانا حرام ہے۔
یتیموں کے مصارف کا صحیح حساب رکھنا فرض ہے، مہمان نوازی وغیرہ بالغ شرکاء اپنے پاس سے کریں۔

البتہ اگر بالغ شرکاء الگ سے بھی کھاتے ہوں اور اپنی کمائی کو مشترک کھاتے ہیں جمع کر دیتے ہوں، اور نجی کمائی اتنی زیادہ ہو کہ مشترک کھاتے سے مہمان نوازی کے مصارف ادا کرنے کی صورت میں یتامی کی حق تلفی نہ ہونے کا یقین ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

قال الامام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ: السادسة: قوله تعالى وان
تخالطوهم فاخوانکم هذه المخالطة كخلط المثل بالمثل كالمثل بالتم وقال
ابو عبيد: مخالطة اليتامى ان يكون لاحد هم المال ويشق على كافلة ان يفرد
طعامه عنه ولا يجد بدا من خلطه بعياله فيأخذ من مال اليتيم ما يرى
انه كافيه بالتحرى فيجعله مع نفقة اهله وهذا قد يقع فيه الزيادة
والنقصان فجاءت هذه الآية النسخة بالرخصة فيه (الجامع لاحكام القرآن ج ۳)
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۹ رمضان ۱۴۹۹ھ

شیعہ کے ہاں کھانا:

سوال: شیعہ کے گھر جاتا پڑے تو ان کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ گوشت اور دوسری چیزوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیٹھا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

شیعہ زندیق ہیں، ہذا ان سے کسی قسم کا تعلق جائز نہیں، ان کے گھر سے کوئی چیز کھانا

غیرت ایمانیہ کے خلاف اور ناجائز ہے۔ البتہ بوقت ضرورت شدیدہ گنجائش ہے۔
مگر گوشت کے بارے میں چونکہ کچھ تفصیل ہے، اس لئے اس سے احتراز واجب ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰، رذی القعدة ۹۹ھ

کافر کی دعوت قبول کرنا:

سوال: کافر کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو کافر زندقہ نہ ہو یعنی خود کو مسلمان نہ کہتا ہو اس کے گھر کا کھانا جائز ہے، بشرطیکہ
اس کی آمدن اسلام یا اس کے اپنے مذہب کی رو سے حلال ہو ورنہ نہیں۔
البتہ اس کا ذبیحہ ہر حال حرام اور مردار ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵، رذی الحجہ ۹۹ھ

نائی کی دعوت قبول کرنا:

سوال: نائی کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ نمازی و متقی ہو؟

بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر نائی ڈارھی مونڈنے، کاٹنے اور خلاف شرع بال بنانے کا کام بھی کرتا ہو تو
اس کی دعوت کھانے کے جواز کی تین شرائط ہیں:

① حرام آمدن کے حلال آمدن سے کم ہونے کا یقین ہو۔

② دعوت کا مال خالص حرام سے ہونے کا یقین نہ ہو۔

③ حرام و حلال سے مخلوط ہونے کا یقین نہ ہو۔

ان امور ثلاثہ میں اشتباہ کی صورت میں دعوت کھانا جائز ہے مگر احتراز

بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرة ذی الحجہ ۹۹ھ

دانتوں سے نکلنا ہوا روٹی کا ٹکڑا نگلنا:

سوال: کھانا کھاتے ہوئے بعض اوقات کچھ ذرات دانتوں میں اٹکے رہ جاتے

ہیں، یہ ذرات کبھی تو زبان کی نوک کے ذریعہ اور کبھی خلال کے ذریعہ نکل آتے ہیں، ان کا نگلنا کیسا ہے؟ بیٹنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دونوں صورتوں میں نگلنا جائز ہے، مگر خلال سے نکالنے کی صورت میں نگلنا نظافت کے خلاف ہے، نیز خلال سے خون نکلنے اور غذا کے ذرہ کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ ہے، اس لئے بہتر ہے کہ نہ نگلا جائے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث: من اکل فما تخلل فیلفظ وما لاک بلسا نہ فلیبتلع من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج (مشکوٰۃ ص ۱ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰۔ محمد شمس

بانجھ بکری کا دودھ:

سوال: ایک بکری بدون ملاقات فحل وبدون ولادت ایسے ہی دودھ دینے لگی، یہ دودھ حلال ہے یا حرام؟ بیٹنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حلال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳۔ محمد شمس

حرام سوختہ سے پکا ہوا کھانا:

سوال: ہوٹل میں ہیٹر کے ذریعہ ناشتہ وغیرہ تیار کیا جاتا ہے جو قانوناً ممنوع ہے، اسی طرح سردیوں میں اس سے کمر اگر گرم کیا جاتا ہے، ہوٹل میں سوائے چند دیندار ساتھیوں کے سو فیصد طلبہ ہیٹر استعمال کرتے ہیں، کیا ہیٹر کا استعمال جائز ہے اور اس سے پکا ہوا کھانا حلال ہے؟ اگر ہم کسی ساتھی کے کمرے میں جائیں اور وہ ہیٹر سے چائے تیار کر کے پیش کرے تو اس کا پینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کمرے کے دوسرے ساتھی ہیٹر سے کمر گرم کرنے پر مہم ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

بیٹنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

خلاف قانون میٹر کا استعمال حرام ہے، اس سے بچی ہوئی چیز اگرچہ حرام نہیں، مگر اس سے احتراز لازم ہے، دوسرے ساتھی کے ہاں بھی چائے نہ پی جائے۔
مگر اگر کم کرنا بھی جائز نہیں، دوسرے ساتھی منع کرنے پر بھی باز نہ آئیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵، صفر ۱۴۲۸ھ

ملتانی مٹی کھانا:

سوال: بعض حاملہ عورتیں ملتانی مٹی بھون کر یا کچی کھاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟
جن سے معلوم کیا کہ کیوں کھاتی ہو تو کہنے لگی کہ حمل کے زمانے میں اچھی لگتی ہے۔
بیٹو اتوجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مٹی کی حرمت بسبب ضرر ہے۔ اگر کوئی مستند طبیب کہدے یا تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ اس کی خاص مقدار میں ضرر نہیں تو اتنی مقدار کھانا جائز ہے اس سے زیادہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

خون ملا ہوا دودھ بچے کو پلانا حرام ہے:

سوال: ایک عورت کے پستان سے دودھ کے ساتھ خون بھی آتا ہے، جبکہ بچے کی رضاعت ابھی باقی ہے، کیا اس عورت کے لئے بچے کو دودھ پلانا جائز ہے؟ اس سے متعلق اگر کوئی جزئیہ کتب فقہ میں مل جائے تو ضرور تحریر فرمائیں۔ بیٹو اتوجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کے لئے جزئیہ صریحہ کی ضرورت نہیں، خون کی حرمت منصوص ہے، لہذا دودھ میں خون کا رنگ نظر آئے تو حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۹، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

فارمی مرغیوں کی خوراک اور گوشت کا حکم:

سوال: پولٹری فارم والے مختلف قسم کے مردار جانوروں کا خون اور دوسرے

بعض اعضاء رملہ کر مرغیوں کی غذا تیار کر کے ان کو کھلاتے ہیں، اس قسم کی خوراک مرغیوں کو کھلانا، اس خوراک کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس خوراک سے پکی ہوئی مرغیوں کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ بیسوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی غذا کی خرید و فروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں، البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں، گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے، جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہد ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله وكره لحم الجلالة التي تأكل العذرة) ای فقط حتى انتن لحمها قال فی شرح الوهبانية وفي المنتقى الجلالة المكروهة التي اذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولا يعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها وذكر اليعاقبة ان عرفها نجس اه وقد مناه في الذبائح (ردالمحتار ج ۵) وقال، لعلامة الحمصكي رحمہ اللہ تعالیٰ: و تحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقد ربثلاثة ايام لدجاجة واربعه لثاة وعشرة لابل وبقر على الاظهر ولو اكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل اكل جدي غذي بلبن خنزير لان لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له اثر۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله حلت) وعن هذا قالوا لا بأس بأكل الدجاجة لانه يخلط ولا يتغير لحمه وروى انه عليه الصلوة والسلام كان يأكل الدجاجة وما روى ان الدجاجة تحبس ثلاثة ايام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه زيلعي (ردالمحتار ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔
اروى القعدة ۱۲۷

بیوی کا دودھ حرام ہے:

سوال: شوہر بیوی کا دودھ پی سکتا ہے؟
بیسوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

یوم عرفہ ۱۴۲۸ھ

ٹوٹے ہوئے پیالے سے پینا:

سوال: پیالے کا کنارہ اگر ٹوٹ جائے تو اس سے چائے یا پانی وغیرہ پینا کیسا

ہے؟ بیٹو! توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ پر منہ لگا کر پینا مکروہ ہے، وجوہ کراہت یہ ہیں:

① پانی گرنے کا اندیشہ ہے۔

② منہ میں چھبنے کا خطرہ ہے۔

③ اس مقام پر میل وغیرہ بہا ہوا ہوتا ہے۔

ٹوٹے کی ٹوٹی سے پینے میں کراہت اسی وجہ سے ہے، ٹوٹی سے پینے میں کراہت

کے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ شاید اس میں کوئی تنکا یا کیرا وغیرہ ہو۔

④ یہ طبع سلیم کے خلاف ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال نھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عن الشرب من ثلثہ القدح و ن یفتح فی الشراب -

متن ابی داؤد ص ۲ ج ۲

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کمرۃ ان یشرب الرجل من

کسر القدح او یتوضاً منہ (مصنف عبد الرزاق ص ۱۰ ج ۱۰) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرة محرم ۱۴۰۳ھ

مروار کی ہڈی کا گودا ناپاک ہے:

سوال: میتہ کی ہڈی کے اندر جو گودا اور مغز ہے، یہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر

ناپاک ہے تو نجاست کی وجہ کیا ہے؟ ہڈی تو دونوں طرف سے بند ہے اس میں حلول نجاست

ناممکن، اگر حلال طعام میں میتہ کی ہڈی یا اس کا گودا ڈالا جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا یا

نہیں؟ بیٹو! توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بڈی کے اندر کا گودا بھی خوراک کے تقدیر سے پیدا ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ خوراک وغیرہ کا اثر بڈی کے اندر بھی پہنچتا ہے، جس طرح بھی پہنچانے کا قدرت نے انتظام کیا ہو، جب خوراک کے اثر سے بڈی کا گودا پیدا ہوتا ہے تو یہ بھی نجس ہوگا۔

بڈی پاک ہے، مگر میتہ کی جو چیزیں طاہر ہیں ان کا کھانا جائز نہیں، اگر بڈی کے اوپر یا اندر کسی قسم کی رطوبت کا کوئی اثر ہو تو کھانے میں ایسی بڈی ڈالنے سے کھانا حرام ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۱۴۰۳ھ

جیلی کی تحقیق:

سوال: ڈبل روٹی پر جیلی لگا کر کھاتے ہیں، بعض لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں، کیونکہ یہ جانور کی کھال اور بڈی سے بنتی ہے۔ آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اولاً جیلی کا بڈی اور کھال سے بنایا جانا ضروری نہیں، درختوں کے پتوں وغیرہ سے بھی بنائی جاتی ہے۔

ثانیاً اگر کھال وغیرہ سے بنائی گئی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ کھال مردار ہی کی ہو، حلال ذبیحہ کی کھالیں غالب ہیں۔

ثالثاً جیلی صنعت میں تبدیل ماہیت کا احتمال بھی ہے، اس صورت میں حرام جانور کی کھال سے بنی ہوئی جیلی بھی حلال ہے۔

زیادہ تجسس اور کھود کرید کرنا اور احتمالات و اولہم کی بناء پر احتراز کرنا دین میں تعمق و غلو ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور ملا دلیل شرعی حرمت کا حکم لگانا دین میں زیادتی اور تحریف ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ صفر ۱۴۰۵ھ

چائے میں مکھی گرنا:

سوال: گرم چائے میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر چائے پینا حلال ہے یا حرام؟ البحر کے مندرجہ ذیل جزئیہ سے علت معلوم ہوتی ہے:

ومعنى امقلوه اغمسوه وجعل الاستدلال به ان الطعام قد يكون حارا فيموت بالغمس فيه فلو كان يفسده لما امر النبي صلى الله عليه وسلم ليكون شفاء لنا اذا اكلناه (البحر الرائق مشج ۱)
جواب محقق سے نوازیں۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مکھی دوسرے حشرات الارض کی طرح حرام ہے، اگر کھانے پینے کی کوئی چیز اتنی گرم ہو کہ مکھی کے اجزاء اس میں حل ہو جانے یا اس کا عرق شامل ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے تو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق اس کا استعمال حرام ہوگا۔
جزئیہ بحر اس صورت پر محمول ہے کہ مکھی کے اجزاء یا عرق کے اختلاط کا ظن غالب نہ ہو۔ چونکہ حشرات الارض کی حرمت کی اصل علت استنجاث ہے اور یہ قلیل مقدار میں پائی جاتی ہے، طعام و شراب کثیر مقدار میں ہو تو یہ علت نہیں پائی جاتی، لہذا بڑی دیک میں مکھی گر جائے تو اس کا استعمال جائز ہے۔

قال الامام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ: روى عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا تفتت الضفدع في الماء كرهت شربه لا للنجاسة بل لحرمة لحمه وقد صارت اجزاؤه فيه وهذا تصريح بأن كراهية شربه تحريمية وبه صرح في التجنيس فقال يحرم شربه (فتح القدير مشج ۱)

وكذا قال العلامة ابن نجيم رحمہ اللہ تعالیٰ (البحر الرائق مشج ۱)
وقال ايضا: واعلم ان كل ما لا يفسد الماء لا يفسد غير الماء وهو الاصح كذا في المحيط والتحفة والاشبه، بالفسد كذا في البدائع لكن يحرم اكل هذه الحيوانات المذكورة ما عدا السمك الغير الطافي لفساد الغذاء وخبثته متفسخا او غيره وقد قد مناه عن التجنيس (البحر الرائق مشج ۱) والله سبحانه وتعالى اعلم.
۱۹ صفر ۱۴۱۲ھ

کیڑا لگا ہوا پھل یا اناج کھانا:

سوال: جس پھل میں کیڑا لگا ہو اس کا کھانا کیسا ہے؟ "نفع لمفتی والسائل" سے
بغرض تصدیق ایک استفسار دواستبشار پیش خدمت ہے:

الاستفسار: هل يحل اكل الدود التي تكون في التفاح وغيرها معه؟
 الاستبشار: نعم لتعس الاحترازی منه واما اذا فسدت واكلت فتحكمها
 حکم الذباب کذا فی مطالب المؤمنین (رفع المفقو والسائل من) بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

کیڑا نکال کر پھیل کھانا حلال ہے۔ نفع المفقو والسائل کا جواب صحیح نہیں۔
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا بأس بدود النربور
 قبل ان ينفتح فيه الروح لان ما لا روح له لا يسمى ميتة خانية وغيرها قال
 ويؤخذ منه ان اكل الجبن او الخمل او الثمار كالنبق بدودة لا يجوز ان نفخ
 فيه الروح۔ (رد المحتار ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۱۰ ازی القعدة ۱۲۱۲ھ

مسلمان کا مملوک گوشت کافر کے قبضہ میں جانے سے حرام نہیں ہوتا:

سوال: مندرجہ ذیل سوالات کا حل مطلوب ہے:

① کافر نے مسلمان کو خبر دی کہ اس نے یہ گوشت مسلمان سے خریدا ہے یا مسلمان
 نے اس کو بہیرہ دیا ہے تو کیا اس کی خبر کو معتبر قرار دے کر وہ گوشت حلال سمجھ کر کھانا
 جائز ہے؟

② مسلمان کا مملوک گوشت کچھ وقت ایسی حالت میں کافر کے قبضہ میں رہا کہ
 کوئی مسلمان اس کے پاس نہیں تھا تو کیا اس طرح کافر کے قبضہ میں رہنے سے گوشت
 حرام ہو جاتا ہے؟ بعض لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں، کیا مسئلہ ایسے ہی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

دونوں صورتوں میں گوشت حلال اور اس کا استعمال جائز ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: ويقبل قول كافر ولو جوسيا

قال اشتریت اللحم من كتابی فيحل او قال اشتریتہ من مجوسی فيحرم ولا يردہ

يقول الواحد واصله ان خبر الكافر مقبول بالا جماع في المعاملات لافي

الديانات وعليه يحمل قول الكثر ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة

يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة كما توهم

الزيلعي۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله واصله الخ)
ای اصل ما ذکر من ثبوت الحل والحرمۃ وهو یشیر الی سؤال وجواب
الہذا کورین فی النہایۃ وغیرہا حاصل السؤال ان هذه المسألت
مناقضة لقوله الاتی وشرط العدالة فی الدیانات فان من الدیانات
الحل والحرمۃ کہا اذا اخبر بأن هذا حلال او حرام وقد شرط فیها العدل
والمراد به المسلم المرضی وهنا قوله شریعت من کتابی الخ معناه انه حلال
او حرام وقد قبل فیہ خبر الکافر ولو مجوسیا والجواب ان قوله شریعتہ من
المعاملات وثبوت الحل والحرمۃ فیہ ضمنی فلما قبل قوله فی الشرائع ثبت
ما فی ضمنہ بخلاف ما یأقی وکم من شیء یتثبت ضمنہ لا قصد اوقوف
المنقول وبيع الشرب وبہ یتضح الجواب من الکثر (ردالمحتار ج ۵)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۲۵۸ھ

کافر کے ہاں جواز اکل لحم کا جیلہ:

سوال اکافر نے جانور خرید کر کسی مسلمان سے ذبح کرایا، اس کے گوشت سے مسلمانوں
کی دعوت کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ بات انتہائی مشکل ہے کہ ذبح کے وقت سے
کھلانے کے وقت تک یہ گوشت کسی مسلمان کی نگرانی میں رکھے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کوئی ایسی
تدبیر ہے کہ جس سے اس مشکل سے نجات مل جائے اور مسلمانوں کے لئے اس گوشت کا کھانا
حلال ہو جائے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی تدبیر یہ ہے کہ کافر اپنے جانور کا کسی مسلمان کو قیمت یا ہدیہ مالک بنا دے،
پھر مسلمان اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت قیمت یا ہدیہ کافر کو دے دے۔ اس صورت
میں مسلمان کی نگرانی ضروری نہیں اور مسلمانوں کے لئے اس کا کھانا جائز ہے۔ کافر کا
اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے یہ مسلمان سے خریدا ہے یا مسلمان نے مجھے ہدیہ دیا ہے۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲ رجب ۱۲۵۸ھ

مال حرام سے مسکین کا کھانا جائز نہیں :

سوال : ایک شخص بنک میں ملازم ہے۔ اس کی بالغ اولاد اگر مسکین ہے تو کیا ان کے لئے والد کی حرام آمدن سے کھانا پہننا جائز ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرام مال واجب التصدق ہے جس میں تمہیک مسکین ضروری ہے، اس لئے حرام آمدن والے کے ہاں کھانا مسکین کے لئے بھی جائز نہیں، البتہ وہ مسکین کو مالک بنا دے تو اس کے لئے جائز ہے مگر تمہیک مسکین کے بعد بھی غنی کے لئے جائز نہیں جب تک کہ غنی کو مالک نہ بنائے۔

سوال میں مذکورہ صورت میں یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ والد بالغ اولاد میں سے کسی کو نقد رقم کا مالک بنا دے پھر وہ گھر کے تمام مصارف پر خرچ کرتا رہے، اس طرح پورا گھرانا حرام خوری سے بچ سکتا ہے۔

فی الباب الخامس عشر من کراہیۃ الہندیۃ : والسبیل فی المعامی ردھا وذلك ههنا بروا لما أخذ ان تمكن من رده بأن عرف صاحبه وبالمصدق به ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله (عالمگیریۃ ص ۳۴۹ ج ۵)

وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وأیس من علیہ ذلك من معرفتهم فعلیه التصديق بقدرها من ماله وان استغرت جميع ماله (ردالمحتار ص ۳۲ ج ۳)

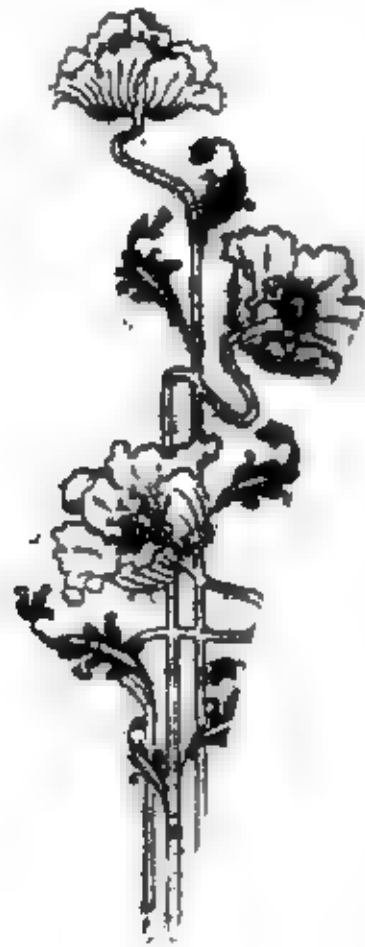
وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله تمليكاً) فلا يكفي فيها الاطعام الا بطريق التملك ولو اطعمه عنده ناديا الزكاة لا تكفي ط (ردالمحتار ص ۳۲ ج ۳)

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وطاب لسيدة وان لم يكن مصرقا للصدقة ما ادى اليه من الصدقات فجعلن لتبدل الملك واصله حديث بريرة رضي الله تعالى عنها هي لك صدقة ولنا هدية كما في وارث شخص فقير مات عن صدقة اخذها وارثه الغني وكما

فی ابن السبیل اخذها ثم وصل الى ماله وهی فی یدہ ای الزکاة
وکف فقیراً استغنی وهی فی یدہ فانها تطیب له بخلاف فقیر
اباح لغنی او هاشمی عین زکاة اخذها لا یحل لان الملك لم
یتبدل -

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی تحت قوله لان
الملك لم یتبدل لان المباح له یتناوله علی ملک المیثم ونظیره
المشتری شراء فاسدا اذا اباح لغيره لا يطیب له ولو ملکه
یطیب هداية (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم -

۱۴ ربيع الاول ۱۳۱۲ھ



سلام کے احکام

کافر کو سلام کہنا یا جواب دینا:

سوال: کافر کو سلام کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟ بیٹنوا توجیروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کافر کو تعظیماً سلام کہنا کفر ہے، تعظیم مقصود نہ ہو محض تحیہ کے طور پر ہو تو ناجائز ہے اور کسی حاجت سے ہو تو جائز ہے مگر السلام علی من اتبع الهدی کہے۔
کافر کے سلام کا جواب دینا جائز ہے مگر جواب میں صرف وعلیک کہے۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویسلم المسلم علی اهل الذمۃ لولہ حاجۃ الیہ والاکراہ ہوالصمیم (الی ان قال) ولوسلم یهودی اونصرانی او مجوسی علی مسلم فلا یأس بالرد ولكن لا یزید علی قوله وعلیک کما فی الخانیۃ ولوسلم علی الذمی تبجیلًا یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ویسلم المسلم علی اهل الذمۃ الخ) انظر هل یجوز ان یأتی بلفظ الجمع لوکان الذمی واحداً والنظاہر انه یأتی بلفظ المفرد اخذاً مما یأتی فی الرد تأمل کن فی الشرعۃ اذا سلم علی اهل الذمۃ فلیقل السلام علی من اتبع الهدی وكذلك یتب فی الکتب الیہاہ وفي التارخانیۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کتبت الی یهودی اونصرانی فی حاجۃ فاکتب السلام علی من اتبع الهدی اہ (قوله لولہ حاجۃ الیہ) ای الی الذمی المفہوم من المقام قال فی التارخانیۃ لان النہی عن السلام لتوقیرہ ولا توقیر اذا کان السلام لحاجۃ (رد المحتار ص ۲۶۳ ج ۵)

وقال ایضاً: (قوله فلا یأس بالرد) المتبادر منه ان الاولی عدمہ لكن

فی التارخانیۃ واذا سلم اهل الذمۃ ینبغی ان یرد علیہم الجواب وبہ نأخذ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۹ شعبان ۱۲۸۸ھ

بدعتی اور فاسق کو سلام کہنا:

سوال: بدعتی اور فاسق کو سلام کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اور ان کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟ بیٹھا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بدعتی اور علانیہ فسق میں مبتلا شخص کو سلام کہنا جائز نہیں۔ ڈاڑھی ایک مشبہ سے کم کرنا، ٹخنے ڈھانکنا، ٹی وی دیکھنا، تصویریں بنانا، رکھنا، عورتوں کا شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا، حرام کھانا، بنک انشورنس وغیرہ سودی اداروں کی ملازمت، غیبت کرنا یہ سب علانیہ بغاوتیں ہیں، جو شخص ان کا ارتکاب کرتا رہتا ہے جب تک وہ ان گناہوں سے توبہ کا اعلان نہ کرے اسے سلام کہنا جائز نہیں۔

البتہ اگر کسی فاسق سے تعارف اور جان پہچان ہے تو سلام کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں سلام نہ کہنے میں کبر کا گدگد ہو سکتا ہے۔ نیز اسے دین اور دنیاداروں سے مزید متنفر کرنے کا باعث ہے۔

جواب دینا بہر حال ضروری ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ السلام علی الفاسق

لومعلنا والالا۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله لومعلنا) وفي فصول العلای لا یسلم علی الشیخ المانح الکذاب واللاغی من یسب الناس او ینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی او یطیر الحمام ما لم تعرف توبته (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۵)

وقال ایضاً: ینبغی وجوب الرد علی الفاسق لان کراهۃ السلام علیہ للترج

فلاتنافی الوجوب علیہ تأمل (رد المحتار ج ۱ ص ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ

مواقع کراہت سلام:

سوال: انسان کے کون کون سے حالات ایسے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کا اسے سلام کہنا مکروہ ہے؟ مواقع کراہت میں اگر کوئی سلام کہے تو جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جسر وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مواقع کراہت سلام درج ذیل ہیں:

① جو شخص جواب دینے سے عاجز ہو اسے سلام کہنا خواہ حقیقتہً عاجز ہو، جیسے کھانے میں مشغول ہو یا شرعاً عاجز ہو، جیسے ناز، اذان، اقامت، ذکر، تلاوت یا علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو۔

② قاضی کو مجالس قضاء میں خصمین کا سلام کہنا۔

③ نامحرم جوان عورت۔

④ برہنہ شخص۔

⑤ پیشاب، پاخانہ میں مشغول شخص۔

⑥ شطرنج، تماش وغیرہ میں مشغول شخص۔

⑦ بیوی کے ساتھ مشغول شخص۔

ان تمام صورتوں میں راجح قول یہ ہے کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي النهي عن صدر الدين القرني:

سلامك مكروه على من تسمع

مصل و قال ذاكر و محدث

مكره قه جالس لقضا ئس

مؤذن ايضا بمقيم مدرس

ولعاب شطرنج و شبه بخلقهم

ودع كافر ايضا و مكشوف عورة

ودع اكلا الا اذا كنت جائعا

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله و صرح في الضياء)

قلت لكن في البحر عن الزيلعي ما يخالفه فانه قال يكره السلام على المصلی والقارئ والمجالس للقضاء او البحث في الفقه او التخلي ولو سلم عليهم لا يجب عليهم الرد لانه في غير محله اه ومفاده ان كل فعل لا يشاع فيه السلام لا يجب الرد وفي شرح الشريعة صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد في بعض المواضع القاضی اذا سلم عليه الخصمان والاستاذ الفقيه اذا سلم عليه تلميذه او غيره او ان الدرس وسلام السائل والمشتغل بقراءة القرآن والدعاء حال شغلهم والمجالسين في المسجد بتسبيح اوقراءة او ذكر حال التذكير اه وفي البزازية لا يجب الرد على الامام والمؤذن والخطيب عند الثاني وهو الصحيح اه (رد المحتار ج ۱)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۸ ربيع الاول ۱۲۹۹ھ

خط کے سلام کا جواب :

سوال : خط کے سلام کا جواب واجب ہے یا نہیں ؟ اگر واجب ہے تو کیا فی الفور واجب ہے یا عند جواب کتاب ؟ اگر خط کا جواب دینے کا ارادہ نہ ہو یا خط قابل جواب نہ ہو تو کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ما هم الصواب

زبانی یا بذریعہ خط جواب دینا واجب ہے ، بہتر ہے کہ فوراً زبان سے جواب دے دیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے خط کے جواب کا موقع نہ ملے تو واجب فوت ہونے کا گناہ ہوگا۔ خط کا جواب دینے کا ارادہ نہ ہو یا خط قابل جواب نہ ہو تو فوراً زبان سے جواب دینا واجب ہے۔

قال العلامة المحصفي رحمه الله تعالى : ويجب رد جواب كتاب التحية كرد السلام۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ويجب رد جواب كتاب التحية) لان الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر مجتبی والناس عنه غافلون ط اقول المتبادر من هذا ان المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب لكن في الجامع الصغير للسيوطي رد جواب الكتاب حق كرد السلام

نقال شارحه المناوی ای اذا كتب لك رجل بالسلام في كتاب ووصل اليك وجب عليك الرد باللفظ او بالمراسلة وبه صرح جمع شافعية وهو مذهب ابن عباس رضي الله تعالى عنهما (رد المحتار ص ۲۶۶ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم
 ۲۰ ربيع الاول ۱۲۹۸ هـ

ریڈیو پر سلام کا جواب واجب نہیں :

سوال : ریڈیو پر تقریر، درس قرآن یا خبروں سے قبل السلام علیکم کہا جاتا ہے، سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

بلا ضرورت خبریں سننا ہی جائز نہیں، اس لئے ریڈیو پر سلام سننے اور اس کا جواب دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگر کسی ضرورت واقعہ سے خبریں سن رہا ہے اور ریڈیو پر سلام سن لیا تو اس کا جواب دینا جائز نہیں اس لئے کہ یہ سلام سنت کے خلاف اور بے موقع ہے، وعظمت تقریر اور کسی امر کی عام اشاعت اور اعلان سے قبل سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطبات یا ثورہ ہیں مگر ان سے قبل سلام کہیں منقول نہیں۔

عن هلال بن يساف قال كنا مع سالم بن عبيد فعطس رجل من القوم

فقال السلام عليكم فقال له سالم وعليك وعلى املك فكان الرجل وجد في نفسه فقال اما اني لما قل الا ما قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا عطس رجل عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال السلام عليكم فقال النبي صلى الله عليه وسلم عليك وعلى املك الحديث رواه الترمذي وابو داود۔
 (مشکوٰۃ ص ۴۲۲)

فعدل صلى الله عليه وسلم عن الجواب المسنون واختار الطريق الغريب

تنبيهها على ان العطاس ليس محلا للسلام۔

بعض اکابر نے ریڈیو کے سلام کا جواب واجب نہ ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ مجیب مسلم کو جواب سنانے پر قادر نہیں مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ وجوب جواب کے لئے

قدت علی الاسماع شرط نہیں کما قالوا فی جواب سلام الكتاب والا صم، بلکہ بعض صورتوں میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے قدرت اسماع کے باوجود بھی جواب بدون اسماع تحریر فرمایا ہے، کما فی جواب سلام الاجنبیۃ الشایۃ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۲۹۸ھ

سلام میں برکات پر زیادتی مکروہ ہے :

سوال : ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ سلام اور جواب سلام میں برکات نہ کئے بعد و منغرتہ وغیرہ زیادہ کرنا مکروہ ہے، حالانکہ میں نے مشکوٰۃ شریف میں زیادتی کی فضیلت کی حدیث پڑھی ہے، لہذا اس بارے میں تحقیق فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس بارہ میں روایات مختلف ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے کراہت۔

بوجہ ذیل کراہت کو ترجیح ہے :

① حضرات فقہاء اور عامۃ المفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کراہت کے قائل ہیں۔

② بوقت تعارض اصولاً کراہت کو ترجیح ہے۔

③ مانعت کی روایت سنداً قوی ہے۔

④ مقلد کے لئے قول فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ہی دلیل ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا یزید الراد علی وبرکاتہ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : قال فی التارخانیۃ

والافضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والمجیب كذلك

یرد ولا ینبغی ان یزاد علی البرکات شیءا (رد المحتار ج ۵)

وقال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله فزادہ ورحمۃ اللہ)

فیہ مشر وعبۃ الزیادۃ فی الرد علی الابتداء وهو مستحب بالاتفاق لوقوع

التحیۃ فی ذلک فی قوله تعالیٰ ”فحیوا یا حسن منها اور دوہا“ فلوزاد المبتدئ

وسمۃ اللہ استحب ان یزاد وبرکاتہ ولوزاد وبرکاتہ فعل تشویر الزیادۃ

فی الرد وکذا لوزاد المبتدئ علی وبرکاتہ هل یشروع لہ ذلک اخرج مالک

فی الموطأ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال انتہی السلام الی البرکۃ

واخرج البيهقي في الشعب من طريق عبد الله بن ياميه قال جاء رجل الى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته فقال حسيك الى وبركاته انتهى الى وبركاته ومن طريق زهير بن معبد قال قال عمر رضي الله تعالى عنه انتهى السلام الى وبركاته ورجاله ثقات وجاء عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الجواز فاخرج مالك ايضا في الموطأ عنه انه زاد في الجواب والغايات والرائحات واخرج البخاري في الادب المفرد من طريق عمر بن شعيب عن سالم مولى ابن عمر قال كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يزيد اذا رد السلام فاتيته مرة فقلت السلام عليكم فقال السلام عليكم ورحمة الله ثم اتيته فردت وبركاته فرد وثرادني وطيب صلوته ومن طريق زيد بن ثابت انه كتب الى معاوية رضي الله تعالى عنهما السلام عليكم يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته ومغفرته وطيب صلوته ونقل ابن رقيق العيد عن ابي الويد ابن رشد انه يؤخذ من قوله تعالى "فحيوا باحسن منها" الجواز في الزيادة على البركة اذا انتهى اليه المبتدئ واخرج ابوداود والترمذي والنسائي بسند قوي عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال السلام عليكم فرد عليه وقال عشر ثمر جاء اخر فقال السلام عليكم ورحمة الله فرد عليه وقال عشرون ثمر جاء اخر فزاد وبركاته فرد وقال ثلاثون واخرج البخاري في الادب المفرد من حديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه وصححه ابن حبان وقال ثلاثون حسنة وكذا فيما قبلها صرح بالمعدود وعند ابي نعيم في عمل يوم وليلة من حديث علي رضي الله تعالى عنه انه هو الذي وقع له مع النبي صلى الله عليه وسلم ذلك واخرج الطبراني من حديث سهل بن حنيف بسند ضعيف رفعه من قال السلام عليكم كتب له عشر حسنات ومن زاد ورحمة الله كتبت له عشرون حسنة ومن زاد وبركاته كتبت له ثلاثون حسنة واخرج ابوداود من حديث سهل بن معاذ بن اسد الجهنني عن ابيه بسند ضعيف

نحو حديث عمران و مراد في آخره ثم جاء آخر فزاد ومغفرته فقال
 اربعون وقال هكذا تكون الفضائل واخرج ابن السني في كتابه بسند
 واه من حديث انس رضي الله تعالى عنه قال كان يمر فيقول السلام
 عليك يا رسول الله فيقول له وعليك السلام ورحمة الله وبركاته
 ومغفرته ورضوانه واخرج البيهقي في الشعب بسند ضعيف ايضا
 من حديث يزيد بن اسلم كنا اذا سلم علينا النبي صلى الله عليه وسلم
 قلنا وعليك السلام رحمة الله وبركاته ومغفرته وهذه الاحاديث
 الضعيفة اذا انضمت قوى ما اجتمعت عليه من مشرعية الزيادة على وبركاته
 (فتح الباري ص ۱۰۰)

قال العبد الضعيف: فاني راجعت الموطأ فوجدت فيه خلاف ما نقل
 عنه الحافظ رحمه الله تعالى ونصه عن يحيى بن سعيد ان رجلا سلم على عبد الله
 ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته
 والغايات والرائحات فقال له عبد الله بن عمر وعليك الغايات كره
 ذلك (موطأ ص ۲۵)

قال العلامة محمود الألوسي رحمه الله تعالى: (فحسبوا با حسن منها) اي
 بتحية احسن من التحية التي حييت بها بأن تقولوا وعليكم السلام ورحمة
 الله تعالى ان اقتصر المسلم على الاول وبأن تزيدوا وبركاته ان جمعها
 المسلم وهي النهاية فقد اخرج البيهقي عن عروة بن الزبير رضي الله تعالى
 عنهما ان رجلا سلم عليه فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فقال
 عروة ما ترك لنا فضلا ان السلام قد انتهى الى وبركاته وفي معناه ما
 اخرج الامام احمد والطبراني عن سلمان الفارسي رضي الله تعالى عنه مرعفا
 وذلك لان نظام تلك التحية لجميع فنون المطالب التي هي السلامة عن المضار و
 نيل المناق و دوامها و تماؤها وقيل يزيد المحي اذا جمع المحي الثلاثة له فقد اخرج

البخاری فی الادب المفرد عن سالم مولى عبد الله بن عمر قال کان ابن عمر رضی الله تعالى عنهما اذا سلم علیه فرد زاد فاتیتہ قلت السلام علیکم فقال السلام علیکم ورحمة الله تعالى شراتیتہ مرة اخرى فقلت السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته وطیب صلواته ولا یتعین ما ذکر للزیادة فقد ورد خبر رواه ابو داود والبیہقی عن معاذ رضی الله تعالى عنه زیادة ومغفرته فما فی الدبر من ان المراد لا یزید علی وبرکاته غیر مجمع علیہ (روح المعانی ص ۴۹ ج ۵)

قال الامام الرازی رحمہ الله تعالى : (المسألة الرابعة) منتهی الامر فی السلام ان یقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته بدلیل ان هذا القدر هو الوارد فی التشہد واعلم انه تعالى قال "فخیوا باحسن منها اورودها" فقال العلماء والاحسن هو ان المسلم اذا قال السلام علیک زید فی جوابہ المرحمتہ وان ذکر السلام والرحمة فی الابتداء زید فی جوابہ البرکة وان ذکر الثلاثة فی الابتداء عادها فی الجواب ما وی ان رجلاً قال للرسول صلی الله علیه وسلم السلام علیک یا رسول الله فقال علیه الصلوة والسلام وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته واخر قال السلام علیک ورحمة الله فقال وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته فجاء ثالث فقال السلام علیک ورحمة الله وبرکاته فقال علیه الصلوة والسلام وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته فقال الرجل نقصتني فاین قول الله فخیوا باحسن منها فقال صلی الله علیه وسلم انک ما ترکت لی فضلاً فرددت علیک ما ذکر ت (تفسیر کبیر ص ۲۱ ج ۱) قال الحافظ ابن کثیر رحمہ الله تعالى بعد نقل الحديث المذكور بطرق متعددة : وفي هذا الحديث دلالة على انه لا زیادة فی السلام علی هذه الصفة السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته اذ لو شرع اکثر من ذلك لزيادة رسول الله صلی الله علیه وسلم (تفسیر ابن کثیر ص ۵۵ ج ۱) قال العلامة ابو السعود رحمہ الله تعالى : (فخیوا باحسن منها) ای

بتحیة احسن منها بأن تقولوا وعلیکم السلام ورحمة اللہ ان اقتصر المسلم علی الاول و بأن تزيد وادبر کاته ان جمعہما المسلم وھی النہایة لان نظامہا لجمیع فنون المطالب الّتی هی السّلامۃ عن المضار و نیل المنافع و دوامہا و نماؤہا (تفسیر ابی السعود ص ۵ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۲۹۸ھ

بار بار آتے جاتے تکرار سلام:

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا لقی احدکم اخاه فیسلم علیہ فان حالت بینہما شجرة او جدار او حجر ثم لقیہ فیسلم علیہ رواہ ابو داود (مشکوٰۃ ص ۳۹۹ ج ۲)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی مرتبہ بھی کوئی دیوار وغیرہ حائل ہو، پھر آنا سامنا ہو تو ہر مرتبہ سلام کہنا چاہیے۔ کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ حکم احیاناً پیش آنے والی صورت پر محمول ہے، جہاں بار بار یہ صورت پیش آتی ہو مثلاً کوئی مخدوم کے کمرے میں بار بار آتا جاتا رہتا ہے تو اس میں تکرار سلام و جواب میں حرج ظاہر ہے، اس لئے یہ صورت حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
غرة ذی القعدة ۱۲۹۸ھ

بوقت سلام پیشانی پر ہاتھ رکھنا:

سوال: بوقت سلام پیشانی پر ہاتھ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ ہندوؤں کا شعار ہے اور سجدہ کے قائم مقام ہے، اس لئے حرام ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۲۸ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا:

سوال: ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا جواب دینا واجب

ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب .

اگر کسی وجہ سے آواز پہنچانا مشکل ہو تو ملہم کے اشارے سے سلام کرنا جائز ہے اور جواب واجب ہے، اور اگر آواز پہنچ سکتی ہو تو صرف اشارہ کافی نہیں البتہ زبان سے سلام و جواب کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ جائز ہے، اس لئے کہ یہ مصافحہ کے قائم مقام ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۲۸ رذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

سوال مثل یا لا:

سوال: لفظ سلام کہنے کے بغیر صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا اور جواب لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جس وا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

بلا عذر ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا جائز نہیں اور اس کا جواب دینا بھی واجب نہیں، اور بلا عذر لفظ سلام کے ساتھ اشارہ کو جمع کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ مصافحہ کے قائم مقام ہے اور بوجہ عذر صرف ہاتھ کا اشارہ بھی جائز ہے، البتہ ممکن ہو تو اس کے ساتھ تلفظ بھی کرے۔

حدثنا قتيبة نا ابن لهيعة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى فان تسليم اليهود الاشارة بالاصابع وتسليم النصارى الاشارة بالاكف هذا حديث اسناده ضعيف وروى ابن المبارك هذا الحديث عن ابن لهيعة فلم يرفعه (سنن الترمذی ص ۲۹۹)

قال الملا علی نقاری رحمہ اللہ تعالیٰ: رواہ ترمذی وقال اسناده ضعيف ولعل وجهه انه من عمرو بن شعيب عن ابيهم عن جده وقد تقدم الخلاف فيه وان المعتمد ان سنده حسن لاسيما وقد اسنده السيوطي في الجامع الصغير الى ابن عمر، فارتفع النزاع ونزال الاشكال۔

وقال الامام النووي رحمہ اللہ تعالیٰ: روينا عن اسماء بنت زيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر في المسجد يوما وعصبة من النساء قعود فالوى بيده بالتسليم۔

قال الترمذی: هذا حديث حسن وهو محمول على انه صلى الله عليه وسلم جمع بين اللفظ والاشارة ويدل على هذا ان ابا داود روى هذا الحديث وقال في روايته نسلم علينا قلت على تقدير عدم تلفظه عليه السلام بالسلام لا محذور فيه لانه ما شرع السلام على من مر على جماعة من النسوان (الى ان قال) وقد يحمل على انه لبيان الجواز بالنسبة الى النساء وان نهى التشبه محمول على الكراهة لا على التحريم والله اعلم (مرآة المفاتيح ص ۴۲ ج ۸)

وقال الحافظ العيني رحمه الله تعالى: ولو كانت السلام على اصم فينبغي الاشارة مع التايف ليحصل الافهام والا فلا يستحق جوابا وكذا اذا سلم عليه الا صم واراد الرد عليه فيتلفظ باللسان ويشير بالجواب ولو سلم على الاخرس فاشار الاخرس باليد سقط عنه الفرض وكذا لو سلم عليه اخرس بالاشارة استحق الجواب (عمدة القارى ص ۲۳ ج ۲۲) ۳۲۶
قال في الهنديه ويكوه السلام بالسبابة كذا في الغياثية (عالمگیری ج ۵) وفي الشرع لا يشير المسلم بالاصبع فانه من دأب اليهود ولا بالكف فانه من عادة النصارى (المتانة في مرمية الخزانة ص ۶۴) والله سبحانه وتعالى اعلم
۲۴ جمادى الثانية ۱۴۱۴



رسوم مروجہ

اشعار نعتیہ کا حکم:

سوال: شریعت مطہرہ میں اشعار نعتیہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار نعتیہ پڑھنا اور معجزات و کمالات کا بیان اشعار میں کرنا جائز بلکہ موجب ثواب و خیر و برکت ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے معجزات و مضامین بیان کئے جائیں جو صحیح روایات سے ثابت ہوں، منکھرات قہے بیان کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وحمل ما وقع من بعض الصحابة على انشاد الشعر المباح الذي فيه الحكم والمواعظ فان لفظ الغناء كما يطلق على المعروف يطلق على غيره كما في الحديث من لم يتغن بالقرآن فليس منا۔

وقال ايضا معزياً للبحر: ان التغنى المحرم ما كان في اللفظ ما لا يحل كصفة الذكور والمرأة المعية الحية (الى قوله) الا اذا اراد انشاده بلا شهاد به او يعلم فصاحته وبلاغته وكان فيه وصف امرأة ليست كذلك او الزهریات المتضمنة وصف الرياحين والازهار والمياه فلا وجه لمنعه على هذا (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵)

اتول لما جاز انشاد الشعر والتغنى به لاجل وصف الزهریات فما ظنك بالتغنى بالشعر لاجل بيان معجزات رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لم يكن على الملاهي والقيود المخترعة لاهل البدع والاهواء۔ والله سبحانه وتعالى اعلم۔

عید کارڈ کا حکم:

سوال: احباب واعزہ کئے درمیان عید کے موقع پر ”عید کارڈ“ کی مراسلت التزامی یا غیر التزامی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مصارف کے پانچ درجات ہیں:

- ① ضرورت۔
- ② حاجت۔
- ③ آسائش۔
- ④ آرائش و زیبائش۔
- ⑤ نمائش۔

ضرورت: جو لوازم زندگی میں سے ہو، اس کے نہونے سے ضرر لاحق ہو جیسے بقدر کفایت طعام و لباس وغیرہ۔

حاجت: جس کے نہ ہونے سے ضرر تو نہ ہو مگر گزارا مشکل ہو، جیسے قدر کفایت سے زائد حاجات میں کام آنے والی اشیاء۔

آسائش: حاجت سے زائد آرام و راحت کی اشیاء۔

آرائش و زیبائش: صرف زیب و زینت کی اشیاء۔

نمائش: جس سے فخر و نمود مقصود ہو۔

ضرورت پر خرچ کرنا فرض ہے اور حاجت، آسائش، آرائش و زیبائش پر خرچ

کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔ اسراف یہ ہے کہ بلا ضرورت آمدن سے زائد خرچ کرے۔

نمائش کیلئے خرچ کرنا حرام ہے۔

زیبائش اور نمائش فعل قلب کے قبیل سے ہیں، دونوں میں فرق صرف نیت

سے ہوتا ہے، اس لئے بلا وجہ کسی پر نمائش کا حکم لگانا صحیح نہیں۔

عید کارڈ سے اگر فخر و نمود مقصود ہو تو بلاشبہ ناجائز ہے اور اگر اس سے محض زیب

اور دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو تو یہ آرائش و زیبائش میں داخل ہے جو بلاشبہ جائز

ہے بلکہ القادسی و فی قلب المؤمن کے تحت باعث ثواب ہے۔ اس کی کئی مثالیں

ہیں، مثلاً:

گلدستہ، سبزی، خوبصورت پیڑ، خوبصورت پھولدار کاغذ، خوبصورت پھولدار لفافہ، اس قسم کی زینت کی چیزیں بالاتفاق جائز اور علماء و صلحا کے ہاں بھی عام رائج ہیں تو عید کا رڈ کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ سوال ۸۶

عیدی کا لین دین:

سوال: کیا عید کے موقع پر عید کی خوشی میں عیدی کے نام سے روپے پیسے کا لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عیدی کا لین دین مندرجہ ذیل فسادات کی وجہ سے ناجائز ہے:

- ① فخر و نمود۔
- ② عموماً مبادلہ کی نیت ہوتی ہے۔
- ③ دینے والے کی نیت عوض لینے کی نہ ہو تو بھی جس کے بچوں کو عیدی دی جاتی ہے وہ اس کو اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس کا عوض دینا ضروری سمجھتا ہے۔
- ④ معاوضہ کی ناجائز رسم کی تائید و ترویج۔
- ⑤ دیکھنے سننے والوں کے لئے ناجائز رسم کے ارتکاب کی بدگمانی و مظنہ تہمت۔
- ⑥ بچوں کے قلوب میں مال کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کو بھی پیسے ہرگز نہ دیئے جائیں۔ بچوں کو پیسے دے کر ان کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کی بجائے ان کو صدقہ و خیرات اور امور دین پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے رہنا لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ

مختلف مواقع پر تحائف کا لین دین:

سوال: اس زمانہ میں مختلف مواقع پر ہدایا و تحائف کے لین دین کا سلسلہ عام ہو گیا ہے، مثلاً:

- ① کوئی شخص عسمرہ یا حج پر بارگاہ ہوتا ہے تو اقارب و احباب اس کو تحائف دہایا

دیتے ہیں پھر وہ شخص واپسی پر ان کو ہدایا و تحائف دیتا ہے اور نہ دینے میں عار سمجھتا ہے
 (۲) کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ دعوتیں کرتا ہے، جو لوگ جاتے ہیں وہ تحائف
 دہایا دینے میں اسی طرح بچے کو دیکھنے کے وقت بھی۔
 (۳) کسی کا نیا مکان بنتا ہے تو لوگ جا کر تحائف دیتے ہیں اور خالی ہاتھ جانے کو
 عار سمجھتے ہیں۔

(۴) شادی اور منگنی کے مواقع میں لوگ تحائف دیتے ہیں۔

(۵) مریض کی عیادت کے لئے جاتے ہیں تو تحائف ساتھ لے جاتے ہیں۔

(۶) عید کے موقع پر عیدی کا لین دین ہوتا ہے۔

ان مواقع میں لوگوں کا کچھ دینا پھر جس کو دیا جا رہا ہے اس کا قبول کرنا پھر قبول کرنے
 کے بعد کسی دوسرے موقع پر اس تحفہ دینے والے کو تحفہ دینا ان تمام صورتوں کی شرعی حیثیت
 کیا ہے؟ اس میں جو قباحتیں ہیں ان کو بھی تفصیل سے لکھنے کی گزارش ہے تاکہ لوگوں میں زیادہ
 سے زیادہ اس کی اشاعت کر کے ان کو صراط مستقیم کی طرف لایا جاسکے۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آپس میں ہدیہ و تحفہ کا لین دین اور مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرنا باہم
 الفت و محبت پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ اور شریعت کا موکد حکم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ارشاد ہے: قہادوا تحابوا (موطاً مالک)

مگر شریعت نے ہدیہ، تحفہ اور باہمی تعاون و تناصر کے الفاظ خاص خاص حقیقتوں کے لئے
 وضع کئے ہیں، ان حقائق کے پائے جانے کی صورت میں ان الفاظ کا استعمال شریعت کے مطابق
 ہوگا اور یہ عمل موجب اجر و ثواب بنے گا لیکن جہاں حقیقت دور در در تک نظر نہ آتی ہو وہاں
 اصطلاحات شرعیہ کو استعمال کرنا احکام اسلام سے مذاق اور ان کی اہانت ہے، کیا رشوت
 کو چائے پانی کا نام نہیں دیا گیا؟ سود اور جوئے کی متعدد صورتوں کو نفع اور انعام کا نام دے کر
 جائز نہیں کہا جاتا؟

معاشرے کے احوال سے باخبر حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ جو صورتیں سوال میں مذکور
 ہیں ان میں ہدیہ، تحفہ اور باہمی تعاون و تناصر وغیرہ اصطلاحات کے ساتھ ہی نا روا
 معاملہ کیا جاتا ہے۔

ان اصطلاحات کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ان تمام صورتوں میں بدیہ، تحفہ، تعاون اور غیدی وغیرہ کے نام سے لینا دینا دونوں ناجائز ہیں اور تقریباً یہ تمام صورتیں درج ذیل قبائح پر مشتمل ہیں :

(۱) یہ رقم اور سامان جبراً وصول کیا جاتا ہے یا بنظر کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے بلکہ برادری سے نکال دیا جاتا ہے اور جبراً کسی سے کچھ وصول کرنا حرام ہے۔

(۲) لینے والے کی نیت میں ریاء و سمعت ہوتی ہے اور شہرت و سمعت کی نیت سے جائز فعل بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

(۳) یہ رقم و اسباب قرض ہیں جن کا موقع پر واپس کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور بلا ضرورت شدیدہ قرض کا لین دین ناجائز ہے، اس لئے کہ بدیہ تو دلیل محبت و باعث ازدیاد محبت ہے مگر اس کے بالکل برعکس قرض قاطع محبت ہے، اس کا نام ہی ”قرض“ اسی لئے رکھا گیا ہے کہ یہ مقراض ہے، مقراض محبت کو بدیہ محبت کا نام دے کر ناجائز کو جائز بلکہ مندوب و مستحب قرار دینا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی علانیہ بغاوت اور اصطلاحات شرعیہ میں کھلی تحریف ہے۔

(۴) قرض سے متعلق حکم ہے کہ جب بھی استطاعت ہو ادا کر دیا جائے مگر یہ اشیاء باوجود استطاعت کے مواقع معہودہ سے قبل نہیں دی جاتیں اور بلا وجہ قرض ادا کرنے میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔

پھر ایک دروازہ کے بعد اگر مقروض یہ قرض ادا کرنا چاہے تو قرضخواہ قبول نہیں کرتا مواقع معہودہ ہی پر قبول کرتا ہے یہ بھی مستقل گناہ ہے، کیا معلوم کہ موقع تک زندگی ہوگی بھی یا نہیں، قرض ادا کر سکے گا یا نہیں، خدا نخواستہ قرض ادا کرنے سے قبل موت نے آدھو چا تو کیا بنے گا مقروض کی موت کی صورت میں اس کے ورثہ کا ادا کرنا یقینی نہیں، اور قرضخواہ کی موت کی صورت میں اس کے تمام ورثہ پر قرض کو تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کا حصہ سپرد کرنا ضروری ہے حالانکہ اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ عرف کے مطابق مواقع معہودہ پر کسی ایک وارث کو دیا جاتا ہے اور وہ اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا ہے دوسرے ورثہ کے حق کا خیال تک نہیں آتا۔

⑤ کئی قرضخواہ قرض وصول کرنے سے پہلے مرجاتے ہیں تو یہ قرض اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر کئی وارث بھی مرجاتے ہیں تو بصورت مناسبہ تقسیم و تقسیم و نقل و نقل ہو کر اتنا پھیل جاتا ہے کہ سب اہل حقوق اور ہر ایک کے حق کی مقدار کا معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، اس لئے مقروض اگر کسی وقت قرض ادا کرنا بھی چاہے تو اس کے لئے ان حقوق العباد سے سبکدوش ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی بے شمار لوگوں کے حقوق کا بوجھ ایسا مرتے گا۔

⑥ ان رسوم پر فرض و واجب کی طرح اصرار و التزام کیا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے التزام سے امر مباح و مندوب بھی واجب ترک ہو جاتا ہے۔

عن ابی حرزۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحیل مال امرئ الا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان والدارقطنی فی المجتبی (مشکوۃ ص ۲۵۵)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شجرة فی الدنیا البسه اللہ ثوب مذلة یوم القیامة رواہ احمد و ابوداؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ص ۳۲۱)

وعنه رضی اللہ تعالیٰ عنہما یرفعہ قال من لبث ثوب شجرة البسه اللہ ایاک یوم القیامة ثم المہب فی النار ذکرہ رزین فی جامعہ۔

وعن ابی زرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لبث ثوب شجرة اعرض اللہ عنہ حتی یضعہ متی رضعہ (الترغیب والترہیب ص ۲۰۴) محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنا جاؤ سا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأینہ یأسیہ الی السماء ثم رضعہ راحۃ علی جہتہ ثم قال سبحان اللہ ما اذا انزل من التشدید فسکتنا و فرعنا فلما کان من الغد سألتہ یا رسول اللہ ما هذا التشدید الذی نزل فقال الذی نفسی بیدہ لو ان رجلاً قتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم قتل ثم احیی ثم قتل و علیہ دین ما دخل الجنة (جمع القوائد)

وفی الحدیث مطلق الغنی ظلم۔

نقل العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن الخیریتہ سئل فیما یرسلہ الشخص الی غیرہ فی الامر اس ونحوہا هل یكون حکم حکم القرض

فیلزمه الوفاء بهام لا ؟ اجاب ان كان العرف بأفهمه فمؤثر على وجه البذل يلزم الوفاء به (الی ان قال) نعم فی بعض القرى يعدونه قرضانی کل ولیمه یحضرن الخطیب یکتب لهم ما یتهدی فاذا جعل المهدی ولیمه یراجع المهدی البذخر فیمهدی الادل الی الثانی مثل ما اهدی الیه (رد المختار ص ۵۳ ج ۵)

قال الفقید لا بأس ان یتستدین الرجل اذا كان له حاجه لا بد منها یرید قضاءها (بستان العارفین) واللہ سبحانہ و تعالی اعلم۔

۲۱ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

تقاریب میں چراغاں کرنا:

سوال: شادی یا کسی خوشی کے موقع پر مکان کو بجلی کی چھوٹی چھوٹی رنگین بتیوں سے مزین کیا جاتا ہے، شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بقصد زینت چراغاں کرنا جائز ہے بہ نیت تفاخر و ریو جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالی اعلم۔
(اس کی تفصیل عید کا رڈ کے حکم کے تحت گزر چکی ہے)

سوال مثل بال

سوال: بعض دینی جلسوں یا شادی کے اجتماع پر چھوٹے چھوٹے بلب کثیر تعداد میں زینت کے لئے لگا دیتے ہیں اور رنگین جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں، کیا یہ اسراف نہیں ہے؟ اور تعدد بلب میں دیوالی سے مشابہت نہیں ہے؟ البتہ قصد مشابہت کا نہیں ہوتا، کیا علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ کلیہ المراد بالتشبه ما قصد به التشبهت یہ عمل خارج از تشبہ نہ سمجھا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عدم قصد تشبہ کی وجہ سے دیوالی سے مشابہت کی علت صحیح نہیں اور اسراف اس کو کہتے ہیں کہ آمد سے زائد خرچ کیا جائے، اور اگر آمد کے اندر خرچ ہو تو اسراف نہیں مگر کولات، مشروبات، ملبوسات، مکان اور سواری وغیرہ پر ضرورت سے زائد مصارف کو کیوں اسراف نہیں کہتے؟ اسراف کو صرف بتیوں اور جھنڈیوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ درحقیقت آسائش و آرائش پر خرچ کرنا فی نفسہ مباح بلکہ بعض

صورتوں میں مستحسن ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: قل من حرم زینۃ اللہ الّتی اخرج لعبادہ والطیبت
من الرزق قل ہی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کو منقش سنگ مرمر سے مزین فرمایا۔
اس پر کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس
تزیین کا جواز باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت ہوا۔ البتہ آرائش و تزیین پر مال وقف
خرچ کرنا جائز نہیں، جس کو شوق ہو وہ اپنے ذاتی مال سے کرے یا چندہ دہندگان سے اجازت
لے، جہاں اس قسم کی تزیین کا عام دستور ہو اور چندہ دہندگان کو اس کا غم ہو وہاں ان سے
صرائے اجازت لینا ضروری نہیں، دلالت اذن ہی کافی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ صفر ۱۰۸۸ھ

صحتیاب ہونے پر گلے میں ہار ڈالنا:

سوال: مریض کے بیماری سے شفا پانے پر دوست بباب کا اس کے گلے میں پھولوں کا ہار
ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بیہوشی و جہل واد۔

الجواب باسم منہم: نصوآب

اظهار مسرت و شکر نعمت کے لئے ایسا کرنا جائز ہے مگر اس میں غلو کرنا جائز
نہیں، نیز اس قسم کی چیزیں ابتداءً صحیح نیت سے انفرادی طور پر شروع ہوتی ہیں، آگے
چل کر باقاعدہ رسم کی شکل اختیار کر جاتی ہیں اور ان کا التزام ہونے لگتا ہے جس میں
کئی قباحتیں اور ناجائز امور بھی شروع ہو جاتے ہیں، ان کے سد باب کے لئے ایسے
امور سے احتراز ضروری ہے۔

شکر نعمت کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی سے توبہ کی جائے اور منعم حقیقی کئی طرف
رجوع کیا جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ ربیع الاول ۱۰۸۸ھ

امام کے گلے میں ہار ڈالنا:

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب عشاء کی نماز کے بعد حدیث کا درس
دیتے ہیں، اگر اس موقع پر کبھی کبھار مقتدی امام صاحب کے گلے میں پھولوں کا ہار

ڈال دیں تو اس میں کچھ حرج تو نہیں؟ بینوا تو جبر وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

فی نفسہ جائز ہے اگر ایسی چیزیں عموماً آگے چل کر بدعت یا رسم کی صورت اختیار کر جاتی ہیں اور اس میں بہت غلو ہونے لگتا ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۱۔ رجمادی الثانیہ ۸۹ھ

ختم قرآن کی دعوت:

سوال: بچوں کا قرآن مجید ختم ہونے کے موقع پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبر وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ بقرہ کی تعلیم بارہ سال میں مکمل کی اور اس خوشی میں اونٹ ذبح کیا۔

البتہ فخر و نمود یا اپنی حیثیت سے زیادہ قرض لے کر خرچ کرنا جائز نہیں، نیز التزام سے بھی احتراز ضروری ہے۔

عن مرداس بن محمد ابی بلال الاشعری قال حدثنا مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال تعلم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ البقرۃ فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها فخر جزوا (الجامع لاحکام القرآن ۷/۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰۔ ربیع الثانی ۸۸ھ

بچوں کی ساگرہ منانا:

سوال: بچوں کی ساگرہ منانے اور اس موقع پر قرآن خوانی کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبر وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ساگرہ منانا ایک قبیح رسم ہے، اس کا ترک واجب ہے۔ اصل ساگرہ تو یہ ہے کہ ایسے مواقع پر اپنی زندگی کا احتساب کیا جائے، اپنے اعمال کے بارہ میں سوچا

جائے کہ جنت کی طرف لے جا رہے ہیں یا جہنم کی طرف ؟ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۹۱ھ

حاجی کی دعوت کرنا:

سوال: زید حج کر کے آیا، اب زید اظہار مسرت کے لئے اپنے اعزہ و اقارب کی دعوت کرے یا دوسرے رشتہ دار زید کی دعوت کریں تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟
بیّنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے مگر اس کا ایسا التزام نہ کرنے کو معیوب اور ایک دوسرے پر قرض سمجھا جانے لگے تو جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۸ محرم ۹۲ھ

دعوت تختہ:

سوال: تختہ کے موقع پر لوگوں کی دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟
بیّنوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دعوت ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، نہ تو نفاً اس کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی مشروعیت دعوت ضابطۃ الدعوة فی السورۃ میں داخل اس لئے یہ دعوت جائز نہیں، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحت شیعہ مزید۔ تبدیع کے لئے عدم ثبوت ہی کافی تھا اور یہاں تو قرون مشہود لہا بالخیر میں اس پر تکمیر موجود ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا محمد بن سلمۃ الحرانی عن ابن اسحق یعنی محمد بن عیید اللہ او عبد اللہ بن طلحة بن کثیر عن الحسن قال دعی عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ختان فابی ان یمحیہ فقیل لہ فقال انا کنا لانا فی الختان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ندعی لہ (مسند احمد ۲/ ۲۱۷ ج ۲)

سروایۃ الادب المفرد:

حدثنا زکریا بن یحیی قال حدثنا ابو اسامۃ عن عمرو بن حنفۃ قال

اخبرنی سالح قال ختنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انا و نعیما فدبہم علینا کبشا فلقد رأیتنا وانا لنجدل بہ علی الصبیان ان ذبہم علینا کبشا۔
اس روایت کی سند کی تحقیق کی حاجت نہیں، تسلیم صحت سند بھی اس سے
بوجہ ذیل استدلال صحیح نہیں۔

① یہ صرف ایک واقعہ جزئیہ ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے تعامل عام کے خلاف ہے۔

② مشروعیت دعوت کے ضابطہ مذکورہ کے خلاف ہے۔

③ ائمہ حدیث و فقہ رحمہم اللہ نے اس کو اختیار نہیں فرمایا۔

وجہ ثلاثہ مذکورہ کی بناء پر یہ جزئیہ واجب التاویل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب کو لڑکیوں کی ولادت بہت ناگوار تھی۔

واذا بشر احدہم بالانثی ظل وجہہ مسودا و هو کظیم بتواری من القوم

من سوء ما یشر بہ ایسکما علی ہون ام یدسہ فی التراب الاساء
ما یحکمون۔

اس کے برعکس لڑکوں کی ولادت پر بہت خوش ہوتے تھے، بہت اتراتے اور

فخر کرتے۔

عقل بعد ذلک نرینم ان کان ذامال و بنین۔

اس لئے وہ لڑکے کی ولادت پر اس کی تشہیر، اظہار مسرت اور فخر و مباہلہ کی

غرض سے اور اس امر کے اظہار و اعلان کے لئے کہ لڑکی پیدا نہیں ہوئی لڑکا ہے، دعوت

ختان کرتے تھے اور اس کا ان میں عام دستور تھا،

شریعت میں اس دعوت سے صراحتہً نہی وارد نہیں ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس دعوت کے خلاف ضابطہ شرعیہ

و خلاف عقل ہونے کی وجہ سے اس کے ترک ہی کو ممانعت کے لئے کافی سمجھا اور

ایسے بدیہی البطلان کام سے صراحتہً نہی کی ضرورت نہ سمجھی، اس لئے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتنے بڑے جم غفیر میں سے کسی ایک فرد کا عدم نص

بصریح و عدم شیوع ممانعت کی وجہ سے عرب کے دستور عام کے مطابق

نمل کر لینا بعد نہیں۔

اقوال الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ:

کتب فقہیں دعوت ختان کا ذکر ملتا ہے مگر ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

قال الامام الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ودعوة الختان لا یعرفها المتقدمون، ولا علی من دعی الیہا ان یجیب، وانما ردت السنة فی اجابة من دعی الی ولیمة تزویج۔

وقال الامام ابن قدامة رحمہ اللہ تعالیٰ: یعنی بالمتقدمین: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذین یقتدی بهم۔ وذلك لما روى " ان عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعی الی ختان، فابی ان یجیب، فقیل لہ، فقال: انا کنا لانا فی الختان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولاندعی الیہ رواہ الامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ باسنادہ۔ اذا ثبت هذا فحکم اندعوة للختان وسائر الدعوات غیر الولیمة: انها مستحبة، لما فیہا من اطعام الطعام، والاجابة الیہا مستحبة غیر واجبة۔ وهذا قول مالک والشافعی وابی حنيفة، واصحابہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وقال: فاما امر الاجابة الی غیرہ (طعام الولیمة) فمحمول علی الاستحباب، بدلیل انه لم یخص بہ دعوة ذات سبب دون غیرہا واجابة کل داع مستحبة لهذا الخبر ولان فیہ جبر قلب الداعی و تطیب قلبہ وقد دعی احمد رحمہ اللہ تعالیٰ الی ختان فاجاب واكل، فاما الدعوة فی حق فاعلہا قلیست لہا فضیلة تختص بہا لعدم ورود الشرع بہا ولكن ہی بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث فاذا قصد فاعلہا شکر نعمة اللہ علیہ واطعام اخوانہ وبذل طعامہ فلہ اجر ذلك انشاء اللہ تعالیٰ۔

(المغنی ص ۲۸۶ ج ۱)

عبارت مذکورہ نص ہے کہ قرون مشہورہ پہا بالخیر میں دعوت ختان کی بدعت کا کوئی یہود

نہ تھا، البتہ اس عبارت میں امور ذیل محل بحث ہیں۔
 (۱) ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت استحباب۔

جواب :

(۱) نقل مذہب میں غیر اصحاب مذہب کا توں معتبر نہیں، لان صاحب البیت ادرسی جاقید۔

(۲) سائر الدعوات سے وہ دعوات مراد ہیں جو کسی داعیہ شرعیہ یا عقلیہ کی وجہ سے ہوں، دعوت ختان کو ان میں داخل سمجھ کر ذکر کر دیا، حالانکہ اس کا عدم دخول واضح ہے۔ یہ احتمال دوسرے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت میں بھی موجود ہے اور یہاں احتمال بعید بھی معتبر بلکہ واجب القبول ہے۔ لما بینا۔

(۲) دعوت بلا سبب کا اثبات۔

جواب :

(۱) اس میں ائمہ مذکورہ یعنی جبر قلب داعی، تطییب القلب، شکر نعمت، اطعام، خون و بذل طعام کو بلا سبب قرار دینا صحیح نہیں۔
 (۲) دعوت بلا سبب کا ثبوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا جواز اس سے مقید ہو گا کہ کسی ایسے امر کو سبب نہ سمجھا جائے جو نہ شرعاً سبب ہو نہ عقل، دعوت ختان کو بلا سبب کہنا صحیح نہیں، سبب تو موجود ہے، مگر یہ سبب مخترع ہے شرعی ہے نہ عقلی، بلکہ شریعت نے اس کو سبب دعوت قرار دینے پر رد کیا ہے، عوام نے دستور زمانہ جاہلیت کے مطابق غیر سبب کو سبب بنا لیا ہے، و هذا ظاہر جدا۔

فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما واقوال فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی یہ تاویل قریب قیاس نہیں کہ اس سے دعوت بوقت اتمام زخم مراد ہے جو بوجہ حصول صحت موقع اظہار شکر و سرور ہے۔

حاصل یہ کہ اس رسم شنیع و قبیح کا بطلان فی نفسہ بھی ظاہر ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی بنیاد جاہلیت کے مفضوب علیہم کے ایسے عمل مبغوض پر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں کئی جگہ بہت سخت نکیر فرمائی ہے، اتنے بڑے جرم عظیم کو سنت قرار دینے کی بدعت پر جتنی بھی تردید کی جائے اور اس کی جتنی بھی تبدیع و تشنیع و تفسیر بیان کی جائے کم ہے۔ واللہ ہوالعاصم من البدع فی الدین وهو الہادی لسبیل الرشاد۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

مقابلہ حسن قراءۃ:

سوال: حسن قراءۃ کے مقابلہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

لوگوں میں تجوید قرآن کا شوق پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے۔ مگر مروجہ محافل میں عموماً درج ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

① مردوں عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط۔

② تعدادیر کی لعنت۔

③ خلاف شرع دعوتیں۔

ان حالات میں احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۲ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

سیاسی و لسانی فسادات میں قنوت نازلہ کا حکم:

سوال: آج کل جو سیاسی اور لسانی فسادات ہوتے ہیں اور غیر مسلم قوتوں کی سازشوں کے نتیجے میں مذہبی فسادات بھی ہوتے ہیں، جن میں بے گناہ مسلمان شہید ہوتے ہیں کیا ان حالات میں قنوت نازلہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مسلمانوں پر آنے والے مصائب و ہلیات کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے، مگر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کا اصل نسخہ جس کا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بار بار اعلان فرمایا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ و استغفار کیا جائے اور ہر قسم کے منکرات کو ترک کیا جائے، گناہ چھوڑے بغیر سالوں قنوت نازلہ پڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نجات نہیں مل سکتی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله الا نازلہ) قال فی الصحاح النازلہ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ (قوله فیقنت الامام فی الجہریۃ) یوافقہ ما فی البحر و الشریبۃ عن شرح النقایۃ عن القایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجہر وهو قول الثوری واحمد اہ وکذا ما فی شرح الشیخ اسماعیل عن النبیۃ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی الصلوۃ الجہریۃ لکن فی الاشباہ عن الغایۃ قنت فی صلوۃ الفجر ویؤیدہ ما فی شرح المنیۃ حیث قال بعد کلام فتكون شرعیۃ اى شرعیۃ القنوت فی النوازل مستمرة وهو محمل قنوت من قنت من الصیۃ بعد وفاته علیہ الصلوۃ والسلام وهو مذهبنا وعلیہ الجمهور قال المحافظ ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ انما لا یقنت عندنا فی صلوۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنة ادبلیۃ فلا بأس به فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رد المحتار ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۲۸ ربیع الاول ۹۷ھ

شادی کے موقع پر مہندی کی رسم:

سوال: ہمارے ہاں یہ قدیم دستور چلا آ رہا ہے کہ شادی کے موقع پر دلہن کو پھول پہناتے ہیں اور اسے مہندی لگائی جاتی ہے، ساتھ دوسری لڑکیاں بھی مہندی لگاتی ہیں کیا عورتوں کے لئے مہندی لگانا اور پھول پہننا سنت ہے؟ بیٹو! توجہ وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورتوں کے لئے مہندی لگانا مستحب ہے مگر آج کل جو مہندی کی رسم کا دستور ہے کہ دوسری عورتوں کا بھی بڑا مجمع لگ جاتا ہے، یہ کئی مفاسد کا مجموعہ ہے اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔ اپنے طور پر عورتیں مہندی لگا سکتی ہیں۔

پھول پہننے کا کوئی ثبوت نہیں، مگر شادی کے موقع پر زیب و زینت اختیار کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے، اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ زیب و زینت کے ساتھ کسی غیر محرم کے سامنے جانا سخت گناہ اور حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳ شعبان ۹۸ھ

مرکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا:

سوال: آج کل جب کوئی شخص مکان تعمیر کرتا ہے تو اس کی بنیادوں میں بکرا ذبح کر کے اس کا خون ڈالتا ہے اور گوشت احباب و فقراء میں تقسیم کرتا ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ عمل ناجائز ہے، یہ ہندوؤں اور بت پرستوں کا عقیدہ و شعار ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ ربیع الاول ۱۴۹۹ھ

ثواب کا ہبہ اور اس کا قبول کرنا:

سوال: قرآن خوانی کی رسم میں اگر سب لوگ ثواب بخشنے کا طریقہ نہ جانتے ہوں تو اس کی مقدار بتا کر کسی شخص کی سکف کرنا اور اس کا قبول کرنا کیسا ہے؟ اس میں ترتیب و مقدار معلوم ہو جانے کی خوبی بھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ ایجاب و قبول خلاف شرع و عبث ہے، بلکہ اس طرح اجتماعی خوانی کا کوئی ثبوت نہیں، یہ بدعت ہے، ایصال ثواب کے لئے صرف نیت کافی ہے، جو ہر شخص کر سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۹۹ھ

حاجی کی پیشانی کا بوسہ لینا:

سوال: جب کوئی حج کر کے واپس آئے تو تبرک حاصل کرنے یا حاجی کے اعزاز کی خاطر اس کی پیشانی کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

رسم بن جانے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۹ رجب ۱۴۹۹ھ

عیادت کے موقع پر کھانا پینا:

سوال: ہمارے ہاں کسی مریض کی تیمارداری کے موقع پر یہ رواج ہے کہ بیمار پر سی

کے لئے آنے والوں کو چائے وغیرہ پلائی جاتی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دستور غلط اور قابل اصلاح ہے، آپ اپنی رائے تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عیادت کے موقع پر زیادہ دیر بیٹھنا ویسے ہی خلاف سنت ہے، پھر جبکہ مریض کے اہل خانہ پر بیمار کے علاج کے مصارف، اوقات کار کا حرج اور تیمارداری کی محنت کا بوجھ بھی ہوتا ہے تو ایسی حالت میں ان سے چائے وغیرہ وصول کر کے ان کی محنت اور مصارف میں اضافہ کرنا عقلاً و شرعاً سخت قبیح اور انتہائی بے شرمی کی بات ہے۔

نیز یہاں اوقات اہل خانہ رواج سے مجبور ہو کر اور مردت میں کھلاتے پلاتے ہیں، دل سے راضی نہیں ہوتے، چنانچہ نادار مساکین بھی اس رسم کے تحت کچھ نہ کچھ کھلانے پلانے پر مجبور ہوتے ہیں، اس صورت میں ”لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ“ کی وجہ سے یہ کھانا پینا حرام ہے۔

اگر کوئی صاحب حیثیت طبیب خاطر سے کھلائے پلائے تو اگرچہ فی نفسہ یہ جائز ہے مگر اس میں بھی یہ قبائح ہیں:

(۱) طریق مسنون کے خلاف ہے، کما ذکرنا۔

(۲) اس رسم کی تائید ہوتی ہے جو مساکین کے لئے بلائے جان ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ سوال ۱۴۱ھ

دیوالی کی مٹھائی کھانا:

سوال: ہندوؤں کے تہوار دیوالی کی مٹھائی کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ہندوؤں کے تہوار کی مٹھائی کھانا شمسی سال کی ابتداء کی خوشی میں مٹھائی کھانے سے اہون معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گرہمس (ابتداء سال کی خوشی) میں یہود و نصاریٰ کے غلط نظریہ یعنی قتل عیسیٰ علیہ السلام کی تائید و ترویج ہے جبکہ دیوالی کی بنیاد کسی غلط نظریہ پر نہیں، بسال میں قمر کے کسی خاص مقام پر پہنچنے پر یہ رسم ادا کی جاتی ہے، اس لئے اس کے کھانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

یہ حکم ابتلاء اور ضرورت کی صورت میں ہے، عام حالات میں کفار سے اس قسم کے

تعلقات رکھنا کہ ایک دوسرے کی خوشی غمی کے مواقع میں شرکت کی ذمہ داری آئے، دین کے لئے سخت مضر ہونے کے علاوہ غیرت ایمانیہ کے بھی خلاف ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
۶ ذی القعدة ۱۴۱۶ھ

مروج قرآن خوانی کا حکم:

سوال: آج کل جو قرآن خوانی کا رواج عام ہو چکا ہے مثلاً نیا گھر لیا جائے تو قرآن خوانی کی جاتی ہے۔ دکان کا افتتاح ہو تو قرآن خوانی کی جاتی ہے، کسی کا چہلم ہو تو قرآن خوانی یا پھر سوئم ہو تو قرآن خوانی تاکہ مرنے والے کو ثواب پہنچے اور بعض دفعہ تو اس کا اعلان تو اخبار میں بھی کیا جاتا ہے اور لوگ دور دور سے صرف قرآن خوانی کے لئے آتے ہیں اور جاتے ہیں تو فرمائیے یہ قرآن خوانی کا عمل کیسا ہے، اس کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث کی رد سے ملتا ہے؟ یا پھر بے اصل بدعت ہے؟ اس میں ہمارے دوست احباب یا خاندان کے لوگ شرکت کریں یا نہیں؟ کیا ہم اس عمل میں خود شریک ہو کر گناہ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟ بینوا تو جرو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

① قال الامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ: حدثنا قتيبة ثنا جرير عن منصور عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير رضى الله تعالى عنهما المسجد فاذا عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما جالس الى حجرة عائشة رضى الله تعالى عنها واذا اناس يصلون في المسجد صلوة الضحى قال فسالنا عن صلاتهم فقال بدعة الخ (صحیح البخاری ص ۲۳۸ ج ۱)

② وقال الامام ابو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري رحمه الله تعالى: حدثنا اسحاق بن ابراهيم اخونا جرير عن منصور عن مجاهد قال: دخلت انا وعروة بن الزبير رضى الله تعالى عنهما المسجد فاذا عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما جالس الى حجرة عائشة رضى الله تعالى عنها والناس يصلون الضحى في المسجد فسالنا عن صلاتهم فقال بدعة الخ (صحیح مسلم ص ۲۹۹ ج ۱)

- (۳) وقال الشيخ محي الدين ابو زكريا يحيى بن تترق النوادي رحمه الله تعالى: (قوله انهم سألوا ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن صلوة الذين كانوا يساون الضمى في المسجد فقال لا بأس) هذا قد حمله الفاضل وغيره على ان مراده ان اظهرها في المسجد والاجتماع لها هو البدعة، لان اصل صلوة الضمى بدعة وقد سبقت المسألة في كتاب الصلوة (شرح النور على صحيح مسلم صفحته مندرجه بالـ)
- (۴) وقال الامام محمد بن محمد بن شهاب المعروف بابن البراء الكردسي الحنفى رحمه الله تعالى: وقد صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنهما انهم سمعوا نوايا اجتماعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه صلوة والسلام جهرا فراح اليهم فقال ما عهدنا ذلك على عهدك عليه السلام وما اراكم الامتدع بن فما زال يذكر ذلك حتى اخرجهم عن المسجد. (بزازية بهامش المهندية ص ۶۵)
- (۵) وقال في موضع آخر: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعيان ونقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره. (بزازية بهامش المهندية ص ۴۳)
- (۶) وقال الفقيه المخدوم محمد جعفر بن العلامة عبد الكريم البوبكاني السندي رحمه الله تعالى: في الصيرفة، قراءة القرآن لاجل المهمات والبأس مكروه، (وبعد صفحة) يكره للقوم ان يقرأ القرآن جملة تضمنها ترك الاستماع والانصات للمأمور بهما (فك) لا بأس به في التارخانية من المحيط من المشايخ من قال: ان ختم القرآن بالجماعة جهرا ويسمى بالفارسية "سپاره خواندن" مكروه، (الى قوله) في عين العلم ولا يختم في اقل من ثلاثة ايام (وبعد صفحتين) في مفيد المستفيد من النصاب قراءة القرآن في المجالس يكره لانه يقرأ طعاما في الدنيا وكن لك في الاسواق وكذلك على رأس القبر قيل: ولو قرأ ولا يسأل والناس اعطوه من غير

سؤال قال يكره ايضا لانه اذ المر يقصد السؤال لم لا يجلس في بيته ويقرأ القرآن (المثانة في الرمة عن الخزانة ص ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴)

(۷) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (تتمة) اشار بقوله فرادى الى ما ذكره بعد في متنه من قوله ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وتمامه في شرحه، وصرح بكراهة ذلك في المحادى القدسي قال: وما روى من الصلوات في هذه الاوقات يصلى فرادى غير التراويح.

قال في البحر: ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب في اول جمعة منه وانما بدعة، وما يحتاله اهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة باطل اه

قلت: وصرح بذلك في البزازیة كما سيذكره الشارح اخر الباب، وقد بسط الكلام عليه شارحا المنية، وصرح بأن ما روى فيها باطل موضوع، وبسط الكلام فيها خصوصا في الحلية، وللعلامة نور الدين المقدسي فيها تصنيف حسن سماه "ردع الراغب عن صلاة الرغائب" احاط فيها بغالب كلام المتقدمين والمتأخرين من علماء المذاهب الاربعة (رد المحتار ص ۲ ج ۲)

(۸) وقال في موضع آخر:

وقال ايضا: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور ولا في الشرور وهي بدعة مستبقة، وروى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال "كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة" اه وفي البزازیة: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للتحتم او لقراءة سورة الانعام والاخلاص. والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره،

وفيهما من كتاب الاستحسان، وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا ه
واطال في ذلك في المعراج وقال: وهذا الافعال كلها للسمعة والرياء
فيحترق عنها لا تهم لا يريدون بهادجه الله تعالى اه (رد المحتار ج ۲)
⑨ وقال في موضع آخر:

وقد اطلب في هذه صاحب تبیین المحارم مستندا الى النقل الصريحة،
فمن جملة كلامه قال تاج الشريعة في شرح الهداية: ان القرائن بالاجرة
لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى، وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع
القارئ للدنيا، ولأخذ والمعطى الثمان.

فالحاصل ان ما شاع في زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز،
لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للأمر والقراءة لاجل المال، فاذا
لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فابن يصل الثواب الى المستأجر
ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد في هذا الزمان بل جعلوا القرائن العظيم
مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا، انا لله وانا اليه راجعون (وبعد اسطر) كما
صرح به في التارخانية حيث قال: لا معنى لهذه الوصية ولصلة القارى
بقراءته، لان هذا بمنزلة الاجرة، والاجارة في ذلك باطلة وهي بدعة ولم
يفعلها احد من الخلفاء الخ (رد المحتار ج ۲)

⑩ وقال ايضا:

ونقل العلامة الخلوتي في حاشية المنتهى الحنبلى عن شيخ الاسلام
تقى الدين مانه: ولا يصح الاستئجار على القراءة واهدائها الى الميت
لانه لم ينتقل عن احد من الائمة الاذنت في ذلك وقد قال العلماء: ان
القارئ اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب له فاي شيء يهديه الى الميت
وانما يصل الى الميت العمل الصالح، والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به احد
من الائمة. (وبعد اسطر) وحينئذ فقد ظهر لك بطلان ما اكب عليه
اهل العصر من الوصية بالختات والتهاليل مع قطع النظر عما يحصل
فيها من المنكرات التي لا ينكرها الا من طمست بصيرته، وقد جمعت

فیہا رسالۃ سمیتھا "شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختنات والتمایل (رد المحتار ص ۵۷ ج ۶)"

ان روایات سے ثابت ہوا کہ مردج قرآن خوانی بدعت اور ناجائز ہے۔ قرآن و حدیث اور قرون مشہود لہا بالآخر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس میں شریک ہونا جائز نہیں۔ مزید برآں مردج قرآن خوانی میں بے شمار خرابیاں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

① اعلان اور زبردستی دجبر کر کے اس میں لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے شریعت کی اصطلاح میں اس کو تداعی کہا جاتا ہے جو کہ عبادات نائلہ میں ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے کچھ لوگ مسجد میں صلوۃ الفیجی جماعت کی حالت میں پڑھ رہے تھے، جب آپ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس عمل کو بدعت قرار دیا۔ حالانکہ صلوۃ الفیجی انفراداً پڑھنا ثابت ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہایک قوم کے بارے میں سنا کہ وہ اجتماعی حالت میں جہراً تہلیل اور درود شریف پڑھ رہے ہیں تو آپ نے ان کو بدعتی قرار دے کر مسجد سے نکال دیا حالانکہ انفراداً تسبیح و تہلیل اور درود شریف پڑھنا باعث اجر و ثواب ہے۔

② بلانے کے بعد اگر کچھ لوگ قرآن خوانی میں حاضر نہ ہوں تو ان کو طرح طرح

سے ملامت کی جاتی ہے حالانکہ امر مستحب کے ترک پر ملامت جائز نہیں۔

③ حاضر نہ ہونے والوں سے بغض و نفرت اور کدورت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔

④ قرآن خوانی کرانے والے جم غفیر کے سامنے ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

⑤ مردج قرآن خوانی کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن خوانی نہ

کرائے یا اس میں کم لوگ حاضر ہوں تو ان کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔

⑥ پورے قرآن کے ختم کو ضروری سمجھا جاتا ہے جبکہ شریعت میں برکت اور

ایصال ثواب کے لئے کوئی مقدار معین نہیں بلکہ تلاوت قرآن کے سوا ذکر و اذکار، تسبیحات،

نوافل اور صدقات وغیرہ دوسرے طریقوں سے بھی یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

⑦ اگر پڑھنے والے کم جمع ہوں تو پورے قرآن کے ختم کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں

اور زہر کا گھونٹ سمجھ کر کسی طریقے سے گلے سے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ حدیث میں ارشاد ہے:

”اقرو القرآن ما اختلفت عليه قلوبكم فاذا اختلفتم فقوموا عنه“

(صحیح بخاری ص ۴۵ ج ۲)

یعنی اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک دل نہ اکتائے۔

(۸) ایسی صورت میں تجوید کے قواعد، حروف و صفات کی صحیح ادائیگی، غنہ، اخفاء، اظہار اور مدات وغیرہ کی رعایت کئے بغیر الفاظ و حروف کو کاٹ کر جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۹) مروج قرآن خوانی میں بعض وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو قرآن پڑھے ہوئے نہیں ہوتے تو وہ کوئی پارہ اٹھا کر ہر سطر پر بسم اللہ پڑھ کر یا محض انگلی پھیر کر پارہ رکھ دیتے ہیں۔ اس کو ”انگلی اور بسم اللہ ختم“ کہا جاتا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے۔

(۱۰) ختم کے آخر تک بیٹھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، لہذا کوئی شخص اپنا پارہ ختم کر کے شدید تقاضے کے باوجود اٹھنے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ اسکو نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے۔

(۱۱) بعض لوگوں کو سجدہ تلاوت کا علم نہیں ہوتا تو وہ سجدوں کی آیات پڑھ اور سن کر سجدہ تلاوت نہ کرنے کی وجہ سے ثواب کی بجائے ترک واجب کا گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔

(۱۲) بعض مقامات پر قرآن خوانی کرانے والے سب لوگوں کی طرف سے چودہ سجدے ادا کر لیتے ہیں۔ اس سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا اور خلاف شرع سجدے کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں۔

(۱۳) مروج قرآن خوانی کے موقع پر دعوت یا شیرینی کا بند و بست بھی کیا جاتا ہے ”المعروف کا المشرط“ کے قاعدے سے یہ پڑھنے والوں کی اجرت ہے اور قرآن پڑھنے کی اجرت دینے اور لینے والے دونوں گنہگار ہیں تو اس پر ثواب کی کیا توقع ہے اور جب پڑھنے والوں کو خود ثواب نہیں ملتا تو وہ میت کے لئے ایصال ثواب کیسے کر سکتے ہیں؟

(۱۴) دعوت یا شیرینی کو اتنا لازم کر رکھا ہے کہ اس کا انتظام نہ کرنے والے پر لعن و تشنیع کی بھرا رہوتی ہے۔

(۱۵) مردج قرآن خوانی کے لئے سوئم چہائم وغیرہ خاص دن کی تعیین کی جاتی ہے، اور غیر معین عبادت میں اپنی طرف سے تعیین کردہ، ناجائز بلکہ بدعت سے

(۱۶) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من الذبائح "ہم میت کے گھر والوں کے ہاں جمع ہونے اور ان کے طعام تیار کرنے کو "نوحہ" سمجھتے تھے" اور نوحہ حرام ہے۔

(۱۷) مردج قرآن خوانی میں شرکت کرنے والوں اور کرانے والوں دونوں کی نیت نمائش اور دکھلاوے کی ہوتی ہے۔ ریاکاری سے انسان کا بڑے سے بڑا عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ریاکاری سے نیک عمل ایسا تباہ ہو جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا عمل مردود ہو جاتا ہے۔

سو جو عمل اللہ کے لئے کرنا تھا اور برکت و ثواب پہنچانا مقصود تھا ریاکاری سے سارے عمل کو آگ لگا دی۔ ثواب تو کیا ملا؟ اللہ ریاکاری کا عذاب سر پہ آگیا۔

یہ تمام خرابیاں شریعت و سنت کے طریقے سے روگردانی کا نتیجہ ہیں۔ اس کے برعکس اگر شریعت کا طریقہ اختیار کیا جاتا تو راحت ہوتی اس قدر رحمت اور کالیف کی مشقت برداشت نہ کرنی پڑتی، اخلاص و للہیت ہوتی جس کی بدولت پڑھنے والوں کا بھی نفع ہوتا اور میت کا بھی اور ریا و نمود کا عظیم گناہ بھی سر پہ نہ آتا۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ:

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ لسانی و جسمانی عبادات میں سے ہر شخص اپنے

گھر میں انفرادی طور پر جو نیک عمل اپنے لئے کرتا ہے، نفل نماز پڑھتا ہے، نفل روزے رکھتا ہے، تسبیحات پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، نفل حج یا عمرہ کرتا ہے، طواف کرتا ہے اس میں صرف یہ نیت کرے کہ اس کا ثواب ہمارے فلاں عزیز یا دوست کو پہنچے، وہ پہنچ جائے گا اور بس یہی ایصال ثواب ہے، وہ ثواب جو آپ کو ملنا تھا، آپ کو بھی ملے گا۔

اور جن دوسرے لوگوں کی نیت کی ہے ان سب کو بھی پورا ثواب ملے گا۔
 مالی صدقہ و خیرات کرنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق
 نقد رقم کسی کار خیر میں لگا دے یا کسی مسکین کو دیدے۔
 یہ طریقہ اس لئے افضل ہے کہ اس سے مسکین اپنی ہر حاجت پوری کر سکے گا اور
 اگر آج اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لئے رکھ سکتا ہے، نیز یہ سورت زیادہ
 نمود سے پاک ہے۔ حدیث میں مخفی صدقہ دینے والے کی یہ نفیلت وارد ہوئی ہے کہ
 ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے جبکہ
 اور کوئی سایہ نہ ہوگا اور تمازت کے سبب لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہوں گے۔
 نفیلت کے لحاظ سے دوسرے درجہ پر یہ صورت ہے کہ مسکین کی حاجت کے
 مطابق اسے صدقہ دیا جائے یعنی اس کی حاجت کو دیکھ کر اسے پورا کیا جائے۔
 مکان و دکان میں برکت کے لئے بھی مالک بذات خود مندرجہ بالا صورت اختیار
 کرے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

(مروج قرآن خوانی کا بیان جلد سابع کتاب الاجارہ میں بھی ہے)



متفرقات المحظرات الایامہ

ایک بستر پر دو آدمیوں کا سونا:

سوال: فراش واحد پر دو شخصوں کا سونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز لمبی چٹائی اور بڑا پتنگ فراش واحد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ بیذوات وجہ واد۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دس سال یا اس سے زیادہ عمر کے دو شخصوں کو خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت فراش واحد پر سونا جائز نہیں، خواہ ایک شخص ایک جانب ہو اور دوسرا دوسری جانب جبکہ ان کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو، اگر حائل ہو تو اکٹھے سونا مکروہ تنزیہی ہے۔

البتہ لڑکا اپنے والد کے ساتھ اور لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ سو سکتی ہے۔ لمبی چٹائی اور بڑا پتنگ فراش واحد کے حکم میں نہیں۔ ہاں اتنے مل کر سونا کہ دیکھنے والے کو فراش واحد پر سونا معلوم ہو، جائز نہیں۔

قال العلامة المحمدي رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا يجوز للرجل مضاجعة الرجل وان كان كل واحد منهما في جانب من الفراش قال عليه الصلوة والسلام لا يفضي الرجل الى الرجل في ثوب واحد ولا تقضي المرأة الى المرأة في الثوب الواحد و اذا بلغ الصبي او الصبية عشر سنين يجب التفريق بينهما بين اخيه واخته وامه وابيه في المضجع لقوله عليه الصلوة والسلام وفرقوا بينهم في المضاجع وهم ابناؤ عشر وفي الذنف اذا بلغوا ستا كذا في المجتبى وفيه الغلام اذا بلغ حد الشهوة كالغفل۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله مضاجعة الرجل) ای فی ثوب واحد لاحاجز بينهما وهو المفهوم من الحديث الا في فيه فسر الاتفاق في المكامعة على خلاف ما مر عن الهداية وهل المراد ان يلتقي في ثوب واحد او يكون احدهما في ثوب دون الآخر والظاهر الاول يؤيده

ما نقلہ عن جمع اخباری . متجہ . بین وان کان بینہما حائل فیکره تنزیہاہ تأمل .
 (قوله بین اخیه وبلغته الخ) قال فی الشرعہ ویفرق بین الصبیان فی المضاجع
 اذا بلغوا عشر سنین (الی قوله) فان ذلك داعیۃ الی الفتنة ولو بعد حین اہ
 وفی البنزازیۃ اذا بلغ الصبی عشر الایام مع امہ وایختہ وامرأۃ الابام اُتہ
 ادجاریتہ اہ نالم اد التفریق بینہما عند النوم خوفا من الوقوع فی المحذور (الی قوله)
 بخلاف ما اذا کان نائمًا وحده ادمع ابیہ وحده او البنت مع امہا وحدها .
 (رد المحتار ص ۲۴۷ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالی اعلم .

۲۴ صفر ۱۲۸۶ھ

مقروض کے مال سے خفیہ اپنا حق وصول کرنا:

یہ مسئلہ احسن الفتاویٰ ص ۲۴۷ ج ۵، باب القرض والدین میں بعنوان "قرض وصول کرنے
 کی تدبیر" گزر چکا ہے۔

حج کی فلم دیکھنا حرام ہے :

سوال: آج کل کراچی، حیدرآباد اور سکمر کے سینما ہالوں میں حج کی فلم دکھائی
 جاتی ہے، دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اس فلم میں کوئی غیر شرعی فعل، مزامیر، رقص، عریان
 تصاویر اور گانے وغیرہ بالکل نہیں ہیں، صرف حجاج کرام کا بندرگاہ جدہ پر اترنے سے لے کر
 پھر سوار ہونے تک حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً کی کارگزاری
 دکھائی جاتی ہے، یعنی طواف سعی صفا و مروہ، استلام حجر اسود، رمی جمار، وقوف عرفہ کے
 مناظر اور دیگر عبادات کی جیسی جاگتی تصاویر دکھائی جاتی ہیں۔ ایک مولانا صاحب اور ایک
 قاری صاحب ساتھ ساتھ حج سے متعلق بیان کرتے رہتے ہیں اور تلاوت بھی ہوتی رہتی ہے۔
 دریافت طلب یہ ہے کہ مناسک حج جو شعائر اسلام ہیں ان کو فلم کرنا اور سینما
 میں دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟ جواز یا عدم جواز جو بھی حکم ہو اس کے اسباب و علل تحریر
 فرما کر ممنون فرمائیں۔

اگر کوئی شخص باعقاد حصول ثواب یہ فلم دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ببینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

فتہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ تعریف یعنی نقل و قوف عرفہ بدعت ہے حالانکہ وہاں دوسرے منکرات نہیں ہوتے۔ فلم میں تو کئی منکرات ہیں اس لئے یہ بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی۔ اس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

① فلم کا آلہ لہو و لعب ہونا ظاہر ہے اور آلات لہو کو مقاصد دنیہ میں استعمال کرنا دین کی سخت اہانت اور استخفاف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اتخذوا دینہم لہوا ولعبا الا یہ۔

② اکثر افعال حج تعبدی غیر مدرک بالقیاس ہیں، جنہیں مخالفین اسلام بھی دیکھتے ہیں، ان افعال کو دیکھ کر وہ اسلام کا مذاق اڑائیں گے اور فلم بنانے والے اس کا سبب بنیں گے۔

③ اس میں تصاویر کا استعمال اور ان سے تلذذ ہوتا ہے اور اس کے قبح میں کسی کو کلام نہیں، گو عابدین ہی کی تصاویر ہوں۔

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی جو تائیل بنا کر بیت اللہ میں رکھی گئی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا تھا وہ معلوم ہے۔
④ اس سے اہل ہوی اس رسم کے جواز پر استدلال کریں گے جو کچھ عرصہ قبل ایجاد ہوئی ہے کہ ایک خاص علاقہ میں جمع ہو کر حج کی نقل کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ابتداء حج کی ترغیب اور تشویق کی نیت ہو مگر اب اس کو اچھا خاصا حج سمجھا جانے لگا ہے، جس کے مفاسد پر سب کا اتفاق ہے۔ اہل ہوی کے سامنے دونوں رسموں کے درمیان کیا فسق بیان کیا جائے گا؟

⑤ تیز فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے حارس کے لئے بغرض ایقانہ رفع الصوت بالتہلیل کو معصیت قرار دیا ہے حالانکہ طاعت و مباح میں اتنا بعد نہیں جتنا کہ طاعت اور معصیت میں ہے۔

⑥ معصیت یعنی فلم کو ترغیب حج کا ذریعہ بنانے میں سب سے بڑھ کر شناعیت یہ ہے کہ اس میں صالحین کی اہانت ہے، درحقیقت یہ اسلام کی اہانت ہے جس کا تحمل طبعاً و شرعاً کسی طرح ممکن نہیں۔

جب اس حمل میں اباحت ہی نہیں تو اعتقاد ثواب قریب کفر ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ

”محمد“ نام تبدیل کرنا:

سوال: خالد کی بیوی حاملہ تھی، اس نے حمل کو لڑکا تصور کر کے ”محمد“ نام رکھ دیا، اللہ کے فضل و کرم سے لڑکا ہی پیدا ہوا، اب اگر ”محمد“ یا ”محمد عبد الرحمن“ یا کوئی دوسرا نام رکھ دیا جائے تو کچھ ررج تو نہیں؟ گناہ تو نہ ہوگا؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی دوسرا نام رکھنا یا ”محمد“ کے ساتھ کچھ اور ملا دینا اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بہتر نہیں، ایسے محبوب نام کو تبدیل کرنا باعث حرمان ہے، مسلمان کی طبیعت اسے کیسے گوارا کر سکتی ہے؟ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ ذی القعدة ۱۲۸۶ھ

”عبدالرسول“ یا غلام غوث“ نام رکھنا:

سوال: اس قسم کے نام رکھنے کا کیا حکم ہے:

غلام غوث، غلام احمد، غلام مصطفیٰ، عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالعلی وغیرہ۔
بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غلام غوث اور غلام احمد وغیرہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں، عبدالرسول وغیرہ ایسے نام رکھنا جس میں عبد کی اصناف غیر اللہ کی طرف کی گئی ہو مومہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ ایسے شخص کو مشرک نہیں کہا جائے گا کیونکہ عبد سے خادم اور مطیع مراد لیا جاسکتا ہے۔

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا یجوز نحو عبد الحارث

ولا عبد النبی ولا عبدة یما شاع فیما بین الناس (المراقبة ص ۹۶)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا یسمیہ حکما ولا

ابا الحکم ولا ابا عیسی ولا عبد فلان (الی ان قال) اقول ویؤخذ من قوله ولا

عبد فلان منع التسمیة بعبد النبی ونقل المنادی عن الدمیری انه قیل

بالجواز بقصد التشريف بالنسبة والاكثر على المنع خشية اعتقاد حقيقة
العبودية كما لا يخفى عبد الدار (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۴ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ

نام بدلنا یا متعدد نام رکھنا:

سوال: کیا نام تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس وجہ سے کہ پہلا نام معنی کے
لحاظ سے اچھا نہ تھا یا بے معنی تھا یا دوسرا نام پسند آگیا نیز کیا ایک شخص کے ایک سے زیادہ
نام رکھے جاسکتے ہیں؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

برے نام کو اچھے نام سے بدل دینا ضروری ہے، بلا ضرورت نام بدلنے اور متعدد
نام رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت بحث ما تجوز التسمیۃ
بہ من الاسماء ومالا تجوز: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغیر الاسم القبیح
الی الحسن جاء رجل یسمی اصرم فسماه زرعۃ (رد المحتار ج ۵)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ صفر ۱۲۹۲ھ

غیر قریشی کا قریشی کہلانا:

سوال: غیر قریشی کا اپنے کو قریشی کہلانا کیسا ہے؟ ہماری برادری شیخ، قصاب
یا قصائی مشہور و معروف ہے، کچھ لڑکے بی لے پڑھ گئے ہیں، انہوں نے اپنے کو قریشی
کہنا شروع کر دیا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غیر قریشی کا قریشی کہلانا یا کسی خاندان سے تعلق رکھنے والے کے لئے اپنے کو
دوسرے خاندان کی طرف منسوب کرنا حرام اور سخت گناہ ہے، اس پر شدید
وعید آئی ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص و ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادعی الی غیرابیہ دھویعلم فالجنة علیہ

حرام متفق علیہ۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ترغبوا عن ابائکم فمن رغب عن ابيه فقد کفر متفق علیہ۔
(مشکوٰۃ مشاج ۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ شعبان ۱۴۱۹ھ

عبدالرحمن یا عبدالرحیم نام رکھنا:

سوال: عبدالرحمن یا عبدالرحیم جیسے اسماء سے مضاف حذف کر کے صرف رحمن یا رحیم پکارنے کا عام دستور ہو گیا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

چونکہ ایسے اسماء میں مضاف محذوف معنوی ہوتا ہے اس لئے جائز تو ہے مگر کراہت سے خالی نہیں بالخصوص ان اسماء میں جو صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں جیسے غفار، رحمن وغیرہ، ان میں حذف مضاف زیادہ قبیح ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

پتنگ اڑانا جائز نہیں:

سوال: کیا پتنگ اڑانا جائز ہے؟ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پتنگ اڑانا جائز نہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل مناسبات ہیں:

① کبوتر کے پیچھے بھاگنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سأی رجلاً یتبع حمامۃ فقال شیطان یتبع شیطانہ (ابوداؤد سنن ۴۰ ج ۲)

کبوتر بازی میں انہماک کی وجہ سے امور دینیہ و دنیویہ سے غفلت کا منفسدہ پتنگ بازی

میں بھی پایا جاتا ہے، لہذا یہ وعید اس کو بھی شامل ہے۔

② مسجد کی جماعت بلکہ خود نماز سے ہی غافل ہو جانا، شراب اور جوئے کے حرام

ہونے کی اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی ہے، دیکھو عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ

③ پتنگ اکثر مکانوں کی چھت پر کھڑے ہو کر اڑائے جاتے ہیں جس سے آس پاس

ولے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

(۴) بعض اوقات پتنگ اڑاتے اڑاتے چھپے کو ہٹتے ہیں اور نیچے گر جاتے ہیں، چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر موندے سے منع فرمایا ہے جس پر آڑ نہ ہو۔

(۵) بے جا مال صرف کرنا تبذیر اور حرام ہے، قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا ہے۔

پتنگ بازی کا باہم مقابلہ معصیت میں تسابن و تفاخر ہے جو حرام ہے اور اس پر کفر کا خطرہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۱ محرم ۱۳۸۸ھ

تعدیہ مرض کی تحقیق:

سوال: کسی علاقہ یا شہر میں کوئی وبا پھیل جائے تو وہاں سے دوسرے شہر یا محلہ کی طرف منتقل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز جانوروں میں کوئی وبا آجائے تو تندرست جانوروں کو الگ کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بعض احادیث سے عدوی کی نفی ہوتی ہے اور بعض سے ثبوت ملتا ہے۔

صورت تطبیق یہ ہے کہ احادیث نفی میں وہ عدوی مراد ہے جس کے قائل اہل جاہلیت تھے اور اب بھی اس کے معتقدین موجود ہیں۔ یعنی یہ اعتقاد کہ بعض امراض میں یہ خاصیت طبعی اور لازمی ہے کبھی تخلف ہو ہی نہیں سکتا۔ اس اعتقاد کی نفی نص لا عدوی ولا طیرۃ کے علاوہ مشاہدہ سے بھی ہوتی ہے، مثلاً کسی مقام پر طاعون پھیلتا ہے تو اموات کی تعداد محفوظین کی تعداد سے بہت کم ہوتی ہے۔ اگر تعدیہ ضروری ہوتا تو اس کا عکس ہوتا بلکہ کوئی بھی نہ بچتا۔

اور جن احادیث میں ہرمیز کا حکم ہے وہ بدرجہ سبب ہے مگر اس سبب کی حیثیت اسباب ظاہرہ سے کم ہے، اس لئے ہرمیز ضروری نہیں۔ قرمن المجدوم فرارک من لاسد کا حکم ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے ہے کہ ان کو اگر ہمیشہ الہیہ بیماری لگ گئی تو وہ لاہدی

دلائل بڑی جیسی احادیث کا انکار کر بیٹھیں گے جس میں ان کے سبب ایمان کا خطر ہے
 اگر فرار بن الوار سے چونکہ حدیث میں صراحۃً منع کیا گیا ہے اس لئے ایک شہر چھوڑ کر
 دوسرے شہر جانا جائز نہیں، البتہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ یا ایک مکان سے دوسرے مکان
 میں جانا جائز ہے۔

اسی طرح مواشی کو بدرجہ سبب الگ کرنا جائز ہے، اعتقاد لازم جائز نہیں۔
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

طلب معاش کے لئے بدون اذن والدین سفر کرنا:

سوال: والدین اور بیوی کی اجازت کے بغیر روزگار کے لئے کسی دور شہر کا سفر کرنا
 کیسا ہے؟ جبکہ اس شہر میں روزگار نہ ملتا ہو۔ بیدنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم العوالب

اگر سفر کی وجہ سے والدین یا بیوی بچوں کے نفع کا خوف ہو یعنی وہ خود غنی نہ ہوں
 یا ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں سفر نہ کرے اور اگر اپنے شہر میں روزگار
 کا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو تو ان کے لئے نفقہ اور حفاظت کا مقول انتظام کر کے سفر کر سکتے
 ہیں، البتہ اگر سفر ایسا پرخطر ہے کہ ہلاکت کا ظن غالب ہے تو بہر صورت والدین کی اجازت
 کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: ولہ الخرج لطلب العلم الشرعی
 بلا اذن والدیہ لو ملتیہما وتسامہ فی الدرس۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولہ الخرج الخ)
 ای ان لم یخف علی والدیہ الضیعة بأن کانوا موسرین ولم تکن نفقتہما
 علیہ فی الخنیۃ ولو اراد الخرج الی الحج وکرہا ذلک قالوا ان استغنی
 الاب عن خدمتہ فلا بأس واکا فلا بأس الخرج فان احتاجا الی التفقتہ
 ولا یقدرون ان یخلف لہما نفقۃ کاملۃ او امکنہ الا ان الغالب علی الطريق
 الخوف فلا یخرج ولو الغالب السلامۃ ینخرج وفي بعض الروایات لا یخرج
 الی الجہاد الا باذنہا ولو اذن احدہما فقط لا ینبغی لہ الخرج لان مراعاة حقہما

قرض عین رالجہاد فرض کفایۃ (الی ان قالوا فی سفر تجارۃ ارجح لا بأس
بہ بلا اذن الابوین انما یتباع منہ دلو خرج المتسام و فیہم نیا لا یلاخی
من العبال ۵ (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷۹ جمادی الثانیہ ۱۲۸۷ھ

بصورت استغناء والدین بلا اجازت سفر جائز ہے :

سوال : ایک شخص کی والدہ انتہائی ضعیف ہے ، ان کی خدمت بہترین طریقہ
سے ہو رہی ہے ، ان کے صاحبزادے کی ان کو کوئی ضرورت نہیں ، صاحبزادہ ایک دو سال
کے سفر کے لئے جاتا چاہتا ہے ، والدہ اجازت تو دے رہی ہے مگر آثار سے معلوم ہوتا
ہے کہ اسے صاحبزادہ کے فراق کا کافی صدمہ ہوگا ، ایسی صورت میں سفر پر جانے سے صاحبزادہ
گناہ گار تو نہیں ہوگا ؟ بینوا تو جس را۔

الجواب باسم ملہ الصواب

اگر کسی ذیوی یا دینی حاجت کے لئے سفر کر رہا ہے تو جائز ہے یا کہ بوقت استغناء
والدین ان کی اجازت کے بغیر بھی سفر کرنا جائز ہے بشرطیکہ راستہ پر خطر نہ ہو۔ استغناء
کا مطلب بہت زیادہ بیٹے کی جسمانی خدمت یا مالی تعاون کے محتاج نہ ہوں۔ طبعی صدمہ
تو بہر حال ہوتا ہی ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : ولما اخرج لطلب العلم الشرعی

بلا اذن وال، ۱۷۹

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ولما اخرج لطلب العلم الشرعی

لم یخف علی والدیہ الفنیۃ ان کانوا موسرین ولم تکن نفقہما علیہ
فی الخانیۃ ولو اداء الخروج ای الحج ذکرہا ذلک قالوا ان استغنی الاب عن
خدمۃ فلا بأس بالانطلاق بعد الخروج فان احتاجا الی النفقہ ولا یقدر
ان یخلف لہما نفقۃ کما ملکہ او امکنہ الا ان الغالب علی الطریق الخوف فلا
یخرج دلو الغالب السلامۃ یخرج (الی ان قال) ولو اذن الابوان لا یلتفت
الی غیرہما ہذا فی سفر الجہاد نلو فی سفر تجارۃ ارجح لا بأس بہ بلا اذن
الابوین ان استغنی عن خدمۃ اذ لیس فیہ ابطال حقہما الا اذا کان

الطریق مخوفاً کا بے خوفی بلا اذنیہا وان استغنی عن خدمتہ
(ردالمحتار ص ۲۳ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۹ شعبان ۱۳۳۸ھ

بدون اجازت والدین دوسری جگہ تدریس کرنا:

سوال: ایک شخص والدین کی رضائے خلاف کسی دوسری جگہ تدریس کرتا ہے
والدین کا اصرار ہے کہ وہ وہاں سے چھوڑ کر قریب کسی جگہ تدریس کرے، تو کیا اس
حالت میں از روئے شرع اس شخص کے لئے اس جگہ تدریس کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دور حاضر قحط الرجال کا دور ہے، مدارس دینیہ و جامعات اسلامیہ میں علم و عمل
کے لحاظ سے ماحول اس قدر ابتر ہو چکا ہے کہ ہر سال ہر جامعہ سے سینکڑوں فارغ ہوئے
والوں میں گنتی کے چند افراد علم و عمل کے اعتبار سے باصلاح ہوتے ہیں۔

راسخ فی العلم اور محقق علماء ایک ایک کر کے دنیا سے رحلت ہوتے چلے جا رہے
ہیں، ان اکابر علماء کا منصب سنبھالنے کسی حد تک ان کی جانشینی کا حق ادا کرنے، اشاعتِ
علم اور حفاظتِ دین کا فریضہ ادا کرنے اور اکابر کے خون پسینے سے سینچے ہوئے اس
باغیچہ کو سرسبز و شاداب رکھنے کی امید اگر کی جاسکتی ہے تو ان ہی معدود باصلاحیت
نوجوانوں سے کی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف والدین اور اعزہ و اقارب کے دین سے حد درجہ دور اور حب دنیا
میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حال یہ ہے کہ وہ کسی قیمت پر علم سے بہرہ مند اولاد کو کسی بہتر
ادارے میں اطمینان سے کام کرنے کی بخوشی اجازت نہیں دیتے، وہ صرف اپنی سہولت،
آسائش اور تعیش کو پیش نظر رکھتے ہیں، چنانچہ دنیا کمانے اگر کوئی لڑکا امریکہ یا یورپ بھی
چلا جائے تو ان کو کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

بعض تو دین کا کام کرنے ہی نہیں دیتے بلکہ دنیا کمانے پر لگا دیتے ہیں اور بعض
قریب رہ کر تدریس کرنے پر مجبور کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قریب رہ کر مدرس
گھر کے مسائل میں الجھ جاتا ہے اور دلجمعی سے کام کرنا ممکن نہیں رہتا بلکہ بسا اوقات بہتر
ماحول نہ ملنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ تدریس سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے اور ہر خدمت دین

سے ہاتھ دھو کر خالص دنیا دار بن جاتا ہے بلکہ بعض اوقات برے ماحول کے اثر سے دین اور علماء دین سے متنفر ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس طرح وہ بجائے دین کی قابل قدر خدمت انجام دینے کے دین اور علماء دین کی بدنامی کا ذریعہ بنتا ہے اور بہت سے علم کا شوق رکھنے والوں کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

اس بناء پر اگر گئے چنے نوجوانوں کو بھی بے دین والدین کی آسائش اور تعیش کی بھینٹ چڑھا دیا جائے تو دین و علم دین کا رہا سہا نام بھی دنیا سے مٹ جائے گا اور دین کا ایک مسئلہ بتانے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔

اس لئے والدین اور اعزہ نے جب اپنی اولاد میں سے کسی کو عالم بنانے کی سعادت حاصل کی تو اب اس کی خدمات دینیہ میں رکاوٹ بن کر شقاوت اپنے سر نہ لیں، بلکہ اس کو بخوشی خدمت دین کی اجازت دیں بلکہ اس کے ساتھ تعاون کر کے سعادتِ دائمہ کو اپنا مقدر بنائیں اور تدریس و خدمت دین کے لئے جگہ کے انتخاب میں اس کو پورا پورا اختیار دیں، وہ اپنی طبیعت اور صلاحیت کو مد نظر رکھ کر بہتر جگہ کا انتخاب کر سکتا ہے، وہی زیادہ بہتر سمجھ سکتا ہے کہ وہ کہاں زیادہ بہتر خدمت کر سکتا ہے اور اس کے لئے علمی و عملی ترقی کے مواقع کہاں زیادہ ہیں؟

خلاصہ یہ کہ دورِ حاضر میں کسی جگہ تدریس کے لئے والدین کی رہنمائی ضروری نہیں بلکہ اگر والدین خدمت کے محتاج نہیں اور مدرس ان کی تنہا پوری کرنے میں اپنا دینی نقصان سمجھتا ہے اور دور رہ کر متعدی و غیر متعدی خدمات احسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے تو اس امر میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔

سفر تجارت کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں حالانکہ یہ محض دنیوی اور ذاتی نوعیت کا نفع ہے تو علم دین جس پر پوری امت کی دنیوی و اخروی کامیابی موقوف ہے اس کے لئے سفر والدین کی اجازت پر کیسے موقوف ہو سکتا ہے؟

ہاں درج ذیل صورتوں میں والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا یا دور رہنا جائز نہیں:

① والدین جسمانی خدمت کے محتاج ہیں اور کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے۔

② سفر ایسا پرخطر ہے کہ ہاکت کا ظن غالب ہے۔

۳) لڑکا مرد ہے، اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

۸ محرم ۱۵۸۵ھ

ننگے سر اور ننگے پاؤں رہنا:

سوال: ننگے سر اور ننگے پاؤں رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ٹوپی یا عمامہ اور جوتا پہننا سنت ہے اور خلاف سنت وضع قطع کے برا اور قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کے استعمال پر موانعت فرمائی ہے۔ نیز ننگے سر رہنا آج کل فساق و فجار کا شعار ہے اس لئے اس میں زیادہ تباہی ہے۔ نیز لباس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو زینت بھی ہے اور گرمی سردی وغیرہ تکالیف سے حفاظت بھی۔ اور نعمت کا ترک کفران نعمت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۵۸۵ھ

غیر عالم کو درس قرآن و حدیث دینا جائز نہیں:

سوال: آج کل عام طور پر ائمہ مساجد جو باقاعدہ سند یافتہ نہیں ہوتے اردو ترجمہ دیکھ کر اپنی اپنی مساجد میں درس قرآن و حدیث دیتے ہیں، کیا ان کا درس دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جب تک کسی مستند عالم سے باقاعدہ علم دین حاصل نہ کیا ہو درس قرآن یا حدیث دینا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

غرة رجب ۱۵۸۵ھ

غسل خانے میں پیشاب کرنا:

غسل خانے میں پیشاب کرنا کیسا ہے جبکہ فرش پختہ ہو اور پیشاب کر کے پانی بہا دیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے مگر احتراز بہتر ہے۔ اس سے وسوسہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل أحدكم في مسجده
ثم يغتسل إلا بتوضاً فيه فان عامة الوساوس منه والله سبحانه وتعالى اعلم
۵ رجب ۱۲۸۵ھ

ڈھنڈورا پٹوانا جائز ہے :

سوال : کسی چیز کا اعلان کرنے کے لئے ڈھول بجا کر ڈھنڈورا پٹوانا جائز ہے
یا نہیں ؟ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

کسی ایک یا جائز کام کے لئے اس قسم کا اعلان کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانے کی اجازت دی ہے۔
قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ويندب اعلانه)
ای اظہارہ والضمیر راجع الی النکاح یعنی العقد لحديث الترمذی
اعلنوا هذا النکاح واجعواہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف فتم
(رد المحتار ج ۲ ص ۲) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۱۲ رجب ۱۲۸۵ھ

جوان آدمی کا سفید بال چننا جائز ہے :

سوال : جوان آدمی کو تزلہ کی وجہ سے دو چار سفید بال آجائیں تو ان کا
چننا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

ازالہ عیب کے لئے سفید بال چننا جائز ہے اور قبل از رقت بالوں کا سفید ہونا
عیب ہے لہذا جائز ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا بأس بنشف الشیب۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ولا بأس بنشف

الشیب) فبدہ فی البزازیۃ بأن لا یكون علی وجه التزین (رد المحتار ج ۲ ص ۵)
واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۱۶ رجب ۱۲۸۵ھ

سو دھور سے رشتہ جوڑنا:

سوال: بنک یا بیمہ ملازم کے گھر میں اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا یا ان سے لڑکی کا رشتہ لینا اور ہمیز وغیرہ قبول کرنا جائز ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ شعبان ۱۳۸۸ھ

گا بھن گائے کو ذبح کے لئے فروخت کرنا:

سوال: گا بھن گائے ذبح کرنے کے لئے قصاب کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

گا بھن جانور کو ذبح کرنا جائز ہے۔ لہذا قصاب کو فروخت کرنے میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر قریب الولادہ ہو تو ذبح کرنے کو بعض علماء نے مکروہ فرمایا ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ولیس فی ذبح الام اضاعة الولد لعدم التیقن بموتہ۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولیس فی ذبح الام الخ) جواب عما یقال انہ لو لم یحبل بذبح امہ لما حل ذبحها حاملا لا تلاف حیوان وتقیر الجواب ظاہر لکن فی الکفایۃ ان تقاربت الولادۃ یکرہ ذبحها (رد المحتار ص ۱۹۳ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۹ شوال ۱۳۸۸ھ

ممتحن کا نالائق طالب علم کو کامیاب کرنا جائز نہیں:

سوال: کسی ممتحن نے ایک لڑکے کو رعایت پاس کیا، اس کے بعد اس لڑکے کو ایک ملازمت ملی۔ اس لڑکے کے لئے اس ملازمت کے پیسے نا جائز تو نہیں ہونگے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ملازمت کا کام کرنے کی پوری صلاحیت ہو تو ملازمت جائز ہے۔

اس کی آمدن پر ممتحن کے فعل کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ ممتحن محکمہ کی طرف سے امین تھا اور اس کا پابند کہ لائق طالب علم کو کامیاب کرے۔ اس نے نااہل کو شکستہ کامیاب کر کے امانت میں خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب کیا، جس کا اسے گناہ ہوگا، اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔

قال الله تعالى : ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها
واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل الاية (۴-۵۸) والله سبحانه
وتعالى اعلم۔

غردی العقدہ ۱۴۳۸ھ

مؤذی جانوروں کو مارنا:

سوال: کتا، بلی، مکھی، چیونٹی، مکڑی وغیرہ تکلیف دہ جانوروں اور کیڑوں کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قتل کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جانور اور حشرات الارض اگر ابتداء بالاذی کریں تو ان کے قتل میں کوئی حرج نہیں ورنہ خلاف اولیٰ ہے۔

سانپ اور بچھو چونکہ خلقہ مؤذی ہی ہوتے ہیں اس لئے ان کو مارنا جائز بلکہ باعث ثواب ہے، کاٹنے والے کتے اور مؤذی بلی کا بھی یہی حکم ہے۔

مؤذی جانوروں اور حشرات الارض کو مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جلد جان نکل جائے۔ آگ میں جلانا جائز نہیں۔

قال العلامة المحمدي رحمہ اللہ تعالیٰ: وجاز قتل ما یضر منها
ککلب عقور دھرة تضر ویند بھما ای الھرة ذبحا ولا یضر بھا لانه لا یفید
ولا یحرقھا وفي المبتغی یکرہ احراق جراد و قمل و عقرب ولا بأس باحراق
حطب فیھا النمل۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ویند بھما) الظاهر

ان الکلب مثلھا تأمل (قوله یکرہ احراق جراد) ای تحریمھا ومثل القمل
البرغوث ومثل العقرب الحیطة (رد المحتار ص ۴۹ ج ۵)

۴۔ فی المصنوعات: نذر الزنبور والمحشرات، حمل یباح فی الشرع
ایقداً من غیر ایذاء وھل یشاب علی قتلھما قال لا یشاب علی ذلک
وان لم یوجد منہ الا بذاء فالادلی ان لا یتعرض بقتل شیء منہ کذا فی
جواہر الفتاوی (عامگیوۃ ص ۲۴۸) واللہ سبحانہ و تعالی اعلم
۲۔ رجب ۱۳۸۸ھ

چھپکلی کو مارنا ثواب ہے:

سوال: جنگلوں میں چھپکلی جیسی شکل کا ایک جانور پایا جاتا ہے اور یہ لمبائی مکانوں
میں چھپکلی کثرت سے پائی جاتی ہے کیا ان دونوں کا ارنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔
الجواب باسم ملہم الصواب
دونوں کا مارنا باعث اجر و ثواب ہے، حدیث میں ”وزغ“ کا لفظ ہے جو دونوں
کو شامل ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے پر اجر و ثواب کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے
کہ یہ آتش نمردیں پھونک مار کر اس کو تیز کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرر پہنچا پائے
تو ادا کر رہی تھی۔

عن ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
امر بقتل الوزغ وقال وہن بنفخ علی ابراہیم علیہ السلام (بخاری ص ۲۴۸ ج ۱)
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
قتل وزغاً فی اول فربۃ کتبت لہ مائۃ حسنة وفي الثانیۃ ردت ذلک وفي الثالثۃ
دون ذلک (مسلم ص ۱۲۷ ج ۲)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من قتل وزغاً بالضربۃ الاولی کان لہ کذا وکذا حسنة فان قتلہ فی
الضربۃ الثانیۃ کان لہ کذا وکذا حسنة فان قتلہا فی الضربۃ الثالثۃ
کان لہ کذا وکذا حسنة وفي الباب عن ابن مسعود وعائشة دام شریک و
حدیث ابی ہریرۃ حدیث حسن صحیح (الترمذی ص ۲۴۸ ج ۱)

قال الامام القرطبی رحمہ اللہ تعالی: وقال کعب وقتادة والنہری والہ

تبقى يومئذ دابة الا اطفأت عند النار الا الوزغ فاذا كانت تنفخ عليه .
ما ذلك امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلها وسماها فويسقذ (الجمع احكام القرآن) ۱۱
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۱۰ رجب ۹۳ ھ

تحصیل ملازمت کے لئے ستر کھولنا:

سوال: تکریمت نے اتر فورس میں مذہبی تعلیم کے سلسلے میں ایک نیا شعبہ کھولا ہے جس میں علما کو وارنٹ آفیسر (ریلیجس ٹیچر) کے عہدہ پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ سرکاری قانون یہ ہے کہ بھرتی کے ذات طبی معاینہ کروانا ضروری ہے جس میں ستر کھولنا لازمی ہے کیا مذکورہ صورت میں ستر کھولنا اور اعضا مخصوصہ کا معاینہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کی بناء پر کسی کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت ہو۔ تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو مذہبی تعلیم کے لئے لیا جا رہا ہے ان کو مذہب کے خلاف کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، جو لوگ ملازمت کے لئے ایسے گناہ کبیرہ اور حرام کے ارتکاب پر تیار ہوں گے وہ مذہب کی تعلیم جو کچھ دیں گے وہ ناسر ہے، ایسے لوگوں سے مذہب کو فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان ہی پہنچے گا۔

بہر کیف بلا ضرورت شدیدہ کسی کو ستر دکھانا اور دیکھنا سخت گناہ اور حرام

ہے اور سوال میں مذکورہ صورت ضرورت شدیدہ میں داخل نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

غزہ محرم ۱۳۸۵ ھ

گائے کا مصنوعی بچہ:

سوال: اگر گائے کا بچہ بر گیا تو دوسری کسی چیز سے بچہ کی صورت بنا کر گائے کے

سامنے رکھ کر دودھ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر بچے کا چہرہ اور آنکھیں پوری طرح ظاہر نہ ہوں ایسے ہی ایک شکل بنا دی گئی ہو تو

جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

محرم ۱۳۸۵ ھ

چراگاہ میں سب کا حق ہوتا ہے :

سوال : ہمارے علاقہ میں تمام پہاڑ علاقہ وار منقسم ہیں۔ ایک گاؤں والے دوسرے گاؤں والوں کی چراگاہ میں اپنے مویشی نہیں لے جاسکتے۔ اگر کوئی لے جائے تو اس سے معاوضہ لیا جاتا ہے۔ یہ معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر معاوضہ نہ لیا جائے تو سارے لوگ اپنے مویشی ایک چراگاہ میں لے جاتے ہیں جس سے ان لوگوں کا نقصان ہوتا ہے جن کے حصے میں وہ چراگاہ ہے۔ اگر ایک گاؤں والے اپنی چراگاہ میں کسی کو نہ چھوڑیں تو علاقے کا حاکم جبراً بھیجتا ہے۔ ان حالات میں کیا کیا جائے ؟ بدینہ اتوجس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پہاڑوں کو علاقہ وار اس طرح تقسیم کرنا کہ ایک قوم کے مویشی دوسری قوم کی چراگاہ میں نہ جاسکیں جائز نہیں۔ معاوضہ لینا اور بھی شدید ظلم ہے۔ تمام پہاڑی علاقوں اور اس کی گھاس میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں۔

ارض مباحہ تو درکنار اپنی مملوکہ زمین کی خود رو گھاس سے بھی کسی کو روکنا جائز نہیں اگر مالک زمین میں داخل نہ ہونے دے تو اس پر لازم ہے کہ گھاس کاٹ کر طالب کے حوالہ کرے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : وبيع ثوب من ثوبین والمرعى اى الكلا واجارتها اما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث الناس شرکاء فى ثلاث فى الماء وانكلا والناس واما بطلان اجارتها فلا نفا على استهلاك عين ابن كمال وهذا اذا ثبت بنفسه وان انبتته بسقى وتربية ملكه وجاز بيعه عيني وقيل لا۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله لحديث الناس شرکاء فى ثلاث) ومعنى الشراكة فى النار الاصطلاء بها وتجهيف الثياب لاخذ الجمر الاباذن صاحبه وفى الماء الشرب وسقى الدواب والاستقاء من الابار والحياض والافهار المملوكة وفى الكلا الاحتشاش ولو فى ارض مملوكة غير ان لصاحب الارض المنع من دخوله ولغيره ان يقول ان لى فى ارضك حقاً فاما ان توصلنى اليه او تحشه او تستقى وتدفعه لى وصار كثوب رجل وقع فى دارى رجل اما ان يأذن للمالك فى دخوله لياخذة واما ان يخرجہ

الیہ فتہ ملخصاً (رد المحتار ج ۴) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ صفر ۱۳۸۷ھ

خنزیر اٹھانے میں کافر کا تعاون کرنا:

سوال: زید شکار کرنے گیا، وہاں اس سے پہلے ایک انگریز نے خنزیر کا شکار کیا ہوا تھا، انگریز نے زید سے کہا کہ اے اٹھو اگر ذرا ہماری گاڑی میں رکھو ادیں، زید نے انکار کر دیا۔ کافر نے کہا کہ اگر آپ کا کوئی جانور مر جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اے بھی تو آپ ہاتھ سے باہر پھینکتے ہیں۔ زید نے خنزیر تو نہیں اٹھایا مگر اس کے اس استدلال کا کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اس طرح کے کسی موقع پر خنزیر اٹھانے میں تعاون کرنا جائز ہے؟ کیا خنزیر کو ہاتھ لگانے سے ہاتھ ناپاک ہو جائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں تدلیل مسلم ہے اس لئے جائز نہیں۔

انگریز کا استدلال باطل ہے، اس لئے کہ مردار جانور کو گھر سے حرام، نجس اور متعفن چیز باہر پھینکنے کے لئے اٹھایا جاتا ہے، اس میں کافر کے سامنے مسلم کی تدلیل نہیں، یہ تو مأمور بہ اور اطاعت ہے۔

اگر خنزیر کے بال یا پکڑنے والے کا ہاتھ تر ہو تو ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

اخبار میں مرد اور عورت کی تصویر دیکھنا:

سوال: اخبار کا مطالعہ کرتے وقت مردوں اور عورتوں کی تصاویر دیکھنا کیسا

ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ضرورت سے اخبار دیکھنا ہی ہو تو تصویریں دیکھنے سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہیے۔ اور تصاویر کو قلم زد کر دینا چاہیے۔ آج کل اخبار بینی ایک ذہنی تعیش بن گیا ہے جسے لوگ ضرورت سے تعبیر کرتے ہیں جو ایمان کی سخت کمزوری کی علامت

ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

بنیت تبلیغ ارتکاب معصیت جائز نہیں:

سوال: اگر کسی ناسق کے ساتھ اس کے فسق میں شریک ہونے سے اس کی اصلاح کی امید ہو تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟ جیسے اہل بدعت کی مجالس بدعات میں شریک ہونا۔ بینوا توجرت۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اصلاح و تبلیغ کی نیت سے معصیت کا ارتکاب ہرگز جائز نہیں۔ جب ارشاد و تبلیغ سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اس مقصد کی تحصیل کے لئے اس کی معصیت کا کیا مطلب؟ اگر کوئی شخص ناحشہ عور۔ کی اصلاح کی خاطر اس سے بدکاری کرے تو کیا کوئی احمق جی اسے جائز کہہ سکتا ہے؟ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۱ شعبان ۱۳۸۶ھ

تذہیب: اس مسئلہ کے مفصل و مدلل تحقیق رسالہ ”تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود“ میں ہے، جس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔
کسی مصلحت کے گناہ کو جائز سمجھنا الحاد ہے:

سوال: ایک امر میں حکم شرعی کرنے یا نہ کرنے کا موجود ہے۔ مگر زید کہتا ہے کہ مصلحت کی بناء پر حکم شرعی کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیا زید کا یہ نظریہ صحیح ہے؟ بینوا توجرت۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مصلحت کی بناء پر حکم شرعی کو چھوڑنا الحاد اور بے دینی ہے۔ ایسا کہنے والا فاسق ہے اور آیت قرآنیہ ”أَقْرَأْ آيَاتِ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَؤُلَاءِ رَضَا اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَقُلُوبِهِمْ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِمْ عَتَاةً“ کا مصداق ایسے باطل نظریہ اور الحاد سے قویہ و استغفار لازم ہے۔

شریب کا فیصلہ یہ ہے کہ مسائل پر مصالح کو مصالحہ کی طرح پیس ڈالو، جتنا زیادہ پیسوں کے سامنے اتنا ہی زیادہ لذیذ ہوگا۔

اس کی پوری تحقیق مفصل و مدلل رسالہ ”سیاست اسلامیہ مندرجہ“ احسن الفتاویٰ جلد ۷ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرہ ربيع الآخر ۱۶ھ

عالم کا تصویر کھینچنا ازراہ شیعہ ہے :

سوال : اس زمانہ میں تصویر کھینچوانے کے جواز کا استنباط کیا گیا ہو تو دلائل سے واضح کریں، اگر نہیں تو پھر اس کی وضاحت کریں کہ کیا اس میں کسی عالم یا مفتی اور عامی آدمی میں کچھ فرق ہے ؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تصویر کھینچنا باجماع امت حرام ہے۔

عوام کے مقابلہ میں کسی عالم یا مفتی کا تصویر کھینچنا کئی وجوہ سے زیادہ شیعہ اور

قبیح ہے۔

(۱) بن علم و فہم، درقرین پر گرفت زیادہ سخت ہوتی ہے۔

(۲) علماء کی معصیت سے عوام معاصی پر جرأت کرنے لگتے ہیں۔

(۳) علماء کی مداہنت سے عوام اس گناہ کو جائز سمجھنے لگتے ہیں۔

تنبیہ : معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بدون اجازت کسی کی تصویر لینا قانوناً منع ہے۔ اس لئے اگر کسی کی تصویر غفلت میں لے لی گئی ہے تو اس پر فرض ہے کہ ایسے مجرم کو قانونی کارروائی کی دھمکی دے کر اس تصویر کے ضائع کرنے پر مجبور کرے، اگر وہ ضائع نہ کرے تو قانونی کارروائی کرنا شرعاً فرض ہے، خصوصاً علماء پر یہ فریضہ زیادہ مؤکد ہے، اس میں تساہل برتنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ سب حفاظت فرمائیں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۷ھ

گھوڑ و در کے مقابلہ میں جانہین کو تعویذ دینا :

سوال : کدھوں گھوڑوں کی دوا کا مقابلہ کرنے والوں کو جیتنے کے لئے تعویذ دینا

اور اس کی اجرت لینا جائز ہے ؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دوا میں اگر جانہین سے رقم لینے کی شرط ہو تو یہ فعل حرام ہے اور حرام فعل کے لئے تعویذ

دنیا اور اس کی اجرت لینا بھی حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
نمرہ رمضان شہر

کان ناک چھیدنا:

سوال: اکثر عورتیں خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں کان اور ناک چھدواتی ہیں، کیا شرعاً کان ناک میں سوراخ کرنا جائز ہے اور کیا یہ تغیر المخلق نہیں؟ حدیث میں جسم گودنے اور گدوانے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے، اس کی علت تغیر المخلق ہی ہے تو کان اور ناک میں سوراخ کرنا بطریق اولیٰ تغیر المخلق ہے کیونکہ اس میں گوشت میں بھی سوراخ کیا جاتا ہے جبکہ گودنے میں صرف جلد میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کانوں میں بالیاں پہننے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رواج تھا اور اب بھی عرب میں اس کا رواج ہے، اس پر قیاس کر کے ناک چھیدنا بھی جائز ہے اگر یہ تغیر خلق اللہ میں داخل ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نیکر فرماتے۔

قال العلامة الحصکفی (رحمہ اللہ تعالیٰ): دیکرہ للولی الباس الخلع الود
السواس للصبی ولا یأس بثقب اذن البنت والطفل استحسنانا ملتقط قلت وهل
یحون الخزام فی الانف لمرأۃ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله للصبی) ای الذکر
لانه من زینۃ النساء ط (قوله والطفل) ظاہرہ ان المراد بہ الذکر مع ان
ثقب الاذن لتعلیق القرط وهو من زینۃ النساء فلا یحمل للذکور والذی فی
عامۃ الکتاب وقد مناه عن التارخانیۃ لا یأس بثقب اذن الطفل من البنات
ویراد فی حادی القدسی ولا یحون ثقب اذان البنین فالصواب اسقاط الواد
(قوله لمرأۃ) قلت ان کان مما یتزین النساء وہو فی بعض البلاد
فہو فیہا کثقب القرط اھ ط وقد نص الشافعیۃ علی جوازہ مدنی۔

(رد المحتار منکب ۵)

وفی الہندیۃ: ولا یأس بثقب اذان النسوان کذا فی الظہیریۃ ولا
یأس بثقب اذان الاطفال من البنات لانہم کانوا یفعلون ذلک فی

من امان رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير انكار كذا في الكبرى
(عالمگیریۃ ۲۵ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ صفر ۱۲۹۹ھ

غیبت کی جائز اور ناجائز صورتوں کی تفصیل:

سوال: غیبت کسے کہتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ
علائیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرنے والوں کی غیبت کرنا جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ غیبت کی
جائز و ناجائز صورتیں تحریر فرما کر ممنون فرمائیں بدینواتہ جرحاً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی کے پس پشت اس کے کسی ایسے واقعی عیب کو ذکر کرنا کہ اس کو معلوم
ہو جائے تو اسے ناگوار گزرے غیبت ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن و حدیث میں شدید
ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

غیبت کی ناجائز صورتیں:

- ① غیبت کو حلال سمجھ کر کرنا، مثلاً غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکا گیا تو اس
نے جواب دیا کہ یہ غیبت نہیں ہے اس لئے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔
یہ کفر ہے، اس لئے کہ قطعی حرام کو حلال سمجھ رہا ہے۔
- ② نام ذکر کئے بغیر کسی کی غیبت ایسے شخص کے سامنے کرنا جس کے نزدیک وہ شخص
متعین و معلوم ہے۔

یہ نفاق و ریاء کا مجموعہ ہے۔

- ③ کسی متعین شخص کی غیبت کرنا۔

یہ گناہ کبیرہ ہے۔

غیبت کی جائز صورتیں:

- ① دفع ظلم کے لئے قادر علی دفع الظلم کے سامنے غیبت کرنا۔
- ② تغیر منکر کی نیت سے قدرت رکھنے والوں کے سامنے غیبت کرنا۔
- ③ حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے مفتی کے سامنے غیبت کرنا، لیکن نام کو مبہم

رکھنا بہتر ہے۔

(۴) کسی کے شر سے بچانے کے لئے اس کی غیبت کرنا، جیسے شہود و رداۃ پر جرح کرنا۔

(۵) علانیہ گناہ کرنے والوں کی غیبت کرنا۔
البتہ صرف اسی گناہ کا تذکرہ جائز ہے جو وہ علانیہ کرتے ہوں، مخفی گناہوں کا ذکر جائز نہیں۔

(۶) تعارف کی غرض سے کسی کے عیب کا ذکر کرنا جیسے اعور و اعشى وغیرہ۔
یہ اس شرط سے جائز ہے کہ اس کے بغیر تعارف ناممکن یا متعذر ہو۔

عن ابی ہریرۃ رضى الله تعالى عنہ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل افرأيت ان كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه ما تقول فقد اغتبتہ وان لم يكن فيه ما تقول فقد بعتہ رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۴۱۲)
وقال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت الآیۃ ایجب احذکم ان یأکل لحم اخیه : والآیۃ دالت علی حرمة الغيبة ، وقد نقل القرطبی وغیرہ الاجماع علی انها من الکبائر وعن الغزالی وصاحب العدة انهما صرحا بأنها من الصغائر وهو عجیب منهما لکثرة ما یدل علی انها من الکبائر ، وقصاری ما قیل فی وجہ القول بأنها صغیرۃ انه لو لم تکن كذلك یلزم فسق الناس کلهم الا الفذ النادر منهم وهذا حرج عظیم و تعقب بأن نشوا المعصیۃ ارتکاب جمیع الناس لها فضلا عن الأكثر لا یوجب ان تكون صغیرۃ ، وهذا الذی دل علیہ الکلام من ارتکاب اکثر الناس لها لم یکن قبل ، علی ان الاصرار علیها قریب منها فی کثرة الفسوق فی الناس و هو کبیرۃ بالاجماع و یلزم علیہ الحرج العظیم وان لم یکن فی عظم الحرج السابق مع ان هذا الدلیل لا یقاوم تلك الدلائل الكثیرۃ۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶)

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والكذب فان الكذب يهدي الى الفجور وان

الفجور يهدى الى النار وما يزال الرجل يكذب ويبتغى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا متفق عليه (مشكوة ۲۱۳)

وقال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: وقد تجب الغيبة لغرض صحيح شرعى لا يتوصل اليه الا بها، تنحصر في ستة اسباب، الاول التظلم فلنظام ان يشكو لمن يظن له قدرة على ازالة ظلمه او تخفيفه. الثاني الاستعانة على تغيير المنكر بذكره لمن يظن قدرته على ازالته. الثالث الاستفتاء فيجوز للمستفتى ان يقول للمفتي: ظلمنى فلان بكذا فهل يجوز له او ما طريق تحصيل حقى او نحو ذلك، والا ففضل ان يجهله. الرابع تحذير المسامين من الشر كجرح الشهود والرواة والمصنفين والمتصددين لا فتاء اذ اقراء مع عدم اهلية فتجوز اجماعا بل تجب (الى ان قال) والخامس ان يتجاهر بفسقه كالمكاسين وشربة الخمر ظاهر فيجوز ذكرهم بسا تجاهر وافيه دون غيره الا ان يكون له سبب اخر مما هو (روح المسامحة ۳۸) وقال العلامة المحصنى رحمه الله تعالى: فتباح غيبة مجهول ومتظاهر بقبيل ولبصاهرة ولسوء اعتقاد تحذير منه ولشكوى ظلامته المحاكم شرح وهبانية.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت (قوله فتباح غيبة مجهول الخ) وفي تنبيه الغافلين للفقير ابى الليث الغيبة على اربعة اوجه في وجهه كفى بأن قيل له لا تغتب فيقول ليس هذا غيبة لا في صادق فيه فقد استحل ما حرم بالادلة القطعية وهو كفر وفي وجهه هي نفاق بأنت يفتاب من لا يسميه عند من يعرفه فهو مفتاب ويرى من نفسه انه متورع فهذا هو النفاق وفي وجهه هي معصية وهو ان يفتاب معينا ويعلم انها معصية فعليه التوبة وفي وجهه هي مباح وهو ان يفتاب معلنا بفسقه او صاحب بدعة وان اغتاب الفاسق لمحذرة الناس يثاب عليه لانه من النهي عن المنكر اه اقول والاباحة لا تنافي الوجوب في بعض المواضع الا تبيته (قوله ومتظاهر بقبيل) وهو الذى لا تستتر عنه ولا يؤثر عنده اذا قيل

عنه انه يفعل كذا ام ابن الشحنة قال في تبیین المحارم فيجوز ذكره بما يحاهر به لا غيره قال صلى الله عليه وسلم من اتقى جلباب الحياء عن وجهه فلا غيبة له واما اذا كان مستترا فلا تجوز غيبته اه قلت و ما اشهر بين العوام من انه لا غيبة لتارك الصلوة ان ارى به ذكره بذلك وكان متجاهرا فهو صحيح والا فلا (رد المحتار ص ۲۶ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۱ صفر ۱۲۸۹ھ

تصویر دار سائیکل پر سوار ہونا:

سوال: جو سائیکل کرایہ پر ملتی ہے بوقت ضرورت اس پر سوار ہونا پڑتا ہے، اس کے ڈنڈوں پر عورتوں کی تصویریں چسپاں ہوتی ہیں، کیا اس پر سوار ہونا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی سائیکل پر سوار ہونا جائز نہیں، اگر بغیر تصویر کے سائیکل نہ ملتی ہو اور ضرورت شدید ہو تو گنجائش ہے مگر تصویر کو کسی چیز سے چھپا دے، یہ بھی نہ ہو سکے تو تصویر سے حتی المقدور اغماض واجب ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۵ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ

خاندانی منصوبہ بندی کی جائز صورتیں:

سوال: خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کے کئی طریقے ہیں:

- ① عورت کی بچہ دانی نکال دی جاتی ہے۔
- ② مرد کا اپریشن کیا جاتا ہے جس کے بعد وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔
- ③ ادویہ استعمال کرائی جاتی ہیں۔
- ④ بوقت جماع پلاسٹک کی تھیلی استعمال کی جاتی ہے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

منصوبہ بندی قلت رزق کے خوف سے بہر صورت حرام ہے، البتہ اگر یہ نظریہ نہ ہو بلکہ عورت کی صحت یا بچوں کی تربیت پیش نظر ہو تو پلاسٹک کی تھیلی یا ادویہ کا

استعمال جائز ہے، بچہ دانی نکال دینا یا مرد کا اپریشن کر کے اسے ہمیشہ کے لئے بے کار بنا دینا جائز نہیں۔ تفصیل رسالہ ”نہضت تولید واستقاط حمل“ مندرجہ احسن الفتاویٰ جلد ۸ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۱ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

فاسق بیٹے سے قطع تعلق :

سوال : میرا لڑکا کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے، مجھے بھی گالی گلوچ کرتا ہے، حتیٰ کہ مجھے اس سے جان کا خطرہ ہے، میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے، کچھ رشتہ دار مصر ہیں کہ میں اسے معاف کر دوں، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لڑکے کو معاف کر کے اس سے تعلقات استوار کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں، ایک معاف کر دینا یعنی دنیا یا آخرت میں انتقام نہ لینا، یہ بہت بلند مقام ہے اور قرب و رضائے الہی کا بڑا ذریعہ ہے، شریعت نے اس کے فضائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

دوسرا یہ کہ بیٹے سے تعلقات رکھنا، اس کا فیصلہ لڑکے کے آئندہ حالات سے متعلق اطمینان پر موقوف ہے، اگر اطمینان ہو کہ وہ اپنے حالات درست کر لے گا تو تعلقات استوار کر لئے جائیں ورنہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۱۳۸۹ھ

محمل کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا جائز ہے :

سوال : محمل کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، یہ ریشم کے حکم میں تو نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو مصلیٰ خالص ریشم کا ہو اس پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے۔ قول جواز

راجح ہے، آج کل بازار سے جو مصلیٰ ملتا ہے وہ خالص ریشم کا نہیں ہوتا، اس لئے اس پر نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: ویحل قوسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالوا الشافعی ومالك رحمہم اللہ تعالیٰ حرام وهو الصحیح كما فی المواہب قلت فلیحفظ هذا لکنہ خلاف المشہور۔

وقال العلامة ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله لکنہ خلاف المشہور) قال فی الشرنبلالیۃ قلت هذا التصحیح خلاف ما علیہ المتون المعترۃ المشہورۃ والشرح (رد المحتار ص ۲۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۸ رجب ۱۲۸۹ھ

جعلی سٹیفکیٹ بنوا کر ملازمت کرنا:

سوال: کسی کو ایک ملازمت مل رہی ہے مگر شرط یہ ہے کہ پانچویں جماعت کا سرٹیفکیٹ ہو۔ وہ ان کے پاس نہیں۔ مگر جعلی بن سکتا ہے تو اس صورت میں کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ نیز اس کی اس معاملہ میں اعانت کرنے والوں پر گناہ ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح ویلڈ ٹنگ وغیرہ کام کی مہارت کا جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کر کے ملازمت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر ملنے والی تنخواہ حلال ہوگی یا حرام؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ جھوٹ اور دھوکا ہے لہذا جائز نہیں، اس کی اعانت کرنے والے بھی گناہگار ہوں گے، البتہ جو کام اس کے ذمہ ہے اگر وہ اسے بحسن و خوبی انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو تنخواہ حلال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ

میڈیکل بل کے لئے مقرر ڈاکٹر کا تشخیص میں رعایت کرنا:

سوال: حکومت کی طرف سے بعض ملازمین کو میڈیکل سہولتیں مہیا ہیں، تشخیص کے لئے ہر محکمہ کا ڈاکٹر مقرر ہوتا ہے اس کی تشخیص ضروری ہے۔ اب اگر ایک آدمی کسی اور ڈاکٹر سے تشخیص کرائے اور متعلقہ ڈاکٹر سے مرمت میں آکر بل پاس کر لے تو اس شخص کے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

متعلق ڈاکٹر اگر دوسرے ڈاکٹر کی تشخیص پر مطمئن ہو تو اس کا بل پاس کرنا جائز ہے

دریہ نہیں، مروت کی بناء پر بل پاس کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

دم کر کے گرہ لگانا:

سوال: چیچک کے واسطے دھاگرہ میں سورہ رحمن یا اور کوئی آیت پڑھ کر دم کر کے گرہ لگا کر بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ حدیث میں ممانعت آئی ہے اب شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ ایام جاہلیت میں ایسی چیزوں کو مؤثر بالذات سمجھا جاتا تھا اس لئے حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

ریڈیو میں تلاوت و تفسیر:

سوال: ریڈیو میں قرآن کریم کی تلاوت اور تفسیر کرنا اور اسے سننا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس وقت استماع و انصات ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

محض تلاوت دو وجہ سے ناجائز ہے:

- ① عموماً تلاوت کرنے والا اجرت لیتا ہے اور تلاوت محض پر اجرت لینا حرام ہے۔
- ② اسی مجلس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے جس میں قرآن کریم کی توہین ہے لہذا اس کا سننا بھی جائز نہیں۔

تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

ٹی وی پر اسلامی نشریات سننا بھی حرام ہے:

سوال: ٹیلی ویژن پر کسی عالم کی تقریر سننا یا کرکٹ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ٹی وی دیکھنا بہر حال وجوہ ذیل کی بناء پر حرام ہے:

- ① اس میں عموماً اصل کی بجائے فلم آتی ہے جو تصویر ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور

جس مجلس میں تصویر ہو وہاں جانا بھی حرام ہے، حدیث میں تصویر والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے، جہاں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

(۲) اناؤنسر عورت ہوتی ہے اور عورت کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے، خواہ تصویر ہو یا براہ راست عکس دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

(۳) اناؤنسر کے علاوہ بھی ٹی وی پر بہت سی عورتیں آتی ہیں جنہیں مرد دیکھتے ہیں اور ٹی وی پر آنے والے مردوں کو عورتیں دیکھتی ہیں، غیر محرم مرد عورت کا ایک دوسرے کو بلا ضرورت شدیدہ دیکھنا حرام ہے۔

(۴) کشتی اور تیراکی وغیرہ کے مناظر میں ستر کھلتے ہیں، کسی کے سامنے ستر کھولنا اور کسی کا ستر دیکھنا حرام ہے۔

(۵) موسیقی اور دوسرے فواحش و بے حیائی پر مشتمل نشریات ہوتی ہیں جنہیں سنا اور دیکھنا حرام ہے۔

(۶) ٹی وی کے مفاسد مذکورہ کی وجہ سے معاشرہ میں بے حیائی، فحاشی، بدمعاشی، زنا اور ہر قسم کی بدکاری کا طوفان بپا ہو گیا ہے، حتیٰ کہ سگے بھائی بہن اور باپ بیٹی کی آپس میں بدکاری سے متعلق ہمارے پاس استفادہ آنے لگے ہیں۔

(۷) تمام سائنسدانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ٹی وی دیکھنا بلکہ اس کے قریب بیٹھنا بھی صحت کے لئے سخت مضر ہے، ایک لڑکی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی، دماغ کے اسپیشلسٹ نے بتایا کہ یہ ٹی وی دیکھنے کا نتیجہ ہے۔

ایک لڑکی کی بیانی کمزور ہو گئی، آنکھوں کے اسپیشلسٹ نے بتایا کہ یہ ٹی وی دیکھنے کی وجہ سے ہے، اگر آئندہ احتیاط نہ کی تو اندھی ہو جائے گی۔

(۸) بیشتر مضامین ایسے ہوتے ہیں جن میں نہ دین کا کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ دنیا کا، اور ہر وہ چیز ممنوع ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

(۹) ٹی وی جیسے آلہ لہو و لعب بے دینی، فواحش و منکرات کے مرکز پر دینی پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور انہیں اشاعت اسلام کا نام دیا جاتا ہے یہ دین کی سخت بے حرمتی ہے اور مسلمان کے لئے ناقابل برداشت توہین ہے۔

(۱۰) کوئی کتنا ہی اہتمام کرے کہ صرف جائز اشیاء ہی دیکھے گا تو بھی احتراز ناممکن ہے۔

(۱۱) اگر بطور فرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ کسی حرام کام کے ارتکاب کے بغیر صرف جائز اشیاء کا دیکھنا ممکن ہے تو بھی اس میں یہ فساد ہے کہ شروع کرنے کے بعد اس کا شوق اور نشہ اتنا بڑھے گا کہ حرام اشیاء دیکھنے تک پہنچ کر چھوڑے گا اور ہر وہ کام جو حرام تک پہنچنے کا ذریعہ ہو حرام ہے اگرچہ وہ فی ذاتہ مباح ہو۔

(۱۲) کوئی دیندار شخص محرمات سے بچ کر ٹی وی دیکھنے کی کوشش کرے تو عوام اس سے ٹی وی کی مطلقاً اباحت پر استدلال کریں گے۔
ٹی وی کی تباہ کاریوں کی تفصیل رسالہ ”ٹی وی کا زہر ٹی بی سے مہلک تر“ میں ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۹ محرم ۱۴۱۹ھ

انگریزی پڑھنا:

سوال: انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو وجہ کیا ہے؟ آج کل اچھے خاصے لوگ اس طرف مائل نظر آتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

انگریزی پڑھنا جائز ہے مگر اسکول اور کالج وغیرہ کا ماحول بے دینی کا ہے جو بے دینی کی طرف داعی ہے لہذا اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

مصنوعی مجسمہ کے کھلونے کا حکم:

سوال: بچوں کو کھلونے دینا کیسا ہے؟ جب کہ کھلونے میں جاندار جیسے مصنوعی انسان، گھوڑے، بکری وغیرہ کے بھی مجسمے ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بچوں کو کھلونے دینا جائز ہے مگر جاندار کے مجسمے جیسے انسان، گھوڑا، بکری وغیرہ

دینا جائز نہیں۔

تصویر کی حرمت کے دلائل اور احکام کی تفصیل رسالہ ”الذریعہ العریان عن عذاب صورۃ الحيوان“ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

بلدیہ سے مردہ جانوروں کا ٹھیکہ لینا:

سوال: زید نے بلدیہ کیٹی سے مردہ جانوروں کا دس ہزار پر ایک سال کے لئے ٹھیکہ لیا ہے مثلاً جو جانور شہر میں مر جائے گا زید اس کو اٹھائے گا، اس کا چمڑا، ہڈی کام میں لائے گا، چربی پگھلا کر صابن بنانے والوں کو فروخت کرے گا۔ کیا زید کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ شوال ۱۴۱۹ھ

حالت اضطرار میں غیر کا مال کھانا:

سوال: ایک فقیر آدمی جس کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہ ہو، سوال کرنے سے بھی اس کی کفایت نہ ہوتی ہو، اس حالت میں اس کو کیا کرنا چاہیے، اگر وہ حالت اضطرار میں کسی مالدار سے کھانا نہ دینے پر لڑائی کر کے اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت کس قسم کی موت ہوگی؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غیر کا مال اس کی طیب خاطر کے بغیر لینا حرام ہے،

قال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب

نفس منہ۔

حالت اضطرار میں بھی جان بچانے کے لئے مال غیر بلا اجازت کھانے کی بہ نسبت بقدر ضرورت مردار کھا کر جان بچانا اھون ہے۔ البتہ مردار کا گوشت بھی میسر نہ ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت غیر کا مال بلا اجازت کھا سکتا ہے۔

قال العلامة المحض کفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی جنایات الحجۃ اوہو مضطر

الی اکلہ (الی قولہ) ویقدم المیتۃ علی الصيد والصيد علی مال الغیر ولحم

الانسان الح (رد المحتار ج ۲ ص ۲)

پھر تعجب اس پر ہے کہ جو شخص کمانے پر قدرت نہیں رکھتا وہ لڑائی پر کیسے

تیار ہو جاتا ہے، اگر یہ شخص لڑائی میں مر گیا تو حرام موت مرا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

بضرورت کتا پالنا؛

سوال: حدیث میں آیا ہے کہ اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو، تو کیا مطلقاً کتا پالنا جائز ہے یا ضرورت کے وقت کوئی گنجائش ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حفاظت یا شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔ حدیث میں ممانعت بلا ضرورت پالنے سے ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ جمادی الآخرۃ ۹۱ھ

پاسپورٹ سائز تصویر کھینچنا اور اس کی اجرت لینا بھی حرام ہے:

سوال: پاسپورٹ سائز تصویر کھینچنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرام ہے، اس کی حرمت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاشادات کتب حدیث میں بکثرت منقول ہیں۔

منہا: عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عند ابن عباس اذا تآه

سرجل فقال یا ابن عباس انی انسان انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس لا احد ثلک الا ما سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول سمعته يقول من صور صورة فات الله معذبه حتى ینفخ فیها الروح و لیس بنا فخر فیها ابد (الحديث (بخاری ج ۱) ۲۹۶)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ جمادی الآخرۃ ۹۲ھ

بچوں کو فوٹو کے ذریعہ تعلیم دینا:

سوال: بچوں کو تعلیم دینے کے لئے تصاویر کا استعمال کہاں تک صحیح ہے؟

کیا اس مسئلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیوں اور ذوالجناح

سے کچھ روشنی پڑ سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرام ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھلونوں میں تصویر نہیں تھی۔

قال فی حاشیۃ مشکوٰۃ معزیا الی اللہات: والمراد ہننا ما تلعب بہ الصبیۃ من الخرق والرقی ولو یکن لہا صویر مشخصة کالتصاویر المحرمتہ فلا حاجۃ الی ما قیل ان عدم انکارہ صلی اللہ علیہ وسلم لعیہا بالصویر وابقائہا فی بیئہا دال علی ان ذلک کان قبل التحریم وان اللعب الصغار مظنۃ للاستغفاف (حاشیۃ مشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ جمادی الثانیۃ ۹۲ھ

ڈاڑھی منڈے کا مسجد میں بیان کرنا:

سوال: کیا ڈاڑھی منڈا شخص مسجد میں وعظ اور بیان کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں دین اور منصب وعظ کی توہین ہے اس لئے جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الآخرۃ ۹۲ھ

کافر کو ڈیکوریشن کا سامان دینا:

سوال: کافروں کی شادی وغیرہ میں مسلمان کو اپنا ڈیکوریشن کا سامان مثلاً

دیگ، پلیٹ، گلاس وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وجاز بیع عصیر عنب ممن

یعلم انہ یتخذ خمر الان المعصیۃ لا تقوم بعینہ الخ (رد المحتار ص ۲۵ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۴ رجب ۹۲ھ

حق وصول کرنے کے لئے جھوٹ بولنا:

سوال: زید نے بکر کی زمین پر جبراً قبضہ کر لیا ہے، اب مقدمہ چل تو اس میں اگر

بکر اپنا حق وصول کرنے کے لئے جھوٹ بولے تو جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زید کو بکر نے دو ہزار روپے دیئے ہوں اور وہ یہ کہہ دے کہ میں نے اسے پانچ ہزار دیئے ہیں تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ جبکہ بغیر جھوٹ بولے کام ہی نہ چلے اور بغیر مقدمہ کئے فیصلہ ہی نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صریح جھوٹ بولنا جائز نہیں، موقع ضرورت میں تعریفی جائز ہے۔ یعنی ایسی بات کہہ سکتا ہے جو بظاہر خلاف واقع ہو مگر اس سے کوئی صحیح مطلب نکل سکتا ہو۔

قال المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام (رد المحتار ص ۲۴ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خوئی القعدۃ ۹۲

تبلیغی اجتماع میں بلند آواز سے دعاء کرنا:

سوال: تبلیغی جماعت کے اجتماع کے اختتام پر ہمیشہ بلند آواز سے دعاء ہوتی ہے اور سامعین زور زور سے آمین کہتے ہیں اور اکثر پر بہت گریہ طاری ہوتا ہے اور اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، اکثر لوگ اس دعاء کو درس قرآن سے بھی زیادہ باعث ثواب سمجھتے ہیں، آیا دعاء کا یہ طریقہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دعاء کے لئے اجتماع ثابت نہیں، البتہ اجتماع کسی اور مقصد سے ہو تو اس میں اجتماعی دعاء جائز ہے۔ تبلیغی اجتماع سے مقصود دعاء نہیں بلکہ لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرنا اور دین کی تبلیغ مقصود ہوتی ہے، لہذا وہاں بلند آواز سے اجتماعی دعاء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ صفر ۱۴۳۳ھ

ظلم سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا اور رشوت دینا:

سوال: حکومت جو عوام پر ٹیکس عائد کرتی ہے اس سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا اور رشوت دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب
حکومت مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ٹیکس لگا سکتی ہے :

(۱) حکومت کو ضرورت ہو۔

(۲) ٹیکس بقدر ضرورت لگایا جائے۔

(۳) مصرف صحیح ہو۔

(۴) تعیین و تشخیص صحیح ہو۔

اگر شرائط مذکورہ میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہو تو ٹیکس لگانا ظلم ہے اور اس سے بچنے کے لئے کوشش کرنا جائز ہے اور اگر رشوت دینے کی ضرورت پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ مریخ جھوٹ بولنا جائز نہیں، البتہ ایسی بات کہہ سکتا ہے جو درحقیقت تو خلاف واقع ہو مگر کوئی صحیح مطلب بن سکتا ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ رجب ۱۳۹۳ھ

بحرمت لا الہ الا اللہ کہنا :

سوال : بحرمت لا الہ الا اللہ کہہ کر دعا مانگنا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

درست ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ ذی القعدہ ۱۳۹۳ھ

زیارت والدین کے لئے پاسپورٹ بنوانا :

سوال : والدین کی زیارت کے لئے پاسپورٹ بنوانا جس میں نوٹو کی ضرورت پڑتی ہے، کیا ایسا پاسپورٹ بنوانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

علماء وقت جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں مجھے اس میں شرح صدر نہیں، عامی علماء وقت کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ رمضان ۱۳۹۴ھ

اعلان توبہ کے بعد قطع تعلق جائز نہیں:

سوال: ایک عورت نے ایک شخص سے ناجائز تعلقات قائم کئے۔ پھر والدین کی رضامندی کے بغیر اسی جگہ جو کہ اس کا کفو بھی نہیں نکاح کر لیا جس سے اس کے تمام قبیلے والوں کی بے عزتی ہوئی اس بناء پر اس کے تمام رشتہ داروں نے اس سے قطع تعلق کر لیا، عرصہ دراز کے بعد اس کو ندامت ہوئی اور اپنے تمام رشتہ داروں سے معافی مانگی، تو کیا اب طلب معافی کے بعد بھی اس کے رشتہ داروں کا اس سے قطع تعلق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مذکورہ عورت نے اپنے اس گناہ سے توبہ کر لی ہے اور جن لوگوں کو اس گناہ کا علم تھا ان سب کو اپنی توبہ کی اطلاع بھی کر دی ہے اور اپنے تمام اعزہ و اقارب سے بھی معافی طلب کر لی ہے تو اس سے قطع تعلق جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ رزی الحجہ ۱۴۲۲ھ

سانپ، بندر، ریکچہ وغیرہ پالنا:

سوال: سانپ، بندر یا ریکچہ وغیرہ کا پالنا اور ان سے لوگوں کو تماشا دکھانا، لوگوں کا اس پر پیسے دینا اور ان پیسوں کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بظاہر تو لینا، دینا منع معلوم ہوتا ہے، اولاً تو اس میں حیوان کا جس سے جو ممنوع ہے، ثانیاً حیوان بھی ایسا کہ جس کا حکم قتل ہے۔ ثالثاً لوگوں کو لہو و لعب میں لگانا۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسے تماشے دکھانا اور دیکھنا جائز نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي البزازية استماع صوت الملائكة كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام استماع الملائكة معصية والمجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر ای بالنعمۃ (رد المحتار ص ۵۲۲ ج ۵)

وقال ایضاً: ذکرہ کل لہو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام کل لہو المسلم حرام الا ثلاثاً ملاً عبثہ اہلہ وتأدیبہ لفرسہ و مناضلۃ بقوسہ

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ذكره كل لهو) ای كل لعب
وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات والاطلاق شامل
لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار
من الطنبور والبربط الخ (رد المحتار ص ۲۵۳ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ محرم ۱۳۹۵ھ

مروج کمیٹی کا حکم:

سوال: آج کل ہر علاقے میں یہ رواج ہے کہ چند افراد مل کر ایک کمیٹی بنا لیتے
ہیں، ہر ماہ کمیٹی کا ہر رکن ایک متعین مقدار میں رقم جمع کرتا ہے، پھر جمع شدہ رقم
پر قرعہ اندازی ہوتی ہے، ارکان کمیٹی میں سے جس کا نام قرعہ میں برآمد ہوا اس کو
جمع شدہ کل رقم ادا کر دی جاتی ہے، ایسے ہر ماہ چکر چلتا ہے۔ باری باری ہر رکن
کمیٹی کو اس اکٹھی رقم سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہتا ہے، اس کو امداد باہمی
کی ایک شکل سمجھا جاتا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شرعاً یہ صورت جائز ہے؟
بندہ کو اس معاملے میں چند شبہات ہیں:

① ہر رکن اس امید پر شریک ہوتا ہے کہ اس کی تھوڑی رقم ایک کثیر رقم کھینچ
لائے گی، گویا ایک بڑی رقم بطور قرض حاصل کرنے کے لئے ایک چھوٹی رقم اپنی جیب
سے نکالتا ہے، استقرار کی یہ شکل غلط ہے، کیونکہ کل قرض جس نفعاً فہور ہوا
فرمایا گیا ہے۔

② موجودہ صورت میں قرعہ اندازی سے قرض حاصل کرنا قمار نہ سہی، قمار
کے مشابہ ضرور ہے۔

③ کوئی ممبر قرض کی رقم حاصل کرنے کے بعد اگر اپنا ماہانہ چندہ بند کر دے تو
نزاع پیدا ہوگا، ظاہر ہے کہ ایسے معاملات شرعاً غلط ہوتے ہیں۔

④ یہ ممکن ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے کہ جو واقعہ ضرورت مند ہے، قرعہ میں نام
نہ نکلنے کی وجہ سے عرصہ تک قرض حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے اور اپنی احتیاج کے
باوجود ہر ماہ چندہ کی رقم ادا کر کے مزید مشکلات کا شکار ہوتا ہے، لہذا یہ امداد باہمی نہیں
بلکہ ایک حاجتمند پر ظلم ہے۔

⑤ ہر رکن کمیٹی کو ہر ماہ چندہ دیتا ہے جس کمیٹی کا خود بھی رکن اور جزد ہے سو ہر فرد اپنے آپ کو قرض دینے والا ہوا یہ ایک مہمل امر ہے۔ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کمیٹی کا مرد جبہ طریقہ بلاشبہ ناجائز ہے، البتہ جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ شرائط ذیل کی مکمل پابندی کی جائے:

① بنام کمیٹی جمع کردہ رقم سب شرکاء کی رضا سے بلا قرعہ کسی ایک کو بطور قرض دی جائے یا بذریعہ قرعہ دی جائے مگر قرعہ کے نتائج کو لازم نہ قرار دیا جائے بلکہ سب شرکاء کی رضا سے صرف تسہیل انتخاب کا ایک ذریعہ سمجھا جائے۔

② ہر شریک کو ہر وقت الگ ہونے کا اختیار ہے، کوئی جبر نہ ہو بلکہ ایک یا چند مرتبہ رقم کسی شریک کو دے دینے کے بعد بھی ہر شریک کو علیحدہ ہو جانے کا پورا اختیار ہو اور اسے دی ہوئی رقم واپس لینے کے مطالبہ کا پورا حق ہو، اس پر شرکاء میں سے کسی کو اعتراض نہ ہو۔

③ ایک ماہ کی مدت کو لازم نہ قرار دیا جائے، ہر شریک کو ہر وقت بطور قرض دی ہوئی اپنی رقم کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہو۔

شرائط مذکورہ کے تحت معاملہ کیا جائے تو اس پر سوال میں مندرجہ اشکالات وارد نہ ہوں گے۔ تفصیل یہ ہے:

① اس اشکال کے دو جواب ہیں:

① یہاں جبر نفع مستقرض سے نہیں غیر سے ہے۔

② جب ہر شخص کو ہر وقت الگ ہونے کا اختیار ہوگا تو یہ نفع مشروط نہ ہوگا۔

② شرط اول کے تحت قمار رہا نہ قمار سے مشابہت۔

③ یہ صورت تو ہر قرض میں ہوتی ہے کہ قرضخواہ کو مطالبہ کا حق ہوتا ہے، البتہ ایک ماہ کی تاخیر باطل ہے اور یہ بطلان شرط ثالث سے مرتفع ہو گیا۔

④ شرط ثانی کے تحت ہر شریک کو ہر مرحلہ پر اختیار ہوگا اور وہ جب چاہے گا

اپنی دی ہوئی رقم واپس لے سکے گا تو یہ اشکال نہ رہے۔

(۵) قرض کمیٹی کو نہیں دیا جاتا بلکہ جس کے نام قرعہ نکلتا ہے اسے دیا جاتا ہے، کمیٹی کے منتظمین کا قبضہ و کالتہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ رجب ۱۴۰۵ھ

کھیلوں میں انہماک اور ان میں عزت سمجھنا:

سوال: کیا مسلمانوں کے لئے دنیا میں کافروں کے سامنے اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے کھیلوں میں حصہ لینا، اس میں جیتنے کی کوشش کرنا اور دعائیں کرنا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ اور کیا اس طرح واقعی عزت مل سکتی ہے؟ بینوا و جبر۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مسلمانوں کی عزت و وقار اور دنیا و آخرت کی سرخروٹی صرف اس میں ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان بنیں اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کریں اور کفار پر اپنی دھاک بٹھانے اور ان کے سامنے اپنا سرا دینا رکھنے کے لئے جہاد کی تیاری کریں، ایسی ورزشیں کریں جن سے جسم مضبوط اور جہاد کے قابل بنے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ وعد اللہ

وعد و کمر الایۃ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں تربیت جہاد ہی کے ذریعہ کفار پر رعب ڈالا جاتا تھا، چنانچہ مسجد نبوی میں تیر اندازی کے مقابلے ہوتے تھے، اسی تربیت سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شہسوار مہارت حاصل کر کے جب کفاز کے مقابلے میں میدان میں اترتے تو مربی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فداۃ ابی داہی "ارم یا سعد بابی داہی" کا نعرہ لگا کر ان کو تیر اندازی کے جوہر دکھانے پر ابھارتے تھے۔

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ بچے، جوان، بوڑھے سب جذبہ جہاد سے سرشار تھے، بچے پنچوں کے بل کھڑے ہو کر اپنا قد لمبا ظاہر کر کے جہاد میں جانے کی اجازت کے لئے بے تاب رہتے تھے، جوان نئی دہن کے حقوق ادا کرنے کے بعد جہاد کی آواز سن کر غسل مکمل کئے بغیر میدان کی طرف دوڑ جاتے اور جام شہادت نوش فرما لیتے تھے۔ پاؤں سے معذور میدان جہاد کی طرف جاتے ہوئے "اللہم لا ترونی الی اہلی" جیسی دعائیں

مانگا کرتے تھے۔ بوڑھے نوے سال کا بڑھا پالے کر جہاد کے لئے نکلتے تھے اور راستے میں متوقع انتقال کے پیش نظر جنازے کو بھی میدان جہاد میں لے جا کر دفن کرنے کی وصیتیں کرتے تھے۔

ان قدسی صفات حضرات نے کبھی بھی کھیلوں کے مقابلے کر کے کفار پر عرب بٹھانے کا فلسفہ سوچا نہ اس میں اسلام کی سربلندی سمجھی۔

درحقیقت یہ اعداء اسلام کی گھٹاؤنی سازش ہے کہ مسلمان نوجوانوں کو لہو و لعب اور کھیل تماشے میں مشغول رکھو، تاکہ وہ اپنے دین کے تمام احکام سے غافل بلکہ غاری ہو جائیں، ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں، مکمل طور پر ہمارے رنگ میں رنگے جائیں اور ہمارے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا تصور ہی ان کے ذہن سے مٹ جائے۔

افسوس! آج کی مسلم حکومتیں اور مسلمان نوجوان اپنی حیثیت کو بھول کر ذلت کے کس قدر عمیق گڑھے میں گر گئے اور دشمنان اسلام کی سازشوں کے جال میں پھنس کر فکر آخرت سے تو کوسوں دور ہوئے ہی تھے، منافع دنیویہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے

”لَسُوا لِلّٰہِ فَاَنسَاہُمْ اَنْفُسَہُمْ“

اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کو پس پشت ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے نفع کا شعور ان سے چھین لیا۔

چنانچہ کھیلوں کے مقابلوں میں کسی خلاف شرع امور کے ارتکاب، نماز، روزہ جیسے اہم فرائض سے غفلت بلکہ تنفر کے علاوہ قوم کا کرداروں، اربوں روپے کا سرمایہ کھیل کے میدان بنانے، تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کرنے، غیر مسلم کھلاڑیوں کی آؤ بھگت اور یہود و ہنود کے ساتھ تعلقات نبھانے جیسی لغویات اور غیرت ایمانیہ کے خلاف حیا سوز حرکات پر خرچ ہوتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

بنا بریں کھیل کے مروجہ مقابلوں کا کوئی جواز نہیں، اس لئے ان کے لئے کسی بھی قسم کا تعاون یا دعا دینا کرنا جائز نہیں، بلکہ ہر شخص پر بقدر استطاعت مسلمان نوجوانوں اور حکومتوں کو ایسی تباہ کن سازشوں سے بچانے کی سعی کرنا فرض ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲ شوال ۱۴۲۵ھ

مختلف خبریں سننا سنانا:

سوال: اندرون ملک یا باہر کے جو حالات مختلف ذرائع سے موصول ہوتے ہیں، ان کا سننا اور ایک دوسرے سے بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، اس میں درج ذیل مقاسد ہیں:

(۱) اکثر خبریں فضول اور لایعنی ہوتی ہیں، جن میں نہ دین کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ دنیا کا۔ جو شخص لایعنی سے نہ بچے اللہ تعالیٰ کو اس کا اسلام پسند نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیه“

(۲) اکثر باتیں غیر محقق ہوتی ہیں جن کا بیان کرنا اور پھیلانا جھوٹ میں داخل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کفی بالمرء کذباً ان یحدث بكل ما سمع“

(۳) کئی خبروں میں افتراء اور غیبت بھی ہوتی ہے، غیبت زنا سے بدتر ہے اور افتراء غیبت سے بھی بدتر۔

(۴) ان خبروں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈا اور سازشیں ہوتی ہیں حالات سے ناواقف سادہ لوح مسلمان غیر شعوری طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں اور دشمنان اسلام کے بیان کردہ خلاف واقع تقائض سے ان کے دلوں میں اسلام سے دوری اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔

(۵) مختلف طبقات اور مختلف علاقوں کے درمیان عصبیت اور منافرت پیدا ہوتی ہے۔

(۶) طرح طرح کے فتنوں اور فسادات کی خبریں سن کر انتشار، خوف و ہراس اور بزدلی پھیلتی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی خبروں کو پھیلانا منافقین کی عادات قبیحہ میں ذکر کیا ہے۔

واذا جاءهم امر من اکامن او الخوف اذا عوا به

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض والمرجفون فی المدینۃ

لنفرینک بہم ثم لا یجاءونک فیہا الا قلیلاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا:

سوال: بعض مفتی حضرات فرماتے ہیں کہ ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا جائز نہیں اگر سخت ضرورت ہو تو جائز ہے مگر تقویٰ کے خلاف ہے۔ آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بینوا توجہ۔

الجواب باسم ملہم الصواب
چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

- ① اس کا باندھنا بذات خود مقصود ہو جیسے زینت کملے لوگ باندھتے ہیں۔
 - ② بذات خود مقصود نہ ہو کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے۔
- صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلا کراہت جائز ہے۔
- خود گھڑی کی پشت جو کلائی کے ساتھ لگتی ہے وہ بھی تو کسی دھات سی کی ہوتی ہے، مگر چونکہ وہ بھی خود مقصود نہیں اس لئے جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

نائی سے حجامت بنوانا: ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

سوال: نائی جو لوگوں کی ڈاڑھی مونڈتا اور کاٹتا ہو اور خلاف شرع بال بناتا ہو، اس سے حجامت بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجہ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر استرا، قینچی وغیرہ آلات حجامت کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ حلال مال سے خریدے گئے ہیں یا حرام سے یا حلال و حرام مخلوط سے تو غلبہ کا اعتبار ہے، اگر حلال غالب ہے تو ان آلات کا استعمال جائز ہے ورنہ نہیں۔

اگر غلبہ کا علم نہ ہو سکے تو جائز ہے، مگر احتراز بہتر ہے۔

بیٹھنے کی کرسی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

دکان کی قیمت خرید یا کرایہ میں حلال غالب ہو تو اس دکان میں داخل ہونا جائز ہے، ورنہ نہیں۔

مذکورہ تمام صورتوں میں حلال و حرام مخلوط ہونے کا یقین ہو جائے تو غلبہ کا اعتبار نہیں، حلال غالب ہو تو بھی ناجائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲ محرم ۱۴۰۹ھ

(تفصیل رسالہ حلال حرام سے مخلوط مال کا حکم میں ہے)

سفارش کا حکم:

سوال: کسی سے سوال کرنا حرام ہے، اگر کسی صاحب منصب سے کسی مسکین مسلمان کو نوکری دوانے کی سفارش کی جائے تو کیا یہ بھی ممنوع سوال میں داخل ہے؟ بینواتوجروا۔
الجواب باسم ملہم الصواب

اگر صاحب منصب پر آپ کی وجاہت بہ اثر ایسا غالب ہو کہ جس کی وجہ سے وہ آپ کی سفارش کو رد نہ کر سکتا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ خلاف شرع یا خلاف قانون امر کا ارتکاب کر کے بھی آپ کی سفارش ضرور قبول کرے گا تو سفارش کرنا جائز نہیں۔ اور اگر اس کے ساتھ ایسی دوستی اور بے تکلفی ہو کہ اگر سفارش قبول کرنا خلاف شرع یا خلاف قانون ہو یا کسی مصلحت کے خلاف ہو تو وہ بلا تکلف انکار کر سکتا ہو اور اس کے انکار سے آپ کو بھی کوئی ناگواری نہ ہو تو سفارش کرنا جائز بلکہ باعث اجر ہے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشفعوا ولتوجر وایقضی اللہ علی لسان رسولہ ما شاء متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۴۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

غیر زوج کا نطفہ رحم میں ڈالنا:

سوال: آج کل ایک قسم کا آلہ ایجاد ہوا ہے جس کے ذریعہ عورت کے رحم میں دوسرے اجنبی مردوں کی منی داخل کی جاتی ہے، جس سے عورت عموماً حاملہ ہو جاتی ہے اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بچہ حرامی ہے یا نہیں؟ نیز اس طرح کے فعل کو زنا کہا جائے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ فعل حرام ہے لاستعمال جزء غیر الزوج، مگر زنا نہیں لعدم صدق تعریفہ علیہ۔ بچہ ثابت النسب ہوگا، لان الولد للفراش۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ رجب ۱۳۸۷ھ

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم:

سوال: توالد و تناسل کے طریق جدید "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا شرعاً کیا

حکم ہے ؟ بدینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کی شرمگاہ یا رحم میں کوئی ایسا مرض ہو جو جسمانی تکلیف و اذیت کا باعث ہو تو اس کا علاج طبیب سے کروانا جائز ہے، مرد طبیب سے جائز نہیں۔ البتہ اگر مرض مہیک یا ناقابل برداشت ہو اور طبیب میسر نہ ہو تو مرد طبیب سے علاج کروانا جائز ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے طریق کار میں کسی ایسے مرض کا علاج نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے کسی جسمانی تکلیف میں ابتلاء ہو، یہ دفع مضرت بدنیہ نہیں بلکہ جلب منفعت ہے، اس لئے یہ عمل یڈی ڈاکٹر سے بھی کروانا جائز نہیں، مرد ڈاکٹر سے کروانا انتہائی بے دینی کے علاوہ ایسی بے غیرتی و بے شرمی بھی ہے جس کے تصور سے بھی انسانیت کو مسوں دور بھاگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے جو اولاد حاصل کی گئی وہ وبال ہی بنے گی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وقال فی الجوهرة: اذا كان المرض فی سائر بدنھا غیر الفرج یجوز النظر الیہ عند الدواء لانه موضع ضرورة وان كان فی موضع الفرج فیتبغی ان یعلم امرءة تداء ویکافان لم توجد وخافوا علیہا ان تہلك او یصیبھا وجع لا تحقلہ یسائر منها کل شیء الاموضع المعلقة شرید او یجھا الرجل ویغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح اه فتأمل والظاهر ان ینبغی هنا للوجوب (رد المحتار ص ۲۳۷) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴، صفر ۱۴۱۱ھ

نابالغ بچوں سے خدمت لینا:

سوال: دیہات کی مساجد میں جو طلبہ رہتے ہیں ان میں نابالغ لڑکے بھی ہوتے ہیں جن کے ذمہ تمام کام ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان نابالغ بچوں پر کبھی ظلم و زیادتی بھی ہو جاتی ہے، ان حالات میں نابالغ سے بلا اجرت کام لینا کیسا ہے ؟

بدینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

والدین و اولیاء کی طرف سے دلالتاً کام لینے کی اجازت ہوتی ہے اس لئے کام لینا جائز ہے، بلکہ ان کی تربیت کے لئے کسی قدر کام لینا ضروری ہے۔ البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

① تعلیم میں زیادہ خرچ واقع نہ ہو۔

② استطاعت و طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

خلاف قانون کسی ملک میں ٹھہرنا:

سوال: بعض لوگ حکومت سے عمرہ کی اجازت لے کر مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور عمرہ سے فارغ ہو کر واپس نہیں آتے، عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سعودی حکومت کسی کو مستقل طور پر رہنے کی اجازت نہیں دیتی اور حکومت پاکستان نے بھی اجازت اس لئے دی کہ وہ عمرہ کے لئے جا رہا ہے، اگر حکومت پاکستان کو یہ پتہ چل جائے کہ کوئی شخص وہاں جا کر عمرہ کے بعد مستقل رہائش کے لئے بندوبست کر لے گا تو وہ اسے ہرگز اجازت نہ دے، بہر حال بعض لوگ اس طرح غیر قانونی طور پر جا کر وہاں چوری چھپے رہ جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ شرعی اور قانونی اعتبار سے مجرم ہیں یا نہیں؟

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ حکومتوں کے قوانین سفر خلاف شریعت ہیں، شریعت میں کسی جگہ کے سفر کرنے کی ممانعت نہیں خصوصاً بلد حرام کا سفر تو موجب قرب الہی ہے، اس لئے اگر وہ عمرہ کا پاسپورٹ، ویزا لے کر جانے کے بعد وہیں قیام کر لیتے ہیں تو شرعاً مجرم نہیں ہیں۔

بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ ملکی اور شہری نظام کو برقرار رکھنے کے لئے قوانین سفر، خصوصاً اجازت کے بغیر ایک ملکی کا دوسرے ملک میں نہ جانے کے قوانین خلاف شریعت نہیں۔

دوسرا یہ کہ اگرچہ قانون شرعی نہیں لیکن عمرہ کرنے والے نے پاکستانی حکومت اور سعودی حکومت کے ساتھ ویزا حاصل کرنے کے وقت گویا معاہدہ کیا ہے کہ وہ عمرہ کر کے واپس آئے گا وہیں پر قیام نہیں کرے گا۔

لہذا عمرہ کے بعد وہاں چوری چھپے رہ کر اس نے قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ وعدہ اور معاہدہ کی بھی خلاف ورزی کی ہے اس لئے شرعاً و قانوناً مجرم ہے۔ صیغہ کیا ہے؟ بینوا تو جبروار۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ صورت شرعاً و قانوناً ہر طرح ناجائز ہے۔

قانوناً تو ظاہر ہے کہ پاسپورٹ اور ویزا میں جو تاریخ مقرر ہے اس تاریخ سے زائد ٹھہرنا جرم اور قانون شکنی ہے۔

شرعاً ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں:

(۱) پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرنا ایک معاہدہ ہے اور عہد شکنی کو شریعت نے جرم عظیم قرار دیا ہے۔

(۲) مباحث میں حکومت کی اطاعت واجب ہے۔

(۳) جان و عزت کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

وزیر کی مدت سے زیادہ قیام جائز نہیں:

سوال: میں مع اہل و عیال مکہ المکرمہ میں اقامت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان کی طرف سے صرف دو ہفتے کا ویزا مل سکتا ہے کیونکہ عمرہ کے لئے جانے والوں کو دو ہفتے سے زائد عرصہ کا ویزا نہیں مل سکتا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ دو ہفتے کا ویزا ختم ہو جانے کے بعد مکہ المکرمہ میں چوری چھپے رہنا پڑے گا کبھی گرفت میں آگیا تو فوراً واپس ہو جانے کا خطرہ ہے، اور اگر کوئی کام سعودی حکومت کی طرف سے مل گیا تو اطمینان سے قیام کی صورت بھی نکل آئے گی، اس صورت حال میں میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبروار۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ اور مباحہ میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی سخت گناہ ہے۔ علاوہ ازیں نفس یا عزت کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

بجلی کے میٹر سے کنکشن دینا:

سوال: بعض لوگ چوری چھپے اپنے ہمسائے سے کچھ پیسے لے کر کنکشن دیتے ہیں حکومت اس کی اجازت نہیں دیتی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ حکومت سے بجلی خریدنے کی وجہ سے ملک آجاتی ہے۔ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ بیع نہیں بلکہ بجلی پہنچانے کا اجارہ ہے اور میٹر بھی اجارہ پر ہے اور مستاجر پر دوسرے کو نہ دینے کی پابندی میں اگر کوئی فائدہ ہو تو ایسی پابندی لگانا جائز ہے، بظاہر محکمہ کی نظریں اس پابندی میں یقیناً کوئی فائدہ ملحوظ ہوگا، لہذا دوسرے کو دینا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵۱ شعبان ۱۴۱۵ھ

اپنی زمین سے عام راستہ بند کرنا:

سوال: زید کی زمین کے قریب بکر کی زمین ہے جس میں ایک عام راستہ تھا جس پر عام لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی، بکر نے اپنی اس زمین کے چاروں طرف دیوار لگا کر اس عام راستہ کو بند کر دیا، مجبوراً لوگوں نے متصل زید کی زمین میں راستہ بنالیا، زید نے بھی اس سے چشم پوشی کی، اب چند سال کے بعد زید نے اپنی اسی زمین میں نیا گھر بنالیا، جس کی وجہ سے اب اپنی زمین کے اس راستہ کو بند کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس راستے کی وجہ سے اس کو بہت نقصان ہوتا ہے، فصل کی خرابی کے علاوہ بے پردگی کا راستہ بھی کھل جاتا ہے، دیگران عام لوگوں کو اپنے کاروبار کے سرانجام دینے کے لئے اور راستہ بھی ہے مگر وہ کافی دور پڑتا ہے، اب شرعی فیصلہ کیا ہے؟ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

زید کو اپنی ملک میں سے راستہ بند کرنے کا حق ہے اگرچہ اس کو کوئی نقصان نہ ہو، اور جب اس کو بے پردگی اور فصل کی خرابی جیسے نقصانات درپیش ہیں تو اس فتنے کا سد باب اس پر فرض ہے، عوام کو چاہیئے کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کریں، شرکاء فی العین بوقت مضرت اپنے شریک کے حصے میں تصرف نہیں کر سکتے تو بالکل اجنبی لوگ بطریق اولیٰ

تعرف نہیں کر سکتے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: وكل من شركاء الملك اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة (رد المحتار ج ۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ ربيع الثاني ۱۴۰۹ھ

خنزیر کے بالوں کے برش کا حکم:

سوال: آج کل دروازوں، کھڑکیوں اور دیواروں پر روغن کرنے کے لئے خنزیر کے بالوں کا برش استعمال ہوتا ہے، ایسے برش سے زنجی ہوئی لکڑی اور دیوار پاک ہے یا نہیں؟ اگر ناپاک ہے تو خشک ہونے کے بعد اس کے ساتھ گیلہ کپڑا یا گیلہ ہاتھ لگ جائے تو کیا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا؟ نیز ایسے دروازوں، کھڑکیوں اور دیواروں کو پاک کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ مسجدوں میں زنگ کرنے کے لئے بھی یہی برش استعمال ہوتا ہے، تو کیا مسجد کے لئے ایسی نجس چیز کے استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مفتی پر اور ظاہر مذہب پر خنزیر کے بال ناپاک ہیں، جس چیز میں ڈالے جائیں گے وہ بھی ناپاک ہو جائے گی، مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خنزیر کے بال پاک ہیں۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: (دشعر المیتۃ) غیر المختزیر

علی المذہب (الی قولہ) طاهر۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ علی المذہب) ای علی قول

ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الذی ہو ظاہر الروایۃ ان شعرة نجس وصحیہ

فی البدائع ورجحہ فی الاختیار فلو صلی ومعه منه اکثر من قدس الدرہم

لا تجوز ولو وقع فی ماء قليل نجسہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا ینجسہ

افادہ فی البحر و ذکر فی الدرر انہ عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ طاهر

لضرورة استعمالہ للخرایین قال العلامة المقدسی فی زماننا استغنوا

عنہ ای فلا یجوز استعمالہ لزوال الضرورة الباعثة للحکم بالطہارة

نوح آفندی (رد المحتار ج ۱)

وقال السرافعي رحمه الله تعالى: (توله ای فلا يجوز استعماله لزوال
الضرورة الخ) سیاتی له عن طرہ ما قاله في النهر في بيان ثمرۃ الاختلاف
في خیرء الحمام والعصفور هل هو طاهر او معفو عنه من انها تظهر في ما لو
وجدھا في ثوب وعنده ما هو خال عنه لا تجوز الصلوة على العضو
لا انتفاء الضرورة و تجوز على الطهارة قال ط فيه نظر اذ مقتضاہ عدم
جواز التطهر بهذا الماء حيث وجد غيره اه فمقتضى ما قاله ط انه
يزوال الضرورة الداعية للطهارة لا تعود النجاسة وهو الظاهر اذ الضرورة
هي علة لقول الشارع بالطهارة على ما قال محمد رحمه الله تعالى وبعد
قوله علينا اتباعه حتى يوجد منه ما يدل على النجاسة لذلك قال محمد
رحمه الله تعالى بعدم فساد الماء وبصحة صلوة الحامل مع عدم وجود الضرورة
حقیقة (التحریر المختار ص ۱۵۲ ج ۱)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شعر خنزیر بہر حال
پاک ہیں ان کے استعمال کی ضرورت ہو یا نہ ہو، چونکہ مفتی بہ قول نجاست کہے اس لئے
ان کے استعمال سے حتی الامکان احتراز واجب ہے، صرف مواقع ضرورت میں امام
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لکڑی کو روغن کرنا ضرورت
میں داخل ہے، اس لئے کہ روغن کے بغیر لکڑی بہت جلد خراب ہو جاتی ہے اور خنزیر
کے بالوں کے سوا کوئی اور برش استعمال کیا جائے تو برش بہت جلد ٹوٹ جاتا ہے
اور کام کرنے میں محنت اور مشقت در چند ہوتی ہے، نیز بال ٹوٹ کر لکڑی پر رہ جانے
کی وجہ سے صفائی نہیں آتی صفائی اور زینت اگرچہ ضرورت میں داخل نہیں مگر پہلی دو چیزیں
یعنی برش کا بہت جلد ٹوٹنا اور محنت و دچند ہونا بلاشبہ ضرورت میں داخل ہیں، جوتے
کی سلائی کو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ضرورت قرار دیا ہے حالانکہ اس زمانے
میں بھی جوتے کی سلائی کے دوسرے ذرائع بھی یقیناً موجود تھے، مگر ان میں مشقت اور خنزیر
کے بال سے سلائی میں سہولت تھی، اس سہولت کو ضرورت قرار دے کر شعر خنزیر کے
استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے، اس لئے دروازوں اور کھڑکیوں اور لوہے کے جنگلوں وغیرہ کی
زنکائی میں طہارت کے قول کی گنجائش ہے۔

البتہ دیواروں پر رنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی حد تک اس کی ضرورت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ سفیدی کرنے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، لہذا یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس قسم کی دیوار کو اگر دھویا جائے تو اوپر سے پاک ہو جائے گی، مگر اس کا اندر ناپاک رہے گا، دھونے سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس پر گیلہ یا گیلہ کپڑا لگنے سے ناپاک نہ ہوگا۔

مساجد کی دیواروں کو روغن کرنے میں خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنے سے احتراز لازم ہے، اگر ایسی دیوار کو دھو کر اوپر سے پاک بھی کر دیا گیا تو بھی اس کی اندرونی نجاست احترام مسجد کے خلاف ہے، لہذا اگر مسجد میں ایسے برش سے رنگ کر دیا گیا ہو تو اسے کھرچ کر اتار دینا چاہیے۔

قال ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ: وقد قيل ايضا ان الضرورة ليست ثابتة في الخنزيرة بل يمكن ان يقام بغيره وقد كان ابن سيرين لا يلبس خفا خنزير بشعر الخنزير فعلى هذا لا يجوز بيعه ولا الانتفاع به وروى ابو يوسف رحمہ اللہ تعالیٰ كراهة الانتفاع به لان ذلك العمل يتأتى بدونه كما ذكرنا الا ان يقال ذلك فرد تحمل مشقة في خاصته نفسه فلا يجوز ان يلزم العموم حرجا مثله (فتح القدیر ص ۲۵ ج ۵)

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وحاصله ان تأتى الخنزيرة من شخص حمل نفسه مشقة في ذلك لا تزول به ضرورة الاحتياج اليه من عامة الناس (رد المحتار ص ۴۱ ج ۴) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۸ جمادی الآخرۃ ۹۶ھ

امتحان میں نقل کرنا:

سوال: آج کل امتحان میں طلبہ امتحان گاہ میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں اور بتاتے ہیں یا نقل کرتے کراتے ہیں یا اپنے پاس کاغذات چھپا کر امتحان گاہ کے اندر لے جاتے ہیں، یہاں تک کہ کتابیں بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں حالانکہ ان سب امور کی حکومت کی طرف سے بھی ممانعت ہے، یہ چیزیں شریعت کی رو سے جائز ہیں یا ناجائز؟
بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

امتحان میں ایک دوسرے سے پوچھنا یا لکھے ہوئے کاغذ یا کتاب چھپا کر ساتھ لے جانا اور اس سے دیکھ کر سوالات کا جواب لکھنا وجوہ ذیل کی بناء پر شرعاً ناجائز اور حرام ہے :

- ۱) اس میں قانون کی خلاف ورزی ہے جو ناجائز ہے۔
- ۲) ممتحن کو دھوکا دیا جاتا ہے، اس لئے کہ ممتحن تو یہی سمجھے گا کہ یہ جواب طالب علم نے خود اپنی یادداشت سے لکھا ہے۔
- ۳) یہ ظاہر کرنا کہ یہ جواب لکھتے والے نے خود اپنی قابلیت سے لکھا ہے، جھوٹ ہے۔

۴) اس قسم کے امتحان سے نالائق شخص اپنی لیاقت ظاہر کر کے مختلف محکموں میں ایسے کام پر لگے گا جس کی اس میں صلاحیت نہیں، جس میں ملک و ملت کا سخت نقصان ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ شعبان ۱۴۱۶ھ

گناہ میں والدین کی اطاعت جائز نہیں :

سوال : میرے والد صاحب بعض منکرات کے رد پر مجھے نہیں روکتے لیکن بعض منکرات کے رد پر مجھے روکتے ہیں اور مجھ سے ناراض بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایکشن کے زمانے میں مجھے علماء حق کی حمایت سے روکتے ہیں تو کیا مجھے صورت ثانیہ میں خاموش رہنا چاہیے یا حق کا اظہار کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حق بات کی حمایت کرنا ضروری ہے، اگر اس سے والدین روکیں تو اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں، البتہ ان سے جھگڑاتہ کریں۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام : لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ شعبان ۱۴۱۶ھ

ڈاکٹری پڑھنا:

سوال: میڈیکل کی تعلیم جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مردوں کی چیر بھاڑ کرنا انسانی ڈھانچے کی بے حرمتی ہے اس لئے جائز نہیں، اگر جانوروں کے یا پلاسٹک کے ڈھانچے استعمال کئے جائیں تو ڈاکٹری پڑھنا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ شعبان ۱۴۱۶ھ

امردا غیار کو سفر میں ساتھ لے جانا:

سوال: دور حاضر میں جب کہ مرض لواطت کی کثرت ہے، امردا غیار کے ساتھ سفر کرنا خصوصاً امور غیر ضروریہ میں خواہ امور دنیویہ ہوں یا دینیہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بمقتضائے اتقوا مواضع التہمة اماردا غیار کو سفر میں ساتھ رکھنے سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸ رمضان ۱۴۱۶ھ

انجکشن لگا کر دودھ نکالنا:

سوال: مویشی رکھنے والوں نے بھینس کا دودھ نکالنے کی ایک تدبیر نکالی ہے کہ جو بھینس دودھ نہ دے اور دو چار گھنٹے اس کے نیچے بیٹھے رہیں لیکن وہ لات مارتی ہے اب آسان طریقہ یہ نکالا ہے کہ میڈیکل اسٹور سے ایک دوا کی چھوٹی شیشی خرید کر سرنج میں بھر کر بھینس کو لگاتے ہیں جس سے بھینس اپنا پورا دودھ تھنوں میں اتار لیتی ہے جس سے آسانی سے اس کا دودھ نکالا جاتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ طریقہ بلاشبہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے، اس لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں،

اسی لئے گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی ذبوں کی قربانی کی ہے، خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بھی بہت زیادہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۸ شوال ۹۶ھ

زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

سوال: بزرگوں کی زیارت کے لئے مستقل سفر کر کے جانا مثلاً کراچی سے لاہور داتا گنج بخش، ٹھٹھہ اور سیہون شریف جانا حصول مراد کے لئے قرآن و حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غیر اللہ سے مانگنا بہر حال شرک ہے خواہ ادلیاء اللہ کے مزار پر جا کر مانگیں یا اپنے مقام میں رہ کر مانگیں، البتہ اگر مراد مانگنا مقصود نہیں تو صرف زیارت کے لئے جانا بشرائط ذیل جائز ہے:

- ① وہاں کسی قسم کی بدعات و منکرات نہ ہوں۔
 - ② دیکھنے سننے والوں کو جانے والے کے مشرک یا مبتدع ہونے کا گمان نہ ہو۔
 - ③ علماء محققین و موصدین صاحب مراد کی دلالت کے قائل ہوں۔
- اس دور فساد میں شرائط مذکورہ کا وجود محال ہے اس لئے احتراز لازم ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۱ ذی القعدہ ۹۶ھ

حکم قرعہ اندازی:

سوال: قرعہ اندازی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حقوق میں قرعہ اندازی جائز نہیں، تبرع محض میں جائز ہے، مثلاً آپ کسی کو انعام دینا چاہیں اور بندہ ریعہ قرعہ کسی کو ترجیح دیں یا تقسیم میں مساوی حصے کر کے محض انتخاب کی غرض سے قرعہ ڈالیں تو جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی القعدہ ۹۶ھ

رمضان میں ہوٹل کھلا رکھنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی مسلمان منع کرنے کے باوجود رمضان میں ہوٹل کھولتا ہے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ ایسے شخص کی کسی تقریب میں شریک ہونا یا رمضان وغیرہ رمضان میں دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر کوئی شخص رمضان میں افطار کی تیاری کے لئے افطار سے قبل یارات کو ہوٹل کھولے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر دن کے وقت ہوٹل کھول کر لوگوں کو کھلاتا پلاتا رہے تو ایسا شخص فاسق مجاہر اور سزا کا مستحق ہے۔

حکومت پر فرض ہے کہ ایسے شخص کو کھلے میدان میں عبرتناک سزا دے۔ عامۃ المسلمین ایسے شخص سے زجراً تعلقات ختم کر دیں، اس کی تقریبات میں شامل نہ ہوں، بغض فی اللہ کا مقتضی یہی ہے۔

ہاں جب وہ اپنے اس فعل شنیع سے توبہ کرے اور آئندہ احتیاط کا وعدہ کرے تو تعلقات بحال کر لئے جائیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ رمضان ۱۴۲۹ھ

اثبات زنا کے لئے ڈاکٹر کی معاینہ:

سوال: جب کوئی عورت کسی مرد پر جبراً اس کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگاتی ہے تو عدالت دونوں کو معاینہ کے لئے ڈاکٹر کے پاس بھیجتی ہے، اس معاینہ میں ڈاکٹر کو مرد و عورت کی ایک ایک چیز خصوصاً شرمگاہ کو اچھی طرح دیکھنا پڑتا ہے۔ کیا شریعت میں یہ معاینہ معتبر ہے اور اس کی اجازت ہے؟ بینوا تو جبر وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اثبات زنا کا یہ طریقہ شرعاً معتبر نہیں، لہذا اس طرح شرمگاہ کا معاینہ کرنا کرنا

حرام ہے۔

ڈاکٹر کے لئے شرمگاہ دیکھنے کی گنجائش صرف اس صورت میں ہے کہ موت یا تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہو۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وقال فی الجوهرة اذا کان

المرضى في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء لانه موضع ضرورية وان كان في موضع الفرج فينبغي ان يعلم امرأة تداويها فان لم توجد وخافوا عليها ان تهلك او يصيبها وجع لا تحتمله يستدرا منها كل شيء الا موضع العلة ثم يدادوها الرجل ويغض بصرة ما استطاع الا عن موضع المخرج اه فتأمل - الظاهر ان ينبغي هنا للوجوب - (رد المحتار ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم -

۱۶ رجب ۱۴۰۹ھ

نا جائز ملازمت چھوڑنا:

سوال: زید جہاز میں چیف آفیسر ہیں، ان کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ جہاز کے عملہ اور مسافروں کے لئے شراب خریدے اور بوقت طلب ان کو مہیا کرنے کا انتظام کرے، زید انتظامیہ سے کئی مرتبہ اس کو اس کے فرائض سے خارج کرنے کا مطالبہ کر چکا ہے، مگر انتظامیہ اور کپتان "عدم اداء فرض" (چارج شیٹ) کی دھمکی دیتے ہیں۔ کوشش کرنے سے پاکستانی جہاز پر ملازمت مل سکتی ہے مگر تنخواہ کا بہت فرق ہے۔ یہاں ساڑھے پانچ ہزار ہے اور پاکستانی جہاز پر سولہ سو ہوگی۔ ایسی صورت میں یہ ملازمت زید کے لئے جائز ہے یا ترک کر دے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس ملازمت کا چھوڑنا فرض ہے، بالخصوص جبکہ پاکستانی جہاز پر ملازمت بھی مل سکتی ہے، حلال کی قلیل آمدن میں حرام کی کثیر آمدن سے کہیں زیادہ برکت ہے واللہ۔ (سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔)

غزہ جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ

طلبہ کو سزا دینا:

سوال: بالغ یا نابالغ بچوں کو پڑھائی میں کوتاہی یا کسی غلطی پر سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں، نیز سزا کے لئے شرعاً کوئی حد مقرر ہے یا نہیں؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بوقت ضرورت بقدر ضرورت طلبہ کو سزا دینا جائز ہے، سزا کی کوئی حد مقرر نہیں،

طبائع وقوی کے اختلاف سے حکم مختلف ہوگا، البتہ اصولی طور پر چند امور کی پابندی ضروری ہے:

- ① چہرہ پر نہ مارا جائے۔
- ② اتنا نہ مارا جائے کہ زخمی ہو جائے۔
- ③ تحمل سے زائد نہ ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ صفر ۹۷ھ

بھینس کے بچے کو ذبح کرنا ظلم ہے:

سوال: ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ بھینس کے اگر بچہ مذکر پیدا ہو تو اسے فوراً بھینس کو دکھائے بغیر ذبح کر دیتے ہیں اور اگر مؤنث ہو تو اسے زندہ رکھ لیتے ہیں، تو کیا مذکر بچہ کو فوراً ذبح کرنا شرعاً جائز ہے؟ بینوا تو جس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ اس کی ماں پر کھلا ظلم ہے، لہذا ذبح گناہگار ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۷ رجب ۹۸ھ

مکان کی بنیاد کسی بزرگ سے رکھوانا:

سوال: مکان کی بنیاد کسی بزرگ سے رکھوانا اور کھودنے کے بعد دعا کرنا کرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آج کل یہ کام بھی ایک رسم بن گیا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ عموماً صاحب خانہ کے حالات و اعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو دین سے کوئی تعلق نہیں، کسی بزرگ سے بنیاد رکھوا کر پھر اسی مکان میں تھاویہ گانا بجانا اور دوسرے علانیہ معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اگر کسی کے قلب میں واقعہ فکر آخرت ہو اور مکان میں برکت کے لئے خود اپنے اعمال کی بھی اصلاح ضروری سمجھتا ہو پھر بلا تکلف کبھی کسی بزرگ سے بنیاد رکھوانے کا موقع مل گیا، کھانے پینے کے تکلفات اور دوسرے خرافات سے بچ کر بنیاد رکھوائی تو کچھ حرج نہیں، بلکہ مستحسن ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ صفر ۹۹ھ

مکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا:

سوال: آج کل جب کوئی شخص مکان تعمیر کرتا ہے تو اس کی بنیادوں میں بکرا ذبح کر کے اس کا خون ڈالتا ہے اور گوشت اپنے احباب اور فقراء میں تقسیم کرتا ہے کیا شرعی لحاظ سے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، یہ ہندوؤں اور بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ ربیع الاول ۱۴۹۹ھ

ٹڈی کو گرم پانی میں ڈالنا:

سوال: اگر ٹڈی کو مارنے کے لئے گرم پانی میں ڈالا جائے تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ ویسے مشکل سے مرقی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

زندہ جانور کو گرم پانی میں ڈالنا گناہ ہے، پھر اگر پانی تیز گرم ہے اور ٹڈی کو اس میں اتنی دیر رکھا گیا کہ اس کے فضلہ کی نجاست گوشت میں سرایت کر گئی تو یہ ٹڈی حرام ہوگی اب اس کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

قال العلامة: بحسبى رحمه الله تعالى: وكذا دجاجة ملقاة

حالة غلى الماء للثفت قبل شقها فتح۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: قال فى الفتح انها لا

تطهر ابداً لكن على قول ابى يوسف رحمه الله تعالى تطهر

والعلة والله اعلم تشربها النجاسة بواسطة الغليان وعليه

اشتھر ان اللحم السميط بمصر نجس لكن العلة المذكورة

لا تثبت ما لم يمكث اللحم بعد الغليان زمانا يقع فى مثله

التشرب والدخول فى باطن اللحم الخ (رد المحتار ص ۲۳ ج ۱) والله

سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۲ صفر ۱۴۹۹ھ

ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ڈالنا:

سوال: ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟
ایک صاحب مکروہ بتاتے ہیں، کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟ اگر واقعی مکروہ ہے تو
مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ اور مسجد، عام مجلس، اپنے گھر کے اندر اور تنہائی
میں سب کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے؟ باحوالہ تحریر فرما کر تشفی فرمائیں۔

بینوا وجرؤا

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز کی حالت میں اور ان حالات میں جو نماز کے حکم میں ہیں مثلاً نماز کی
طرف جاتے ہوئے یا نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے
اور عام حالات میں بلا حاجت مکروہ تنزیہی ہے، انگلیاں پٹخنے کا بھی
یہی حکم ہے۔

قال المحصفي رحمه الله تعالى: و فرقة الاصابع وتشبيكها
ولو منتظرا الصلاة او ما شيا اليها للنهي ولا يكره خارجها لحاجة۔
قال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالى: المراد بخارجها ما ليس من توابعها
لان السعي اليها والجلوس في المسجد لا جلوسا في حكمها كما مر في الحديث الصحيحين
لا يزال احدكم في صلوة ما دامت الصلاة تجسبه واراد بالحاجة نحو
راحة الاصابع فلولدون حاجة بل على سبيل العبث كره تفقها
والكرامة في الفرقة خارجها منصوص عليها۔ واما التشبيك فقال
في المحلية لواقف لمشايننا فيه على شيء والظاهر انه لو غير عبث
بل لغرض صحيح ولو لراحة الاصابع لا يكره فقد صح عنه صلى الله عليه
وسلم انه قال المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك اصابعه
فانه لا فائدة تمثيل المعنى وهو النعاصد والتناصر بهذا الصورة المحسنة۔

رد المحتار ج ۲ (۱) والله سبحانه وتعالى اعلم

۶ ربيع الثاني

کوکھ پر ہاتھ رکھنا:

سوال: کوکھ پر ہاتھ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور عام حالات میں مکروہ تنزیہی۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ فی مکروہات الصلوۃ: التخصر وضع

الید علی الخاصرة للنہی ویکرہ خارجھا تنزیہا۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: قال فی البحر والذی ینظر ان الکراہۃ

تحریمیۃ فی الصلوۃ للنہی المذكور ولان فی ترک سنۃ الوضع کما فی الہدایۃ

لکن العلة الثانیۃ لا تقتضی کراہۃ التحریم نعم تقتضی کراہۃ وضع الید

علی عضو اخر غیر الخاصرة (رد المحتار ص ۴۳۲ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

حکومت کا کسی کی ذاتی ملکیت میں تصرف کرنا:

سوال: کیا کوئی مسلم حکومت بغیر معاوضہ ادا کئے کسی بھی مسلمان شخص کی ملکیت

جائیداد غیر منقولہ خصوصاً زرعی اراضی لینے اور ملک کو اس کی ملکیت سے ہمیشہ کے لئے

محرّم کرنے کی مجاز ہے؟ خواہ اس جائیداد کو تحویل میں لینے کا مقصد کچھ بھی ہو، میں شرعی

عدالت میں مقدمہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ حکومتوں نے لوگوں کی ملکیت قطعی بغیر کسی

معاوضہ کے حاصل کر لی، کیا یہ شریعت اسلامیہ میں جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی کے لئے ملک غیر میں اس کی رضا کے بغیر کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، اس

کی حرمت قرآن و حدیث کے علاوہ مسلمات عقلیہ میں سے ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

غیر اللہ کو شہنشاہ کہنا جائز نہیں:

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی بادشاہ کو شہنشاہ کہنا جائز ہے یا

نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

غیر اللہ پر اس کے اطلاق کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، شہنشاہِ عمل میں شاہ شاہاں تھا یعنی بادشاہوں کا بادشاہ اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ

بغرض تداوی داغ دینا:

سوال: کسی مرض کی وجہ سے حیوان یا انسان کو داغ دینا جائز ہے یا نہیں؟

بینواتوجہ واء

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (تنبیہ) لا بأس بکئی الیہا ثم للعلامة وثقب اذن الطفل من البنات لا نهم كانوا يفعلونه فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم من غیر انكار ولا بأس بکئی الصبيان لداء القانی (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ

علم جفر و مل حرام ہے:

سوال: علم جفر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ اس علم کے ذریعہ شادی وغیرہ کا استخارہ بھی لیتے ہیں، اس علم کے نیچے کو صحیح سمجھتے اور یقین رکھتے ہیں ایمان پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجہ واء۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس جیسی کفریات کا سیکھنا سکھانا اور اس کے مدعی کے پاس کوئی بات پوچھتے جانا حرام اور اس کے نتائج کو یقینی سمجھنا کفر ہے۔

تعریف علم الجفر والجامعة

هو عبارة عن العلم الاجمالي بلوح القضاء والقدر المحتوی علی

کل ما کان وما یكون کلیاً و جزئياً:

والجفر عبارة عن لوح القضاء الذي هو العقل الكل والجامعة لوح
القدر الذي هو نفس الكل وقد ادعى طائفة ان الامام علي بن ابي طالب
رضي الله تعالى عنه وضع الحروف الثمانية والعشرين على طريقة البسط
الا عظم في جلد الجفر يستخرج منها بطرق مخصوصة وشرائط معينة الفاظ
مخصوصة يستخرج منها ما في لوح القضاء والقدر (مفتاح السعادة
ومصباح السيادة ص ۵۵ ج ۲)

وفي المنجد: علم الجفر ويسمى علم الحروف: علم يدعى اصحابه انهم يعرفون
به الحوادث الى انقراض العالم (المنجد ص ۹۳)

حکیم: حکم علم الرمل لانہما متحدان فی الغرض فهو حرام مثله۔

قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ فی حکم الرمل: وقد علمت
انہ حرام قطعاً واصلاً لا دریس علیہ السلام ط ای فهو شریعة منسوخة
وفي فتاویٰ ابن حجر ان تعلمہ وتعلیمہ حرام شدیداً التحريم لما فيه من
ايهام العوام ان فاعله يشارك الله تعالى في غيبه (رد المحتار ص ۳ ج ۱)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ارمزم ۱۴۳۰ھ

عشاء کے بعد کراہت سمر:

سوال: عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے بارے میں جو حدیث پاک آئی ہے
جس کا مضمون اس قسم کا ہے: ڈرس و تدریس یا مہمان یا اہلیہ کے علاوہ باقی سے
باتیں کرنا ممنوع ہے، تو اگر ممنوع سے مراد لغو باتیں لی جائیں تو وہ تو ہر وقت حرام ہیں
اور اگر مباح باتیں مراد ہوں تو اس میں اکثریت مبتلا ہے کیونکہ بعض دنیوی امور کے
مشورے بعد از عشاء ہی ہوا کرتے ہیں۔ یہ منع کس قسم کا ہے؟ بینوا تو جردا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کراہت کی علت نماز فجر باجماعت یا اس میں انشراح یا قیام یل یا اس میں
انشراح فوت ہونے کا خوف ہے، ان امور کے تفاوت درجات کے مطابق عشاء
کے بعد امور دنیا میں شغل کی کراہت متفاوت ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: قال فی البرہان ومکرہ النوم قبلہا والحديث بعدها لغی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہما الاحديثا فی خیر لقوله صلی اللہ علیہ وسلم لا سمر بعد الصلوة یعنی العشاء الا خبرہ الا لحد رجلین مصل او مسافر وفي رواية او عرس او قال الطحاوی انما کرہ النوم قبلہا لمن خشى علیہ فوت وقتہا او فوت الجماعة فیہا واما من وكل نفسه الى من یوقظہ فیباح له النوم او قال الزیلعی وانما کرہ الحديث بعدها لانه ربما یؤدی الى اللغو والى تقویت الصبح او قیام اللیل لمن له عادة بہ واذا کان لحاجة مهمة فلا بأس وکذا قرارة القرآن والذکر وحکایات الصالحین والفقہ والحديث مع الضیف او والمعنی فیہ ان یكون اختتام الصعیقة بالعبادة کما جعل ابتداءہا بها لیمحی ما بینہما من الزلات ولذا کرہ الکلام قبل صلوة الفجر وتاممہ فی الامداد ویؤخذ من کلام الزیلعی انه لو کان لحاجة لا یکرہ وان خشى فوت الصبح لانه لیس فی النوم تضییع وانما التضریط علی من اخرج الصلوة عن وقتہا کما فی حدیث مسلم نعم لو غلب علی ظنہ تقویت الصبح لا یجوز لانه یكون تضییعاً تأمل (رد المحتار ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ

اخبار بیٹی:

سوال: بعض لوگ مساجد میں اخبار بیٹی کے عادی ہیں، جب ان کو روکا جاتا ہے تو دلیل اور جواب میں بعض علماء کرام کا عمل پیش کرتے ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ علماء حجج اربعہ میں سے کوئی حجج نہیں، اگر وہ حجج اربعہ میں سے کوئی حجج پیش کریں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں اور بھی اس قسم کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہیں، اگر آپ از روئے شرع اس کی تشریح فرمادیں تو بہت فائدہ ہوگا۔ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بلا ضرورت اخبار دیکھنا ویسے ہی گناہ ہے اور مسجد میں گناہ کرنا مزید باعشد

عذاب ہے۔

اخبار بینی کے چند مفاسد:

(۱) اشاعت وقت اور فضول و لایعنی خبریں دیکھنا جن میں نہ آخرت کا فائدہ نہ دنیا کا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لایعنی امور سے نہیں بچتا اس کا اسلام پسندیدہ نہیں۔

”من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یغنیہ“

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جس میں دین کا یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

”اللهم انی اعوذ بک من علم لا ینفع“

(۲) اخبار میں بالعموم بہت سی باتیں اسلام کے خلاف ہوتی ہیں، اخبار دیکھنے سے ان خلاف شرع باتوں کی اشاعت میں تعاون ہوتا ہے۔

(۳) اخبار کی اکثر خبریں غیر مصدقہ ہوتی ہیں اور بعض یقیناً غلط ہوتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیر مصدق خبر نقل کرنے والا بھی جھوٹوں کی فہرست میں داخل ہے۔

”کفی بالمرء کذابا ان یحدث بکل ما سمع“

(۴) اخبار تصویر سے خالی نہیں ہوتا، اور تصویر دیکھنا گناہ ہے، اخبار بینی کے مفاسد کی تفصیل حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کے رسالہ ”اخبار بینی“ میں ہے جو امداد الفتاویٰ میں شائع ہو چکا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰۔ ارجحادی الآخرۃ ص ۳۷

اسکول کی تعلیم:

سوال: حضرت والا کے ”وصیت نامہ“ ص ۱ پر وصیت ملے ہیں ہے: ”اپنی اولاد کو اسکول اور کالج کی تعلیم سے اس طرح بچائیں جس طرح شیر یا بھیرے سے بچا یا جاتا ہے الخ“

اور حضرت تھانوی قدس سرہ ”بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۲۲۴“ کی آخری سطر میں لکھتے ہیں: ”لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھا دو کہ ضروری خط اور گنہر کا حساب و کتاب لکھ سکیں“

اتنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ ان دونوں مذکورہ اقوال میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جو منع حضرت کا مقصود ہے وہ اس ماحول اور اس کالج وغیرہ کے طرز تعلیم سے منع کرنا ہے اور حضرت عتاقوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ترغیب دی ہے یا تو اس صورت میں ہے کہ محرم سے ہو، یا اگر محرم سے نہ ہو تو شریعت کے اصول کے ماتحت پردہ کا معقول انتظام ہو، لیکن باعث سوال بات یہ ہے کہ بچوں اور بچیوں کو کسی حال بھی اسکول نہ بھیجا جائے یا کہ اتنی گنجائش ہے کہ ضرورت کے مطابق لکھنا پڑھنا سیکھ لیں، اگر اتنی بھی گنجائش نہیں تو کیا ان کے لئے بقدر ضرورت سیکھنا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہو تو اسکول کالج کئے علاوہ ان کو کیسے پڑھایا جائے؟ اور کیا بجائے اسکول کی کتابوں میں پڑھانے کے ان کو تعلیم الاسلام، بہشتی زیور، باقی دینی رسائل پڑھانے کیسے ہیں؟ کہ اس میں پڑھنے کے ساتھ پڑھانا بھی سیکھ لیں گے اور ذہن بھی دینی بنتا جائے گا، اس بارے میں اپنی مفید رائے سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مقصود برے ماحول سے حفاظت ہے اس کا جو طریقہ بھی ہو، مثلاً کسی اسکول کا ماحول اچھا ہو یا گھر پر پڑھانے کے لئے کسی کو مقرر کیا جائے یا خود گھر میں پڑھایا جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۸ھ

شراب کی بوتل استعمال میں لانا:

سوال: شراب کی وہ بوتلیں جنہیں اچھی طرح صاف کر لیا گیا ہو ان میں شربت وغیرہ استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے مگر گناہ کی یادگار سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ رجب ۱۴۲۸ھ

ریوٹ سے تعلق رکھنا جائز نہیں:

سوال: ہمارے محلہ میں ایک شخص کا اپنے رشتہ دار کے ہاں آنا جانا ہے اور وہ اس کی لڑکی سے غلط مراسم قائم کئے ہوئے ہے، اس لڑکی کے والدین اور

دوسرے محلے والے سب لوگوں کو اس کا علم ہے، اس کے باوجود وہ اس کا کوئی سدباب نہیں کرتے تو کیا ایسے شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ شخص دیوث ہے، جب تک زانی سے حفاظت کی تدبیر نہیں کرتا اس وقت تک اس کے ساتھ تعلق رکھنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۱ رجب ۱۴۰۸ھ

جانور کی آنکھ انسان کو لگانا جائز ہے :

سوال : جس طرح مردہ انسانوں کی آنکھ دوسرے لگاتے ہیں، جانور کی آنکھ بھی انسان کو لگ جاتی ہے تو آیا اس کا لگانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جانور کی آنکھ لگانا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ رجب ۱۴۰۸ھ

اڈنی کارڈ بنوانا جائز نہیں :

سوال : حکومت نے مدارس عربیہ کے طلبہ کے لئے بسوں اور ہوائی جہاز کے کرایہ میں رعایتی شرح کا اعلان کیا ہے، لیکن اس کی تحصیل کے لئے اڈنی کارڈ اور اس پر تصویر لازمی ہے اور دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ عربی مدارس کے طلبہ عموماً غریب ہوتے ہیں، بسا اوقات پورا کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے ضروری سفر بھی ملتوی کرنا پڑتا ہے، نیز کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے ایک تسلیم شدہ حق سے محرومی بھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے طلبہ کے لئے کرایہ میں تخفیف کی غرض سے تصویر کھینچوانا اور اس کو شناختی کارڈ پر چسپان کر کے اپنے پاس محفوظ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

وجہ اشکال یہ ہے کہ اس کارڈ میں ایک پہلو جلب منفعت کا بھی ہے اس لئے کہ اگر کوئی کارڈ نہ بنوائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کو کرایہ میں رعایت نہ ملے گی اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ طلبہ کو نصف کرایہ پر سفر کرنے کا حق ہے اور ان کا

یہ حق تصویر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اس لئے اس کو دفع مفرت بھی کہا جاسکتا ہے، لہذا ان دونوں پہلوؤں میں کون سے پہلو کو غالب قرار دیا جائے؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر کے عدم جواز کے لئے اس کا سایہ دار ہونا ضروری ہے۔

کفافی حاشیۃ الخطاب المواق علی مختصر خلیل ص ۳۶ ج ۴ والشرح الصغير للصاوی علی شرح الدردی ص ۵۱ ج ۲ کتاب النکاح باب الولیمة والمغنی لابن قدامة ص ۳۶ ج ۴ والانصاف للسر داوی ص ۳۳۶ ج ۸ وغیر ذلك من کتب المالکیة۔

تو کیا اس قسم کے شناختی کارڈ کے لئے جو ضرورت بمعنی اضطرار میں تو یقیناً داخل نہیں، لیکن حاجت میں داخل سمجھا جاسکتا ہے، ایسی تصویر کو گوارا کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ تصویر سایہ دار نہیں ہوتی اور کیا یہ اس مجتہدینہا مسئلہ میں داخل ہے؟ دارالعلوم کراچی ص ۱۷

۲-۵-۱۴۰۲ھ

الجواب باسم ملہم الصواب

اڈنی کارڈ درج ذیل مفاسد کثیرہ کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے؛

① یہ تمام تر رعایت تصویر جیسی لغت پر موقوف ہے۔

والموقوف علی المحرام حرام۔

تصویر پر سخت وعیدیں مشہور و معروف ہیں، تصویر کی حرمت پر دس روایات تو صرف صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

لکن حبك الشيء یعنی ویصم۔

② اس رعایت خبیثہ کی وجہ سے طلبہ میں آوارگی اور بد محنتی جنم لے رہی ہے

ضرورت بے ضرورت جب اور جہاں جی چاہے پلے جاتے ہیں، حالانکہ زمانہ کے علمی تنزل کا تقاضا تو یہ تھا کہ عوام کی بنسبت طلبہ کے کرایوں میں معتد بہ اضافہ کر دیا جاتا تاکہ اسفار غیر ضروریہ سے نجات پا کر سکون و اطمینان سے محنت کر سکیں

③ حکومت نے پرائیویٹ بسوں پر یہ رعایت ظلم اور جبر رکھی ہے، ایسی

صورت میں اسے قبول کرنا حکومت کے ساتھ ظلم میں اعانت اور حرام کام میں حمایت ہے۔

والظالم دعونہ سواء فی الوند

اور بموجب حدیث :

لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه

سراسر ناجائز اور حرام ہے، ظلم اور غضب کو وصول حق کا نام دینا اسلام کے خلاف بہت بڑے اور انتہائی خطرناک فتنہ "اشتراکیت" کا پڑھایا ہوا سبق ہے۔

(۴) معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پرائیویٹ بسوں کے مالکین چونکہ اس پر راضی نہیں، اس لئے طلبہ اور کنڈیکٹروں کے مابین کشیدگی ہو جاتی ہے، اہل مشاہدہ بخوبی واقف ہیں کہ اس وقت طلبہ علم دین کی کس قدر امانت ہوتی ہے، علم کی ذلت، دین کی حقارت، اس وقت عوام علماء دین کے حق میں گستاخی کرتے ہوئے کفریہ کلمات تک بک دیتے ہیں، یہ اسی رعایت کا نتیجہ ہے۔

(۵) بہت سے لوگوں کا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ طلبہ نے بوقت مزاحمت بس اور اہل بس پر مشغول ہو کر حملہ کر دیا۔ بیسیوں دفعہ بسیں جلانے کے واقعات اخبار میں شائع ہوئے، قتل و قتال تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ اہل مدارس کا طلبہ پر ضابطہ نہیں، اس لئے وہ اس رعایت کی آڑ لے کر بہت سے ناجائز امور کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

(۶) ایک بہت بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ اس میں حکومت دارباب اقتدار کے سامنے اظہار احتیاج ہے جو اہل علم کے لئے تباہ کن و رسوا کن ہے، افسوس بالائے افسوس یہ کہ یہ مطالبہ خود اہل مدارس کی طرف سے کیا گیا ہے اور متعدد بار اخباروں میں شائع ہوا ہے۔

اس دور کی حکومتوں سے ادنیٰ رعایت بھی حاصل کرنا دین کے لئے سخت مضر بلکہ مہلک ہے، جن مدارس نے حکومت سے امداد لی ہے آئندہ کے لئے ان کی زبان حق گوئی سے بند ہو گئی اور حکومت اس احسان کے عوض ان سے بہت سے خلاف شریعت کام کرا لیتی ہے۔

جو کام ایسے اور اتنے ناجائز امور پر مشتمل ہو وہ سراسر مضرت ہی مضرت ہے اور اس کے ترک ہی میں دفع مضرت ہے۔

لان ادنی المعصیۃ مضرة کبیرة۔

لہذا سوال جلب منفعت و دفع مضرت کا قیاس باطل محض ہے، اس فلسفہ کے تحت چوری، رشوت خوری اور ڈاکہ زنی سب کبائر حلال ہو جائیں گے واللہ باطل فالملزوم مثله۔

مذہب غیر پرفتوی دیتا ضرورت شدیدہ سے ہوتا ہے اور یہاں مذکورہ بالا قباحتوں کی وجہ سے اس کی حرمت پر فتویٰ دینے ہی میں ضرورت شدیدہ ہے۔ علاوہ ازیں سوال میں درج کردہ مذہب بعض مالکیہ کا ہے جسے محققین نے ”مذہب باطل“ فرمایا ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مطلقاً عدم جواز نقل فرمایا ہے کما فی شرح مسلم للنووی۔

قول جواز روایت و درایت دونوں کے سراسر خلاف ہے۔

طلبہ کا عدم رعایت سے خائف و پریشان ہونا بے دینی اور حسب دنیا کی وجہ سے ہے، افسوس کہ اہل مدارس طلبہ کے اس مرض کا علاج معاصی سے کر رہے ہیں۔

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اور افسوس کہ اس دور کے علماء کی نظر اللہ تعالیٰ و حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رافع اور صریح ارشادات سے ہٹ کر دنیا ئے مردار پر ہے، اگر ایسی ہی ضرورتوں سے حرام کام جائز ہونے لگے تو اس میں اڈنیٹی کارڈ کی کیا خصوصیت ہے؟ طلبہ کے لئے چوری، زنا، ڈاکہ ڈالنا، جیب تراشنا سب امور جائز ہوں گے، اس لئے کہ ضرورت ہے اور پھر طلبہ ہی کیا ہر ایسے ضرورت مند کے لئے سب کچھ جائز ہو جائے گا۔

بیمہ اور بینک میں تو اس سے زیادہ مصالح و ضرورات ہیں اور شراب میں منافع خود

قرآن سے ثابت ہیں، ان کے بارے میں کیا خیال رکھا جائے گا؟

اہل مدارس طلبہ کی علمی، عملی اور اخلاقی کمزوری دور کرنے کی بجائے ان کی

آخرت و دنیا دونوں کو تباہ کر رہے ہیں، طلبہ کو سفر کی اجازت اور وہ بھی مریح حرام کام

سے تصور سے بالاتر ہے۔

یہ اعمال بدکی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

قال اللہ تعالیٰ:

ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شئ قدرا۔

ومن يتق الله يجعل له من امره يسرا۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

من كان لله كان الله له۔

من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه وجمع له شمله واته الدنيا وهي راغمة ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه وفرق عليه شمله ولم تأت منه من الدنيا الا ما قدر له، رواه الترمذی۔
لا يحملنكم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصي الله فانه لا يدرك ما عند الله الا بطاعته رواه في شرح السنة۔

وان الرزق ليطلب العبد كما يطلبه اجله رواه ابو نعیم

④ جب ثابت ہو گیا کہ ایسی بدترین رعایت کے لئے تصویر کھینچنا ناجائز اور

جرام ہے تو بلا ضرورت تصویر رکھنے کا گناہ کتنا بڑا ہو گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۷۰ ارجمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

شطرنج، لوڈو اور بارہ گوئی کھیلنا جائز نہیں:

سوال: شطرنج کی حرمت کی علت کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ اس میں تصاویر ہوتی

ہیں اور جو اکی قسم ہے اس لئے حرام ہے، کیرم بورڈ اور بارہ گوئی وغیرہ میں تصاویر نہیں اور ان میں ذہنی ورزش کا فائدہ بھی ہے؟ اس لئے اس قسم کے کھیل جو اسکے طور پر نہ کھیلے جائیں تو جائز ہونے چاہئیں۔ ذرا تفصیل سے تحریر فرمائیں کہ ان کھیلوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہیں تو عدم جواز کی علت کیا ہے؟ نیز کھیلوں کے جوائد عدم جواز کا کوئی کلیہ تحریر فرمائیں جس کے تحت ہر کھیل کا حکم معلوم کیا جاسکے، بینوا بالتفصیل اجرکمہ الجلیل۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حرمت شرطی کی علت صرف تصادیر اور جواہی نہیں، اگر تصادیر اور جوا کا وجود شرطی کے لئے لازم ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی کراہت تنزیہیہ کا قول نہ فرماتے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس کھیل میں بھی ذہنی ورزش ہوگی وہ ناجائز ہوگا، اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے، خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل و دماغ کی تفریح، جیسے لٹو، چکٹی، بچوں کے کھلونے اور سیر و تفریح وغیرہ وجوہ الفرق تین ہیں:

① دل و دماغ کے سامنے مقاصد اصلیہ بہت کثیر ہیں بلکہ مقاصد آخرت تو غیر متناہیہ ہیں اس لئے انہیں کسی مقصد کی تحصیل کے لئے ذہنی ورزش کو ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ فرمت ہی نہیں ہے۔

آں خیالاتی کہ دامن اولیاء ست
عکس مہر دیان بستان خداست

جسمانی صحت کے لئے جسمانی ورزش کی ضرورت ہے، اس لئے جائز بلکہ بقدر ضرورت واجب و موجب اجر ہے اسی طرح دل و دماغ کی تفریح کا سامان بھی صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کی وجہ سے جائز و باعث اجر ہے بشرطیکہ وہ ذہنی ورزش سے پاک ہو، حقیقت تو یہ ہے کہ دل و دماغ کی تفریح اور ورزش دونوں کا اجتماع محال ہے، دماغی تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع اور دماغی ورزش مضر ہے۔

اگر کسی کو بارہ ٹینی جیسی ذہنی ورزش میں دماغی فرحت محسوس ہو تو اس کی مثال کھلی کے مرض جیسی ہے جس میں کھلانے سے وقتی طور پر لذت و سکون ملتا ہے مگر بعد میں سخت تکلیف و اذیت۔

دماغ بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی فوج ہے، فوج کے لئے پریڈ اور جنگی مشقیں کرنا لازم ہے، اس لئے کہ یہ تحصیل مقصد کا ذریعہ ہے مگر بادشاہ کے لئے جس طرح جسمانی پریڈ مضر ہے اسی طرح فکری پریڈ بھی سخت مضر ہے۔ حکومت کا بقاء اس پر موقوف ہے کہ بادشاہ دماغ کو فکری پریڈ میں لگانے کی بجائے براہ راست تحصیل مقاصد کی طرف متوجہ رکھے۔

(۲) ذہنی ورزش دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں مغل ہونے کے علاوہ جسمانی صحت کے لئے بھی سخت مفید ہے۔ اس کے برعکس جسمانی ورزش اور تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کے ساتھ دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں بھی معین و مددگار ہے۔

اس وجہ ثانی اور وجہ اول میں یہ فرق ہے کہ اول میں مقصود یہ ہے کہ ورزش ذہنی کی ضرورت نہیں اس لئے غیث و لہو میں داخل ہونے کی وجہ سے نا جائز ہے اور وجہ ثانی میں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ صحت جسمانیہ اور دل و دماغ کے مقاصد کی تحصیل کے لئے سخت مفید ہے۔

(۳) ذہنی ورزش میں ایسا انہماک ہو جاتا ہے جو مشاغل دنیویہ و دنیویہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جسمانی ورزش میں اتنا انہماک نہیں ہوتا، اس فرق کی دو وجوہ ہیں :

① جسمانی ورزش میں کچھ وقت کے بعد تمکد کا احساس اس سے روک دیتا ہے، گویا الارم اور منبہ کا کام دیتا ہے، ذہنی ورزش میں ایسا کوئی منبہ نہیں۔

② جسمانی ورزش میں دماغ کسی قدر آزاد ہوتا ہے، کھیل میں مشغول تو ہوتا ہے مگر اتنا نہیں کہ دوسری جانب توجہ کا ہوش ہی نہ رہے اور ذہنی ورزش میں مکمل طور پر اسی طرف مشغول ہوتا ہے۔

لوگ جسے ”ذہنی ورزش“ کہتے ہیں وہ درحقیقت ”تفکر بے مقصد“ ہے جو نعمت فکر کو بے عمل صرف کرنے کی وجہ سے تیزی سے۔

تحقیق حکم کی غرض سے اس قسم کے مروجہ کھیلوں کے نقشے اور کھیل جاننے والے دارالافتاء میں بلائے گئے، بندہ نے چند علماء کو ساتھ بٹھا کر ان کے طریق کار کا معائنہ کر کے فیصلہ کیا کہ ان میں سے کس میں تفکر بے مقصد ہے اور کس میں محض دماغی تفریح، تفصیل درج ذیل ہے :

دماغی تفریح

① کیرم بورڈ

تفکر بے مقصد

① شطرنج ② تاش

- (۳) ڈرافٹ (۴) لوڈو (۵) سواں چوڑ
 (۶) اٹھارہ گوٹی، بارہ گوٹی، نو گوٹی
 (۷) اڈہ کھڈہ، چوسر، چوڑ چنگل پرا
 چنگاپوہ، نرد بازی، پچھسی
 (۲) لوڈو کا حاشیہ
 (۳) لوڈو کی پشت
 (۴) دو گوٹی (کیونکہ اس میں عدم تفکر ضروری ہوتا ہے)
- مندرجہ بالا دماغی تفریح کے کھیلوں کا تفصیل مذکور کے تحت اگرچہ جواز معلوم ہوتا ہے مگر ان میں فسادات ذیل کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں:

- (۱) ان سے ذہنی ورزش والے کھیلوں میں ابتلا کا خطرہ ہے
 (۲) ناجائز کھیلوں کے ساتھ مشابہت ہے۔
 (۳) بے دین لوگوں کا شعار ہے۔
 (۴) دیکھنے والوں کے لئے موقع اشتباہ و باعث سورطن۔
 (۵) انہماک کی وجہ سے دین و دنیا کے اہم کاموں سے غفلت۔ واللہ بمحاذاتہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۱۴۱۸ھ

دینی تنظیموں کا انگریزی نام رکھنا:

سوال: آج کل بعض دینی تنظیموں کا نام مشائخ کی طرف منسوب کرتے ہوئے انگریزی الفاظ شامل کر کے رکھنے کا رواج چل پڑا ہے، کیا ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ مثلاً شیخ الہند، کیڈمی، شاہ ولی اللہ کیڈمی وغیرہ۔ بیوقوف توجہ وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگرچہ اس قسم کے امور کو بہت معمولی خیال کیا جاتا ہے اور اکثر علماء بھی اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے اور اس رواج کو صحیح قرار دینے کے لئے مختلف تاویلات اور بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس رواج کے محرکات و نتائج پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یہ بات رد و روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا اصل سبب انگریزوں کی برتری اور اپنی کتری کا احساس ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کے بے ضمیر مسلمان کھانے، پینے، چلنے پھرنے، لباس و پوشاک، بول چال غرض ہر چیز میں انگریزوں کی نقل کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، علماء تک اسلامی تاریخ کی بجائے انگریزی تاریخ استعمال کرتے ہیں اور اس میں مطلقاً کوئی حرج

محسوس نہیں کرتے، بلکہ اس میں اپنا اعزاز اور وقار سمجھتے ہیں، جس صورت کے بارے میں استفادہ کیا گیا ہے یہ بھی اس مرعوب ذہنیت کا کرشمہ ہے، جن اکابر نے انگریز کی مخالفت میں سر دھڑکی بازی لگا کر ان کو اس خطہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا، آج انہی کے مبارک ناموں کے ساتھ انگریزی کے الفاظ لگا کر ان کی توہین کی جا رہی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خود کو علماء کہنے اور سمجھنے والے عربی جیسی مبارک اور مسلمانوں کے لئے اہم و اعظم زبان پر انگریز جیسے دشمنان اسلام کی زبان کو ترجیح دیتے ہیں جو علم و علماء کے اقدار اور دینی غیرت کے سخت خلاف ہے، اس نیت سے انگریزی سیکھنا کہ دنیوی ضروری معاملات میں ان سے معاملہ کر سکیں بلاشبہ جائز اور بعض حالات میں واجب بھی ہے، لیکن مجلسوں یا تنظیموں اور کتب خانوں کے نام رکھنے میں ایسی کوئی ضرورت نہیں، اور یہ بلاشبہ انگریزی زہر کا اثر ہے، تجارت سے ثابت ہوا کہ ایسے امور میں یا تو انگریزوں سے تشبیہ کا قصد ہوتا ہے یا پھر ان کے نقالوں کے ساتھ، کہ آج کے فاسق معاشرہ میں ایسے ناموں کو باعث اعزاز سمجھا جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن شرائط پر یہود و نصاریٰ کو معافی دی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی:

”وَأَنْ لَا يَتَكَلَّمُوا بِكَلَامِنَا“

اور آج اس کے برعکس مسلمان کافروں جیسا کلام کرتے ہیں، اور تعجب بالائے تعجب

یہ کہ اسے قابل فخر بھی سمجھتے ہیں ع

بین تفادرت رہ از کجاست تا بکجا

الغرض! شیخ الہند جیسے مقدس برگزیدہ اور دشمن انگریز کے اسم گرامی کے ساتھ انگریزی الفاظ لگانا تفصیل بالا کے پیش نظر نہایت قبیح و شنیع ہے، دینی غیرت کے سخت خلاف ہے، علم و علماء کے اقدار کے منافی ہے، اکابر کے لئے باعث اذیت ہے، فاسق معاشرے کا زہر بلا اثر ہے اور بلا ضرورت دنیویہ و دنیویہ عربی پر انگریزی کو ترجیح دینا ہے، علماء وقت پر لازم ہے کہ ایسے منکرات پر بروقت گرفت کیا کریں ورنہ اس تساہل کا نتیجہ بدیہی ہے کہ بہت جلد دیندار معاشرہ بھی مکمل طور پر انگریزی معاشرہ بن جائے گا اور مسلمانوں کے پاس اسلام کی ایک چیز بھی باقی نہ رہے گی، اور پھر اس کی اصلاح کی بھی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

آخر میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی احکام القرآن سے شمسی تاریخ استعمال کرنے کے بارے میں یہ درود دل لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

و یبعد منه کل البعدان یمیل الی هذا الضد بحیث لا یبقی له میل الی المطلوب الشرعی بالمرّة کما هو مشاهد من غوائل اکثر المسلمین فی هذا الزمان بل ومن عادة کثیر من العلماء والی اللہ المشتکی من انقلاب القلوب ومیلها الی العیوب المؤدیة الی الذنوب وکل ذلك مع دعواهم بغض النصاری وقد اشرب فی قلوبهم حب النصرانیة اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلك ورزقنا من حب السنة النبویة والغواصة الاسلامیة انه سمیع مجیب (احکام القرآن ص ۱۹۸ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۱ رمضان ۱۴۱۱ھ

انگریزی تاریخ کا استعمال:

سوال: مہتمم صاحب کا خیال ہے کہ امور مدرسہ میں انگریزی تاریخ استعمال کی جائے، تعطیلات بھی انگریزی مہینوں کے اعتبار سے جون، جولائی میں ہوں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ نیز مکاتبات و مخاطبات اور عام بول چال میں انگریزی تاریخ استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مکاتبات و مخاطبات، عام بول چال اور دیگر امور میں انگریزی تاریخ کا استعمال بلا ضرورت شدیدہ قبیح و شنیع ہے۔ اس میں عیسائیوں کے نظریہ باطلہ کی تائید کا شائبہ اور ان کو خوش کرنے کا مفیدہ پایا جاتا ہے۔ انگریزی تاریخ کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء سے ہوئی ہے جبکہ عیسائیوں کا نظریہ یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا، اس سے اس تاریخ کی ابتداء ہوئی ہے۔

قال حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: ومن ہہنا علم ان استعمال

الحساب الشمسی فی مکاتبات والمخاطبات والمعاملات وان کان جائزاً فلا ریب انہ خلاف الاولی لکونہ خلاف سنتہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وسنۃ اصحابہ والسلف الصالحین وایضا فلما کان مدار
 الاحکام الشرعیۃ والعبارات الدینیۃ علی الحساب القمزی کان حفظہ
 وضبطہ فرمنا علی الکفایۃ واحسن طرقہ وایسرہا ان یستعمل فی المکاتبات
 والمخاطبات والمعاملات لیومیۃ ولا یخفی ان الاتیان بفرض الکفایۃ
 عبادۃ وما کان طریقا الی حفظہ فهو عبادۃ ایضا فاستعمال الحساب القمزی
 مطلوب شرعا وبعید من المسلم ان یتک المطلب الشرعی ویستعمل
 الحساب الشمسی الذی هو صندہ فی الجملة ویبعد منہ کل البعد ان یمل
 الی هذا الصند بحیث لا یبقی لہ میل الی المطلوب الشرعی یا لمرۃ کما هو مشاہد
 من عوائد اکثر المسلمین فی هذا الزمان بل ومن عادة کثیر من العلماء ایضا
 قال اللہ المشتکی من انقلاب القلوب ومیلہا الی العیوب المؤدیۃ الی
 الذنوب وکل ذلك مع دعواہم بغض النصارى وقد اشرب قلوبہم حب
 النصرانیۃ اعاذنا اللہ من ذلك وبرزقنا حب السنۃ النبویۃ والعوائد
 الاسلامیۃ انہ سمیع عجیب (احکام القرآن ص ۱۹ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 ۲۰ صفر ۱۴۱۵ھ

اس زمانے میں مباہلہ جائز نہیں:

سوال: مباہلہ کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا یا اب بھی
 مشروع ہے؟ اگر جائز ہے تو صرف کفار سے یا مسلمانوں کے آپس میں اختلافات میں بھی؟
 بیان القرآن میں جواز لکھا ہے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ تعین حق و باطل کے لئے
 دلائل شرعیہ پس ہیں مباہلہ پر موقوف نہیں۔

اس پر اشکال ہے کہ پھر مباہلہ کا کیا فائدہ؟ حکم فیصل تحریر فرما کہ رہنمائی
 فرمائیں۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصاریٰ سے مباہلہ کا حکم فرمایا تھا اور
 نصاریٰ کی ہلاکت کی بشارت دی تھی، مباہلہ کا حکم قرآن کریم میں مذکور ہے اور ہلاکت

کی بشارت حدیث میں ماثور ہے، اس طرح مباہلہ کا ایک خاص متعین نتیجہ موعود تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مباہلہ پر متعین نتیجہ کا ترتیب کسی دلیل سے ثابت نہیں، لہذا بے سود بلکہ بعض اوقات مضر ہونے کی وجہ سے اس کی مشروعیت محل نظر ہے۔

حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کی بھی آخری تحقیق یہی ہے، و لخصہ:
 ”میرے خیال میں اس کی تحقیق بھی ضروری ہے کہ آیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ اس کا اثر متعین کیا ہے؟ اور اس اثر کے یقینی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس کی تحقیق اس لئے ضروری ہے کہ اگر اس مباہلہ کا کوئی موعود یقینی اثر متعین نہ ہو اور نہ ممکن ہے کہ اس کے بعد اتفاقی طور پر اہل حق کو کوئی ابتلاء پیش آجائے تو عام دیکھنے والوں کو التباس نہ ہو جائے جس سے اور التماس نہ ہو اور اگر ایسا ہو تو اس کے جواب کے لئے کس طرح تیار رہنا چاہیے۔“

اور اگر اس کا کوئی اطمینان کسی دلیل یقینی سے نہ ہو تو مباہلہ کی درخواست میں بجائے مباہلہ کے اس صحیح تحقیق کو جواب میں کیوں نہ پیش کر دیا جائے جو کہ دلیل سے ثابت ہو۔
 گو لوگوں نے اس کی مشروعیت پر آیت لعن سے استدلال کیا ہے مگر وہاں تو نتیجہ تفریق ہے اور یہاں جس نتیجہ کی توقع ہو سکتی ہے اس کے ترتیب کی کوئی دلیل ہونا چاہیے، اس لئے اس کا اس پر قیاس مع الفارق ہے“ (بواد النوار صفحہ ۱)

اگر مباہلہ کی مشروعیت کسی دلیل سے ثابت بھی ہو جائے تو بھی اس زمانہ میں مفاسد ذیل کی وجہ سے جائز نہیں۔

① بیان القرآن میں مباہلہ کا فائدہ ”قطع نزاع لسانی“ لکھا ہے، اس زمانہ میں عوام و خواص مباہلہ کی اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں۔

② ان کو اگر سمجھا بھی دیا جائے کہ مباہلہ کی حقیقت صرف ”قطع نزاع لسانی“ ہے تو بھی اس سے نزاع ختم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا ہے، جانہیں ایک دوسرے پر طرح طرح کے الزامات لگا کر بے شمار نئے نزاعات کھڑے کر دیتے ہیں۔

③ ہر فریق دوسرے کی ہر آفت و مصیبت کو مباہلہ کا نتیجہ قرار دینے لگتا ہے۔

④ اہل حق پر قدرۃ کوئی ابتلاء آگیا تو عوام کی گمراہی کا باعث ہوگا۔

(۵) اس زمانہ میں عوام و خواص کا عقیدہ راسخ یہ ہے کہ مباہلہ پر نتیجہ متعینہ کا ترتیب لازم ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خیال بالکل بے دلیل اور سراسر غلط ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنجین میں لعان ہوا مگر سوائے تفریق کے کسی پر کوئی آفت نہ آئی

اس حقیقت کے مطابق اگر اس دور میں مباہلہ کے بعد فریقین میں کسی پر بھی کوئی آفت نہ آئی تو لوگوں کو بزعم خویش اللہ تعالیٰ کے قطعی فیصلہ میں تردد ہو گا جو کفر ہے۔

(۶) نصوص شرعیہ و علماء اسلام کے مقابلہ میں جاہل و گمراہ پیر مباہلہ کی دہائی دے کر عوام میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتے ہیں، لہذا ان کی طرف سے دعوت مباہلہ کو قبول کر لینا ہی ان کی کامیابی ہے۔

(۷) اگر ہر جاہل پیر کی دعوت مباہلہ کو علماء اسلام قبول کر کے اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی جواہم خدمات جلیلہ لے رہے ہیں ان میں نقص و خلل ڈالتے لگیں تو یہی شیطان اور اس کے ادویاء کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخالف کو دعوت مباہلہ دینا منقول ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى : فان قلت هل يشرع الدعاء باللعن على الكاذب المعين قلت قال في غاية البيان من العدة وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه انه قال من شاء باهله ان سورة النساء القصصى نزلت بعد التي في سورة البقرة اى من شاء المياهله اى الملاعنة باهله وكانوا يقولون اذا اختلفوا في شيء بهله الله على الكاذب منا قالوا هي مشروعة في زماننا ايضا اه (البحر الرائق ج ۴)

وكذا نقل عنه العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى (رد المختار ج ۲) وقال العلامة الألوسى رحمه الله تعالى : ومن ذهب الى جواز المياهله اليوم على طرزا صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم استدليا اخرجه عبيد ابن حميد عن قيس بن سعد بن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان يدينه

وبین الاخر شیء فداہا الی المباحلة وقرأ الایة ورفع ید یدہ فاستقبل الرکن
(روح المعانی مثلاً ج ۳)

اگر یہ روایات باسناد صحیحہ ثابت ہو جائیں تو ان حضرات کا یہ عمل غرض قطع نزاع
لسانی پر محمول ہو گا جو اس زمانہ میں مفقود ہے۔

علاوہ ازیں ان کے زمانہ میں وہ دوسرے مفاسد بھی نہیں تھے جن کی تفصیل اوپر لکھی
گئی ہے، لہذا اب مباحلہ جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

، صفر ۱۴۱۲ھ

مشت زنی حرام ہے :

سوال : مشت زنی کرنا کیسا ہے ؟ ناجائز ہے تو کون سا گناہ ہے، صغیرہ یا کبیرہ ؟
کیا کوئی صورت ایسی ہے جس میں اس کی گنجائش ہو ؟ بیعتوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب۔

مشت زنی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، قرآن و حدیث میں اس پر بہت سخت وعیدیں
آئی ہیں۔ اگر زنا میں مبتلی ہونے کا سخت خطرہ ہو اور اس حرکت شنیعہ کے سوا بچنے کی کوئی
صورت ممکن نہ ہو تو شاید اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔

قال اللہ تعالیٰ : والذین هم لفر وجہم حافظون الاعلیٰ ازواجہم الایة
قال القاضی شہاب اللہ القانی فتی رحمہ اللہ تعالیٰ : فی کذا الایة دلیل
علی ان الاستمناہ بالید حرام و هو قول العلماء قال ابن جریر سألت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ
عندہ فقال مکروہ سمعت ان قوما یحشرن وایدیہم جالی واطن انہم ہولاء وعن سعید بن جبیر
رحمہ اللہ تعالیٰ قال عذب اللہ امۃ کانوا یعبثون بہذا کیرہم (تفسیر مظہری ج ۶)
وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : وکذا الاستمناہ بالکف وان کرہ
تحریرا لحدیث ”ناکھ الید ملعون“ ولو خاف النیایرجی ان لا ویال علیہ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ویدل ایضاً علی ما قلت
ما فی الزیلعی حیث استدل علی عدم حلہ بالکف بقولہ تعالیٰ والذین هم
لفر وجہم حافظون الایة وقال فلم یجہ الا ستمناع الا بھما ای بالنی وجہ والامتناع
فاذا و عدم حل الاستمناع ای قضاء الشهوة بغیرھما (رد المحتار منک ج ۶)

وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : (ناکم الکف ملعون) ای مطرود عن منازل الارادہ وافاد الحدیث لعنہ علی العموم ولعن المعین لا یجوز ودرمان الکف تجزیہ یوم القیامۃ حبلی وانہ یخلق خلق من ذلک الماء لا رأس له یطالب فاعل ذلک بابتہام خلقہ تعذیباً لہ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرۃ ص ۵۲ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ شعبان ۱۴۱۴ھ

شیعہ، قادیانی اور ذکری کے ساتھ معاملات

سوال: شیعہ، مرزائی اور ذکری دوسرے عام کفار ہندو، سکھ وغیرہ جیسے ہیں یا ان کا حکم الگ ہے؟ ان کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

شیعہ کی جملہ اقسام، قادیانی، ذکری، منکرین حدیث اور انجمن دینداران سب زندقہ ہیں، جن کے احکام دوسرے کفار بلکہ مرتدین سے بھی زیادہ سخت ہیں، ان کے ساتھ خرید و فروخت وغیرہ ہر قسم کا لین دین ناجائز ہے اور ان سے دوستانہ تعلق رکھنا اور محبت سے پیش آنا غیرت ایمانیہ کے خلاف ہے، حتی الامکان ان کے ساتھ ہر قسم کے معاملات سے بچنا فرض ہے۔

اگر کسی نے ان کے ساتھ کوئی معاملہ بیع یا اجارہ وغیرہ کر لیا تو منعقد نہیں ہوگا، البتہ صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں عدم جواز کے باوجود عقد نافذ ہو جائے گا، بوقت ابتلاء عام و ضرورت شدیدہ اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

تعریف زندقہ :

لغت میں بے دین اور بدعتقاد کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں جو اسلام ظاہر کرتا ہو اور باطن میں عقائد کفریہ رکھتا ہو یا عقائد کفریہ ظاہر کرتا ہو اور غلط تاویلات سے اپنے ان عقائد کفریہ کو عقائد اسلام قرار دیتا ہو۔

قال العلامة الفتاویٰ رحمہ اللہ تعالیٰ : وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہارہ شعائر الاسلام بیطن عقائدہ ہی کفری

بالاتفاق خص باسم الزنديق (شرح المقاصد ج ٢ ص ٢٦٩)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: وأما في اصطلاح الشرع فالفرق أظهر لا اعتبارهم بباطان الكفر والإعتراف بنبوة نبينا صلى الله عليه وسلم على ما في شرح المقاصد (رد المحتار ج ٣ ص ٢٩٦)

وقال أيضا: (قوله المعروف) أي بالزندقته الذي يدعوا الناس إلى زندقته.

فإن قلت: كيف يكون معروفا داعيا إلى الضلال وقد اعتبر في مفهومه الشرعي أن يبطن الكفر؟

قلت لا بعد فيه فإن الزنديق بموه كفرة وبرج عقيدته الفاسدة ونخرجها في الصورة الصحيحة وهذا معنى بباطان الكفر، فلا ينافي إظهاره الدعوى إلى الضلال وكونه معروفاً بالاضلال ابن كمال (رد المحتار ج ٣ ص ٢٩٦)

وقال الشافعي رحمه الله تعالى: إن المخالف للدين الحق إن لم يعترف به ولم يذعن له لا يظهر أدلا باطنا فهو كافر وإن اعترف بلسانه وقلبه على الكفر فهو المنافق وإن اعترف به ظاهرا لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسر الصحابة والتابعون واجتمعت عليه الأمة فهو الزنديق (المسوى ج ٢ ص ٣٣٠)

وقال العلامة الكشميري رحمه الله تعالى: قلت الزنديق مزيف معاني الألفاظ مع إبقاء الفاظ الإسلام كهذا اللعين في القاديان يدعي أنه يؤمن بمختم النبوة ثم يخترع له معنى من عنده يصلح له بعدة الختم دليلا على فتح باب النبوة فهذا هو الزندقه حقا أي التغيير في المصاديق و تبديل المعاني على خلاف ما عرفت عند أهل الشرع وحرفها إلى أهوائه مع إبقاء اللفظ على ظاهره والعياذ بالله (فيض الباري ج ٢ ص ٣٤٢)

وقال العلامة عالمين العللاء الانصاري رحمه الله تعالى: ثم عندها تصرفات المرتد متى نفذت نفذت في كسب الإسلام والردة جميعا واختلف المشايخ في مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى قال بعضهم

تصرفاته في كسب الرواة نافذة في ظاهر مذهبه وانما التوقف في تصرفاته في كسب الاسلام والى هذا مال شيخ الاسلام خواهر زاده رحمه الله تعالى واستدل بمسألة ذكرها في كتاب الرهن وصورتها: المرتد اذا قضى ديناً وجب عليه بعد الردة من كسب الردة جازر عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى، قال شيخ الاسلام: هذا، وروى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى في غير رواية الاصول ان تصرفه في كسب الردة يتوقف ولكن ما ذكر في ظاهر الرواية اصح وذكر شمس الاثمة السرخسي رحمه الله تعالى ان الصحيح ان تصرف المرتد يتوقف في الكسبين جميعاً قال شمس الاثمة: هذا وما ذكر في كتاب الرهن ان المرتد اذا قضى ديناً وجب عليه بعد الردة من كسب الردة جازر كذلك على رواية ابى يوسف عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى فاما على رواية الحسن رحمه الله تعالى فلا ينفذ كما اذا كان في كسب الاسلام قال: والصحيح رواية الحسن - قال شمس الاثمة: الحاصل ان الروايات قد اختلفت عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى في قضاء ديون المرتد ففي رواية ابى يوسف يبدأ بكسب الردة فان لم يف يقض من كسب الاسلام وفي رواية الحسن عنه: يبدأ من كسب الاسلام فان لم يف يقض من كسب الردة وفي رواية زخر رحمه الله تعالى: دين الردة يقضى من كسب الردة ودين الاسلام يقضى من كسب الاسلام والصحيح رواية الحسن (التاريخانية ص ٥٥ ج ٥)

وقال العلامة السيد محمد ابوالسعود المصري الحنفى رحمه الله تعالى: (قوله هذا عند ابى حنيفة) اعلم ان تصرفات المرتد يتوقف في الكسبين جميعاً وهو الصحيح وقال بعض المشايخ ان تصرفه في كسب الردة نافذ في ظاهر الرواية وموقوف في رواية الحسن والاول اصح وهذا كله عند الامام واما عندهما فتصرفاته نافذة في الكسبين قهراً (قوله وعندهما) والخلاف بينهما في تصرفات وقعت قبل اللحاق واما بعده قبل الحكم فهي موقوفة بالاجماع كولايته على اولاده الصغار

قہستانی عن المحيط (فتح المعین ص ۴۶۲ ج ۲)

وهكذا قال القهستاني رحمه الله تعالى (جامع الرموز ص ۵۱ ج ۲)

وقال العلامة المحصن رحمه الله تعالى: واعلم ان تصرفات المرتد على اربعة اقسام فينفذ منه اتفاقا ما لا يعتمد تمام ولا نية وهي خمس الاستيلاء والطلاق وقبول الهبة وتسليم الشفعة والحجر على عبدة و يبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث۔

ويتوقف منه اتفاقا ما يعتمد المساواة وهو المفاوضة او ولاية متعدية وهو التصرف على ولدة الصغير ويتوقف منه عند الامام وينفذ عندهما كل ما كان مبادلة مال بمال او عقد تبرع كالمبايعات والصرف والسلم والعق والتدبير والكتابة والهبة والرهن والاجارة والصلم من اقرار وقبض الدين لانه مبادلة حكمية والوصية وبقی ايمانه وعقله ولا شك في بطلانها واما ايداعه واستيداعه والتقاطه ولقطته فينبغي عدم جوازها نعم ان اسلم نكح وان هلك بموت او لحق بداس الحرب وحكم بلحاظه بطل ذلك كله فان جاء مسلما قبله قبل الحكم فكانه لم يرتد۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله فينبغي عدم جوازها) عبارة النهر: فلا ينبغي التردد في جوازها منه اهـ فلفظه عدم من سبق القلم (قوله ويتوقف منه عند الامام رحمه الله تعالى) بناء على زوال الملك كما سلف نهر (قوله وينفذ عندهما) الا انه عند ابی يوسف رحمه الله تعالى تبصر كما تصح من الصحيح لان الظاهر عودة الى الاسلام وعند محمد رحمه الله تعالى كما تصح من المريض لانها تفضي الى القتل ظاهرا عن البحر (رد المحتار ص ۳ ج ۳) والله سبحانه وتعالى اعلم۔ غرة محرم ۱۲۱۵ھ

۱۔ از بابوں کے ساتھ تعلقات کے مسائل جلد اول کتاب الایمان والعقائد اور جلد سادس باب

المرتد والبغاة اور تتمہ میں بھی ہیں)

ذنبی غرض سے عمل بزمذہب غیر حرام ہے:

سوال: حنفی عالم غیر احناف کی مسجد میں امامت کرتا ہے، یہ اس کی ملازمت ہے۔ اگر مسلک حنفی کے مطابق نماز پڑھائے تو معزول ہو جائے گا، ایسی حالت میں مسلک احناف کو حق سمجھتے ہوئے ملازمت باقی رکھنے کے لئے غیر حنفی طریقہ پر نماز پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو حیران۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: قال في جواهر الفتاوى: لو ان رجلا من اهل الاجتهاد برئ من مذهبه في مسألة او في أكثر منها یا اجتهد لما وضم له من دليل الكتاب او السنة او غيره مما من الحجج لم يكن ملوما ولا مذموما بل كان مأجورا محمودا وهو في سعة منه وهكذا افعال الامة المتقدمين فاما الذي لم يكن من اهل الاجتهاد فانتقل من قول الى قول من غير دليل لكن لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو مذموم اثم مستوجب للتأديب والتعزير لا تركا به المنكر في الدين واستخفافا بدينا ومذهبا ونقل السيوطي رحمه الله تعالى في رسالته المسماة ببحر بل المواهب في اختلاف المذاهب من نضل الانتقال من مذهب الى مذهب وهو جائز الى ان قال: رقول المنتقل احوال الاول ان يكون السبب الحامل له على الانتقال امرا دنيويا كحصول وظيفة او مرتب او قرب من الملوك واهل الدنيا فهذا حكمه كما جزم قيس لان الامور بمقاصدها ثم له حالان الاول ان يكون عاريا من معرفة الفقه ليس له في مذهب امامه سوى اسم شافعي او حنفی كغالب متعمهي زماننا ارباب الوظائف في المدارس حتى ان رجلا سأل شيخنا العلامة الكافي رحمه الله تعالى مرة يكتب له على قصة تعليقا بولاية اول وظيفة تشغرها الشيعونية فقال له ما مذہبك قال مذهبي خبير وطعام يعني وظيفة اما في الشافعية او المالكية او الحنابلة فان الحنفية في الشيعونية لا خير لهم ولا طعام فهذا امره في الانتقال انجف

لا یصل الی حد التحریم لانه الی الآن عامی لا مذهب له یمحققه فهو یمتألف
مذہباً جدیداً ثانیہما ان یمکن فقیہا فی مذهب و یرید الانتقال لهذا
الغرض فهذا امر کاشد و عندی انه یصل الی حد التحریم لانه تلعب
بالاحکام الشرعیۃ لمجرد غرض الدنیا (العقود الدریۃ ص ۲۲ ج ۲) واللہ سبحانہ
و تعالیٰ اعلم بہ
فون سنال لازم نہیں:

سوال: اگر فون کی گھنٹی بج رہی ہو تو فون اٹھانا اور سننا واجب ہے یا نہیں؟
بینوا توجسوا

الجواب باسم ملہم الصواب

واجب نہیں، کیونکہ اگر کوئی شخص دور سے ملنے آئے اور دروازے پر دستک دے تو
اہل خانہ پر اس سے ملنا لازم نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: یا ایہا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیروکم حتی
تستأنسوا وتسلموا علی اہلہا (الی قولہ) وان قبلکم ارجعوا فارجعوا
ھو انہ کی لکم (۲۲-۱۸)

فون توان انسان اپنے گھر یا کہیں دور سے کرتا ہے، اس سے ملنا بطریق اولیٰ لازم
نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

تعویذ کا حکم:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ رقیہ (دم) تو ثابت ہے لیکن تمیمہ (تعویذ) ثابت نہیں
بلکہ شرک ہے اس لئے اول جائز اور ثانی ناجائز ہے۔ کیا واقعی تعویذ کا ثبوت نہیں اگر ہے تو
شرائط جواز کیا ہیں، نیز حساب ابجد سے تعویذ لکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ سے رقیہ (دم) کا ثبوت بے غبار ہے، تمیمہ (تعویذ) کی
مندرجہ ذیل صورتیں ناجائز ہیں:

① ٹوٹکا، جو پیتل، تانبے یا لوہے وغیرہ کے ٹکڑے کو باندھ کر کیا جاتا ہے

(۲) ایسا تعویذ جس میں اسماء اللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ، اور ادعیہ ماثورہ نہ ہوں بلکہ کلمات شرکیہ ہوں۔

(۳) تعویذ کو مؤثر بالذات سمجھا جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور اب بھی بعض جہال یونہی سمجھتے ہیں۔

یہ صورتیں بلاشبہ ناجائز، حرام اور شرک ہیں۔

تمیمہ میں اسماء اللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ ہوں تو یہ جائز اور ثابت ہے اس کو ناجائز اور شرک کہنا جہالت ہے کیونکہ اس قسم کے تعویذ میں مؤثر بالذات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جاتا ہے۔

تعویذ کو شرک کہنے والوں پر لازم ہے کہ شرک کی ایسی تعریف کریں جس میں تعویذ تو داخل اور دعا، دوا، رقیہ، خارج ہو جائیں۔

حاصل یہ کہ جواز تمیمہ کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) لغت مفہومہ میں ہو۔

(۲) ماثور و منقول ہو

(۳) اس کے نافع بالذات ہونے کا اعتقاد نہ ہو۔

صاحب ابجد سے تعویذ لکھا بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی لغت مفہومہ ہے
بیانات الحدیث والفقہ:

(۱) عن عوف بن مالک الا شجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنارقی فی

الجاہلیۃ فقلنا یا رسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم
لا یأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (صحیح مسلم ص ۲۲۴ ج ۲)

(۲) عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی سریۃ فنزلنا بقوم فسألناہم القراء قلم یقرؤنا فلداغ سیدہم
فأتونا فقالوا اهل فیکم من یرقی من العقرب قلت نعم انا ولكن ارقیہ حتی تعطونا
غنا قالوا فانا نعطیکم ثلاثین شاتاً فقبلنا فقرأت علیہ الحمد سیدم مرات الخ
(الجامع للترمذی ص ۲۲ ج ۲)

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم يعوذ الحسن والحسين يقول اعوذكما بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة ويقول هكذا كان ابراهيم عليه السلام يعوذ اسحق واسماعيل (الجامع للمزمذى ص ۲۲ ج ۲)

(۴) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت لیست التمیمة ما تعلق به بعد البلاء انما التمیمة ما تعلق به قبل البلاء رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد (الترغیب ص ۲۷ ج ۵)

(۵) ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا نروى عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت لیست تمیمة ما علق بعد ان یقع البلاء (شرح معانی الآثار ص ۳۲ ج ۲)

(۶) وكان عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فاعقله عليه (ابوداود ص ۹۷ ج ۲)

(۷) وقال الحافظ رحمه الله تعالى: والتمائم جمع تميمة وهي خرقة او قلادة تعلق في الرأس كانوا في الجاهلية يعتقدون ان ذلك يدفع الأفات الخ (فتح الباری ص ۱۶۳ ج ۱۰)

(۸) وقال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: واما ما كان من الآيات القرآنية والاسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية فلا بأس بل يستحب سواء كان تعويذا او راقية او نشرة واما على لغة العبرانية ونحوها فيمتنع لاحتمال الشرك فيها (رقاة ص ۳۲ ج ۸)

(۹) وقال ايضا: (او تعلقت تميمة) اي اخذتها علاقة والمراد من التمیمة ما كان تمائم الجاهلية ورقاها فان القسم الذي يختص باسماء الله تعالى وكلماته غير داخل في جملته بل هو مستحب مرجو البركة عرف ذلك من اصل السنة وقيل يمنع اذا كان هناك نوع قدح في التوكل الخ (المراقبة ص ۳۲ ج ۸)

(۱۰) وقال ايضا: (والتمائم) جمع التمیمة وهي التعويذة التي تعلق على المصبي اطلقه الطيبي لكن ينبغي ان يقيد بأن لا يكون فيها اسماء الله تعالى وآياته المتلوة والدعوات المأثورة وقيل هي خرزات كانت للعرب

تعلق علی الصبی لدفع العین بزعمهم وهو باطل ثم اتسعوا فیہا حتی
سہوا بہا کل عوذۃ ذکرہ بعض الشراح وهو کلام حسن وتحقیق مستحسن
(المرقاة مشکۃ ج ۱)

(۱۱) وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا یأس بالمعاذات
اذا کتب فیہا القرآن او اسماء اللہ تعالیٰ (رد المحتار مشکۃ ج ۶)

(۱۲) وقال ایضاً : (قوب التمیمۃ المکروہۃ) اقول الذی رأیتہ فی المجتبى
التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغير القرآن وقیل ہى الخرزۃ التى تعلقہا الجاہلیۃ
فلتراجع نسخۃ اخرى وفى المغرب : وبعضہم یتوہم ان المعاذات ہى التمام
ولیس كذلك انما التمیمۃ الخرزۃ (الى ان قال) وفى الشلبى عن ابن الاثیر
التمام جمع تمیمۃ وهى خرزات کانت العرب تعلقہا علی ادلادہم یتقون بہا
العین فی زعمہم وابطلہا الاسلام۔ والحديث الآخر "من علق تمیمۃ فلا تم
اللہ لہ" لانہم یعتقدون انہا تمام الداء والشفاء بل جعلوها شركاء
لانہم ارادوا بہا دفع البق دبر المکتوبۃ علیہم وطلبوا دفع الاذى من غیر
اللہ تعالیٰ الذی هو دافعہ اھ ط (الى ان قال) وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہ کان بموذنفسہ قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلى الجوارح تحمل الناس البوم
وبہ وردت الآثار (رد المحتار مشکۃ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الرحمادی الثانیۃ ۱۴۱۶ھ

شیطانی گوئے کی تباہ کاریاں :

سوال : ورزش کی نیت سے فٹ بال کھیلنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ورزش کی دو قسمیں ہیں :

(۱) جس کا تعلق براہ راست جہاد سے ہو۔

اس کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ مقام ایسا منتخب کیا جائے جس میں جہاد
کی مشق کرنے سے گرد و نواح میں کسی قسم کے جانی یا مالی نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو، خود
ورزش کرنے والوں کا خطرے سے محفوظ ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی مر بھی گیا تو

شہید ہوگا۔

(۲) جس کا براہ راست جہاد کی تربیت سے تعلق نہیں۔

ایسی ورزش تحفظ صحت اور دینی و دنیوی امور میں معین ہونے کی وجہ سے فی نفسہ جائز بلکہ کسی قدر ضروری ہے مگر اس کے لئے یہ شرائط ہیں:

(۱) شرط مذکور، یعنی گرد و نواح میں کسی قسم کے جانی و مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲) خود ورزش کرنے والے کو یا اس کے ساتھ شرکاء میں سے کسی کو کسی قسم کے جسمانی یا مالی نقصان یا ایذا پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۳) اس میں ورزش کے مفہوم پر کھیل کود، لہو و لعب اور تماشا کا پہلو غالب نہ ہو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل شيء يلهو به الرجل باطل الا رميه بقوسه وتأديبه فرسه وملاعبته امرأت فا نحن من الحق رواه الترمذی (مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۲)

عن سعيد بن الجبير رضي الله تعالى عنه ان قريبا لعبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه خذف قال فنهاه وقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الخذف وقال انها لا تصيد صيدا ولا تنكأ عدوا ولكنها تكسر السن وتفقد العين قال فعاد فقال احذثك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عنه ثم خذف لا اكلما ابدار صحيح مسلم ص ۱۵۲ ج ۲

گیند اور فٹ بال :

یہ درج ذیل فسادات کی بناء پر جائز نہیں :

(۱) اس میں کھیل کے شرکاء کو سخت جسمانی نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں، بعض کی ٹانگیں ٹوٹتا اور بعض کے پریٹ میں چوٹ لگنے سے برباد مرگ ہو جانا ہم نے خود دیکھا ہے۔

(۲) قریب سے گزرنے والوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بعض کی آنکھیں پھوٹنے اور بعض کے چہرے مسخ ہونے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

اس شیطانی تماشے کے نواح میں شارع عام پر کوئی انسان بلکہ کوئی حیوان بھی اطمینان سے نہیں گذر سکتا۔

(۳) مالی نقصان، جب یہ کسی عمارت کے قریب کھیتے ہیں تو کتنے لوگوں کے مکانوں کی کھڑکیاں توڑ دیتے ہیں، اس کے بے شمار واقعات ہیں، دوبار تو ہمارے ساتھ یہ حادثہ ہو چکا ہے

(۴) بسا اوقات دنگا و قساد۔

اس شیطانی گولے کے مالی، جسمانی، جانی اور دینی و ایمانی نقصانات پوری دنیا میں مستم، ہر شخص کے مشاہد، بدیہی بلکہ روز روشن کی طرح اجلی البدیہیات سے ہیں، مجھے گوشہ نشینی کے باوجود اس شیطانی حرکت کی جن تباہ کاریوں کا مشاہدہ اور یقینی علم ہے خیال تھا کہ ان میں سے مثال کے طور پر چشم عبرت کے لئے چند واقعات لکھ دوں مگر اس سے دو امر مانع ہوئے۔

(۱) ان کی فہرست بہت طویل ہے اور اگر انتخاب کروں تو کیسے؟ کیونکہ ایک سے بڑھ کر ایک۔

(۲) ایسی حقیقت بدیہیہ کی مثالیں لکھنا اس کو نظری یا غیر طاسر قرار دینے کے مترادف ہے۔

اس مہلک شیطانی گولے کی تباہ کاریاں اللہ کی نافرمانیوں پر عذاب ہے۔

و لنذیقنہم من العذاب الادی دون العذاب الا کبر لعلمہم

یرجعون۔

پھر ایسے عذاب الیم کو پچشم خود دیکھنے بلکہ اپنی جان پر بیٹنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں کو عبرت و ہدایت کی توفیق نہ ملنا عذاب پر عذاب۔ ضعف الحیوة وضعف المات۔ نفس و شیطان کے بندوں پر عذاب الہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کو اپنے دنیوی نفع و نقصان کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ سو اللہ فانسلمہم انفسہم۔

(۳) اس میں درزش کے مفہوم پر تماشے کا مفہوم غالب ہے، اس پر دلائل:

(۱) کسی درزش کو پوری دنیا میں کوئی کھیل نہیں کہتا۔ پہلوان درزشیں

کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مختلف امراض کے لئے درزشیں بتاتے ہیں کوئی بھی اسکو

کھیل نہیں کرتا۔ گیند اور فٹ بال کو کوئی بھی ورزش نہیں کہتا، کھیل کہتے ہیں۔
 (۲) ورزش کو دیکھنے کے لئے دوسرے لوگ جمع نہیں ہوتے، کوئی ایک آدمی چلا گیا تو
 ایک بات ہے، فٹ بال کو دیکھنے بہت لوگ آتے ہیں، مولوی لوگ بھی آتے ہیں۔
 ایک شخص نے صرف فٹ بال کا مقابلہ دیکھنے کے لئے نیائی دی خریدا اور گھر والوں سے
 یوں جھوٹ بولا اور یوں فریب دیا کہ فٹ بال کا مقابلہ دیکھنے کے لئے ٹی وی کے جواز کا میں نے
 فلاں سے فتویٰ لیا ہے۔

مجھ پر افتراء باندھا کہ اس نے حواز کا فتویٰ دیا ہے۔
 (۳) فٹ بال وغیرہ کے مقابلہ کو دیکھنے کے لئے لوگ ٹی وی پر گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں،
 کسی ورزش کو دکھانے کے لئے کسی حکومت میں کسی ملک میں کوئی نظم نہیں۔
 (۴) ورزش میں کوئی شخص ایسا لگن نہیں ہوتا کہ ضرورت سے زائد کرتا ہی چلا جائے،
 وقت متعین ہوتا ہے، آدھا گھنٹہ، گھنٹہ، جب وقت گزر جاتا ہے تو پھر اس کا شوق نہیں رہتا۔
 اس شیطانی دھندے کا حال یہ ہے کہ شروع کیا تو ہوش نہیں رہتا، کھیلتے ہی چلے
 جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ورزش نہیں بلکہ کھیل تماشا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
 تفریحی تالاب میں تیراکی سیکھنا:
 غرہ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

سوال: تفریح یا تیراکی سیکھنے کے لئے ایسے تالاب میں نہانا جائز ہے یا نہیں جہاں
 بے دین، فاسق و فجار کا ہجوم ہوتا ہے، جن کے ران کھلے ہوتے ہیں؟
 بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بنیت جہاد تیراکی سیکھنے جاتے ہیں، جب بازاروں میں
 منکرات والی دکانوں پر اپنی حاجت سے جانا جائز ہے تو بضرورت جہاد ایسے تالاب میں
 نہانا بطریق ادنیٰ جائز ہونا چاہیے۔

اس بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تالاب میں نہانے کو حاجات عامہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اس لئے اس سے احتراز
 لازم ہے، بالخصوص علماء و صلیح ربکے لئے زیادہ بیع ہے۔

هذا، ومسألة دخول الحمام مشهورة وفي كتب المذهب من جوساة۔

غرہ صفر ۱۴۱۶ھ

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

نابالغ کا ستر دیکھنا:

سوال: نابالغ بچے کے ستر کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ عورت غلیظہ و خفیضہ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جس وا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بہت چھوٹے بچے کی عورت غلیظہ و خفیضہ دونوں کو دیکھنا جائز ہے، سات سال کی عمر تک صرف خفیضہ کا دیکھنا جائز ہے، غلیظہ کا دیکھنا جائز نہیں۔

سات سال سے زیادہ عمر کا بچہ اس مسئلہ میں بالغ کے حکم میں ہے، لہذا اس عمر کے بعد غلیظہ و خفیضہ دونوں کا دیکھنا ناجائز ہے۔

حد صغریٰ میں چار سال تک کی عمر کا قول بلا نسبت مذکور ہے، مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس عمر میں بچہ استنجا وغیرہ میں مستغنی نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں رائی مبتلی بہ کا اعتبار ہونا چاہیئے۔

عورت غلیظہ سے مراد پیشاب و پاخانہ کا مقام اور ان کے ارد گرد کا حصہ ہے اور عورت خفیضہ سے ان مواضع کے سوا باقی حصہ۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي السراج لا عورة للصغير جدا ثم مادام لم يثبت فقبل ودبر ثم تغلظ الى عشر سنين ثم كماله (الى قوله) والغليظة قبل ودبر وما حولهما والخفيضة ما عدا ذلك۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله لا عورة للصغير جدا) وكذا الصغيرة كما في السراج فيباح النظر والمس كما في المعراج قال ج وفسر بختابا بن اربع فماد ونها ولم ادر لمن عزاء (رد المحتار ص ۲۷ ج ۱)

وقال ايضا: (ثم يتغلظ بعد ذلك الى عشر سنين) قال في النهر: وكان ينبغي اعتبار السبع (لانها يوم ان بالصلاة اذا بلغا هذا السن الح (البحر ص ۲ ج ۱) والله سبحانه وتعالى اعلم۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ

مال حرام سے خریدا ہوا مال بھی حرام ہے:

یہ مسئلہ کھانے پینے کی اشیاء کے باب میں عنوان "مال حرام سے خریدا ہوا طعام بھی حرام ہے" کے تحت گزر چکا ہے۔

آلات معصیت توڑنے کا حکم:

سوال: گانے بجانے کے آلات اور شراب کے برتن توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز توڑنے والے پر ضمان ہے یا نہیں؟ اگر یہ آلات ذمی کے پاس ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟ بینوا تو جبردار۔
الجواب باسم ملہم الصواب

آلات معصیت کا توڑنا جائز ہے اور مندرجہ ذیل تین صورتوں میں توڑنے پر بالاتفاق ضمان نہیں:

(۱) اس آلہ کو لہو و لعب کے سوا کسی اور کام میں استعمال نہ کیا جاسکتا ہو۔

(۲) امام کی اجازت سے توڑا ہو۔

(۳) آلات لہو و لعب مغنی کے پاس ہوں اور شراب کے مثلکے خمار یعنی شراب پیچنے والے کے پاس ہوں۔

جہاں یہ تینوں صورتیں منتفی ہوں، یعنی آلہ میں جائز امر میں استعمال کرنے کی صلاحیت ہو، امام کی اجازت نہ ہو، مغنی یا خمار کے پاس نہ ہو تو وجوب ضمان میں اختلاف ہے، اہم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لکڑی وغیرہ اجزاء جو لہو و لعب کے کام نہ آسکیں ان کی قیمت واجب ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی واجب نہیں، فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے لفساد الزمان۔

ذمی بھی حکم مسلم ہے، البتہ وہ اگر علانیہ خمر کی بیع نہ کرتا ہو تو اس کے حق میں آلہ معصیت نہ ہونے کی وجہ سے ضمان واجب ہوگا۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: وضمن بکسر معزف بکسر المیم التالہو ولولکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغير اللہ وضمن قیمتہ لا المثل باراقۃ سکر و منصف سیحی ربیانہ فی الاشریۃ و صح بیعہا کلہا وقال لا یضمن ولا یضم بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودر روزیعی وغیرہا وافرہ المصنف۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ وقال الخ) هذا الاختلاف فی الضمان دون اباحتہ اتلاف المعازف و فیما یصلح لعمل آخر والا لم یضمن شیئا اتفاقا و فیما اذا فعل بلا اذن الامام والا لم یضمن

اتفاقا وفي غير عود المغنى وجابيتا الخمار والا لم يضمن اتفاقا لانه
لو لم يكسرها عاد لفعله القبيح وفيما اذا كان لمسلم قلو لذي ضمن
اتفاقا قيمته بالغاما بلغ وكذا لو كسر صليب لانه مال متقوم في حقه
قلت لكن جزم القهستاني وابن الكمال ان الذمي كالمسلم فليحرم
در منتهى اقول وجزم به في الاختيار ايضا ولعل مقتصر في الهداية
على ذكر المسلم لكونه محل الخلاف وبه يتحرم المقام فتدبر
(رد المحتار ص ۳۴ ج ۵)

وقال العلامة محمد الدين الموصلي رحمہ اللہ تعالیٰ : ويجب في
كسر المعازف قيمتها لغير الله وسواء كانت لمسلم او ذمي كالبربط
والطبل والدف والمزمار والجنك والعود ونحوها ويجوز بيعها وقالوا
لا يضمن ولا يجوز بيعها لانها اعدت للمعاصي فلا تضمن كالخمر
ومتلفها يتأول النهي عن المنكر وانه مأمور به شرعا فلا يضمن كاذن
القاضي وبل ادلى (الاختيار ص ۳ ج ۲) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

حکم الاستمناء بید الزوجتہ:

سوال : بیوی کے پیٹ، ران اور ہاتھ سے استمناء کرتے ہوئے انزال کرنا جائز ہے یا
نہیں؟ نیز بیوی کا شوہر کے ہاتھ سے استمناء کے بعد انزال کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بفروقت تسکین بلا کراہت جائز ہے۔ بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا المعراج الدراية : ويجوز ان يستمني بید
زوجته وخادماتها وسبذکر الشارح فی الحدود عن الجوهرة انه يكره ولعل المراد
به كراهته التنزيه فلا ينافي قول المعراج يجوز تأمل (رد المحتار ص ۳ ج ۲) والله سبحانه
وتعالى اعلم۔

حق طبع محفوظ رکھتا جائز نہیں:

تمہ میں رسالہ القول الصدوق بیع الحقوق میں ہے۔



قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ
الطَّيِّبَاتِ مِنَ الْمَرْءِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ — (۲۴: ۳۲)
بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى بِحَمْدِهِ يُمَجِّدُ الْجَمَالَ (مسلم و ترمذی)

رَدِّ الْخَالِصَةِ

فقہ کی بعض کتابوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ بقصد زینت سرمہ لگانا
مردوں کے لئے مکروہ ہے۔

زیر نظر تحقیق میرا کئی وضاحت کی گئی ہے
اور ثابت کیا گیا ہے کہ مردوں کے لئے
بھی بقصد زینت سرمہ لگانا بلا کراہت
جائز ہے۔

بقصد زینت سرمہ لگانا جائز ہے

سوال ① ولا بأس بالاکتعال للرجال اذا قصد به التداوی دون الزینة

(ہدایہ ص ۲۰۱ ج ۲ کتاب الصوم)

② ولا بأس بالاکتعال للرجال باتفاق المشایخ ویکوہ الکحل بالاسود

بالاتفاق اذا قصد به الزینة واختلفوا فیما اذا لم یقصد به الزینة عامتهم

علیٰ انہ لا ینکرہ کذا فی جواهر الاخلاطی (عالمگیریۃ کتاب الکراہیۃ)

ان عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے بقصد زینت سیاہ سرمہ کا استعمال مکروہ ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

یعنی تداوی کے بغیر مردوں کے لئے سیاہ سرمہ کا استعمال زینت کے ارادے سے جائز ہے یا مکروہ ہے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عادیۃ مستمرہ کے طور پر سرمہ لگاتے تھے اور دوسروں کو بھی ”علیکم“ جیسے الفاظ دوام واستمرار والتزام سے تاکید فرماتے تھے، اگر مردوں کے لئے قصد زینت میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور تنبیہ فرماتے، موقع تنبیہ میں سکوت دلیل عدم کراہت ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلقۃ ”اکمل“ پیدا فرمایا تھا، اگر سرمہ لگانے میں تشبہ بالنسار ہے تو یہ بہت بڑا عیب ہے، اس سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلقۃ ”معیب“ پیدا فرمایا، تو یہ نقص ہوا حالانکہ اسکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں میں شمار کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر قسم کے عیوب جسمانیہ سے بھی منزہ و مبرا پیدا فرمایا ہے تو کیا کسی کی عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدائشی طور پر اتنا بڑا عیب رکھ دیا ہو۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مردوں کو بقصد زینت سرمہ لگانا بلا کراہت جائز ہے، شریعت نے مردوں کے لئے مہندی وغیرہ جیسی رنگ دار زینت کی مانعت سے اسکو مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ بالوں میں خضاب غیر اسود مستثنیٰ ہے۔

یہاں یہ احتمال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل "ائمہ" کے ساتھ خاص ہو، اور یہ احتمال کہ "ائمہ" سیاہ نہیں ہوتا ہوگا، ایسے احتمالات بعیدہ تسلیم کر لینے کے باوجود بھی مظنہ قصد زینت موجود ہے، معہذا نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قصد زینت کی کراہت منقول ہے نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نہ ہی حضرت امام رحمہ اللہ سے بلکہ اس کے برعکس امام ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جواز بلا کراہت کی تصریح منقول ہے ورنہ :

الكحل يشتمل على منفعتين احدهما زينة والثانية تطيب فاذا استعمل للزينة فهو مستثنى من التصنع الذي يلبس الصنعة بالخلقة كالوصل والوشم والتفلج والتمص رحمة من الله لخلقه وخصه منه لعبادة واذا استعمل بنية التطيب لتقوية البصر من ضعف يعتوره واستنابت الشعر الذي يجمع النور للادراك ويصلد الاشعة الغالبة له ثمران كحل الزينة لاحد له شرعا وانما هو بقدر الحاجة في بدوه وخفائه الخ (شرح الشافعي للمناوي على هامش جمع الوسائل ص ۱۰۲ ج ۱) حقیقت مذکورہ کے پیش نظر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قول کراہت کے دو محمل بیان فرمائے ہیں :

① زینت میں اس قدر افراط جو تشبیہ بالنساء تک مفضی ہو۔

② نمائش و فخر مقصود ہو۔

قال الامام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ :

(قوله دون الزينة) لانه تعورف من زينة النساء ثم قيد دهن الشارب بذلك ايضا وليس فيه ذلك وفي الكافي يستحب دهن شعر الوجه اذا لم يكن من قصده الزينة به وردت السنة فقيدة بانتفاء هذا القصد فكانه والله اعلم لانه تبرج بالزينة وقد روى ابو داود والنسائي عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره عشر خلال ذكر منها التبوج بالزينة لغير محالها وسنودة بتمامه ان شاء الله تعالى في كتاب الكراهية - وفي الموطأ عن ابى قتادة رضي الله تعالى عنه قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم ان في جمعة افارجلها قال نعم واكرمها فكان ابو قتادة رضي الله تعالى عنه ربهما دهنها

فی اليوم مرتین من اجل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا لحظ النفس الطالبة للزینۃ الظاہرۃ وذلك لان الاکرام والجمال المطلوب یتحقق مع دون هذا المقدار وفي سنن النسائی ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقال له عبیدۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینہی عن كثير من الارفاه فسئل ابن بريدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الارفاه قال لترجیل والمراد واللہ اعلم الترجیل الزائد الذی یشخج الى حد الزینۃ لہما کان لقصد رفع اذی الشعر والشعث هذا ولا تلافی بین قصد الجمال وقصد الزینۃ فالقصد الاول لدفع الشین واقامة قایمہ الوقار واطہار النعمۃ شکر الافخر او هو اثر ادب النفس وشہامتها والثانی اثر ضعفها وقاویا الخضاب وردت السنۃ ولم ینک لقصد الزینۃ ثم بعد ذلك ان حصلت زینۃ فقد حصلت فی ضمن قصد مطلوب فلا یفرہا فالمرکب ملتفتا الیہ (فتح القدیر ص ۲۷۶ ج ۲) وقال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ بعد نقل ما مر عن الفتح :

ولهذا قال لولوالہی فی فتاواہ لبس الثیاب الجمیلۃ مباح اذا کان لا یشکیر لان التکبر حرام وتفسیرہ ان یشکیر معہا کما کان قبلہا ہ (البحر الرائق ص ۲۸۱ ج ۲) وكذا نقل العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن الفتح والبحر (رد المحتل ص ۱۳۳ ج ۴) تحریرات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سرمہ لگانا، تیل لگانا، کنگھی، خضاب (غیر سود) اور ثیاب جمیلہ وغیرہ اسباب آرائش و زیبائش سب کا ایک ہی حکم ہے، یعنی بغرض زیبائش مباح بلکہ مندوب اور بغرض نمائش ناجائز و حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ شعبان ۱۴۱۱ھ بحری





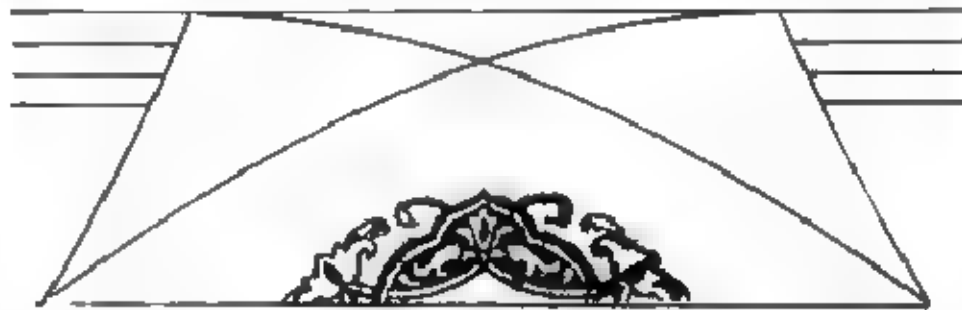
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ



تَوْفِيقُ الْعَالَمِينَ

عَلَى

حُرْمَةِ تَرْفِيعِ الْإِنْسَانِ



انسانی اعضاء کی پیوند کاری



انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور خون دینا

سوال :

دو مریض ہیں جن میں سے ایک کی قوت باہ بالکل زائل ہو چکی ہے اور وہ شادی شدہ ہے، دوسرے مریض کی قوت باہ تو ٹھیک ہے مگر وہ کسی اور مرض میں مبتلا ہے دونوں مریض ایک سول سرجن کے زیر علاج ہیں، جس مریض کی مردانہ قوت ٹھیک تھی اس کا انتقال ہو گیا، سول سرجن نے اس مردہ کا آلہ تناسل کاٹ کر دوسرے مریض کے لگا دیا اس کی قوت باہ بحال ہو گئی اور بیوی کی ضرورت پوری کرنے کے قابل ہو گیا اور اولاد بھی پیدا ہونے لگی، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر سول سرجن ایسا نہ کرے تو وہ مریض ٹھیک نہیں ہو سکتا اس کی زندگی تباہ ہو جائے گی، اگر یہ صورت شرعاً جائز نہیں تو کیا یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے؟ فعل مذکور کے جواز کا ایک فتویٰ ارسال ہے اس سے متعلق بھی اپنی تحقیق تحریر فرمائیں۔ بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں :

- ① استعمال جزر الاذی للتداوی جائز ہے یا نہیں؟
- ② اگر ناجائز ہے تو پیوست کردہ جزر کا قطع واجب ہے یا نہیں؟
- ③ اگر قطع واجب نہیں تو ایسے آلہ کا استعمال للجماع جائز ہے یا نہیں؟
- ④ اگر جماع جائز نہیں تو کیا بیوی کو طلاق دینا واجب ہے؟
- ⑤ اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟

ان امور خمسہ کے جوابات بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں :

- ① قال فی العلائق ویقدم المضطر المیتة علی الصيد (صيد الحرم) والصيد علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخزیر ولو المیتة نبتاً لم یحل بحال کما لا یأکل طعام مضطر آخر (رد المحتار ص ۲۳۲ ج ۲)

الضرر لا يزال بالضرر ولا يأكل المضطر طعام مضطر آخر ولا شيئاً من بدنه (الاشباہ ص ۱۱۰)

مضطر لم يجد ميتة وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها او قال اقطع مني قطعة وكلها لا يسعه ان يفعل ذلك ولا يصح امره به كما لا يسع للمضطر ان يقطع قطعة من نفسه فياً كل (خانية ص ۷۸۰ ج ۲ عالمگیری ص ۵۳۲۸ ج ۵، شامیہ ص ۲۹۵ ج ۵)

روى عن ابی امامة بن سہل بن حنیف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم داوی وجهه يوم احد بعظم بال، فيه دليل جواز المداواة بعظم بال وهذا لان العظم لا يتنجس بالموت على اصلنا لانه لا حياة فيه الا ان يكون عظم الانسان او عظم الخنزير فانه يكره التداء به لان الخنزير نجس العين فعظمه نجس كله كما لا يجوز الانتفاع به بحال والادى محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما لا يجوز التداء بشيء من الادى الحى اكراماً له فكذلك لا يجوز التداء بعظم الميت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كسر عظم الميت ككسر عظم الحى (شرح السائر الكبير ص ۱۳۸۸)

الانتفاع باجزاء الادى لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح كذا في جواهر الاخلاطى (عالمگیری ص ۳۵۲ ج ۵) واذا كان برجل جراحة يكره المعالجة بعظم الخنزير والانسان لانه يحرم الانتفاع به كذا في الكبرى (عالمگیری ص ۳۵۲ ج ۵)

ولو سقط سنه يكره ان يأخذ سن ميت فيشدها مكان الاولى بالاجماع وكذا يكره ان يعيد تلك السنة الساقطة مكانها عند الحى حنیفة ومحمد (رحمهما الله تعالى) ولكن يأخذ سن شاة ذكية فيشدها مكانها وقال ابو يوسف (رحمهما الله تعالى) لا بأس بسنه ويكره سن غيره (بدائع ص ۱۳۲ ج ۵)

لا بأس بان يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء (عالمگیری ص ۳۵۲ ج ۵) عبارات بالاسم مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :

① صرف مضطربان بچانے کے لئے مردہ انسان کا گوشت کھا سکتا ہے، اس

سے معلوم ہوا کہ مردہ کے کسی عضو کو علاج کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں اگرچہ مریض کو ہلاکت کا خطرہ ہو، اسے اکل مضطر پر قیاس کرنا دو وجہ سے صحیح نہیں۔

(۱) اکل سے شبع و حیات متیقن ہے اور تداوی سے صحت متیقن نہیں۔

قال فی العلائقۃ الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او مال غیرہ وان ضمنہ یشاب علیہ ،

وفی الشامیۃ بخلافہ من امتنع عن التداوی حتی مات اذ لا یتیقن بانہ یشفیہ (رد المحتار ص ۲۹۵ ج ۵)

الرجل استطاع بطنہ اور مہلات عیناہ فلم یعالج حتی اضعفہ واضناہ و مات منہ لا اثم علیہ فرق بین ہذا و بین ما اذا جاع ولم یأکل مع القدرة حتی مات حیث یأثم والفرق ان الاکل مقدار قوتہ شبع بیقین فکان ترکہ اهلاکا ولا کذلک المعالجة والتداوی کذا فی الظہیریۃ (عالمگیری ص ۲۳۶ ج ۶)

(۲) اکل کی صورت میں عضو ماکول بالکل ہلاک و لاشی ہو جاتا ہے جبکہ پیوند لگایا ہوا عضو باقی رہتا ہے۔

انہی وجوہ کی بناء پر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مضطر کے لئے اکل میتہ انسان کی اجازت دیتے ہیں مگر تداوی کے لئے عظم انسان کے پیوند کو ناجائز فرماتے ہیں، ونصہ : واذا کسر لامرأة عظم فطار فلا یجوز ان ترقعہ الا بعظم ما یؤکل لحمہ ذکیا و کذلک ان سقطت سنہ صارت میتة فلا یجوز لہ ان یعیدھا بعد ما بان ان لا یعید سن شیء غیر سن ذکی یؤکل لحمہ وان رقع عظمہ بعظم میتة او ذکی لا یؤکل لحمہ او عظم انسان فہو کالمیتة فعلیہ قلعہ واعادة کل صلاۃ صلاھا وھو علیہ فان لم یقلعہ جابرہ السلطان علی قلعہ (الام ص ۵۴ ج ۱)

(۳) مضطر زندہ انسان کا گوشت اور خود اپنا کوئی عضو نہیں کھا سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آجکل مریض کے کسی حصہ سے گوشت اُتار کر دوسری جگہ چڑھانے کا جو معمول ہے یہ ناجائز ہے، جب حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے اپنے یا دوسرے کے گوشت یا کھال کو کاٹ کر استعمال کرنا جائز نہیں تو تداوی کے لئے

بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

بعض علماء نے مریض کے اپنے عضو سے اس کے دوسرے کسی عضو کو پیوند لگانے کے جواز پر بدائع کا جزئیہ مذکورہ بالا پیش کیا ہے۔

یہ قیاس اس لئے صحیح نہیں کہ کسی عضو کو اسی کی اصل جگہ پر لگانے کو مرست کرنا نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس میں اہانت نہیں، دوسری جگہ لگانا مرست کہلاتا ہے جو اہانت ہے۔ ولذا قال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

واعادة جزء منفصل الى مكانه ليلتئم يجوز كما اذا قطع شيء من عضو فاعادته الى مكانه ولا اهانته في استعمال جزء نفسه في الاعادة الى مكانه (بدائع ص ۱۳۳ ج ۵) اس لئے اس جزئیہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، معہذا بوقت ضرورت شدیدہ ان علماء کی توسیع پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۳) زندہ انسان کے گوشت کے سوا باقی اجزاء خون اور دودھ وغیرہ پر تدویٰ بالمحرم کا حکم ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت شدیدہ جان بچانے کے لئے عمل نقل دم جائز ہے، مگر خون کی خرید و فروخت جائز نہیں، اگر خون مفت نہ مل سکے اور سخت مجبوری ہو تو خریدنے کی گنجائش ہے، بیچنے والا بہر حال گنہگار ہوگا۔

اعضاء کو دودھ اور خون پر قیاس کرنا صحیح نہیں، کیونکہ دودھ کی تو تخلیق ہی افراد وارضاع کے لئے ہے۔

خون کا بوجہ ذیل فرق ہے :

(۱) بسا اوقات خون کا اخراج ناگزیر ہوتا ہے، بلکہ قصدًا اخراج کی بجائے قدرۃً تکبیر وغیرہ کے ذریعہ اخراج ہوتا رہتا ہے۔

(۲) خون کے اخراج میں کسی عضو کی قطع و ہرید نہیں ہوتی۔

(۳) لحوق شین بھی نہیں ہوتا۔

(۴) خون دینا تغذیہ ہے، تدویٰ نہیں۔

(۲) قال فی البحر معریاً الى الذخيرة سقط سنہ فاخذ سنہ الکلب

فوضعه موضع سنہ (الى قوله) ان كان يمكن قلع سنہ الکلب بغیر ضرر

يقلم وان كان لا يمكن الا بضرر لا يقلم (البحر الرائق ص ۲۰۵ ج ۸)
چونکہ آلہ تناسل کا قطع بلا ضرر ممکن نہیں لہذا اس کا قطع کرنا واجب نہیں۔
(۳) اس کے استعمال للبول اور مس للاستنجاء وغیرہ پر مجبور ہونے کی وجہ سے مأخوذ
نہ ہوگا مگر استعمال للجماع پر مجبور نہیں لہذا اپنے اصل (حرمت استعمال جزر الآدمی)
کے مطابق جماع حرام ہوگا، میاں بیوی دونوں گنہگار ہونگے، بیوی کے لئے اس کا
دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔

قال في شرح المنية ان الثانی (سائر الغلیظة والخفیفة) هو المأخوذ
لقوله عليه الصلوة والسلام لعلى رضى الله تعالى عنه لا تنظر الى فخذ
حی ولا میت ولان ما كان عورة لا یسقط بالموت ولذا لا یجوز مسه

(رد المحتار ص ۸۰۰ ج ۱)

وفي البحر في باب شروط الصلوة كل عضو هو عورة من المرأة اذا انفصل
عنها هل يجوز النظر اليه فيه روايتان، الثانية لا يجوز وهو الاصح وكذا
الذكر المقطوع من الرجل وشعر عانته اذا حلق على هذا والاصح انه
لا يجوز (حموی علی الاشباہ ص ۱۸۸ ج ۱)

(۴) بیوی کے مطالبہ پر طلاق دینا واجب ہے ومسئلة العین والمحبوب
مشہورۃ وفي کتب المذهب مزبورة۔

(۵) ثبوت النسب کا تعلق نطفہ سے ہے، لہذا یہ اولاد ثابت النسب ہوگی،
ونظائرهما متکاثرۃ فی الکتب المتوافرة۔

جواز کے فتویٰ پر تنقید

اس فتویٰ میں ترقیع انسان کا جواز ثابت کرنے کے لئے گیارہ دلائل پیش
کئے گئے ہیں:

(۱) ولا بی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ ان الاطراف یسلف بها مسلك الاموال
فیجرى فیها البذل بخلاف النفس فانه لو قال اقطع یدى فقطعة لا یجب
عليه الضمان وهذا اعمال البذل الا ان لا یباح لعدم الفائدة وهذا البذل
توقع الاعیان

مفید لاندفاع الخصومة فصارت قطع اليد للأكله وقطع السن للوجع
(ہدایہ ص ۹۰ کتاب الدعوی)

تنقید :

اولاً اباحت قطع ید و قطع سن وغیرہ خود صاحب جزر کے نفع بلکہ دفع ضرر کیلئے ہے۔
ثانیاً اس میں صرف قطع الجزر کی اباحت ہے نہ کہ اسکے استعمال کی۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مضطر جان بچانے کے لئے اپنا گوشت نہیں کھا سکتا تو
تداوی کے لئے یہ کیسے جائز ہوگا؟ اجزاء آدمی کے بدلہ استعمال اور بیع و شراء کی صحت
پر صریح عبارات اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے، پس جزئیہ
مذکورہ میں صرف بدلہ کا لفظ آجانے سے پورے ذخیرہ حدیث و فقہ کے خلاف جواز بیع و
شراء وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کتنی بڑی جرأت ہے۔

② جواز شق بطن المیت لاحراج الولد اذا كانت تنجس حیاتیہ وقد امر به

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فعاش الولد کما فی الملتقط (الاشیاء ص ۱۱۲ ج ۱)

تنقید :

اس عبارت سے تو صرف جواز قطع المیت بلکہ شق المیت ثابت ہوا نہ کہ استعمال
جزر کا جواز،

شق المیت بھی احیاء نفس کے لئے نہ کہ محض تداوی کے لئے۔

یہ حادثہ سے نجات دلانے کے قبیل سے ہے جو مضطر کے اکل میتہ کی طرح فرض ہے

جبکہ تداوی فرض نہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی تولید کا ایک متبادل طریق ہے۔

③ وان اضطر ولم یجد شیئاً فہل یجوز لہ ان یقطع شیئاً من بدنہ

و یا کلمہ وجہان قال ابو اسحاق یجوز لہ ان یشاء نفس بعضہ فجاز کما یجوز
ان یقطع عضوہ اذا وقعت فیہ الأکلہ لاحیاء نفسہ الخ (شرح المہذب للنووی ج ۱)

④ وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کل لحم بنی آدم (الی قولہ) والصحیح

عندی ان لا یأکل آدمی الا اذا تحقق ان فلتک منجیہ و یجیبہ

(احکام القرآن لابن العربی ص ۸۵ ج ۱)

تنقید :

اس میں اکل مضطر کا مسئلہ ہے۔ اور پر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس پر تداویٰ کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں تداویٰ بعضو الانسان کی حرمت فقہ حنفی کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی صراحتہ ثابت ہے، وقد مننا نصوصہم۔

(۵) ويجوز للعلیل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوی اذا اخبره الطبيب ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه وان قال الطبيب يتعجل شفاؤه فيه وجهان (الہندیۃ ص ۳۳۵ ج ۵)

(۶) اذا سال الدم عن انفس انسان ولا ينقطع حتى يفضی علیہ الموت وقد علم انه لو كتبت الفاتحة والاحلاص بذلک الدم علی جہتہ ينقطع فلا یرخص فیہ، وقیل یرخص کما رخص فی شرب الخمر للعطشان واکل الميتة فی المخصصة وهو الفتوی نقلًا عن الخانیة (رد المحتار ص ۱۹۲ ج ۱)

تنقید :

ان جزئیات میں تداویٰ بالحرام کا بیان ہے اور اوپر تحریر کیا جا چکا ہے کہ لحم الانسان اس سے مستثنیٰ ہے۔ جب مضطر جان بچانے کے لئے لحم الانسان نہیں کھا سکتا تو اس سے تداویٰ کیسے جائز ہوگی؟ ہاں مضطر کے لئے مردہ انسان کا گوشت کھانے کے جواز کا قول ملتا ہے مگر اس پر تداویٰ کا قیاس صحیح نہیں، کما حررنا۔

(۷) وسبب الاباحۃ الحاجة الى حفظ النفس عن الهلاك لكون هذه المصلحة اعظم من مصلحة اجتناب النجاسات والصیانة عن تناول المستخیثات (المغنی ص ۴۱۶ ج ۹)

(۸) الضرورة تبیح المحظورات ومن ثم جاز اكل الميتة عند المخصصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الکفر للاکراه وكذا اتلاف مال الغير (الاشباه ص ۱۰۸ ج ۱)

تنقید :

ضرورت کی وجہ سے اباحت محظورات میں تفصیل ہے، ہر ضرورت سے ہر محظور

مباح نہیں ہو جاتا، چنانچہ لحم الانبیاء علیہم السلام اور مال المضطر کسی حال میں بھی مباح نہیں، کما قد مناه عن الشامية وغیرہا۔

⑨ قوله للضرورة: فی فتح القدير ہنا خمسة مراتب ضرورة وحاجة ومنفعة وزينة وفضول۔

فالضرورة بلوغه حداً ان لم يتناول الممنوع هلك او قارب وهذا يبيح تناول الحرام۔

والحاجة كالجائع الذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير انه يكون في جهد مشقة وهذا لا يبيح الحرام ويبيح فطر الصوم۔

والمنفعة كالذي يشتهي خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم۔
والزينة كالمشتهي لحوى والسكر۔

والفضول التوسع باكل الحرام والمشتبه (شرح المحموى ص ۱۰۸ ج ۱)

تنقید :

اس عبارت میں الحاجة کی تفسیر میں تصریح ہے کہ جب تک خوف الہلاک غالب نہ ہو اس وقت تک اکل الحرام کی اجازت نہیں تو خوف ہلاکت کے بغیر تداوی کے لئے کیسے جائز ہوگا۔ خصوصاً جبکہ تداوی اکل سے اہون ہے کما قد مناه مرآۃ۔

⑩ لو كان احدهما اعظم ضرراً من الآخر فان الاشد يذلل لا الاخف (الاشباہ)

⑪ قاعدة رابعة: اذا تعارض مفسدتان روعي اعظمهما ضرراً بالكتاب

اخفهما (الاشباہ ص ۱۱۲ ج ۱)

تنقید :

کسی انسان کی قوت بینائی یا قوت مردمی کا نقص یا فقدان بدستور باقی رہنے میں زیادہ ضرر ہے یا کہ اس کی خاطر دوسرے انسان کی تذلیل و تحقیر، قطع و برید اور آنکھیں نکالنے میں؟

ایک شخص کے فائدہ کے لئے دوسرے کو نقصان پہنچانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟
جب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، یا یوں کہا جائے کہ احداث ضرر سے ابقار ضرر اہون ہے۔

پھر تعجب اس پر ہے کہ جزئیات کثیرہ صریحہ کے ہوتے ہوئے کلیات سے غلط استنباط کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

اس فتویٰ کے آخر میں انسان کو پیوند لگانے کی غرض سے ضرورت کی تعریف میں بھی بلا دلیل پیوند لگا دیا ہے، فرماتے ہیں :

”ضرورت کی تعریف جیسا کہ شارح نے کی ہے پیش نظر رکھی جائے، اس کو معیار نہ بنالیا جائے، کیونکہ انسان کی کرامت کو شریعت نے بڑی حیثیت دی ہے، تو کیا انسان کے مرجانے سے اس کی کرامت ختم ہو جائے گی کہ اس کی بے حرمتی، اعضاء کا ٹٹا اور آنکھیں نکالنا اور ان کی فرید و فروخت جائز ہو جائے پھر قوت بصارت یا قوت رجولیت کے فقدان کا مہلک ہونا تو درکنار اس سے عام صحت پر بھی کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا، ایسے امراض کے علاج کی خاطر انسان کی بے حرمتی کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۹ ربیع الآخر ۸۷ھ

الحاق :

① بندہ کی اس تحریر کے بعد دارالعلوم کراچی، مدرسہ نیوٹاون اور دارالافتاء والارشاد کی مشترک مجلس تحقیق مسائل حاضرہ نے بالاتفاق بندہ کی تحقیق کے موافق ہی حرمت کا فیصلہ کیا، اس لئے بندہ نے اپنے اس زیر نظر رسالہ کا نام ”توقیع الاعیان علی حرمت ترقیع الانسان“ تجویز کیا۔

”مجلس تحقیق“ کی مشترک کارروائی اور سب ارکان کے متفقہ فیصلہ کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا، جو مستقل رسالہ کی صورت میں بنام ”انسانی اعضا کی پیوند کاری“ شائع ہو چکا ہے۔

② بندہ کی تحریر کے بائیس برس بعد اس موضوع پر مختلف ممالک کے اہل قلم کے دس ضخیم مطبوعہ مقالے میرے سامنے آئے جن میں سے آٹھ میں ترقیع انسان کی حلت ثابت کرنے پر زور قلم صرف کیا گیا ہے مگر ان میں محررہ دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی مثبت مدعی نہیں، بلکہ سب دلائل ایسے ساقط ہیں کہ لائق اعتناء

ہی نہیں، معہذا ان میں سے دو دلائل سے متعلق کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

① عن عبادة رضى الله تعالى عنه من تصدق بشيء من جسده اعطى

بقدر ما تصدق (الجامع الصغير ص ۶۸ ج ۲)

اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی کو اپنے جسم کا کوئی حصہ دیدینا صدقہ ہے جس پر اجر ملتا ہے۔

ایسی سطح کے لوگ بھی جب مفکر اسلام بن گئے تو اس دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔ قرآن و حدیث کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اس حدیث کا مطلب سمجھ سکتا ہے کہ یہ جنت سے متعلق ہے، یعنی کسی نے کسی پر جنایت کی مثلاً کسی کا ہاتھ کاٹ دیا، مجنی علیہ نے قصاص لینے کی بجائے معاف کر دیا تو یہ اس کی طرف سے مجنی علیہ پر صدقہ ہے یہ حدیث آیت کریمہ:

ان النفس بالنفس والعین بالعين والالف بالالف والاذن بالاذن والسر بالسر والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له ط کی تفسیر ہے، چنانچہ مسند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یہی حدیث ان ہی حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے:

ان عبادة بن الصامت رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من رجل يجرح في جسده جراحة فيتصدق بها الا كفر الله عنه مثل ما تصدق به (مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

قال الهيثمي، رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج ۶) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ حدیث بھی الجامع الصغير جلد ۲ ص ۱۴۹ میں موجود ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

وقال العلامة الفافى فى رحمه الله تعالى فى تفسير قوله تعالى: فمن تصدق به فهو كفارة له اى للمتصدق كذا قال عبد الله بن عمرو بن العاص والحسن والشعبى وقتادة -

اخرج ابن مردويه عن رجل من الانصار عن النبی صلى الله عليه وسلم فى قوله فمن تصدق به فهو كفارة له قال هو الرجل يكسر سنده او يقطع يده او يقطع

شیء منه اور یجرح فی بدنہ فیعفو عن ذلک فیحط عنه قدر خطایاہ فان ربع الدیۃ فربع خطایاہ وان کان الثلث فثلث خطایاہ وان كانت الدیۃ حطت منه خطایاہ كذلك،

وروی الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عبادة الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق من جسده بشیء عکف اللہ بقدرہ من ذنوبہ،

والطبرانی والبیہقی عن سخیرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتلى فصد وعقل فشکروا ظلم فغضروا ظلم فاستغفروا اولئک لہم الامن وہم مہتدون،

وروی الترمذی وابن ماجة عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یصاب بشیء فی جسده فتصدق بہ الا رفع اللہ بہ درجۃ وحط عنه خطیئۃ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۱۲۲)

② امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ”منہاج الطالبین“ سے ترقیع بعظم الانسان کا جواز نقل کیا ہے۔

جوابات :

① اوپر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ترقیع بعظم الانسان کی حرمت کی تصریح گزر چکی ہے، امام کے قول کے مقابلہ میں اس کے کسی مقلد کا قول کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

② امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے بیان میں متقدمین فی المذہب میں سے کسی کا حوالہ نہیں دیا، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ انھوں نے اپنے امام سے لیا ہو، اگر آپ امام کے تلمیذ ہوتے یا آپ نے امام کا زمانہ پایا ہوتا یا امام سے زمانہ قریب میں گزرے ہوتے تو اس کا امکان تھا کہ انھوں نے امام سے بلا واسطہ یا بالواسطہ سنا ہو، مگر دونوں کے درمیان تقریباً ساڑھے چار سو سال کا زمانہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۲۰۴ھ ہجری میں ہوئی اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۸۱۳ھ اور وفات ۸۵۰ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

③ مقلد کے لئے بلا ضرورت شدیدہ وبدوں شرائط معہودہ دوسرے امام کا قول

لینا جائز نہیں تو اس کے کسی مقلد کا ایسا قول لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے جو اس کے اپنے امام کی نص صریح کے خلاف ہے ۔

(۴) منہاج مع الشرح تحفة المحتاج اور اس کے بعد حاشیۃ الشروانی کی پوری عبارت درج ذیل ہے :

فی المنہاج مع شرحہ تحفة المحتاج (ولو وصل) معصوم اذ غیرہ لایأتی فیہ التفصیل الاّتی علی الاوجه لانه لما اهدى لم یبال بضررہ فی جنب حق اللہ تعالیٰ وان خشى منہ فوات نفسه (عظمہ) لاختلالہ وخشیۃ مبیح تیمم ان لم یصلہ (بنجس) من العظم ولو مغلظا ومثل ذلك بالاولیٰ دھنہ بمغلظ اور بطہ بہ (لفقد الطاهر) الصالح للوصل کانت قال خیر ثقۃ ان النجس او المغلظ اسرع فی الجہز او مع وجودہ وهو من ادعی محترم (فمعدور) فی ذلك فتصح صلاتہ للضرورة ولا یلزمہ نزعہ وان وجد طاهرًا صالحًا كما اطلاقہ وینبغی حملہ علی ما اذا کان فیہ مشقة لا تحتمل عادة وان لم تیمم التیمم ولا یقاس بما یأتی لعذرہ هنا لاثم (والا) بان وصلہ بنجس مع وجود طاهر صالح ومثله ما لو وصلہ بعظم ادعی محترم مع وجود نجس او طاهر صالح (وجب نزعه ان لم یخف ضررا ظاهرا) وهو ما یبیح التیمم وان تألم واستتر بالاحمق فان امتنع اجبرہ علیہ الامام او نائبہ وجوباً کذا المصوب ولا تصح صلاتہ قبلہ بنزع النجس لتعدیہ بحملہ مع سہولۃ ازالته فان خاف ذلك ولو تحوشین وبطء برء لم یلزمہ نزعه لعذرہ بل یحرم کما فی الانوار وتصح صلاتہ معہ بلاعادة (قیل) یلزمہ نزعه (وان خاف) مبیح تیمم لتعدیہ (فان مات) من لزمہ النزاع قبلہ (لم یزعم) ای لم یجب نزعه (علی الصحیح) لان فیہ ہتک الحرمۃ او لسقوط الصلاة المأمور بالنزع لاجلہا قال الرافعی فی حرم علی الاول دون الثاني وقضية اقتصار المجموع وغیرہ علیہ اعتماد عدم الحرمة بل قال بعضهم انه اولی من الابقاء لکن الذی صرح بہ جمع ونقلہ فی البیان عن الاصحاب حرمتہ مع تعلیہم بالثانی وقیل یجب نزعه لئلا یلحق اللہ تعالیٰ حاملاً نجاستہ ای فی القبر او مطلقاً بناءً علی ما قیل ان العائد اجزاء المیت عند الموت

والمشهور ان جميع اجزائه الاصلية فتعين ان مراده الاول ويجرى ذلك كله
 فيمن داوى جرحه او حشاه بنجس او خاطه به او شق جلده فخرج منه
 دم كثير ثم بنى عليه اللحم لان الدم صار ظاهرا فلم يكف استنارة كما لو قطعت
 اذنه ثم لصقت بحرارة الدم وفي الوشم وان فعل به صغيرا على الوجه و
 توهم فرق انما يتأتى من حيث الاثر وعدمه فمتى امكنه ازالته من غير
 مشقة فيما لم يتعد به وخوف مبيح تيمم فيما تغدى به نظير ما مرف
 الوصل لزمته ولم تصح صلاته وتنجس به ما لا قاه والا فلا فتصح امامته
 وفي حاشية الشرواني رحمه الله تعالى (ولو وصل عظم الخ) ظاهره ولو كان
 الواصل غير معصوم لكن قيده حج بالمعصوم ولعل عدم تقيد الشارح م
 اى والمغنى بالمعصوم جرى على ما قدمه في التيمم من ان الزاوية المحصنة ونحو
 معصوم على نفسه وتقيد حج جرى على ما قدمه ثم من انه هدر ع ش
 (قوله لاختلاله) اى بكسر ونحو نهاية ومغنى (قوله ونخشة مبيح تيمم الخ)
 يؤخذ منه انه لو كان النجس صالحا و الطاهر كذلك الا ان الاول يعيد العضو
 لما كان عليه من غير شين فاحش والثاني مع الشين الفاحش فينبغي تقديم
 الاول ع ش (قوله من العظم الخ) ولو وجد عظم ميتة لا يؤكل لحمها وعظم
 مغلف وكل منهما صالح وجب تقديم الاول ولو وجد عظم ميتة ما يؤكل وعظم
 ميتة ما لا يؤكل من غير مغلف وكل منهما صالح فتخير في التقديم لانهما
 مستويان في النجاسة فيما يظهر فيهما وكذا يجب تقديم عظم الخنزير على
 الكلب للخلاف عندنا في الخنزير دون الكلب ع ش (قوله ومثل ذلك بالاول الخ)
 لعل وجهها ان العظم يردوم ومع ذلك عفى عنه والدهن ونحوه مما لا يردوم
 فهو اولى بالعفو ع ش (قول الماتن لفقد الطاهر) اى بمحل يصل اليه قبل
 تلف العضو وزيادة ضرورة اخذ امتا تقدم فيمن عجز عن تكبيرة الاحرام او
 نحوها حيث قالوا يجب عليه السفر للتعلم وان طال وفرقوا بينه وبين ما
 يطلب منه الماء في التيمم بمشقة تكرار الطالب للماء بخلافه هنا وعباردة سم
 على حج لم يبين ضابط الفقد ولا يبعد ضبطه بعدم القدر عليه بلا مشقة

لا تحتمل عادة وينبغي وجوب الطلب عند احتمال وجودة لكن اى
 حد يجب الطلب منه انتهى اقول ولا نظر لهذا التوقف ع ش
 وهو الظاهر وما نقله عن سم هو الموافق لما فى ايدىنا من نسخة وفى البصرى
 بعد نقله عبارة سم من نسخة سقيمة ما نصه وكان فى آخر عبارة سم
 سقطا واصلاها ان وجد بمحل يجب الطلب للماء منه كأنه يشترط ذلك الى
 محى التفصيل المار فى التيمم وليس ببعيد اه (قوله كان قال خبر ثقات الخ)
 وفاقا للمغنى وخلافا للنهائية عبارة ولو قال اهل الخبرة فان لحما الادى
 لا يجبر سريعا الا بعظم نحو كلب قال الاسنوى فينتجه انه عذر وهو قياس
 ما ذكره فى التيمم فى بطلان البرء انتهى وما تفقده مردود والفرق بينهما
 ظاهر وعظم غيره من الادميين فى تحريم الوصل به ووجوب نزع كالعظم
 النجس ولا فرق فى الادى بين ان يكون محترما او لا كمرئى وحوى خلافا
 لبعض المتأخرين فقد نص فى المختصر بقوله ولا يصل الى ما انكسر من
 عظمه الا بعظم ما يؤكل لحمه ذكيا ويؤخذ منه انه لا يجوز الجبر بعظم الادى
 مطلقا فلو وجد نجسا يصلح وعظم ادى كذلك وجب تقديم الاول اه وفى
 سم بعد ذكرها ووافقه ع ش والرشيدى ما نصه وقضية اى قوله سم
 وجب تقديم الاول انه لو لم يجد نجسا يصلح جاز بعظم الادى اه قال
 ع ش قوله سم رخلا لبعض المتأخرين هو السبكى تبعه الامام وغيره
 منهج ونقله المحلى عن قضية كلام التتمة وقوله سم وهو قياس ما ذكرناه
 جرى عليه حج وقوله وعظم غيره الخ اى غير الوصل من الادميين و
 مفهومه ان عظم نفسه لا يمتنع وصله به ونقل عن حج فى شرح العباب
 جواز ذلك نقلا عن البلقينى وغيره لكن عبارة ابن عبد الحق وعظم
 الادى ولو من نفسه فى تحريم الوصل به ووجوب نزع كالنجس اه صريحة
 فى الامتناع وينبغي ان محل الامتناع بعظم نفسه اذا اراد نقله الى غير محله
 اما اذا وصل عظمه ببدنه مثلا فى المحل الذى ايدى منه فالظاهر الجواز
 لان اصلاح المنفصل منه ثم ظاهرا طلاق الوصل بعظم الادى اى اذا فقد

غاية مطلقا انه لا فرق بين كونه من ذكر او انثى فيجوز للرجل الوصل بعظم الانثى وعكسه ثم ينبغي انه لا ينتقض وضوءه وضوء غيره بمسه وان كان ظاهرا مكشوبا ولم تحل الحياة لان العضو الميان لا ينتقض الوضوء بمسه الا اذا كان من الفرج واطلق عليه اسمه وقوله م م مطلقا اى حيث وجد ما يصلح للجبر ولو نجسا وقوله م ر فلو وجد نجسا اى ولو مغلظا ه ع ش (قوله محترم) ليس بقيد عند النهاية والمغنى كما مر (قوله فتصح صلاة الخ) قال م ر وحيث عذر ولو بحجب النزع صار لذلك العظم النجس ولو قبل سقاية باللحم حكم جزئه الظاهر حتى لا يضر من غيره له مع الرطوبة وحماهيه في الصلاة ولا ينجس ماء قليلا لاقاها انتهى اه سم (قوله وان وجد الخ) ولم يخف من نزع ضرر اخلا فالبعض المتأخرين نهاية ومغنى (قوله وينبغي الخ) تقدم عن النهاية والمغنى انفا خلافة (قوله وان لم يتم التيمم) قريب ذلك من لزوم اتحاد الشقين سم (قوله مع وجود ظاهرا الخ) اى او لم يحتاج للوصل نهاية ومغنى (قوله محترم) ليس بقيد عند النهاية والمغنى كما مر (قوله مع وجود نجس الخ) يفهم انه لو لم يجد الا عظم ادى وصل به وهو ظاهر وينبغي تقدم عظم الكافر على غيره وان العالم وغير سواء وان ذلك في غير النبى ع ش وفي سم والرشدى مثله الا قوله وينبغي الخ قول المتن (وجب نزع الخ) اى وان لم يكن الوصل مكلفا فاختار عند الشارح كما يأتى في الوشم وبشرط ان يكون مكلفا فاختار عند النهاية والمغنى قول المتن (ان لم يخف ضررا الخ) ينبغي ان يكون موضعه اذا كان المقالوع منه ممن يجب عليه الصلاة فان كان ممن لا يجب عليه الصلاة كما لو وصله ثم جن فلا يجبر على قلعه الا اذا فات او حاضرت لم تجبر الا بعد الظهر ويشهد لذلك ما ساق في عدم النزع اذ مات لعدم تكليفه اه حاشية الشهابى الرملى على شرح الروض اى ومع ذلك فينبغى انه اذا لاقى ماء ثعا او ماء قليلا نجسه ولو قيل بوجوب النزع على وليه مراعاة للاصلح في حقه لم يكن بعيدا وقد يتوقف ايضا في عدم وجوب النزع على الحائض لان العلة في وجوب النزع حمله لنجاسة تعدى بها وان لم تصح منه الصلاة لما نبع قام به ع ش (قوله ولا تصح صلاة الخ) وينبغي على قياس ذلك نجاسة الماء القليل والمائع بملاقاة عضو الموصول

بالنجس قبل استتاره بالجلد وعدم صحة غسل عضوه المذكور عن الطهارة لنجاسة
الماء المماس للنجس المتصل به بخلافه ما اذا لم يجب النزاع فينبغي م (عدم نجاسة
الماء القليل بملاقاته وصحة غسله عن الطهارة للعفو عن النجس حينئذ وتنزله
منزلة جزئه الطاهر سم) (قوله ولونحو شين) ظاهرة ولو كان في عضو باطن ع ش
(قوله على الاول) هو قوله لان في الخ (قوله دون الثاني) هو قوله اول سقوط الخ
(قوله عليه) اي الثاني (قوله والمشهور) اي الذي هو مذاهب اهل السنة مغنى و
نهاية (قوله لكن الذي صرح به جمع ونقله الخ) وهذا هو المعتمد مغنى ونهاية وقضية
صحة غسله وان لم يستتر العظم النجس باللحم مع انه في حال الحياة لا يصح غسله
في هذه الحالة وكأنهم اغتفروا ذلك لضرورة هناك حرمته سم على المنهج اه
ع ش (قوله الاول) اي في القبر (قوله دم كثير) اي لانه بفعله فلم يعف عنه مع
كثرتهم سم (قوله كما لو قطعت اذنه الخ) اي وانفصلت بالكلية بخلاف ما اذا بقي
لها تعلق بجلد ثم لصقت بحرارة الدم فلا تلزم ازالتهما مطلقا وتصح صلاته و
امامة (قوله وان فعل به صغير الخ) هذا ممنوع بل لا لزوم هنا وفيما لو اكره
مطلقا م ر اه سم عبارة النهاية فعلم من ذلك اي من ان الوشم كالجابر في تفصيله
المذكوران من فعل الوشم بوضاه في حال تكليفه ولم يخف من ازالته ضررا بيبس التيمم
منع الارتفاع الحدث عن محله للنجس والاعذار في بقاء وعفى عنه بالنسبة له ولغيره
وصحت طهارته وامامة وحيث لم يعذر فيه ولا في ماء قليلا او ماء نعا او طبيا
نجسه كذا افتى به الوالد رحمه الله تعالى اه وفي المغنى ما يوافقه وعبارة ع ش
قال في الذخائر في العظم قال بعض اصحابنا هذا الكلام فيه اذ فعله بنفسه
او فعل به باختياريه فان فعل به مكرها لم تلزمه ازالته قولا واحدا قلت وفي
معناه الصبي اذا وشمته امه بغيا اختياريه فبلغ واما الكافر اذا وشم نفسه او
وشم باختياريه في الشرك ثم اسلم فالمتجه وجوب الكشط عليه بعد الاسلام
لتعديده ولانه كان عاصيا بالفعل بخلاف المكروه والصبي سم على المنهج اه
(قوله فيما لم يتعد به) اي على بحثه السابق في سم اي بقوله وينبغي حمل الخ
الذي خالفه النهاية والمغنى كما مر (تحفة المحتاج ص ۱۲۵ تا ۱۲۷ ج ۲)

لووی، ہیشمی اور شروانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مباحث مذکورہ سے امور ذیل مستفاد ہوئے :
 (۱) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نص صریح کے خلاف ان کے مقلدین کے اقوال میں
 غیر معمولی اختلاف واضطراب ہے۔

(۲) ہم نے ابتداء بحث میں اکل عضو کی بنسبت ترقیع کے زیادہ قبیح ہونے کی
 دو وجہ تحریر کی ہیں، جن میں دوسری یہ ہے کہ اکل میں افتار ہے اور ترقیع میں ابقار،
 اس کی تائید علامہ شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اسلاف سے بھی ہو گئی، حیث قال :
 (قوله ومثل ذلك بالاولی الخ) لعل وجهان العظم بدوم ومع ذلك عفی عنه
 والدھن ونحوہ مما لایدوم فهو اولی بالعفوع ش (تحفة المحتاج ج ۲ ص ۱۲۵)

(۳) ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کے اپنے عضو سے ترقیع کو عضو کے اصل مقام
 میں اعادہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں،
 علامہ شروانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی تائید بھی مل گئی، ونصہ :

وينبغي ان محل الامتناع بعظم نفسه اذا اراد نقله الى غير محله اما اذا
 وصل عظمه ببدنه مثلاً في المحل الذي ابيت منه فالظاهر الجواز
 لانه اصلاح للمنفصل عنه (تحفة المحتاج ج ۲ ص ۱۲۶)

(۴) علامہ ہیشمی و علامہ شروانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے عضو مقطوع کے اصل مقام سے الصاق
 بحرارة الدم کو ممنوع قرار دیا ہے،
 قال العلامة الهیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ :

ويجوز ذلك كله فيمن داوى جرحه او حشاه بنجس او خاطه به او شق
 جلده فخرج منه دم كثير ثم سقى عليه اللحم لان الدم صادر ظاهر فلم
 يكف استتاره كما لو قطعت اذنه ثم لصقت بحرارة الدم -

وقال العلامة الشروانی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله كما لو قطعت اذنه الخ) ای
 وانفصلت بالكلية بخلاف ما اذا بقي لها تعلق بمجلد ثم لصقت بحرارة الدم فلا تنزه
 اذلتها مطلقاً وتصح صلاته وامامته (تحفة المحتاج ج ۲ ص ۱۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

رشید احمد

غرة رمضان ۱۴۱۰ھ عند نداء العصر



وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ
(۲۰۰)



اقاضیہ

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

ٹی وی کا زہر فی ٹی وی سے مہلکار

ٹی وی کے مفاسد :

تصویر سازی کی لعنت

تصویر بینی کی لعنت

تصویر نمائی کی لعنت

ملائکہ رحمت کی بجائے ملائکہ لعنت

مال ضائع کرنا

گانا باجا سننے کی لعنت

حیار اور شرم وغیرت کا جنازہ

دل کی سیاہی اور ظلمت و کدورت

دل میں گناہوں سے الفت پیدا ہونا

وقت جیسی قیمتی دولت ضائع کرنا

صحت جسمانیہ ، دماغ ، اعصاب اور بینائی کا دیوالا

جرائم کی تعلیم اور دنیا میں جرائم پھیلانا

شعائر دین کی بے حرستی

ٹی وی کے احکام :

ٹی وی دیکھنا ، خریدنا ، بیچنا ، مرمت کرنا حرام ہے ۔

ایسے لوگوں کی اذان ، اقامت ، امامت جائز نہیں ۔

ان کی شہادت قبول نہیں ۔

ٹی وی کی لعنت

سوال: ٹی وی آجکل گھر گھر میں موجود ہے، کیا بے دین، کیا دیندار، سبھی لوگ شوق سے اسے دیکھتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ آجکل ٹی وی ذریعہ تعلیم ہے، اسمیں خانہ کعبہ، مسجد نبوی، فیصل مسجد، جدید ایجادات، نت نئی مشینریاں اور دنیا بھر کے عجائبات دکھائے جاتے ہیں، مزید براں علماء کرام کی تقاریر، نعتیں اور قرآن مجید کی تلاوت سنائی جاتی ہے۔

مخبر غرض یہ بڑوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔

کیا ان فوائد کے پیش نظر ٹی وی رکھنا یا دیکھنا شرعاً درست ہے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہما الصواب

ٹی وی کی تباہ کاریاں کسی ذی ہوش انسان پر مخفی نہیں، موجودہ معاشرے میں ٹی وی دھم سے کام کر رہا دیکھتے ہوئے بھی کوئی شخص اس کے منافع گمانے پر مصر ہے تو اس کی مثال اس احمق سے کچھ مختلف نہیں جس کے سامنے آگ کا لادھل رہا ہے اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اور اس کی پٹ ارد گرد کی ہر چیز کو جھلسائے دے رہی ہے عقلمند لوگ تو یہ منظر دیکھ کر دُور دُور بھاگ رہے ہیں، مگر یہ ڈھٹائی سے کھڑا آگ کے منافع گنار رہا ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مجھے یا تو قائل کرو ورنہ میں بیوی بچوں سمیت اس دیکھتی آگ میں کود جاؤں گا۔ ایسے شخص کو کیا جواب دیا جائے سوائے اس کے کہ اپنے دماغ کا علاج کراؤ؟

غرض ٹی وی کے مفاسد اور اس کی زیاں کاریاں کوئی نظریاتی مسئلہ نہیں کہ دلائل کے ذریعہ اسے سمجھایا جائے، یہ تو ایک چشم دید حقیقت اور سامنے کی بات ہے کہ ٹی وی کی لعنت انسانی معاشرے کے صحت مند ڈھانچے کو ٹی بی کی طرح تلیپٹ کئے جا رہی ہے، مگر افسوس! کہ اسکی رنگینیوں نے اچھے بھلے لوگوں کی نظروں کو خیرہ کر دیا ہے، اس لئے ہم قدرے تفصیل سے اس کے مفاسد پر روشنی ڈالتے ہیں، شاید کسی چشم بینا کے لئے بصیرت کا سامان بن جائے۔

ٹی وی کے مفاسد:

① تصویر بینی:

فنی وی میں تصویر دیکھنا کہنے کو تو ایک گناہ ہے مگر بنظر غائر دیکھا جائے تو لاتعداد گناہوں کا پشتارہ ہے، مثلاً:

- ۱) آلہ معصیت کا استعمال۔
- ۲) اس کی خریداری پر سال ضائع کرنا۔
- ۳) تصویر سازی۔
- ۴) تصویر بینی۔
- ۵) تصویر نمائی۔
- ۶) ملائکہ رحمت سے دوری۔
- ۷) استحقاق لعنت۔
- ۸) کفار سے مشابہت۔
- ۹) مردوں کا غیر محرم عورتوں کو دیکھنا۔
- ۱۰) غیر محرم عورتوں کی آواز سننا۔
- ۱۱) عورتوں کا غیر محرم مردوں کو دیکھنا۔
- ۱۲) بلا ضرورت غیر محرم مردوں کی آواز سننا۔
- ۱۳) پہلو ان، تیراک اور کھاڑی نموداً نیم برہنہ ہوتے ہیں، انھیں دیکھنے کا گناہ۔

تقریباً تمام گناہ اپنی جگہ کبیرہ اور سخت وعیدوں کے مصداق ہیں۔ مثلاً آفات معصیت اور ان میں مال ضائع کرنے کے متعلق ارشاد ہے :

ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها

هَذَا رِوَايَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ (٦: ٣١)

”اور بعض آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خرمیدار بنتا ہے جو غافل کر لئے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے ہو جھٹکے گمراہ کرے، اور اس کا مذاق اڑائے، ایسے لوگوں کے لئے نذرت کا عذاب ہے۔“

لہو الحدیث کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

القضاء والذى لا اله الا هو يرددها ثلاث مرات (تفسير ابن جرير ص ٣٦ ج ٢١)

”اس سے مراد گناہ ہے، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تین بار یہ جملہ دہرایا۔“

امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

هو اشتراء المغنى والمغنية والاستماع اليه والى مثله من الباطل .

(تفسیر ابن جریر ص ۳ ج ۲۱)

”اس سے مراد گانے والا غلام یا گانے والی نوٹری خریدنا اور ان سے گانا سننا اور

گانے جیسی دیگر خرافات سننا ہے۔“

تصویر احادیث کی روشنی میں :

رحمت النبیہ سے دوری کا سبب ہے۔

صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔

مستوجب شد العذاب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر ساز پر لعنت بھیجی۔

یہ تمام احادیث مفصل طور پر ہم نے رسالہ ”النذیر العریان عن عذاب صمورة الحيوان“

میں درج کر دی ہیں۔

عورتوں کی بے پردگی اور عریانی تو حکومت النبیہ سے کھلی بغاوت کا اعلان ہے، پردہ

سے متعلق متعدد قرآنی آیات کے علاوہ ستر سے زائد احادیث منقول ہیں، پردہ کے مفصل

احکام رسالہ ”ہدایۃ المراتب فی فرضیۃ الحجاب“ (پردہ شرعی قرآن کی روشنی میں) میں

ملاحظہ ہوں۔

ٹی وی دیکھنے والے بیک وقت ان تمام گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اگر کسی میں شہ

برا بر بھی عقل و ادراک اور ایمانی حس ہو تو سوچ کر فیصلہ کرے کہ اس دوران کیا کھور ہا ہے؟ کیا

پار ہا ہے؟

② غنا و مزامیر سننے کا گناہ :

ساز باجے اور گانے بھی ٹی وی کا لازمہ ہیں، یوں تو یہ کام بہر حال قطعی حرام ہے مگر چونکہ

کار پر وازان ٹی وی نے ہر گناہ کو بام عروج تک پہنچانے کا ٹھیکہ اٹھایا ہے اس لئے ٹی وی

کے گانے فحش سے فحش ہوتے ہیں اور بالعموم فاحشہ عورتوں کی آواز میں پیش کئے جاتے ہیں،

ٹی وی کا زہر۔

عورتیں بھی کیسی؟ بے پردہ جوان! نیم عریاں! متحرک درقصال! اور پوری طرح فتنہ سامان!

ظلمت بعضها فوق بعض.

گانا بجانا حدیث کی رو سے دل میں نفاق کی تخم ریزی کرتا ہے:

الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع (ابوداؤد، بیہقی)

”گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے“

نیز گانے کو زنا کا منتر کہا گیا ہے:

الغناء رقية الزنا (تلبیس ابلیس ص ۲۹۱)

”گانا زنا کا منتر ہے“

اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

واستفزز من استطعت منهم بصوتك میں جس شیطانی آواز کا ذکر ہے

اس کی ایک معروف تفسیر گانے بجانے سے کی گئی ہے (تفسیر ابن جریر ص ۱۷۷، وعامة التفاسیر)

گانے بجانے کے متعلق مفصل روایات ہم نے رسالہ ”المصباح الغرر للوقایة عن عذاب

الغناء“ میں درج کر دی ہیں۔

ہضرات یہ گناہ ٹی وی کے گناہوں میں نمایاں ترین گناہ ہے اور اکثر ٹی وی بین اس

میں مبتلا ہیں، بسا اوقات ان کے گھروں سے راگ باجوں اور فلمی گانوں کا وہ شور اٹھتا ہے

کہ آس پاس کے لوگوں کو کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی، ان کا کاروبار تلپٹ، نیندیں حیرام

اور جینا دو بھر ہو جاتا ہے، ایسا بھی بارہا دیکھنے میں آیا کہ کسی مسجد کے متصل مکان یا دوکان

سے ٹی وی کا شور بلند ہوا اور بیچارے نمازیوں کی نماز غارت کر کے رکھ دی، بندہ نے خود دیکھا:

”بیچارے بوڑھے نمازی چیخ چیخ اٹھے کہ خدا را ہمیں نماز تو پڑھ لینے دو“

کوئی بتائے کہ یہ مسلمانوں کی ادائیں ہیں یا کفار کی حرکتیں؟ ع

عار دار و کفر از اسلام تو

پڑوسی خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کے حقوق کا اندازہ ان احادیث سے لگا لیجئے:

والله لا يؤمن! والله لا يؤمن! والله لا يؤمن! قیل من یا رسول الله! قال

الذی لا یؤمن جارا بوائقه (بخاری و مسلم)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، واللہ! مؤمن نہیں ہو سکتا، واللہ! مؤمن نہیں ہو سکتا، واللہ! مؤمن نہیں ہو سکتا۔ عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص جس کی ایذا سے پڑوسی محفوظ نہیں۔“
مزید ارشاد فرمایا:

من کان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره (بخاری و مسلم)
”جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔“

③ حیار و غیرت کا جنازہ نکل جانا:

حیار شعبۂ ایمان اور جوہر انسان ہے، حدیث میں ہے:

الحیاء شعبۃ من الایمان (بخاری و مسلم)

”شرم و حیا ایمان کی شاخ ہے۔“

اذا لم تستح فاصنع ما شئت (بخاری و مسلم)

”بھیجا باش و ہرچہ خواہی کن۔“

مگر ٹی وی، وی سی آر اور سینماؤں کی بہتات نے دنیا کو بھیمانی کا گہوارہ بنا دیا ہے، ہر سوبے پردگی، عریانی اور فواحش و منکرات کی یلغار ہے۔

ٹی وی کی ایجاد سے پہلے ہر منکر کا دائرہ فساد اس کے وجود تک محدود تھا، اس طرح ہر شخص کے لئے ہر آن ہر گناہ میں شرکت ممکن نہ تھی، مگر ٹی وی کی ایجاد نے اس نامسکن کو ممکن بنا دیا، دنیا بھر کی بھیمانی، ناگفتنی ہر طرف سے سمٹ کر بیک وقت ٹی وی میں سما گئی۔

ہمارے ذرائع ابلاغ معاشرہ میں بھیمانی کو کس قدر فروغ دے رہے ہیں؟
اس کا اندازہ کسی شخص کے لئے مشکل نہیں، زنا، ہم جنس پرستی بلکہ جانوروں سے بدعتی اس بدقسمت معاشرہ میں کوئی انہونے واقعات نہیں رہے، نوبت باہنجا رسید کہ اب سگے بہن بھائیوں بلکہ باپ بیٹی تک میں ناجائز تعلقات کے واقعات رونما ہو رہے ہیں، یا لیتنی مت قبلہ هذا.....

④ دل پر کدورت چھانا:

گناہوں کی نحوست سے انسان کے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے، کما جاع فی الحدیث، ٹی وی دیکھنے کا یہ نتیجہ بد بھی عام طور پر مشاہدہ ہے، کسی بھی ٹی وی بین سے اس موضوع

ٹی وی کا زہر —————،

پر گفتگو کر کے دیکھ لیجئے، سیدھے منہ گناہ کا اعتراف کرنے کی بجائے ٹی وی کے فوائد گنانا شروع کر دیگا، ایک قطعی حرام کو جائز قرار دینے کا یہ رجحان دینی لحاظ سے جتنا کچھ خطرناک ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

⑤ گناہ کی شناعیت دل سے نکل جانا:

جو لوگ ٹی وی کی لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر دیکھنے سے باز بھی نہیں آتے وہ اس شیطانی فریب میں تو یقیناً مبتلا ہیں کہ نجات کے لئے ترک منکرات کی ضرورت نہیں، بلکہ صدقہ و خیرات، خواہ مال حرام ہی سے ہو، اور اذکار و اوراد و نوافل کا اہتمام نجات کے لئے کافی ہے، حالانکہ مسلمان کے دین کے لئے گناہ ستم قاتل ہیں۔

بعض گناہوں کا زہر تو اتنا مستعدی ہوتا ہے کہ وہ انسان کی نیکیوں کو بھی غارت کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث میں جس قدر زہر و گناہوں سے اجتناب پر دیا گیا ہے اتنا زہر کسی نفس عبادت پر نہیں دیا گیا، مثلاً:

وَذُرُوا ظَاهِرَ الْأَثَمِ وَبَاطِنَ الْأَيِّ

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا الْآيَةَ

لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ الْآيَةَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الْآيَةَ

وغيرها من آیات کثیرہ کثیرہ۔

اتق المحارم الحدیث

والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه۔

المهاجر من هجر الخطايا والذنوب۔

والمجاهد من جاهد نفسه۔

ليس الشديد بالصّرعة الحدیث۔

وغيرها من احادیث کثیرہ شہیرہ۔

گناہ چھوڑنے کی بجائے جو شخص صرف نفل عبادات میں کوشاں ہے اور انہی کو وسیلہ

نجات قرار دیتا ہے اس کی مثال اس احمق سے چنداں مختلف نہیں جو ایک سرنگوں گرتی عمارت کی بنیادیں مستحکم کر نیکی بجائے اسکی کھوکھلی دیواروں پر رنگ و روغن کر نہیں مصروف ہے۔

⑥ قیمتی وقت کا ضیاع :

س فانی زندگی کے چند گنے چنے سانس انسان کا سرمایہ حیات ہیں اس کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے گراں بہا ہے ۔

حنوز اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یغنیہ (مالک، احمد، ترمذی)

”مسلمان کے دین کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ کام چھوڑ دے“

اور ارشاد ہے :

علامة اعراضه تعالى عن العبد اشتغاله بما لا یغنیہ (مکتوبات امام ربانی)

”انسان کا کسی بے فائدہ کام میں مشغول ہونا اس کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس

سے ناراض ہیں“

مزید ارشاد ہے :

لیس یتحسراهل الجنة الا على ساعة فرغت بهم ولعید کر اللہ تعالیٰ فیہا

(طہرانی کبیر، ابن السی)

”اہل جنت کو کسی چیز پر حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی کے جو ذکر اللہ سے غفلت

میں گزری“

وہ غفلت کیش مسلمان جن کا کوئی دن فیہ وی دیکھے بغیر نہیں گزرتا کسی دن بھی

سوچیں کہ آنے والی زندگی میں اپنے لئے کتنی بڑی حسرت کا سامان کر رہے ہیں ۔

④ صحت جسمانیہ بالخصوص دماغی صلاحیتوں اور بنیائی کا دیوالا نکل جانا :

جسمانی صحت اور اعضاء کی سلامتی ہزار نعمتوں کی ایک نعمت ہے، مگر اکثر لوگ

اس نعمت بے بہا کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں، حدیث میں ہے :

نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحة والفراغ (بخاری)

”تندرستی اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ نقصان میں ہیں“

ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے ۔

ٹی وی کے پرستار اتنے بڑے نقصان سے آنکھیں بند کئے جسم و جان ایسی مستاع

عزیز کو بھی داؤ پر لگا رہے ہیں ۔

جب سے ٹی وی کی ایجاد ہوئی ہے ڈاکٹر اس کے جسمانی نقصانات سے آگاہ کرتے آرہے ہیں، جرمنی کا مشہور ڈاکٹر والٹر بولر لکھتا ہے :

”بعض چھوٹے چھوٹے جانور چوہا چڑیا وغیرہ اگر ٹی وی کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو اس کی اسکرین کی شعاعوں کی تیزی سے کچھ دیر کے بعد یہ مر جائیں“

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانی صحت اس سے کس قدر متاثر ہوتی ہوگی ؟

یہاں کراچی میں ایک لڑکی کی دماغ کی رگ پھٹ گئی، دماغی امراض کے مشہور اسپیشلسٹ ڈاکٹر جمعہ خاں نے معاینہ کر کے بتایا :

”یہ دماغی رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے“

ایک لڑکی آنکھوں کے اسپیشلسٹ کے پاس نظر ٹیسٹ کرائے آئی، ڈاکٹر نے کہا :

”اس کی نظر ٹی وی دیکھنے سے کمزور ہو رہی ہے“

اس قسم کے واقعات حد احصار سے باہر ہیں، کہاں تک درج کئے جائیں ؟

ماہرین فن کا فیصلہ ہے کہ ایک کمرے میں ٹی وی چل رہا ہو تو ساتھ والے کمرے میں بیٹھنے والے لوگوں کی صحت بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ جن لڑکوں کو ٹی وی کی لت پڑ جاتی ہے وہ پڑھنے سے توجہ پھاٹ ہو رہی جاتے ہیں کسی اور کام کے بھی نہیں رہتے نہ دینا کے نہ دنیا کے۔

خسر الدنیا والآخرۃ

”دنیا و آخرت دونوں تباہ“

یہ نقصان کا ایک پہلو تھا دوسری طرف نوجوان لڑکیوں میں شہوانی جذبات اور جنسی انار کی جو آگ ٹی وی اور وی سی آر نے برپا کی ہے اس کی تپش سے پورا معاشرہ سلگ رہا ہے، عشق و محبت کی فحش داستانیں اور مرد و عورت کے ملاپ کے ناگفتہ بہ ننگے مناظر پیش کر کر کے وہ خام ذہنوں کے جنسی جذبات کو مسلسل انگیخت کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ یہ لاشعور نئی نسل بالغ ہونے سے پہلے ہی بالغ ہو رہی ہے، پھر وہ فوراً جذبات سے بے قابو ہو ہو کر تسکین کے لئے وہ غیر فطری طور طریقے اختیار کر رہی ہے جنہیں صفحہ قرطاس پر لانے سے قلم شرابا رہا ہے۔ ع

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

ایک شخص اپنی روسیاء ہی کا قصہ لکھ کر بغرض استفتا خود دار الافتا میں آیا جس کا

خلاصہ یہ ہے :

”وہ، اس کی بیوی اور بیٹی وی سی آر دیکھ رہے تھے، کچھ دیر بعد بیوی بستر پر جا کر سو گئی تو اس نے اپنی بیٹی سے منہ کالا کیا اور مکمل طور پر کیا۔ بیوی کو علم ہو گیا ہوگا، اس نے استفتا پر مجبور کیا ہوگا، ورنہ ٹی وی، وی سی آر کے سامنے یہ بہت معمولی بات ہے، واللہ علم روزانہ کتنے ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ ایسی قوم طرح طرح کے عذابوں میں نہ پسے تو اور کیا ہو؟

آفرین ہے ان سنگ دل والدین پر جو یہ سب کچھ سُنانے دیکھنے کے باوجود بچوں کی تفریح اور ذہنی نشوونما کے لئے گھر میں ٹی وی رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے اپنے جگر گوشوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر دشمنی کا مظاہرہ کیا ہوگا؟ قرآن مجید علی الاعلان کہہ رہا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أَلَيْسَ لَكُمْ آيَاتٌ ۚ (۶:۶۶)
”اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔“

اس کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

روى ابن عمر رضى الله تعالى عنه قال حين نزلت يا رسول الله! انقى أنفسنا فكيف لنا باهلينا فقال عليه الصلوة والسلام تنهون عما نهاكم الله عنه وتأمرهن بما أمركم الله به فيكون ذلك وقاية بينهن وبين النار۔

واخرج ابن المنذر والحاكم وصححه وجماعة عن علي رضى الله تعالى عنه انه قال في الآية علموا أنفسكم واهليكم الخير وادبروهم۔

والمراد بالاهل على ما قيل ما يشمل الزوجة والولد والعبد والامة واستدل بها على انه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهؤلاء۔

وادخل بعضهم الاولاد في الانفس لان الولد بعض من ابيه۔

وفي الحديث رحم الله رجلا قال يا اهلا صلوٰتكم صيامكم زكاتكم

مسکینکم یتیمکم جیرانکم لعل اللہ یجمعکم معہ فی الجنة .

وقیل ان اشد الناس عذاباً یوم القیمة من جمل اہلہ (روح المعانی ص ۱۳۷)
 ”جب یہ آیت اُتری تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنی جانوں کا تو دوزخ سے بچاؤ کرتے ہیں اپنے گھر والوں کو کیسے بچائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے ان سے انہیں منع کرو، اور جن کاموں کا تمہیں حکم فرمایا ہے ان کا انہیں حکم کرو، سو یہ چیز ان کے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائے گی۔

امام ابن المنذر و امام حاکم نے اپنی تصحیح کے ساتھ اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیریوں نقل کی ہے:

”اپنے نفسوں کو اور اپنے گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو اور انہیں دین کے طور پر پتے سکھاؤ“

اور آیت میں اہل سے بیوی، اولاد، غلام اور لونڈی مراد ہیں، آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ مسلمان پر تمام فرائض کا سیکھنا اور مذکورہ افراد کو سکھانا واجب ہے۔

اور بعض حضرات نے اولاد کو انفس میں داخل کیا ہے اس لئے کہ اولاد بھی باپ کا جزو ہے۔

اور حدیث میں ہے: اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جو گھر والوں کو بیدار رکھے کہ اے اہل خانہ! اپنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کی فکر کرو، اپنے مسکین، یتیم اور ڀڑوسیوں ں خبر گیری کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہیں انکے ساتھ جنت میں جمع کر دے کہلایا ہے کہ روز قیامت شدید ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے اپنے گھر والوں کو دین سے بے خبر جاہل رکھا“

مگر یہاں ”جب باڑھ ہی کھیت کو کھانے لگے تو رکھوالی کون کرے“ کے مصداق والدین خود اولاد کو دین سے برگشتہ کر رہے ہیں، ٹی وی اور وی سی آر کے ذریعہ اسے گناہوں کا رسیا

بنار ہے ہیں، یہی اولاد پہل بڑھ کر کل والدین کے سر پہ جائے انھیں گالیاں بکے ان سے غیر انسانی سلوک کرے تو اچنبھے کی بات نہیں، کہ یہ اسکول و کالج اور ٹی وی، وی سی آر کی تعلیم و تربیت کا منطقی نتیجہ ہے۔ ”جیسی کرنی ویسی بھرنی“ دنیا کا مسلم اصول ہے، آخرت میں بھی یہ اولاد یقیناً والدین کی گریبان گیر ہوگی۔

۸) جرائم کو ہوا دینا:

ٹی وی صرف تفریح و تماشہ یا طرب و عیش کا ہی ایک آلہ نہیں بلکہ دنیا میں رونما ہونے والے بڑے بڑے جرائم کا ”ٹریننگ سینٹر“ بھی ہے، اخباروں میں اس قسم کی خبریں بار بار شائع ہو چکی ہیں کہ بڑی بڑی وارداتوں میں پکڑے جانے والے نوجوانوں نے سزایاب ہونے کے بعد از خود اعتراف کیا:

”ڈکیتی کا یہ پروگرام ہم نے فلاں ٹی وی ڈرامہ دیکھ کر ترتیب دیا تھا“
جنوبی افریقہ کی ”مجلس علماء“ کی جانب سے شائع شدہ کتاب ”اسلام اینڈ ٹیلیوژن“ میں واقعہ لکھا ہے:

”ٹی وی میں پیش کیا گیا“ عورت کی آبروریزی کا منظر“ حقیقت بن کر سامنے آگیا جب ایک بد معاش ہو بہو اسی طرح چھری چاقو لیکر ایک عورت کے گھر گھس گیا، اسکی آبروریزی کی اور رقم چھین کر بھاگ گیا، تفتیش کے لئے اس کے گھر پولیس آئی تو پولیس افسر بے ساختہ بول اٹھا:

”ملزم نے یقیناً وہ ٹی وی ڈرامہ دیکھ کر ہی یہ واردات کی ہے جس میں یہ منظر

پیش کیا گیا تھا“

۹) شعائر دینیہ کی بے حرستی:

ٹی وی میں ضمنی طور پر کچھ دینی پروگرام مثلاً حج کے مناظر، اذان، تلاوت اور تعقیہ کلام وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ دینی احکام کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے، قرآن مجید نے اسے کفار کا عمل بتا کر مسلمانوں کو ان سے بیزار رہنے کی تاکید فرمائی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ

أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرِ أَوْلِيَاءُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُتُوبَ الْمُؤْمِنِينَ (۵: ۵۷)

”اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انھوں

نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست
مرتب بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔“

اس میں دین کی بے وقعتی تو ہے ہی مزید ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ عوام ٹی وی ایسی
بیچائی کو جائز مباح بلکہ اشاعت دین کا ایک ذریعہ پا کر کرنے لگے ہیں۔
(۱۰) معاشرے میں مذکورہ بالا تمام گناہوں کی تشہیر و ترویج کا وبال عظیم :

ٹی وی، وی سی آر کے ذریعہ دنیا بھر میں جتنی بیچائی پھیل رہی ہے اس میں انکے تمام پرستار
(تاجر، خریدار، مشتہر، بنانے اور مرمت کرنے والے، دیکھنے دکھانے والے) سب برابر کے
شریک و حصہ دار ہیں کسی نیکی یا بُرائی میں حصہ دار بننے کے لئے اس تک چل کر جانا اور بنفس نفیس
شریک ہونا ضروری نہیں بلکہ گھر بیٹھے اسے سراہنا، دل سے راضی رہنا یا کسی بھی انداز سے اس کی
حوصلہ افزائی کرنا اس میں شرکت کے مترادف ہے، چنانچہ حدیث ہے :

اذا علمت الخطیئة فی الارض فمن شہدھا فکرمھا کان کمن غاب عنها ومن غاب عنها
فرضیھا کان کمن شہدھا (ای باشرھا وشارک اہلھا) (سنن ابی داؤد ص ۲۴۹ ج ۲)
”جب زمین میں کہیں گناہ ہوتا ہے تو جو شخص موقع پر موجود ہونے کے باوجود اسے دل
سے ناپسند کرے تو وہ (حکماً) اس شخص کی مانند ہے جو اس سے غائب ہے۔ اور جو شخص وہاں
سے غائب ہو نیکی باوجود اس پر دل سے راضی ہو وہ (حکماً) اس شخص کی مانند ہے جو
موقع پر موجود اور شریک گناہ ہے۔“

یہ ظاہر و باہر حقیقت محتاج دلیل نہیں کہ اس وقت پورے انسانی معاشرہ میں فحاشی و
عریانی کو فروغ دینے میں جو کردار اکیلا ٹی وی ادا کر رہا ہے وہ دنیا بھر کی زبانیں، بھانڈے، بھڑوسے
میراثی مل کر بھی ادا نہ کر سکتے، ٹی وی نے گھر گھر سنیا ہال کھول دیئے۔ کچھ عرصہ پیشتر جس
گناہ کے ارتکاب کے لئے لوگ اوٹ تلاش کرتے تھے آج ٹی وی کی بدولت وہ گناہ نہ صرف
جائز قرار پایا بلکہ فیشن بن چکا ہے، گناہوں کی اس بہتات نے معاشرہ کو جہنم کدہ بنا دیا ہے۔
اس تمام بگاڑ کا سہرا انہی لوگوں کے سر ہے جو اس ”سرچشمہ فساد“ کی تشہیر و ترویج میں
کسی بھی درجہ میں ذخیل ہیں، یہ لوگ فقط اپنی ذات کے ہی نہیں بلکہ پورے معاشرہ کے
بدخواہ اور دشمن ہیں، اور اس قرآنی وعید میں داخل ہیں :

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الدین امنوا لهم عذاب الیم فی

الدنيا والآخرة والله يعلم واستمر (لعمومہ) (۱۹: ۲۲)

”جو لوگ چاہتے ہیں کہ بیچائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہوان کے لئے دنیا

اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“

عذرِ گناہ :

ٹی وی کے ان مہیب اور ہولناک نتائج کو دیکھ کر کوئی بھی ذی ہوش انسان اسے اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے یا معاشرہ کے کسی فرد کے لئے مفید قرار نہیں دے سکتا، مگر اس موٹی سی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بھی کچھ انسانی حس درکار ہے، افسوس کہ ٹی وی اپنے دلدادوں کے دل و دماغ سے اس ”حس“ کو کھرچ کھرچ کر ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انہیں خیر و شر کے درمیان کوئی تمیز نہیں رہتی۔

سوال میں مذکور تقریر جس میں ٹی وی کے فائدے گنائے گئے ہیں انہی ٹی وی گزیدہ لوگوں کی زبانی دہرائی گئی ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ دنیا کی وہ کون سی برائی ہے جسے تمہاری اس منطق کی رُو سے خیر و بھلائی ثابت نہیں کیا جاسکتا؟ کیا آدم خور درندے، سانپ، بچھو، سنکھیا بھی اپنے اندر فائدے کا ایک پہلو نہیں رکھتے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی احمق سے احمق انسان بھی انہیں ہاتھ لگانے کو تیار نہیں؟ سچ ہے :

”بے دینی کی سب سے پہلی زد عقل پر پڑتی ہے“

بعض لوگ ٹی وی کے طرفداروں کی یہ تقریر سن کر کہ ٹی وی کی سکرین پر براہ راست پیش ہونے والے مناظر تصویر نہیں بلکہ عکس ہیں ”طول طویل بحث چھیڑ دیتے ہیں۔

ہم اس بحث کو اس لئے بے سود سمجھتے ہیں کہ ٹی وی کا اصل حکم اس پر موقوف نہیں، یہ مناظر تصویر ہوں تو بھی حرام ہیں عکس ہوں تو بھی قطعی حرام۔ اگر بقول انکے یہ عکس ہے تو بھی بے پردہ فاحشہ عورتوں کے عکس دیکھنا کس نے جائز قرار دیا؟ عورتوں کیلئے نیم برہنہ مردوں کے عکس دیکھنے کی کس نے اجازت دی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ عکس ایک پہلو سے اصل صورت سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے، کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے۔

تری تصویر میں اک چیز تجھ سے بھی زالی ہے : کہ جتنا چاہو چپکالو نہ جھڑکی ہے نہ گالی ہے اگر اسے عکس تسلیم کر کے ہم جائز قرار دیں تو خارجی مفسد کی بنا پر ایک جائز کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے، اور ٹی وی تو ہے ہی ”مجسمہ فساد“ اس کے تمام مفسد سے آنکھیں بند

کر کے اسے جائز کیسے قرار دیا جائے ؟

اگر خارجی مفاسد سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے یہ فرض کر لیا جائے کہ براہ راست پیش کئے جانے والے مناظر ”عکس“ ہیں اور پہلے سے فلما کے گئے مناظر ”تصویر“۔ تو ہر ٹی وی بین ہر وقت یہ چھان بین کیسے کریگا کہ اس وقت یہ پروگرام براہ راست نشر ہو رہا ہے یا اس کی فلم دکھائی جا رہی ہے ؟ جبکہ عموماً ٹی وی پروگرام فلم ہی کی صورت میں دکھائے جاتے ہیں۔

ویڈیو کیسٹ :

یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی وی سے بھی دو گام آگے ہے، اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔ بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا آئینہ میں دیکھنے والے عکس جیسی ہے، حالانکہ کوئی عقل کا گورا بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے، اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔

ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ٹی وی کی سکرین پر اس کا نظارہ کر لیں، اور یہ تصویر تابع اصل نہیں بلکہ اس سے بالکل لا تعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مرکب گئے، دنیا میں ان کا نام و نشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔ ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا۔ صرف اتنی سی بات کو بیکر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی تصویر کے وجود کا انکار کر دینا کھلا مغالطہ ہے۔

اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں بلکہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں تو اس لا حاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا ؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں بناتا بھی ہے، اب تو اس کی قباحت دو چند ہو گئی، یک نہ شدہ دو شدہ۔

مختصر یہ کہ ٹی وی ویڈیو کیسٹ کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی ترقی کے فن تصویر سازی کو ترقی دیکر اس میں مزید جدت پیدا کر دی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کر لیا۔

کسی معترض میں انصاف و دیانت کی رفق ہو تو وہی بتائے کہ ٹی وی یوں تو دن رات فلمی ایکٹروں، ایکٹریوں اور نیم عریاں کھلاڑیوں کے لئے وقف ہے، ان کے جھرمٹ میں ذرا سی دیر کو کسی سرکاری مولوی یا درباری شاعر و نعت خواں کو باریابی کا موقع دیدینا ٹی وی کی تطہیر ہے یا بیت الخلاء کو عبادت گاہ بنانے کی حماقت؟

کوئی ٹی وی کا دلدادہ بتا سکتا ہے کہ ٹی وی کے دینی پروگرام جو سالہا سال سے چل رہے ہیں ان کو دیکھ کر آج تک کتنے کافر مشرف باسلام ہوئے؟ کتنے بے نماز نمازی بن گئے؟ اور خود آپ پر اس کا کتنا اثر ہوا؟

افسوس! دنیا کے ہر فن ہر ہنر کو سیکھنے کے لئے یہ لوگ ماہرین فن کے پاس چل کر جاتے ہیں، ان کی بھاری فیسیں ادا کرتے اور ہر طرح سے ناز برداری کرتے ہیں، مگر دین ہی انکی نظر میں ایک کار لا یعنی ہے جسے گھر بیٹھے تماشا دیکھتے ہوئے حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس سے بڑھ کر دین کی بے وقعتی کیا ہوگی؟

کون نہیں جانتا کہ ٹی وی پروگراموں میں دینی امور کی یہ آمیزش بھی صرف ذائقہ بدلنے کے لئے وقتی سی بات ہوتی ہے۔

اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور وہ ٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کر دے، ٹی وی میں عورتوں کا گزرنہ ہو کسی جائز کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے، اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کی بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے، استعمال کی مخصوص حدود و شرائط وقت کے محقق سے طے کرائے تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلہ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا، مگر بحالات موجودہ یہ قطعاً آلہ شر ہے اور اس کے قلب ماہیت کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

غلام کسی نئی ایجاد کے مخالف نہیں، وہ ہر قیمت پر دین کا تقدس برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ عناد و تعنت پر مبنی ایک اعتراض کی نامعقولیت و لغویت ظاہر کرنے کی غرض سے یہ مفروضہ لکھ دیا ہے ورنہ یہ حقیقت واضح ہے کہ ٹی وی کی بطریق مذکور تطہیر کے لئے عرصہ دراز چاہیے، وہ بھی اس شرط سے کہ فی الحال ٹی وی پر فوراً ایسی مکمل پابندی لگائی جائے کہ پوری ملکیت سے اس کا وجود ہی ختم کر دیا جائے، ٹی وی کی موجودگی میں اس سے فحاشی و

بے دینی کے ہر لمحہ بڑھنے والے سیلاب و طغیانی پر بندش لگانا ناممکن ہے، ٹی وی کے زہر کو اس سے مسموم معاشرہ کی رگ و پے سے نکالنے کے لئے چند سال کافی نہیں، صدیوں کی ضرورت ہے۔

یہ خیال صحیح نہیں کہ حکومت چاہے تو موجودہ حالات میں بھی پابندیاں عائد کر کے تطہیر کر سکتی ہے۔

اس لئے کہ جب تک حکومت کی اصلاح نہ ہوگی وہ جہنم سے نجات کیوں چاہے گی؟ اور جمہوری

طرز حکومت میں حکومت کی اصلاح عوام کی اصلاح پر موقوف ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ موجودہ حالات میں ٹی وی کی تطہیر کے مشورے اور بصورت تطہیر جواز متعلق

کے فتوے سب خام خیالی اور خواب ہیں یا محض زبان و قلم کی تفریح کا سامان۔

کرشمہ جہالت :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم صرف کارآمد پروگرام دیکھتے ہیں، فحش اور دوسرے ناجائز

پروگرام نہیں دیکھتے۔

ان کی منطق ابلیس ابلیس و فریب نفس و شیطان ہے، ہم نے ٹی وی کے جو فسادات لکھے ہیں

انکے پیش نظر اس آلہ شیطان کو کسی حال میں اور کسی نیت سے بھی دیکھنا جائز نہیں۔ جائز

پروگرام دیکھنے کے عدم جواز کی وجہ ہم دوبارہ لکھ دیتے ہیں :

① تصویر یا عکس، ان دونوں کے فسادات کی تفصیل گزر چکی ہے۔

② عورت کی تصویر یا عکس، اناؤفسر بہر حال عورت ہوتی ہے۔

③ کھیل اور تیراکی کے مناظر میں ستر کھلا ہوتا ہے۔

④ فحاشی کے اس اڈے میں مناظر حج اور دوسرے دینی پروگرام پیش کرنا اور انکا دیکھنا

دین اسلام کی توہین ہے اور بہت سخت گمراہی بلکہ خطرہ ایمان۔

⑤ ٹی وی دیکھنے والا حد جواز پر قائم نہیں رہ سکتا، یہ نشہ کبھی نہ کبھی حرام میں مبتلی کر کے

چھوڑتا ہے اور قاعدہ ہے :

الامر المفضی الی الحرام حرام۔

”جو کام حرام میں ابتلا کا سبب ہو وہ بھی حرام ہے“

⑥ نماز میں تاخیر یا ترک جماعت کا سبب ہے۔

⑦ صحت جسمانیہ، دماغ، اعصاب اور بنیائی کو نقصان پہنچتا ہے۔

⑧ بالفرض کوئی شخص دیکھنے میں حدود و قیود کی پابندی کر لے تو اس کے عمل سے عوام

مطلقاً جو از پر استدلال کبر کے فواحش و معاصی میں بھی مبتلی ہونگے جن کا گناہ اور وبال اس پر بھی پڑیگا جو ان کی بے دینی اور فسق و فجور کا سبب بنا۔

ٹی وی کے احکام :

○ ٹی وی اپنی موجودہ صورت میں ڈھول سارنگی اور بنیڈ باجوں کی طرح لہو لعب کا ایک آلہ ہے بلکہ مفاسد کے لحاظ سے دیگر آلات معاشی سے بڑھ کر ضرر رساں و تباہ کن ہے، اسلئے اسکا بیچنا، خریدنا، اجارہ پر دینا لینا، ہبہ کرنا، ہبہ میں قبول کرنا، مرمت کرنا، پاس رکھنا، اسکی تصویر دیکھنا، دکھانا، یا ایسے مکان میں بیٹھنا جس میں ٹی وی چل رہا ہو یہ تمام کام حرام ہیں۔

○ جس مسلمان کو اس کبیرہ گناہ سے توبہ کی توفیق ہو وہ اسے توڑ پھوڑ کر ضائع کرے، ہاں اس میں کوئی کلی پڑزہ اس قسم کا موجود ہو جو کسی دوسرے مباح کام میں آسکتا ہو تو اسکے نکال لینے میں مضائقہ نہیں۔ نیز جس شخص یا کمپنی سے ٹی وی خریدی گئی تھی قیمت خرید یا اس سے کم پر اسے واپس بھی کیا جاسکتا ہے۔

○ کوئی شخص کسی مسلمان کا ٹی وی توڑ دے تو اس پر ضمان نہیں، مگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو توڑنا جائز نہیں۔

○ جو لوگ ٹی وی، وی سی آر اور تصاویر کا کاروبار کرتے ہیں انکی کمائی حرام ہے، لہذا ان سے لین دین ان کی دعوت کھانا، ہدیہ لینا، غرض کسی شکل میں بھی انکے مال سے انتفاع جائز نہیں۔

○ چونکہ ٹی وی آلہ لہو لعب ہے، اسلئے اس میں حج کے مناظر، اذان تلاوت، حمد و نعت اور دوسرے کسی قسم کے دینی پروگرام نشر کرنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، اس گناہ کو کسی تصویر کر نہیں کفر کا اندیشہ ہے۔

○ جو شخص مذکورۃ الصدر گناہوں میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے، لہذا اس کی اذان و اقامت مکروہ ہے۔ اسے باختیار خود امام بنانا جائز نہیں، اگر بن گیا تو فرض نماز اسکی اقتدار میں ادا کرنا درست ہے، بشرطیکہ امامت کی دوسری شرطیں اس میں پائی جاتی ہوں۔

تراویح اور وتر اس کی اقتدار میں جائز نہیں۔ اس کی شہادت مردود ہے۔

○ ایسے مخصوص مقامات جہاں دور حاضر میں ٹی وی کا استعمال ناگزیر ہے، جیسے حفاظتی تدابیر، ایٹمی تنصیبات، سائنسی مراکز، ڈاکٹری کی مہارت کے لئے عملی تجربات، ایسے مواقع میں بوقت ضرورت بقدر ضرورت جائز ہے، واللہ ہوالعالم من جمیع الفتاویٰ۔

محمد ابراہیم

نائب مفتی دارالافتار والارشاد

۶ رذی قعدہ ۱۴۱۲ھ ہجری

الکاف

غلبہ شہوت سے اپنی ماں پر جھپٹ پڑا :

ایک شخص نے دارالافتار سے خود اپنے بارے میں یوں استفتاء کیا :
”میں اپنی ماں کے ساتھ ایک فحش پروگرام دیکھ رہا تھا، شہوت کی آگ بھڑک
اُٹھی آلہ تناسل میں انتشار پیدا ہوا اور جوش شہوت میں بے اختیار ماں
کو پکڑ لیا۔“

دی سی آر کے سامنے بیٹی کے ساتھ بدکاری کا قصہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔
ایسے شرمناک اور حیا سوز واقعات قید تحریر میں لاتے ہوئے قلم تھرا رہا ہے مگر دل پر
پتھر رکھ کر صرف اس مقصد سے اس قسم کے واقعات شائع کئے جا رہے ہیں کہ شاید ان لوگوں کے
لئے تازیانہ عبرت بنیں جو تفریح کے نام سے اس بیبیائی کو فریغ دینے میں مصروف ہیں۔
ان حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اگر یہ لوگ اپنی روش نہیں بدلتے تو یہ بادل کئے
بغیر چارہ نہیں کہ شاید ان کی لغت میں دین و ایمان، شرم و حیا اور غیرت و حمیت کے
الفاظ مہمل اور بے معنی الفاظ ہیں ع

حمیت نام تھا جس کا گئی مسلم گھرانوں سے

آنکھوں دیکھا عبرتناک عذاب :

رمضان المبارک کی بات ہے کہ ۲۰ فطاری سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا :

”آؤ میرے ساتھ مل کر فطاری کے لئے تیلہی میں میری مدد کرو“

بیٹی نے جواب دیا :

”امی! مجھے تو ٹی دی پر پروگرام دیکھنا ہے وہ دیکھ لوں تو پھر کام کروں گی۔“

یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی کمرے میں ٹی وی رکھا تھا اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ
کہیں مجھے زبردستی کام کے لئے نہ اٹھا کر لے جائے دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا، ادھر ماں بیٹی کو
آوازیں دیتی رہی، بیٹی نے ایک نہ سنی کافی وقت گزر گیا، گھر میں سب مرد بھی آگئے،
افطاری ہو گئی لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے نکلی نہیں، ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے
آواز نہ آئی، دل ڈر گیا، اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا، انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر

داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکی زمین پر اونڈھے منہ پڑی ہے، اس کو دیکھا تو وہ مڑچکی تھی اب حالت یہ ہوئی کہ لڑکی زمین کے ساتھ چمچی ہوئی تھی، اٹھانے سے اٹھتی نہیں تھی، سب اس کو اٹھا اٹھا کر تھک گئے، اب حیران کہ کیا کریں، کسی کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی، اس نے جو اٹھ کر ٹی وی کو اٹھایا تو لڑکی بھی اٹھی، اب تو یہ ہوا کہ اگر ٹی وی اٹھاتے تو لڑکی اٹھتی ورنہ بالکل کوئی اس کو نہ اٹھا سکتا، آخر انھوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی وی کو بھی اٹھایا اور اس کو نیچے لائے اور غسل دیکر کفن وغیرہ پہنا کر جب جنازہ اٹھایا تو حیران رہ گئے کہ چار پائی توئس سے س نہیں ہوتی، بالآخر انھوں نے ٹی وی کو اٹھایا اور قبرستان تک لے گئے، اب انھوں نے لڑکی کو قبر میں دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھا کر گھروا لے گئے، جو نہی انھوں نے ٹی وی کو اٹھایا تو میت قبر سے باہر آ پڑی، انھوں نے پھر اس کو دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھایا تو پھر میت باہر آ پڑی اب تو سب کو بہت پریشانی ہوئی، انھوں نے لڑکی کو ٹی وی سمیت قبر میں دفن کر دیا۔

اب اس کا جو حشر ہوا ہو گا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (رسالہ ختم نبوت جلد ۷ شمارہ ۱۸)

ٹی وی کے فضائی اثرات :

روزنامہ ”مسلمان“ مدراس نے مورخہ ۵ اگست ۹۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے :
 ”رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گھریلو ایکٹرانکس مثلاً ٹی وی سے جو زہریلے مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں وہ نیوکلیائی تجربہ گاہ پر بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵ گنا زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔“

(رسالہ ختم نبوت جلد ۱۱ شمارہ ۴۴)

دنیا ہی میں عذابِ عظیم :

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو جب کہ ہر طرف مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا مسلمانوں کی جائیداد کو آگ لگائی جا رہی تھی عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی تھی، تو ۳۱ اکتوبر ۹۰ء کو میں استخارہ کی نیت سے سو گیا خواب میں ایک بزرگ تشریف لاتے ہیں، میں نے ان سے عرض کیا :

”حضرت مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے ان کے مال و جائیداد کو آگ لگائی جا رہی ہے،

عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، ہر طرف مسلمان پریشان حال ہیں وہ عمل بتائیے جس

سے مسلمانوں کی پریشانیوں دور ہو جائیں“ ان بزرگ نے فرمایا :

”کوٹھوں پر سے چھتریاں اُتر وادو“

یعنی ٹیلیوژن کے اسٹینڈاؤٹز وادو۔ (رسالہ ٹی وی کی تباہ کاریاں)

عذاب قبر:

دو دوست تھے ایک جدہ میں رہتا تھا دوسرا ریاض میں، دونوں میں گہری دوستی تھی دونوں ہی دیندار و پرہیزگار تھے۔ ریاض والے دوست کے گھر والوں نے بہت ضد کی کہ وہ گھر میں ٹی وی لے آئے، اپنے بچوں اور بیوی کے اصرار پر اس نے اپنے گھر والوں کے لئے ٹی وی خرید لیا، کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہو گیا، جدہ والے دوست نے اس کو تین مرتبہ خواب میں دیکھا، ہر مرتبہ اس کو عذاب کی حالت میں پایا اور اس نے خواب میں تینوں مرتبہ اس جدہ والے دوست سے کہا:

”خدا کے لئے میرے گھر والوں سے کہو کہ وہ گھر سے ٹی وی نکال دیں، کیونکہ جب سے ان لوگوں نے مجھے دفن کیا ہے مجھ پر اس ٹی وی کی وجہ سے عذاب مسلط ہے، کیونکہ میں نے خرید کر گھر میں رکھا تھا وہ لوگ اس بے حیائی سے مرنے لے رہے ہیں اور میں عذاب میں گرفتار ہوں۔“

جدہ والا دوست جہاز کے ذریعہ ریاض پہنچا اور اس کے گھر والوں کو خواب سنایا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے تین مرتبہ ایسا دیکھا ہے۔ گھر والے سن کر رونے لگے، اسکا بڑا بیٹا اٹھا اور غصہ میں ٹی وی کو اٹھا کر پٹخا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، اٹھا کر کوڑے کے ڈبے میں پھینک دیا۔

جدہ والا دوست جب جدہ واپس پہنچا تو اس نے پھر دوست کو خواب میں دیکھا اس بار وہ اچھی حالت میں تھا، اس کے چہرے پر ایک رزق تھی، اس نے اپنے ہمدرد دوست کو دعا دی کہ اللہ جل جلالہ تجھے بھی مصیبتوں سے نجات دلائے جس طرح تو نے میری پریشانی دور کرائی (حوالہ بالا) ٹی وی کو تباہ کر دو اس سے قبل کہ یہ تمہیں برباد کر دے:

شیخ عبداللہ حمید سابق جسٹس سپریم کورٹ آف سعودیہ عربیہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

”ایک جرمنی کے ماہر اجتماعیات نے مختلف درسگاہوں اور اداروں کے براہ راست بھرپور مطالعہ کے بعد سوسائٹی اور نسلی نسل پرٹی وی کے خطرات کا گہرائی سے جائزہ لے کر کہا کہ ٹی وی اور اس کے نظام کو تباہ کر دو اس سے قبل کہ یہ تمہیں برباد کر دے“ (حوالہ بالا)

ٹیلیوژن بچوں پر تباہ کن اثرات مرتب کرتا ہے:

ٹیلیوژن پر تشدد اور جنس سے متعلق پروگرام بچوں پر تباہ کن اثرات مرتب کرتے ہیں،

یہ بات برطانیہ کے وزیر صحت نے کہی ہے، ان کا کہنا ہے کہ حکومت کو ٹیلیوژن نشریات پر کنٹرول کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ساتھ والدین بھی بچوں پر پابندی لگائیں اور ان کو ایک حد میں رکھیں جس سے آگے بچے قدم نہ اٹھائیں۔ انھوں نے کہا کہ والدین کو ان کی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیئے اور بچوں کو عزت کرنا اور بڑے بھلے کی تمیز کرنا سیکھنا چاہیئے۔ (حوالہ بالا بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ۵ اپریل ۱۹۹۳ء) ٹی وی سے کینسر:

ڈاکٹر این ویگور مشہور جرنلسٹ اور عیسائی مشن کی معزز کن ہیں اپنی کتاب (WHY SUFFER) میں لکھتی ہیں:

”سچائی تو یہ ہے کہ ٹی وی ایک طرح کی ایکس رے مشین ہے، ڈاکٹر جس ایکس رے مشین کا استعمال کرتے ہیں اس میں خطرات سے بچنے کا مناسب انتظام ہوتا ہے، جبکہ ٹی وی میں اب تک ایسا کوئی انتظام نہیں ہے، ایکس رے کی کرنیں بہت ہلک ہوتی ہیں، انسان کے تازک اعضاء و جوارح پر اس کے اثرات کیسے مرتب ہو رہے ہیں؟ اس خیال ہی سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے“

وہ مزید لکھتی ہیں:

”لڑکے اور لڑکیاں ٹی وی سیٹ کے سامنے بیٹھ کر پروگرام دیکھتے ہیں، امریکہ کے بوسٹن نامی شہر میں صرف ایک ہسپتال میں خونی کینسر کے شکار چھ سو لڑکے لڑکیاں زیر علاج ہیں“

ڈاکٹر ”گر وڈ بے“ لکھتے ہیں:

”سیاہ سفید ٹی وی سیٹ میں ۱۹ کلو والٹ، رنگین ٹی وی میں ۲۵ کلو والٹ تک کی ٹیوب ہوتی ہیں، شروع میں ۱۶، ۱۶ کلو والٹ والی ایکس رے مشین بھی ان کا استعمال کرنے والے ٹیکنیشن کے جسموں میں کینسر کا کیڑا پیدا کر دیتی تھی، اندازہ کیجئے کہ جب ۱۶ کلو والٹ کی ایکس رے مشین بھی کینسر پیدا کر دیتی تھی تو ٹی وی جو ۱۹ اور ۲۵ کلو والٹ کے ہوتے ہیں وہ کیا کچھ تباہی نہ کرتے ہوں گے“

عکسی تصویر کے مشہور ماہر ڈاکٹر ”آئلکروب“ نے شیکاگو امریکہ کے ایک ہسپتال میں جان کنی کے عالم میں نہایت تلخی کے ساتھ یہ تاکید کی:

”گھروں میں ٹی وی کا وجود ایک جان لیوا کینسر کی مانند ہے جو بچوں کے جسموں میں

رفقہ رفقہ سرایت کرتا ہے۔“

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سعودیہ عربیہ نے اسی ڈاکٹر آنکروں کے بارے میں لکھا ہے: ”یہ ڈاکٹر بھی ٹی وی کی شعاؤں سے پیدا شدہ مہلک مرض کینسر کا شکار تھا، اسکی وفات سے پیشتر کینسر کے جراثیم کے استحصال کے لئے چھیا نوے دفعہ اسکا سر ٹری آپریشن کیا گیا مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا، کیونکہ یہ مرض اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا بازو و نیز چہرہ کا کافی حصہ کٹ کر گر گیا تھا۔“ (حوالہ بالا)

فالج اور اندھا پن :

اس کے علاوہ ٹی وی سے اور بھی جسمانی نقصانات ہوتے ہیں مثلاً بعض تجربات نے پتہ دیا ہے کہ اس سے فالج ہوتا ہے نیز اس کی شعاعوں سے آنکھوں کی بینائی پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں۔

ڈاکٹر ”ایچ پی شوین“ کا تجربہ ہے کہ ایک حاملہ کتیا پر دو ماہ تک ٹی وی کی شعائیں پڑنے دیں، اس کے بعد کتیا نے چار بچوں کو جنم دیا، یہ چاروں بچے فالج زدہ تھے، ان میں تین تو اندھے بھی تھے۔“

ایک اور شخص نے دو طوطے خریدے طوطے کا پنجرہ ٹی وی سیٹ کے سامنے رکھ دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ طوطوں کے پیر بیکار ہو گئے (حوالہ بالا)

بنک پر ڈکیتی :

دہلی میں ایک بنک پر ڈکیتی کا واقعہ ہوا جس میں چوروں کی ایک نوجوان ٹولی گرفتار ہوئی، ان میں سے اکثر نوجوان کسی نہ کسی کالج کے طالب علم تھے، ان کے نوجوان لیڈر (GANG LEADER) نے عدالت میں بیان دیا کہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے فلم ”بے ایمان“ دیکھ کر یہ حرکت کی لیکن بد قسمتی سے پکڑے گئے (رسالہ سینما بینی اور اسکے مہلک اثرات) ٹی وی اور امراض چشم :

حال ہی میں ماہر امراض چشم ڈاکٹر این این سود نے نئی دہلی کے راجندر پرشاد آپتھک سینٹر میں لکچر دیتے ہوئے بتایا ہے کہ سینما اور ٹیلی ویژن دیکھنے سے آنکھوں کا مرض گلوکوما (GLUCOMA) ہو سکتا ہے (حوالہ بالا بحوالہ رہنمائے دکن یکم اپریل ۱۹۸۲ء)

ٹی وی سے عذاب قبر :
فیصل آباد میں ایک شخص نے بچوں کے لئے ٹی وی خریدا، یہ شخص مر گیا تو اس نے خواب میں اپنے پڑوسی سے کہا :

” ہر روز ٹی وی کے پرزے آگ میں گرم کر کے ان سے مجھے عذاب دیا جا رہا ہے“
خدا کے لئے میرے حال پر رحم کر د، اس ٹی وی کو گھر سے نکالو“
ٹی وی سے عذاب قبر کے قصے اور پر بھی لکھے جا چکے ہیں۔

بیٹیوں سے بدکاری :

وی سی آر دیکھتے ہوئے بیٹی سے بدکاری کا ایک قصہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اب
ٹی وی سے تعلیم پا کر دو بیٹیوں سے بدکاری کا مشغلہ مسلسل جاری رکھنے کا قصہ سنئے :
” ابھی چند ماہ پیشتر یہ خبر اخبار دں میں شائع ہوئی اور لاکھوں لوگوں کی نظر
سے گزری کہ کراچی میں ایک درندہ صفت انسان اپنی دو جوان بیٹیوں سے
منہ کالا کرتا رہا، پکڑے جانے کے بعد اس نے برملا اعتراف کیا :
” اس نے فلاں فلمی پروگرام دیکھ کر اس گناہ کی جرأت کی“

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ :

وَلَا تَغْتَابُوا النَّبِيَّ وَلَا يَغْتَابَ كَثَرٌ بِاللَّهِ الْعُرُورُ
” تمہیں دنیوی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کے بارے میں شیطان
ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے“

محسن عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :

أَكْثَرُ فَاوِسٍ ذِكْرُهَا زَهْرُ اللَّذَاتِ الْمَوْتِ

” موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو تمام لذتوں کا یکسر خاتمہ کرنے والی ہے“

سہ رنگ ربیوں پر زمانے کی نہ جانا لے دل

یہ خسراں ہے جو باند از بہت آرائی ہے





وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

حلال و حرام سے مخلوط مال کا حکم

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات مختلفہ کی تتبع و توجیہ

عبارات متعارضہ میں تطبیق و ترجیح

مسئلہ کے ہر پہلو کی تفصیل اور تحریر دلائل میں منفرد تحقیق



حلال و حرام مال سے مخلوط مال کا حکم

اس مسئلہ میں علماء اہل فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے اکابر علماء کرام و ارباب فتویٰ کے اقوال و فتاویٰ بھی باہم مختلف ہیں۔

اس رسالہ میں

استیعاب جزئیات و تحریر دلائل کے ساتھ مندرجہ ذیل صورتوں کا حکم لکھا گیا ہے :

- ① خلط متیقن ہو، خواہ حلال غالب ہو یا حرام۔
- ② خلط مشتبہ ہو، حلال غالب ہو۔
- ③ خلط مشتبہ ہو، حرام غالب ہو یا دونوں برابر ہوں۔
- ④ حلال و حرام میں سے کسی کے غلبہ کا علم نہ ہو۔
- ⑤ حلال و حرام میں امتیاز نہ ہو مگر یہ معلوم نہ ہو کہ حلال سے ہے یا حرام سے۔
- ⑥ حرام کو مصرف میں لانے کی تدبیر۔



حلال و حرام سے مخلوط مال

سوال : حلال و حرام سے مخلوط مال کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ اردو فتاویٰ میں اس کے حکم میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، لہذا گزارش ہے کہ مفصل تحریر فرما کر تشفی فرمائیں۔
بندہ کی ایک تحریر برائے اصلاح پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

① منصوب غیر مخلوط خالص حرام ہے، وتنقل حرمتہ من ذمۃ الی ذمۃ وان تداولتہ الایدی وتبدلت الاملاک بشرط العلم، والخبث فیہ لعدم الملك، البتہ جب مالک معلوم نہ ہو تو فقیر کے لئے حلال طیب ہے۔

قال فی الدر:

واما الخبث لعدم الملك كالغصب فيجعل فيها (شامیہ ص ۹۷ ج ۵)

وكذا فی منحة الخالق بها مشل لبجر (ص ۹۸ ج ۶)

وفي الخانیة : وان كان غير مختلط لا يجوز للفقراء ان يأخذوا اذا علموا انه مال الغير،

(خانیة بها مشل الهندیہ منہج ۳)

وفي الخلاصة : لكن من غصب غصبه ان كان لم يخلطه بدراهم اخرى۔

(خلاصہ ص ۲۷۵ ج ۱)

وفي حاشیة الطحاوی علی الدر: ان علم ان العین التي یغلب علی الظن انهم

اخذوها من الغير بالظلم قائمۃ وباعوها فی الاسواق فانہا لا ینبغی شراؤها منهم و

ان تداولتہ الایدی (طحاوی علی الدر ص ۱۹۲ ج ۴)

قلت : لا ینبغی بمعنی لا یجوز کما هو الظاہر۔

وفي الشامیة عن الحموی: وما نقل عن بعض الحنفیة من ان الحرام لا یتعدی

الی ذمتین سألت عنہ الشہاب بن الشلبی فقال هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک اما

لورای المکاس مثلا یاخذ من لحد شیئا من المکس ثم یعطیه اخر ثم یاخذ من ذلک الآخر

آخر فهو حرام اه (شامیہ ص ۹۸ ج ۵)

وفي الہندیۃ : وان دفع عین المغصوب من غیر خلط لم یجز (ہندیۃ ص ۳۴۲ ج ۵)
وغیر ذلک من العبارات الاتیۃ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

② مال مغصوب خلط سے قبل خالص حرام تھا لیکن جب اپنے مال میں یا غیر کے مال میں خلط
کر دیا (بحیث لا یمکن التمییز) تو خلط اس کا مالک بن گیا اور وہ اس کے لئے خالص حرام نہ
رہا، لیکن اس سے انتفاع قبل اختیار الضمان حرام ہے۔

③ مال مخلوط پر خلط کی ملک خبیث شرار فاسد کی طرح ہے۔

④ مال مخلوط کا شرار وغیرہ مکروہ ہے۔

⑤ اس کے باوجود مشتری و مویوب لئے وہ حلال طیب ہے۔ چونکہ نمبر کے
دلائل میں اوپر کے نمبروں کے دلائل بھی آ رہے ہیں اس لئے طوالت کے خوف سے الگ نہیں لکھے گئے۔
نمبر ۵ کے دلائل :

① فی الہندیۃ : قیل لہ (ای لابی نصیب) لو ان فقیرا یاخذ نجاۃ السلطان
مع علمہ ان السلطان یاخذہا غصبا یرجع لہ قال ان خلط ذلک بدراہم اخری
فانہ لا بأس بہ وان دفع عین المغصوب من غیر خلط لم یجز (ہندیۃ ص ۳۴۲ ج ۵)

② قال الفقیر ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ : ہذا الجواب خرج علی قیاس قول
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لان من اصلہ ان الدراہم المغصوبۃ من اناس متی
خلط البعض بالبعض فقد ملکها الغاصب ووجب علیہ مثل ما غصب وقال
لا یملک تلك الدراہم وہی علی ملک صاحبها فلا یحل لہ الاخذ کذا فی الحاوی
للفتاوی (ہندیۃ ص ۳۴۲ ج ۵)

جب صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں لا یحل لہ الاخذ ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں یحل لہ الاخذ ہوگا۔

③ وفي الخلاصۃ : من لا تحل لہ الصدقۃ فالافضل ان لا یاخذ جاشزۃ
السلطان لکن هذا اذا کان یودی من بیت المال فان کان یودی من موروث
لہ جاز وان لم یکن من موروث لکن من غصب غصبہ ان کان لم یخلط بدراہم
اخری لا یحل وان خلط لا بأس بہ لانه صار ملکا لہ بالخلط عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
(خلاصۃ مشرق ج ۱)

④ وفيها ايضاً : وقوله ارفق للناس اذا امواله (لا تخلوا عن الغصب) (حواله بالا)
 وفي الدر : لو غلط السلطان المال المخصوص بماله ملكه (الى) لان الخلط
 استهلاك اذا لم يمكن تميزه عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقوله ارفق للناس اذا
 قلما يخلو ماله عن غصب (شامية ص ۲۹۰ ج ۲)

یہ قول ارفق جبھی ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے لئے بصورت تملیک حلال ہو۔ التحریر المختار
 میں للناس کی شرح للفقراء سے کی ہے یہ صحیح نہیں، ویدل علیہ ما قد مناع عن الخلاصة۔

⑤ وفي الشامية عن المجتبی : مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثم رزق قال
 (لا تأخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقاً على الورثة فتنبه اهـ ومفاده الحرمة
 وان لم يعلم اربابه وينبغي تفقيد هـ بما اذا كان عين الحرام ليوافق فانقلناه
 اذ لو اختلط بحيث لا يميز يملكه ملكاً خبيثاً لكن لا يحل له التصرف فيه فالمرئود
 بدلہ کما حققناه قبیل باب الزکوۃ (شامية ص ۹۹ ج ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عین حرام نہ ہو اور ملاک بھی معلوم نہ ہو تو ورثہ کے لئے حرام نہیں،
 اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حرام کا مقابل مخلوط ہے۔

⑥ وفي الخانية : واذا مات عامل من عمال السلطان واوصى ان يعطى الخنطة
 للفقراء قالوا ان كان ما اخذه من الناس مختلطاً بماله لا بأس به وان كان غير
 مختلط لا يجوز للفقراء اذا علموا انه مال الغير فان كان ذلك الغير معلوماً سرده
 عليه وان لم يعلم الأخذ انه من ماله او مال الغير فهو حلال حتى يتبين
 انه حرام (خانية بما مش الهندية ص ۲۰۰ ج ۳)

⑦ وفيها ايضاً : قال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى : ان كان مختلطاً بماله
 على قول ابي يوسف ومحمد رحمه الله تعالى هو على ملك صاحبه (لا يجوز
 اخذه الا ليرده على صاحبه وعلى قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى يملك المال بالخلط
 ويكون للأخذ ان يأخذ اذا كان في بقية مال الميت وفاء بمقدار ما يؤدي به حق
 الخصماء (حواله بالا)

⑧ وفي الطحطاوى على الدر : سئل عما يبيعه الاتراك في الاسواق وغالب ما لهم
 الحرام ويجري بينهم الربا والعقود الفاسدة واجيب بانہ على ثلاثة اوجه الاول

ان علم ان العین التي یغلب علی الظن انهما اخذوها من الغیر یا لظلم قائمة ویا عوها فی الاسواق فانه لا ینبغی شراؤها منهم وان تداولت الایدی الثانی ان یعلم ان العین قائمة الا انه اختلط بالغیر بحيث لا یمکن التمییز عنه فعلی اصل ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ بالخلط یدخل فی ملکہ الا انه لا ینبغی ان یشترى منه حتی یرضی الخصم بدفع العوض فان اشتراه یدخل فی ملکہ مع الکراهة۔

(طحطاوی علی الدرر ص ۱۹۲ ج ۲)

⑨ وفي المرقاة : ان ما اشتبه امره في التحليل والتحریم ولا یعرف له اصل متقدم فالورع ان یتركه ومجتنبه ویدخل فی هذا الباب معاملة من فی ماله شبهة او خالطه ربا فالاولی ان یحترز عنها ویتركها ولا یحكم بفسادها ما لم یتیقن ان عینه حرام فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رهن درعه من یهودی بشعیر اخذه لقوت اهلہ مع انهم یربون فی معاملاتهم ویستحلون اثمان الخمر وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال لا تسأل السلاطین فان اعطوك من غیر مسألة فاقبل منهم فانهم یصیبون من الحلال اکثر مما یعطونك۔

(مرقاۃ ص ۳۴ ج ۶)

ونقله فی بذل المجهود بزيادة وصفهم اللہ تعالیٰ بانهم سماعون للكذب کالون للسحت (بذل المجهود ص ۲۲۸ ج ۵)

⑩ وفي الشامية : (قوله لان الخلط استهلاک) ای بمنزلة ان حق الغیر یتعلق بالذمة لا بالاعیان ط (وبعید ذلك) انه لما خلطها ملکها فصارت مثلها دینا فی ذمتہ لا عینہا (شامية ص ۲۹۰، ۲۹۱ ج ۲)

⑪ وفيها : سئل ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فیمن اکتسب ماله من امراء السلطان وجمع المال من اخذ الغرامات المحرمات وغیر ذلك هل یحل لمن عرف ذلك ان يأكل من طعامه ؟ قال احب الی ان لا يأكل منه ویسعه حکما ان يأكله ان كان ذلك الطعام لم یکن فی ید المطعم غصبا او رشوة اه

اسے مخلوط پر حمل کرنا ضروری ہے ، اولاً تو خط کشیدہ عبارت سے خلط مفہوم ہو رہا ہے ، کوئی بھی حرام خود ایسا نہیں ہوتا جو حرام کو الگ رکھتا ہو اور حلال کو الگ ، لہذا دلالت عرف و

دلالت حال سے اسے خلط پر محمول کیا جائے گا۔

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ”ملکہ بالخلط“ کے بعد متصل ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں بھی یہ خلط کی صورت ہے۔

ثانیاً اگر اسے اموال متمیزہ پر حمل کیا جائے تو اس پر دو اشکال ہوں گے :

- ① غلبہ کی قید نہیں۔ حرمت کے معاملہ میں اتنی اہم قید چھوڑنا بعید از قیاس ہے۔
- ② دیانت اور حکم کا فرق مخلوط ہی میں جاری ہوتا ہے، اموال متمیزہ میں اگر غلبہ حرام کا ہو تو پورا حرام ہے دیانت و قضا، اور اگر غالب حلال ہے تو دیانت و حکم بھی پورا حلال ہے البتہ اگر اسے اس پر حمل کیا جائے کہ نہ تو خلط متیقن ہے اور نہ ہی غلبہ کا علم ہے تو یہ کسی درجہ میں محمل بن سکتا ہے، اگرچہ خلاف ظاہر ہے۔

③ وفيها ايضا بعد الجواب المذكور : اي ان لم يكن عين الغصب او الرشوة لان

لم يملكه فهو نفس الحرام فلا يحل له ولا لغيره (شامية ص ۲۹۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اگر عین غصب نہ ہو بلکہ مخلوط ہو تو غاصب اس کا مالک ہو گیا اور یہ اس کے لئے نفس حرام نہیں۔ بلکہ باصلہ حلال ہے عارض یعنی عدم ادا رضمان کی وجہ سے انتفاع و تصرف حرام ہے اور جب ایک چیز اول کے لئے باصلہ حلال ہو تو دوسرے کی ملک میں جانے سے وہ حلال طیب ہوگی اور حرمت عارضہ ختم ہو جائے گی۔

④ قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : ان المراد ليس هو نفس الحرام لانه ملكه

بالخلط وانما الحرام التصرف فيه قبل اداء بدله - ففي البزازية قبيل كتاب الزكوة ما يأخذ من المال ظلماً ويخلطه بماله او بمال مظلوم آخر يصير ملكاً له وينقطع حق الاول فلا يكون اخذه عندنا حراماً محضاً نعم لا يباح الانتفاع به قبل اداء البديل في الصحيح من المذهب (شامية ص ۲۹۲ ج ۲)

بعینہ یہی الفاظ مقبوض بشرار فاسد میں ذکر کئے جاتے ہیں معنیٰ وہاں دوسرے کی ملک میں جانے سے وہ طیب ہو جاتا ہے تو یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔

⑤ وفي الشامية عن البزازية : اخذ مورثة رشوة او ظلماً ان علم ذلك

بعينه لا يحل له اخذه والا فله اخذه حكما اما في الديانة فيصدق به بنية (رضاء الخصماء ۵ (رد المحتار ص ۹۹ ج ۵)

(۱۵) فی الشاہیة: واحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لا یحل ویصدق بنية صاحبه وان كان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا یعلم اربابه ولا شیئاً بعینه حل له حکماً والاحسن دیانة التنزه عنه (حوالہ بالا)

(۱۶) وفيها ایضا: وفي الخانیة: امرأة زوجها فی ارض الجوران اكلت من طعامه ولم یكن عین ذلك الطعام غصبا فمى فی سعة من اكله وكذا لو اشترى طعاماً او كسوة من مال اصد ليس بطیب فمى فی سعة من تناوله والاثم علی الزوج اه (حوالہ بالا)

(۱۷) وفي البدائع: واما صفة الملك الثابت للغاصب فی المضمون فلا خلاف بین اصحابنا فی ان الملك الثابت له یتظهر فی حق نفاذ التصرفات حتی لو باعه او وهبه او تصدق به قبل اداء الضمان ینفذ كما تنفذ هذه التصرفات فی المشتري شراء فاسدا واختلفوا فی انه هل یباح له الانتفاع به بان يأكله بنفسه او یطعمه غیره قبل اداء الضمان فاذا حصل فيه فضل هل یتصدق بالفضل؟ قال ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه ومحمد رحمہم الله تعالی لا یحل له الانتفاع حتی یرضی صاحبه وقال ابو یوسف رحمہم الله تعالی یحل له الانتفاع ولا یلزمه المصدق وهو قول الحسن وزفر رحمہم الله تعالی وهو القیاس وقول ابی حنیفة ومحمد رحمہم الله تعالی استحسن وجه القیاس ان المصوب مضمون لاشک فيه وهو مملوك للغاصب من وقت الغصب علی اصل اصحابنا فلا معنی للمنع من الانتفاع وتوقیف الحل علی رضا غیر المالك كما فی سائر املاکة ویطیب له الربح لان ربح ما هو مضمون ومملوك و ربح ما هو مضمون مملوك یطیب له عنده - وجه الاستحسان ما روی انه علیه الصلاة والسلام اضافه قوم من الانصار فقد موالیه شاة مصلیة فجعل علیه الصلاة والسلام یمضغه ولا یسیغه فقال علیه الصلاة والسلام ان هذه الشاة لتخبر فی انها ذبحت بغير حق فقالوا هذه الشاة لجارنا ذبحتها لفرضیه بثمنها فقال علیه الصلاة والسلام اطعموها الاسارى امر علیه الصلاة والسلام بان یطعموها الاسارى ولم ینتفع به ولا اطلق لاصحابه

الانتفاع بها ولو كان حلالاً لطيباً لا طلاق مع خصاصتهم وشدة حاجتهم
الى الاكل (بدائع ۳۵۳ ج ۷)

اس میں منسوب مضمون کو شرار فاسد کی طرح قرار دیا گیا ہے، نیز روایت مذکورہ سے تصدیق پر استدلال واضح دلیل ہے کہ دوسرے کے لئے بصورت تملیک حلال طیب ہے، اگر یہ شاة مصلیہ نفس حرام ہوتی اور اسمیں حرمت متعدی ہوتی تو اساری کے لئے کیسے حلال ہو گئی؟ فقیر کے لئے مال حرام جب حلال ہے کہ اس کا مالک معلوم نہ ہو اور یہاں مالک معلوم تھا۔

ففى العنایة : فقال عليه الصلاة والسلام اطعموها الاسارى قال فحمد الله تعالى يعنى المحبسين فامرہ بالتصدق مع كون المالك معلوماً بيان ان الغاصب قد ملكها لان مال الغير يحفظ عليه عينه اذا امكن وضمنه بعد البيع اذا تعذر عليه حفظ عينه ولما امر بالتصدق بها دل على انه ملكها وعلى حرمة الانتفاع للغاصب قبل الارضاء (عنایة بها مش نتائج الافكار ص ۸۳۷ ج ۷)

(۱۸) وفى الهدایة : اطعموها الاسارى افاد الامر بالتصدق زوال ملك المالك وحرمة الانتفاع للغاصب (الى) ونفاذ بيعه وهبته مع الحرمة لقيام الملك كما فى الملك الفاسد (بنایة ۸۲۹ ج ۲)

(۱۹) وفى البنایة : قال محمد بن الحسن فى الاشارة خبرنا ابو حنيفة عن عامر ابن كليب عن ابيه به شمر قال ولو كان هذا اللحم باقياً على ملك مالكه الاول لما امر به النبي صلى الله عليه وسلم ان يطعم للاسارى ولكن لما رآه خرج عن ملك الاول وصار مضموناً على الذى اخذها امر باطعامه لان من ضمن شيئاً فصار له عن وجه غصب فان الاولى ان يتصدق به ولا يأكله ويخرج الدار قطنى (الى) قلت لابی حنيفة رحمه الله تعالى من اين اخذت قولك فى الرجل الذى يعمل فى مال الرجل بغير اذنه انه يتصدق بالذبح قال اخذته من حديث عامر بن كليب هذا هـ

فان قلت قال البيهقى وهذا لانه كان يخشى عليها الفساد وصاحبها كان غائباً فرأى من المصلحة ان يطعمها الاسارى شمر يضمن لصاحبها قلت الامام اذا خاف التلف على ملك غائب يبيعه ويحبس ثمنه عليه فلا يجوز ان يتصدق

به (حواله بالا)

③۰ وفي المجمع : ملكه ولا يحل انتفاعه به اى المصنوع المغير قبل اداء الضمان (الى) لكن جاز للغاصب بيعه وهبته لانه ملوك له بجهة محظورة كالمقبوض بالبيع الفاسد (مجمع الانهر ص ۲۶۰ ج ۲)

③۱ وفي النوازل : ولكن لا يطيب له ولا ينتفع بها حتى يؤدي استحسانا بقول النبي صلى الله عليه وسلم اطعموها الاسارى وهذا يفيد زوال ملك المالك وحرمة الانتفاع للغاصب ، وفي القياس يحل (الى) كما يجوز تصرفه كالبيع والهبة (فتاوى النوازل ص ۲۱۲)

③۲ وفي التبيين : ولنا انه استهلك العين (الى) والمحظور لغيره لا يستمتع ان يكون سببا لحكم شرعى الا ترى ان الصلاة في الارض المصنوعة تجوز وتكون سببا لحصول الثواب الجزيل فما ظنك بالملك (الى) لان العين تبدلت وتجدد لها اسم آخر فصارت كعين اخرى حصلها بكسبه فيملكها غير انه لا يجوز له الانتفاع به قبل ان يؤدي الضمان كي لا يلزم منه فتح باب التصرف وفي منعه حسم مادته ويدل عليه قوله عليه الصلاة والسلام في الشاة المذبوحة بغير اذن مالكها بعد الطبخ اطعموها الاسارى ولو جاز الانتفاع به او لم يملكه لما قال ذلك والقياس ان يجوز الانتفاع به وهو قول زفر والحسن ورواية عن ابي حنيفة رحمهم الله تعالى لوجود الملك المطلق للتصرف ولهذا ينفذ تصرفه فيه كالتمليك لغيره ووجه الاستحسان ما بيناه ونفاذ تصرفه فيه لوجود الملك وذلك لا يدل على الحل الا ترى ان المشتري شراء فاسدا ينفذ تصرفه فيه مع انه لا يحل له الانتفاع به (تبيين الحقائق ص ۲۲۷ ج ۵)

وكذا في تكملة البحر (ص ۱۱ ج ۸)

③۳ وفي الاشباه : واما مسألة ما اذا اختلط الحلال بالحرام في البلد فانه يجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالة على انه من الحرام كذا في الاصل (الاشباه والنظائر ص ۱۳۸ ج ۱)

وفي الحاشية للحموى : (قوله واما مسألة ما اذا اختلط الحلال بالحرام الخ)

فی التمر ناشئ فی باب مسائل متفرقة من کتاب الکراہیۃ ما نصہ لرجل مال
 حلال اختلطہ مال من الربوا او الرشاء او الغلول او السحت او من مال
 الغصب او السرقة او الخیانة او من مال یتیم فصار مالہ کما شہتہ لیس لاحد ان
 یشارکہ او یبایعہ او یتقرض منہ او یقبل ہدیۃ او یأکل فی بیتہ (حوالہ بالا)
 اس میں مال مخلوط کو مشتبه فرمایا ہے، ایسے مال کا شرار اگرچہ مکروہ ہے معہذا مشتری
 کے لئے وہ حلال ہوگا اس کی تائید نمبر ۹ میں مرقاة و بذل المجهود کی عبارات سے گزر چکی ہے۔
 بعض عبارات کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے کہ مال مخلوط میں بھی حرمت متعدی ہوگی جو
 درج ذیل ہیں۔

① قال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : الحرام ینتقل من ذمۃ الی ذمۃ وہ
 یعلم حرمة شراء المنہوب وطعام الغصب ولو استہلک بالطبخ۔

(طحطاوی علی الدرر ص ۳۵ ج ۳)

جواب : حرمت شرار حرمت مشتری کو لازم نہیں، بیع فاسد میں شرار ناجائز ہے معہذا
 مشتری حلال طیب ہے۔

قال فی الشامیۃ : طاب (ای مشتری شرار فاسدا، للمشتري وهذا لا ینافی ان
 نفس الشراء مکروه لحصولہ للبائع بسبب حرام (شامیۃ ص ۹۸ ج ۵)
 گزشتہ عبارات کے نمبر ۹ میں علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مخلوط اور غیر مخلوط میں جو فرق
 کیا ہے کہ غیر مخلوط کا شرار ناجائز ہے وان تداولتہ الایدی اور مخلوط کا شرار مکروہ ہے، یہاں
 وان تداولتہ الایدی نہیں فرمایا۔

② وفي الدرر : الحرام ینتقل فلو دخل بائع ما من و اخذ مال حرری بلا رضاه و
 اخرجہ الیہا ملکہ و صح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتري منہ بخلاف البیع
 الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ و یطیب للمشتري منہ لصحة عقدہ،
 وفي الشامیۃ : (قوله ولا للمشتري منہ) فیكون بشراء منہ مسیئاً لانہ ملکہ
 یکسب خبیث و فی شراءه تقریر للخبیث و یومر بما یومر بہ البائع من مادیہ علی
 الحرری لان وجوب الرد علی البائع انما کان لمراعاة ملک الحرری ولاجل عند
 الامان وهذا المعنی قائم فی مالک المشتري کما فی مالک البائع الذی اخرجہ

بخلاف المشتري شراء فاسدا اذا باعه من غيره بيعا صحيحا فان الثاني لا يؤمر بالرد وان كان البائع مأمورا به لان الموجب للرد قد زال ببيعه لان وجوب الرد بفساد البيع حكمه مقصور على ملك المشتري وقد زال ملكه بالبيع من غيره۔
ثم اعلم ان ذكر في شرح السائر الكبير في الباب الثاني والستين بعد المائة انه ان لم يردده يكره للمسلمين شراؤه منه لانه ملك خبيث بمنزلة المشتري فاسدا اذا اراد بيع المشتري بعد القبض يكره شراؤه منه وان نفذ فيه بيعه وعقده لانه ملك حصل له بسبب حرام شرعا اهـ فهذا مخالف لقوله ويطيب للمشتري وقد يجاب بان ما اخرج من دار الحرب لما وجب على المشتري رده على الحربي لبقاء المعنى الموجب على البائع رده تمكن المخبث فيه فلم يوجب للمشتري ايضا كالبائع بخلاف البيع الفاسد فان رده واجب على البائع قبل البيع لاعلى المشتري لعدم بقاء المعنى الموجب للرد كما قد مناه فلم يتمكن المخبث فيه فلذا طاب للمشتري وهذا لا ينافي ان نفس الشراء مكروه لحصوله للبائع بسبب حرام ولان فيه اعراضا عن الفسخ الواجب هذا ما ظهر لي۔

(رد المحتار ص ۹۸ ج ۵)

جواب :

یہ غلط کی صورت ہی نہیں، جیسا کہ لفظ ”رد“ اس کی واضح دلیل ہے، لہذا غیر کا حق عین سے منقطع ہے۔ مال مخلوط بمنزلہ مستہلک ہے وہاں مالک کا حق عین سے منقطع ہو کر منقل اور ذمہ میں بدل جاتا ہے۔

اس ایک صورت میں ”لا یطیب“ فرمانا اور مال مخلوط میں جمیع تصرفات غاصب کو شراء فاسد کی طرح نافذ قرار دیکر ”لا یطیب“ کا استثنائہ فرمانا مستقل دلیل ہے کہ وہاں حرمت متعدی نہیں ہوتی، لان السکوت فی معرض البیان بیان۔

③ وفي الدر: واختلط المصوب بملك الغاصب۔

وفي الشامية : (قوله بملك الغاصب) وكذا بمصوب آخر لما في التارخانية عن الينا بيع غصب من كل واحد منهما الفا فخلطهما لم يسعه ان يشتري بهما شيئا ما كولا قيا كلة ولا يحل له اكل ما اشتري

حتیٰ یؤدی عوضہ (شامیہ ص ۱۹۱ ج ۶)

جواب :

یہاں خود غاصب کے لئے عدم حلت مذکور ہے اور کلام اس میں ہے کہ مال مخلوط دوسرے کی ملک میں جانے سے حلال طیب ہو گا یا نہیں؟ یعنی درابم مفسوبہ مخلوطہ جب بائع کی ملک میں پہنچے تو اس کے لئے وہ حلال ہیں یا نہیں؟ اسی جزئیہ سے حلت ثابت ہو رہی ہے لان السکوت دلیل علیہ، ورنہ یہاں تصریح ضروری تھی کہ دوسرے کے لئے بھی حرام ہیں۔ اگر یہاں سے حلت کے ثبوت میں تأمل ہو تو دلائل سابقہ سے حلت کا حکم لگایا جائے گا، خود علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند سطور بعد یہ جزئیہ نقل فرمایا ہے :

وفي جامع الجوامع اشترى الزوج طعاما او كسوة من مال خبيث جائل المرأة اكله ولبسها والاثم على الزوج (شامیہ ص ۱۹۱ ج ۶)

یہاں مال خبیث سے مخلوط مراد ہے کیونکہ خالص حرام میں حرمت برابر متعدی رہتی ہے وان تداولته الايدي وتبدلت الاملاك، فتعين ان المراد من الخبيث ما لا يكون عينه حراما۔

ويفسره ما في الشامية عن الخافية : امرأة زوجها في ارض الجوران اكلت من طعامه ولم يكن عين ذلك الطعام غصبا فهي في سعة من اكله الخ۔

(حاشیہ ابن عابدین ص ۹۹ ج ۵)

④ وقال العلامة الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : وفي رسالة الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ المؤلفہ فی الرد علی من نسب الی مذہب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ان الاحرام لا يتعدی الی ذمتین ما نصہ قال نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ فی ایام غارۃ المسلمین لا یشتري من العساكر شیء، لانه حرام ملك الغير ولا یباع منهم شیء، بالدرہم لا یتخلطوا الدرہم واطلاقہ عدم الحل بالشراء والبيع بملك الدرہم ظاهر علی قول مشایخنا قبل اداء القمان (طحاوی علی الدرہم ص ۱۹۲ ج ۳)

جواب :

”لانہ حرام ملك الغير“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال مخلوط نہیں لانہ ملك الغاصب و ملك المفسوب منه یزول یا یخلط، وحقہ فی الذمۃ لا فی العین۔

اور در اہم مخلوطہ کے ساتھ بیع سے منع فرمایا ہے لیکن اس کا دلیل حرمت ہونا محل تامل ہے

(۶) مال مخلوط میں غلبہ کی قید نہیں، عبارات سابقہ ملاحظہ ہوں۔

(۷) اگر اموال مخلوطہ نہیں بلکہ متمیزہ ہیں مگر آخذ کو یہ معلوم نہیں کہ متمیز حرام سے دے رہا ہے یا متمیز حلال سے تو اعتبار غالب کا ہوگا۔

فقہ الاشباہ : اذا كان غالب مال العہدی حلالاً فلا بأس بقبول ہدیۃ واکل مالہ ما لم یثبت انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام لا یقبلہا ولا یأکل الا اذا قال انہ حلال ورثہ او استقرضہ (الاشباہ ص ۱۴۷ ج ۱)

وکذا فی الخانیۃ والہندیۃ والبرازیۃ وغیرہا من کتب الفقہ۔

تنبیہ :

الاشباہ میں مذکورہ مسئلہ کے بعد یہ تحریر ہے :

واما مسأله ما اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانتہ یجوز الشراء

والاخذ الا ان تقوم دلالة علی انہ من الحرام (الاشباہ ص ۱۴۸ ج ۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اوپر کا جزئیہ خلط سے متعلق نہیں، بلکہ اموال متمیزہ سے متعلق ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خلط میں غلبہ کی قید نہیں، حموی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حاشیہ میں ترمناشی سے صورت خلط ذکر کی ہے اس میں بھی غلبہ کی قید نہیں۔

فائدہ :

عم بالغلبہ کے اسباب میں سے ایک سبب دلالت حال بھی ہے :

فقہ الاختیار : لا یجوز قبول ہدیۃ امرأۃ الجور الا اذا علم ان اکثر مالہ حلال لان الغالب فی مالہم الحرمة (قوله الا اذا علم بان کان صاحب تجارۃ او ذرع فلا بأس لان اموال الناس لا تخلو عن قلیل حرام والمعتبر الغالب و كذلك اکل طعامہم (الاختیار ص ۱۵۶ ج ۲)

لیکن اگر سلطان کے حال سے یہ معلوم ہو کہ اس کے مال میں غالب حرام نہیں ہوگا تو اخذ و شراء جائز ہوگا۔

درری عن ابن سیرین ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یأخذ جوارئز السلطان (مرقاۃ ص ۳۷ ج ۶)

قلت : لان الغالب فی مال السلاطین اذ ذاک حلال -

وقال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ : ان السلاطین فی زماننا هذا ظلمة قلما يأخذون شیئاً علی وجهہ بحقه فلا تحل معاملتهم ولا معاملۃ من يتعلق بهم الخ

(مرقاۃ ص ۳۷ ج ۶)

⑧ اگر غلط اور تمیز میں سے کسی کا علم نہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ آمدن حلال و حرام دونوں سے مرکب ہے تو ایسے شخص سے شراء وغیرہ جائز ہے لاحتمال کونہ من الحلال والاصل الحل مگر بہتر یہ ہے کہ اجتناب کیا جائے۔

نفی الہندیۃ : قال الفقیہ ابوالبیث رحمہ اللہ تعالیٰ اختلف الناس فی اخذ الجائزۃ من السلطان قال بعضهم یجوز ما لم یعلم انه یعطیه من حرام قال فاحمد رحمہ اللہ تعالیٰ وبہ نأخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ واصحابہ کذا فی الظہیریۃ (ہندیۃ ص ۳۴۲ ج ۵)

وفیہا ایضاً : ولا ینبغی للناس ان يأكلوا من اطعمۃ الظلمۃ لتقبیح الامر علیہم وزجرہم عما یرتکبون وان کان یحل ، وسئل ابوبکر عن الذی لا یحل لہ اخذ الصدقۃ فالافضل لہ ان یقبل جائزۃ السلطان ویفرقہا علی من یحل لہ او لا یقبل ؟ قال لا یقبل لانہ یشبہ اخذ الصدقۃ (حوالہ بالا)

وفی الخانیۃ : وان کان غیر فحتملاً لا یجوز للفقراء ان يأخذوا اذا علموا انه مال الغیر فان کان الغیر معلوماً ردہ علیہ وان لم یعلم الاخذ انہ من مالہ او مال الغیر فهو حلال حتی یتبین انه حرام (خانیۃ بھامش الہندیۃ ص ۳۴۲ ج ۲)

وفی الخلاصۃ : اذا قدم السلطان شیئاً من المأكولات ان اشتراہ یحل وان لم یشتراہ لکن الرجل لا یعلم ان فی الطعام شیئاً مغصوباً بعینہ یمباح الکھ (خلاصۃ ص ۳۵ ج ۲) وکذا فی الہندیۃ (ص ۳۴۲ ج ۵)

وفی الشامیۃ : وكان العلامة بخوارزم لا يأكل من طعامهم ویأكل جوائزهم فقیل لہ فیہ فقال تقدیر الطعام یكون اباحۃ والمباح لہ یتلف علی ملک المبیح فیکون اکل الطعام

الظالم والجائزۃ تمليك فيصرف في ملك نفسه (شامية ص ۲۹۲ ج ۲)
 اس جزئیہ کو غلط پر حمل کرنا درست نہیں کیونکہ مخلوط اگرچہ تملیک سے حلال ہو جاتا ہے
 منعبد اخذ و شرائینا جائز ہے، اسی طرح اسے علم بالغلبہ پر بھی حمل نہیں کیا جاسکتا، اس کا حمل
 صرف اور صرف یہ ہے کہ نہ غلبہ کا علم ہے اور نہ ہی خلط کا، چونکہ ایسے مال سے احتراز کرن
 چاہیے اس لئے علامہ کا یہ معمول احتیاط پر مبنی ہے، والا فہو حلال كما قد مناعن الخانية
 علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جزئیہ بالا کے بعد یہ فرمایا ہے:

ولعل صبي على القول بان الحرام لا يتعدى الى ذمتين

لیکن اسے علامہ خوارزم کے معمول کی بنا پر قرار دینا صحیح نہیں، اگر اس کی بنا پر یہ ہوتی تو
 ”فيكون اكل اطعام الظالم“ کی بجائے ”فيكون اكل الحرام“ ہوتا، ”طعام الظالم“
 کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ یہ از قبیل ورع وتقویٰ ہے، ویدل علیہ ما قد مناعن الرهنية
 من قوله ولا ينبغي للناس الخ۔

وفي المراقبة : والاشتماحا في النفس وتورد في الصدر وان افتاك الناس
 اى وان قالوا لك انه حق فلا تأخذ بقولهم فانه قد يقع في الغلط واكل الشبهة
 كأن ترى من له مال حلال وحرام فلا تأخذ منه شيئا وان افتاك المفتى مخافة
 ان تأكل الحرام لان الفتوى غير التقوى (مراقبة ص ۴۵ ج ۶)

الجواب باسم ملهم الصواب

اصلاح الكلام في احكام الخلط بين الحلال والحرام :

ص ۳ (۳) مال مخلوط ومشتہل فاسد امیں بوجہ ذیل فرق ہے :

(۱) شرار فاسد میں عقد صلبا صحیح ہے۔

(۲) بائع کی رضا سے ہے۔

(۳) بائع کو عوض مل چکا ہے، بخلاف خلط المغصوب فی الوجہ الثلاثہ۔

علاوہ ازیں کتب فقہ میں تصریح ہے کہ مغصوب مخلوط تبدیل ملک سے حلال نہیں ہوتا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله وهو حرام مطلقا على الورقة)

ما تركه ميراثا فانه عين المال الحرام وان ملكه بالقبض والخلط عند الامام

رحمہ اللہ تعالیٰ فانه لا يحل له التصرف فيه قبل اداء ضمانه وكذا وادته ثم الظاهر

ان حرمتہ علی الورثۃ فی الدیانۃ لا الحکم فلا یجوز لولی القاصر التصدیق ویضمنہ
القاصر اذ ابلغ تأمل (رد المحتار ص ۳۸۶ ج ۶)

مزید متعدد دلائل آگے تنقید کے ضمن میں آرہے ہیں۔

ص ۵ (۵) یہ نمبر پر متفرع ہے، ولم یثبت ہو بل ثبت خلافہ۔

ص ۱ (۱) (۲) للفقیر لا للغنّی۔

ص ۳ (۳) ”لابأس بہ“ کی تعلیل ”لانہ صار ملکالہ“ غیر تام ہے، بتسلیم صحت خود
غاصب کے لئے بھی حلت ثابت ہوگی، وہو باطل، لہذا اس کی توجیہ یوں ہوگی کہ اخذ
حلال ہے، لان المعطى يعطى ملكه، انتفاع حلال نہیں، للخبث۔ بخلاف المشترى
فاسد افانہ، یکرہ شراؤہ لكونہ مانعا من الرد الواجب علی المشترى الاول،
و یجل الانتفاع لرد ال الخبث العارض۔

یا یہ مطلب ہے کہ انتفاع حلال مع الکراہۃ ہے کما للغاصب نفسہ۔

ص ۷ (۷) ارفق ہونے کی یہ وجوہ ہو سکتی ہیں :

(۱) یہ مال اختیار ضمان سے حلال ہو جاتا ہے۔

(۲) حرمة لعدم الملك کی بنسبت خبث لفساد الملك اہون ہے۔

(۳) عبارت شامیہ کو عبارت خلاصہ پر محمول کرنا ضروری نہیں، اسلئے علامہ افعی رحمہ اللہ

تعالیٰ کی توجیہ میں کوئی اشکال نہیں، بالخصوص جبکہ خلاصہ کی تعلیل معلوم ہے۔

ص ۵ (۵) (۶) (۷) صحیح و میت میں یہ فرق ہے کہ حق ملاک غاصب پر واجب فی الذمہ ہے
لہذا ملاک کا علم و عدم علم اور مال میں وفار و عدم وفار برابر ہے، بخلاف میت کہ اس کے
ذمہ وجوب نہیں ہو سکتا، حق ملاک اس کے ترکہ میں ہے، اس لئے ترکہ میں وفار کی قید
لگائی گئی،

ایفار کی دو صورتیں ہیں، بصورت علم ملاک ادا رضمان ورنہ تصدیق۔

دلیل خامس بے عدم علم ملاک کا استنباط واضح نہیں، نیز اس صورت میں وارث کے

لئے حلت خلاف اصول ہے، اور ”اذ لو اختلط الخ“ سے غاصب کے لئے حرمت اور اسکے

وارث کے لئے حلت کا استخراج غیر معقول ہے، البتہ دلیل سادس و سابع میں معقول ہے،

لکون الموصی لہم فقراء۔

اس عبارت کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ غیر مخلوط حرام لعدم الملك ہے اور وہ بعینہ واجب الرد ہے اور مخلوط میں حرمت لعدم الملك نہیں بلکہ للخبث ہے، اور یہ مال واجب الرد نہیں بلکہ اختیار ضمان سے حلال ہو جائے گا۔

قید ”وفاء“ کی وجہ سے بعض کا خیال ہے کہ غاصب کے لئے مال مخلوط سے اپنے حصہ کی مقدار حلال ہے۔

حق و سیت میں وجہ الفرق کی تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ استنباط صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں فی نفسہ بھی یہ خیال صحیح نہیں، اس لئے کہ حق غیر مخلوط کے ہر جزر میں موجود ہونے کی وجہ سے مخلوط کے ہر جزر میں خبث ساری ہے۔

عبارت سادہ و سابعہ کو قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے، کیونکہ نفس حنطہ کے غصب کی نسبت اسکا شرار بمال مغبوب زیادہ ظاہر ہے۔

ص ۵۸ (۸) یدخل فی ملک مع الکراہۃ سے متبادریہ ہے کہ انتفاع مکروہ ہے۔

ص ۶۰ (۹) یہ ایسے اموال سے متعلق ہے جن کا خلط متیقن نہ ہو، ان میں اموال متمیزہ کی طرح غلبہ کا اعتبار ہے، غلبہ کا علم نہ ہو تو جائز ہے تورع اولیٰ ہے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”فانہم یصلیون من الحلال اکثر مما یعطونہ“ سے غلبہ حلال ثابت نہیں ہوتا، لہذا اس سے احتمال حلت کو ترجیح دیکر حکم جواز کی تقویت مقصود ہے، نفس جواز اس پر موقوف نہیں، جب تک غلبہ حرام کا یقین نہ ہو گنجائش ہے۔ البتہ ”اوخالطہ رباً“ سے اختلاط معلوم ہوتا ہے، مگر مسباق پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں شبہہ خلط مراد ہے، اگر تیقن خلط مراد لیا جائے تو یہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ اس کی تأیید میں کوئی روایت مذہب نہیں ملی۔

ص ۶۱ (۱۰) اس سے کس پر استدلال ہے؟

ص ۶۱ (۱۱) یہ حالت اشتباہ پر محمول ہے، یعنی جب خلط متیقن نہ ہو، کیونکہ بصورت خلط ملک غاصب سے کھانا تو بالاتفاق حرام ہے۔ ویمکن حملہ علی قول الکرخی رحمہ اللہ تعالیٰ لما قد منافی العبارة السادسة والسابعة۔

ص ۶۱ (۱۱) ۱ مال مشتبہ میں غلبہ کی قید ہے ہی نہیں کہ اسکا ترک لازم آئے۔

ص ۶۱ (۱۱) ۲ دیانت و حکم کا فرق مال مخلوط میں نہیں، مال مشتبہ میں ہے۔

ص ۱۲ ۱۳ مال مخلوط کو مشتری فاسد کی طرح قرار دینے پر متفرع ہے، وحررنا بطلانہ -

دلیل نمبر ۱۳ میں عبارت بزازیہ ”فلا یكون اخذه عندنا حراماً محضاً“ میں اخذ من الغاصب مراد ہے، کیونکہ اخذ غاصب تو یہ حال حرام محض ہے خواہ وہ بعد میں خلط ہی کرے، اس سے ثابت ہوا کہ اس کے بعد ”لا یمباح الانتفاع به الا“ بھی اخذ من الغاصب کے بارے میں ہے، لہذا یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ مال مخلوط تبدیل ملک سے حلال نہیں ہوتا۔

ص ۱۴ مال مشتبہ سے متعلق ہے، خلط متیقن نہیں۔

ص ۱۵ اس میں امور ذیل توجہ طلب ہیں :

① علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ درختار کی اس عبارت کا حاصل ذکر فرمایا ہے جو یہاں ہے، اور علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود کتاب الخطر والاباحۃ میں اس کے خلاف مطلقاً حرمت کو ترجیح دی ہے۔

② علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر منیۃ المفتی، بزازیہ، ذخیرہ، خانیہ سے چار جزئیات پیش فرمائے ہیں۔

جزئیہ اولیٰ، مال مشتبہ کے بارے میں ہے اس لئے تصدق واجب نہیں۔

بزازیہ کے جزئیہ سے وجوب تصدق ثابت ہوا ہے۔

ذخیرہ کے جزئیہ میں مال مشتبہ کا حکم ہے۔

خانیہ کے جزئیہ کا جزر اول مال مشتبہ کے بارے میں ہے، اور جزر ثانی ”لو اشترى

طعاماً الخ“ قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ پر مبنی ہے۔

اس کی تفصیل آئندہ نمبر ۱۴ میں آ رہی ہے۔

③ خود علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الخطر والاباحۃ میں وارث پر حرمت

تحریر فرمائی ہے۔

ونصہ : وان ملکہ بالقبض والخلط عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ لا یحل

لہ المقرون فیہ قبل اداء ضمانہ ولا لوارثہ ثم الظاہر ان حرمتہ علی الورثۃ فی

الدیانۃ لا الحکم فلا یجوز لولی القاصر التصدق ویضمنہ القاصر اذ یتلغ تأمل۔

(رد المحتار ص ۳۸ ج ۶)

④ اس بحث کے آخر میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اذ لو اختلفت بحيث لا يتميز ملكه ملكا خبيثا لکن لا يحل له التصرف فيه

ماله يؤبدله ،

یعنی غاصب اور اس کے وارث دونوں کو شامل ہے ۔

اس کی مزید تفصیل نمبر میں گزر چکی ہے ۔

ص ۱۶ اس میں تبدل ملک نہیں بلکہ اباحت ہے ، جس میں حرمت پر اتفاق ہے ، اس لئے

اسے مال مخلوط پر محمول کرنا صحیح نہیں ، ویسے بھی اس میں خلط پر کوئی قرینہ نہیں ، لہذا یہ مال

مشتبہ کے بارے میں ہے ، اور ”لو اشتري طعاما او كسوة من مال اصله ليس بطيب الخ“

قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ پر محمول ہے ۔

اس تحریر کے بعد خود شامیہ میں بھی اس کی تصریح مل گئی ۔

ونصها : (قوله وهو حرام على الورثة) اى سواء علموا اربابه اولافان

علموا اربابه ردوة عليهم والاتصد قوا به كما قد منا انفاعن الزيلعي ، اقول ولا

يشكل ذلك بما قد منا انفاعن الذخيرة والخانية لان الطعام او الكسوة ليس

عين المال الحرام فانه اذا اشترى به شيئا يحل اكله على تفصيل تقدم في

كتاب الغصب (رد المحتار ص ۳۸۹ ج ۶)

ص ۱۷ مشتري فاسدا سے تشبیہ من كل الوجوه مقصور نہیں ، صرف نفاذ تصرفات

میں تشبیہ مقصور ہے ۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ثم اعلم انه ذكر في شرح السیر الکبیر

في الباب الثاني والستين بعد المائة انه ان لم يرد يكره للمساكين شراؤه منه لانه

ملك خبيث ، بمنزلة المشتري فاسدا اذا اراد بيع المشتري بعد القبض يكره شراؤه منه

وان نفذ بيعه وعتقه لانه ملك حصل له بسبب حرام شرعا اه فهذا مخالف لقوله

وطيب للمشتري وقد يجاب بان ما اخرج من دار الحرب لما وجب على المشتري

ردّه على الحربى لبقاء المعنى الموجب على البائع ردّه تمكن الخبيث فيه فلم يطيب

للمشتري ايضا كالبائع بخلاف البيع الفاسد فان ردّه واجب على البائع قبل

البيع لا على المشتري لعدم بقاء المعنى الموجب للرد كما قد مناه فلم يتمكن

الخبث فیہ فلذا اطاب للمشتري وهذا لا ینافی ان نفس الشراء مکروه لحصوله للبائع
لسبب حرام ولان فیہ اعراضا عن الفسخ الواجب هذا ما ظهر لی (رد المحتار ص ۵۷۹)
اس سے ثابت ہوا کہ مال مخلوط من کل الوجوه مشتری فاسد کی طرح نہیں، بلکہ مال
حربی کی طرح ہے، جو صرف نفاذ تصرفات میں مشتری فاسد کی طرح ہے، حکم حلت میں
اس سے مختلف ہے۔

اسی نمبر میں بدائع سے منقول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس پر نص صحیح ہے
کہ مال مخلوط تبدیل ملک کے بعد بھی حرام رہتا ہے، اگر اس کی کوئی گنجائش ہوتی تو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ذابح کو اپنے لئے تملیک کا حکم فرماتے، کما قال اللہ علیہ وسلم
للحم تصدق علی بویوتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :
لہا صدقة ولنا ہدیۃ۔

اس وقت طعام کی سخت ضرورت بھی تھی اور تحلیل بھی بہت سہل تھی اس کے باوجود
ایسا نہیں کیا گیا۔

علاوہ ازیں اطعام اساری میں بھی تملیک متیقن نہیں بلکہ احتمال ایاتہ غالب ہے۔
صورت تحلیل اختیار نہ فرمانے کی یہ توجیہ صحیح نہیں کہ یہ طعام عین حرام تھا، عین حرام
نہ ہونے پر تین دلائل ہیں :

- ① بوجہ ذبح وطبخ غاصب پر مضمون اور اس کی ملک ہو گیا تھا۔
 - ② خلط تو ابل کی وجہ سے مال مخلوط ہو گیا۔
 - ③ اگر عین حرام ہوتا تو فقرار کے لئے بھی حلال نہ ہوتا۔
- آپ کے خیال کے مطابق یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اگرچہ تناول حلال تھا مگر اخذ مکروہ
تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور بدیہ قبول نہ فرمایا۔
یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ یہ شرار فاسد کی طرح ہونے پر متفرع ہے جسکا ابطال اوپر
متعدد بار کیا جا چکا ہے۔

- ص ۹ ⑱ شرار فاسد سے تشبیہ من کل الوجوه نہیں، کما حررنا مرارا۔
- ص ۹ ⑲ حکم تصدق سے ثابت ہوا کہ بصورت بدیہ و بیع وغیرہ تبدیل ملک سبب حلت نہیں۔
- ص ۱۰ ⑳ بحکم شرار فاسد صرف نفاذ تصرفات میں ہے، وقف نام مرارا۔

ص ۳۱) وجہ استدلال؟

ص ۳۲) بحکم شراء فاسد من وجه ہے، کما تقدم مرارا۔

ص ۳۳) منع قبول یہیہ سے حرمت اکل معلوم ہوتی ہے، اس میں نمبر ۹ کا حوالہ دیا ہے، اس کا جواب وہیں نمبر ۹ میں لکھ دیا ہے۔

ص ۱) یہ نص صریح ہے کہ مال مخلوط تبدیل ملک سے حلال نہیں ہوتا، اس کے جواب میں شرار فاسد پر قیاس باطل ہے۔

ص ۲) مال مخلوط مال حربی کی طرح ہے مشتری فاسد کی طرح نہیں۔ مال مخلوط مشتری فاسد میں وجہ فرق اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔

اسی نمبر ۲ کے آخر میں شرح السیر الکبیر کی جو عبارت ہے اس میں مال حربی کو بمنزلۃ مشتری فاسد کہا ہے، حالانکہ یہ تشبیہ بالاتفاق صرف نفاذ تصرفات میں ہے، حلت میں نہیں، فلذا المال للمخلوط، مال مخلوط کو مشتری فاسد سے جہاں بھی تشبیہ دی گئی ہے وہاں وجہ شبہ صرف نفاذ تصرفات بیان کی گئی ہے، حلت کا ذکر کہیں بھی نہیں، اس سے وجہ شبہ میں حصر ثابت ہوتا ہے لان مفهوم الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ حجۃ۔

ص ۱۲) ۳) جزئیہ تیار خانہ سے استدلال تام نہیں، اور جزئیہ جامع الجوامع و خانہ کا جواب لکھا جا چکا ہے کہ یہ قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ پر مبنی ہے۔

ص ۱۳) ۴) یہ حرمت بیع و شرار پر صریح دلیل ہے، شرار فاسد پر قیاس کر کے حلت مشتری کا خیال باطل ہے، کما حورنا۔

ص ۱۴) ۵) اما مسألة ما اذا اختلط الحلال والحرام في البلد الخ،

یہ مال مخلوط بالیقین سے متعلق نہیں بلکہ مال مشتبہ سے متعلق ہے، یہاں اختلاط سے مراد یہ ہے کہ بازار میں حلال و حرام دونوں قسم کا مال ہے مگر مشتری کو متعین طور پر کسی چیز کے بارے میں حلت یا حرمت کا علم نہیں۔

جس مال کے مخلوط ہونے کا یقین ہو اس کا شرار اور مشتری کے لئے اس سے انتفاع حرام ہے، کما حورنا۔

ص ۱۵) ۸) عن الخلاصة : ان اشتراه محل،

مبنی علی قول الکرخی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

صلا ۲۲ قولك : مخلوط اگرچہ تملیک سے حلال ہو جاتا ہے ۔

قلت : حلال نہیں ہوتا ۔

خلاصہ :

① خط متیقن ہو تو مخلوط غاصب و اخذ من الغاصب دونوں کے لئے قبل اختیار الضمان حرام ہے، خواہ حلال غالب ہو یا مغلوب ۔

① اموال متمیزہ میں غلبہ کا اعتبار ہے جب یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس میں سے ہے ۔

② خط مشتبہ ہو تو بھی اموال متمیزہ کی طرح غلبہ کا اعتبار ہے ۔

③ صورت ثانیہ و ثالثہ میں غلبہ کا علم نہ ہو سکے تو اجتناب اولیٰ ہے ۔

⑤ صور جواز میں جہاں بھی ”اشتری“ آیا ہے وہ قول کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ پر مبنی ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ مشتری حرام نہیں، اداء الثمن من الحرام کا گناہ ہوگا ۔

⑥ کتاب الآثار وغیرہ کی سب روایات اشتباہ پر محمول ہیں ۔

④ جواز کی دوسری سب روایات قول مرجوح پر مبنی ہیں ۔

میں اس تحریر کے وقت عبارت اٹھا کے سوا دوسری عبارات کی تحقیق کے لئے ان کے

موانع کا مراجعہ اور انکے سیاق و سباق کا ملاحظہ نہیں کر سکا ۔

ثم بعد الفراغ من هذا التّحییر رأیت فی الہندیۃ ما یخالفہ الان یجمل علی المرجوح، ونصھا :

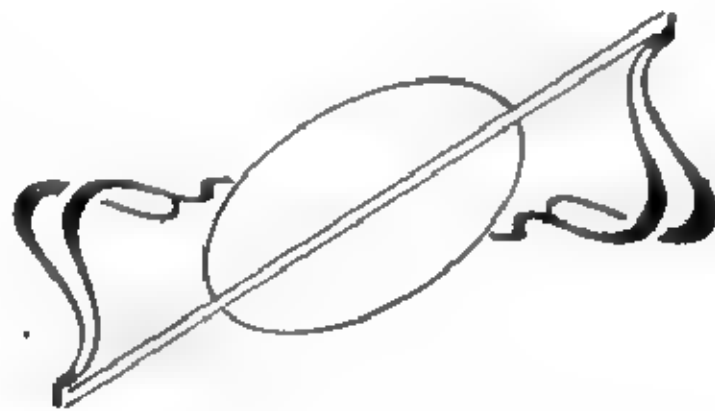
عن محمد رحمہ اللہ، تعالیٰ غصب عشرۃ دنانیر فالقی فیہا دینارا شم اعطی منہ

رجلا دینارا اجز شم دینارا الخ لا کذا فی التتارخانیۃ ناقل عن جامع الجوامع ۔

(عالمگیریہ ص ۱۴۱ ج ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ شعبان ۱۴۰۸ھ



وَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْحَوَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ
وَنُفِصْنَا عَنْ بَنِي الْفِجَارِ





وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

ڈاکٹری تعلیم کے لئے

انسانی ڈھانچے

ڈاکٹری مشق کے لئے انسان کی نعشہ پر عمل جراحی
کرنے اور چیر پھاڑ کر بے حرمتی کرنا جائز نہیں،

ڈاکٹری تعلیم

کے لئے

انسانی ڈھانچے

اس دورِ ترقی میں علاج اور علمِ العلاج کو اتنی
اہمیت دیدی گئی ہے کہ اس پر مذہب اور حرمت
نسان کو بھیٹ چڑھا دینا بہت معمولی سی بات
شریعت میں علاج اور علمِ العلاج کی اتنی
اہمیت نہیں کہ اس کے لئے انسانی نعش کو تختہ مشق
بنایا جائے اور اس کو چیر بھاڑ کر اس کی بے حسرتی
کی جائے۔

بالخصوص جبکہ یہ ضرورت مصنوعی ڈھانچوں کے بہت
پوری ہوکتی ہے جسکی تفصیل اس سالہ کے آخر میں ہے،

ڈاکٹری تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچوں کا استعمال جائز نہیں

سوال: نظام الفتاویٰ ۱۹۵۶ء میں کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے پر مشق کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا ہے اسکی فوٹو کاپی ارسال ہے۔ اس بارے میں اپنی تحقیق بالتفصیل تحریر فرمائیں، بیٹو! توجروا مسلم نعش پر عمل جراحی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہسپتال وغیرہ سے لاوارث مسلم نعش پر عمل جراحی کے لئے میڈیکل کالج میں بھیج دی جاتی ہے، اب اس کے متعلق سوال یہ ہے:

① مسلم نعش پر شرعاً کسی حالت میں عمل جراحی جائز ہے یا نہیں؟

② اور اگر کسی خاص صورت میں جائز بھی ہو تو میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے مسلم نعش پر عمل

الجواب

جراحی جائز ہوگا؟

① مسلم نعش پر عمل جراحی بعض حالات میں شرعاً جائز ہے۔ مثلاً کوئی عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ اور متحرک ہو تو تمام فتاویٰ میں یہ تصریح ہے کہ اس کے پیٹ کو بائیں جانب سے چیر کر بچہ کو نکال لیا جائے۔ درمختار میں ہے:

”حامل مائت وولدھا حتی یضطرب شق بطنھا من الایسر ویخرج ولدھا“

(بر حاشیہ رد المحتار ص ۱۱۱ ج ۱)

نیز ایسی صورت میں بھی عمل جراحی جائز ہے جبکہ مرنے والی کے پیٹ میں کوئی چیز متحرک معلوم ہو اور لوگوں کی رائے یہ ہو کہ یہ متحرک بچہ ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

وفي التجنیس من علامة النوال امرأة حامل مائت واضطرب فی بطنھا شیء و

كان رأیهم انہ ولدٌ صحیحٌ شق بطنھا (ص ۱۰۲ ج ۲ قبیل باب الشہید)

مطلب یہ ہے کہ ہر دو صورت میں بچہ زندہ ہونے کا یقین ہو یا بچہ کے زندہ ہونے کا ظن ہو، مردہ نعش کو چاک کرنا جائز ہے۔ نیز ایسی صورت میں بھی مردہ نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہے کہ کوئی شخص کسی کا روپیہ نگل جائے اور مرجائے۔ درمختار میں ہے:

لو بلع مال غیرہ ومات هل یشق قولان والاولی نعم

(قولہ الاولی نعم) لانہ وان كان حرمة الادمی اعلی من صیانة المال لکنہ

ازال احترامہ بتعلیہ کما فی الفتح ومفادہ انہ لو سقط فی جوف بلا تعلی لا یشق

ڈاکٹری تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے

اتفاقاً ۵ (رد المحتار ص ۶۶۲ ج ۵)

وفي البیہ عن تلخیص الکبریٰ یوبلغ عشرة دراهم ومات یسحق وافاد البیہ

عدم الخلاف فی الدراہم والد فانیر (رد المحتار ص ۱۳۳)

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ نعش پر بحالت ضرورت عمل جراحی جائز ہے۔

(۲) میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے نعش پر عمل جراحی کرنا شرعاً جائز ہوگا اسلئے

کہ آئین اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ دو ضرروں میں سے ایک ضرر اگر دوسرے ضرر سے عظیم ہو تو
اشد ضرر کا اخف ضرر کے ذریعہ ازالہ کیا جائے گا جس کی ایک مثال مردہ عورت کے پیٹ کا
بچہ نکالنے کے لئے چیرا جانا ہے۔

الاشباه والنظائر میں ہے :

لو كان احدهما اعظم ضرراً عن الآخر فان الاشد يزال بالاخف

(ص ۱۲۲ ج ۱ تحت القاعدة الخامسة)

اس کے بعد اس کی مثالوں میں بہت سی مثالوں کے ساتھ مذکورہ بالا مثال کو ان الفاظ میں

ذکر کیا ہے :

” ومنها جواز شق بطن الميتة لإخراج الولد اذا كانت توجب حياة وقد امر به

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فعاش الولد كما فی الملتقط ، (الاشباه والنظائر ص ۱۲۲ ، مع الحموی)

میڈیکل کالج میں چند مردوں کی نعش پر عمل جراحی کے باعث چونکہ سیکڑوں زندہ مر لیں

کی جان بچتی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک بچہ کی جان بچانے کے لئے ایک نعش پر عمل جراحی

بلا اختلاف جائز ہو اور سیکڑوں جانیں بچانے کے لئے چند نعشوں پر عمل جراحی جائز ہو، لہذا

ما عندی فان اصبحت فمن الله وان اخطأت فمئی ومن الشيطان۔

علماء کرام کے لئے قابل غور بات یہی ہے کہ عدم تعلیم سیکڑوں جانوں کی ہلاکت کا موجب

ہوگا یا نہیں؟ اور اگر موجب ہوگا تو یہ ضرر بمقابلہ چند نعشوں کے عظیم اور اشد ضرر ہے یا نہیں؟

میرا خیال ہے کہ بمقابلہ چند نعشوں کے سیکڑوں جانوں کی ہلاکت عظیم اور اشد ضرر ہے لہذا

الاشباه کی تصریح کی بنا پر آئین اسلام کی رو سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ میڈیکل کالج

میں نعش پر جو عمل جراحی کیا جاتا ہے وہ شرعاً حلال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،

منت اللہ رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر

الجواب صحیح

علم جراحی مسلمانوں کے لئے حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے، اور ادھر یہ قاعدہ بھی ہے،
الضرر یزال اور الضرورات تبیح المحظورات۔

پس ضرورت اور مجبوریوں کی وجہ سے یہ عمل جراحی جائز ہے، چنانچہ مجیب لبیب نے توضیح
کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۲۹ھ

الجواب صحیح والمجیب نجیح

خط کشیدہ عبارت تو بہت ہی مضبوط دلیل ہے اور آیت کریمہ:

ولکم فی القصاص حیلۃ یا اولی الاباب ۵

اور آیت قتال کے اشارے بھی اس طرف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب باسم ملہم الصواب

نظام الفتاویٰ کا جواب صحیح نہیں، تعلیمی ضرورت کو اخراج ولد پر قیاس کرنا بوجہ ذیل
باطل ہے:

① شق بطن ولادت کا ایک متبادل طریق ہے جو اس زمانہ میں عام ہے اس میں
انسان کی بے حرمتی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

② اخراج ولد کے لئے شق بطن امر عارضی ہے، اس کے بعد میت کو احرام کے ساتھ
دفن کر دیا جاتا ہے اور میڈیکل کالج میں ہمیشہ کے لئے تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔

③ اخراج ولد میں جان بچانے کا عمل ہو رہا ہے اور کالج میں جان بچانے کے طریقوں
کی تعلیم ہوتی ہے نفی الحال جانیں بچانے کا عمل نہیں ہو رہا۔

جان بچانے کے عمل اور اس کی تعلیم میں فرق ہے، مثلاً جان بچانے کے لئے حملہ آور کو
قتل کرنا جائز ہے مگر جان بچانے کا طریقہ سیکھنے کی غرض سے جائز نہیں۔

④ اسباب کی دو قسمیں ہیں:

ایک یہ کہ اس پر مسبب و ثمرہ کا ترتب عادتہ متیقن ہے اور ترکیب اسباب سے ہلاکت کا

ڈاکٹری تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے

یقین ہے، جیسے کسی کو آگ یا سیلاب یا کنوئیں وغیرہ سے نکالنا یا کسی درندہ کی گرفت سے بچانا۔
ان صورتوں میں جان بچانے کے اسباب اختیار کرنا فرض ہے اور ان کا ترک حرام ہے، اخراج
ولد بھی اسی قسم کا سبب ہے۔

اسباب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس پر نتیجہ کا ترتب ضروری نہیں اور ان کے ترک سے موت
متیقن نہیں۔

ایسے اسباب کا اختیار کرنا لازم نہیں اور ان کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، علاج الامراض اسی
قسم میں داخل ہے، سیکڑوں واقعات کا مشاہدہ ہے کہ علاج سے مرض مزید بڑھ گیا یا مریض
ہلاک ہو گیا اور کئی مریض بدون علاج ہی تندرست ہو گئے، اسی لئے اس پر اتفاق ہے کہ علاج
کرنا فرض نہیں ہے، اگر کوئی ترک علاج کے نتیجہ میں مر جائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اگر علاج
کرنا فرض ہوتا تو جہاں مرض کا صرف ایک ہی اسپیشلسٹ ہو اس کے لئے علاج کی اجرت لینا حرام ہوتا،
پھر مسئلہ زیر بحث میں تو علاج بھی نہیں، علاج کی تعلیم ہے وشتان بینہما کما قدمنا۔

⑤ بچہ کے جان بچانے کے لئے میت کے شق بطن کی صورت متعین ہے، دوسری کوئی
صورت ممکن نہیں، اس کے برعکس تعلیم کے لئے دوسری کئی صورتیں بسہولت اختیار کی جاسکتی ہیں، مثلاً:

① اسکریننگ مشین کے ذریعہ زندہ انسان کے اندرونی اعضاء کا تفصیلی معائنہ کیا جاسکتا ہے۔

② حیوانی ڈھانچوں سے کام لیا جاسکتا ہے، بالخصوص ڈارون کے نظریہ سے معلوم ہوتا ہے

کہ بندر اور انسان کے اعضاء میں یکسانیت ہے۔

③ پلاسٹک کے انسانی ڈھانچے مع اندرونی اعضاء کے بیرونی ممالک میں بن رہے ہیں،
ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اور مجسمہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ ڈھانچے
کے اعضاء علیحدہ کر کے رکھے جائیں، بوقت ضرورت بقدر ضرورت ایک عضو کو دوسرے سے
ملا یا جاسکتا ہے۔

روزنامہ ”مشرق“ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

”برطانوی فرموں میں مصنوعی مسالے سے تیار کیا ہوا انسانی ڈھانچا بنالیا گیا ہے، اس

ڈھانچے کو برطانوی فرموں نے ”سام“ کا نام دیا ہے، ڈھانچا اب بھی کبھی تعلیمی ادارے

منگواتے ہیں، لیکچر دینا ہو تو یہی مصنوعی ”سام“ استعمال ہوتا ہے، پورے انسانی

مصنوعی قد کا ”سام“ ۵ فٹ ۷ انچ کا ہوتا ہے اور اس کی قیمت ۳۸ پونڈ ۹ شلنگ ہے

ڈاکٹر تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے

جسم کے اندرونی اعضاء بھی ”سرے کی سائنٹیفک پلاسٹکس لمیٹڈ“ تیار کرتی ہے۔
مصنوعی دل کی قیمت ۱۳ پونڈ ۳ شلنگ۔

مصنوعی دماغ کی قیمت ۱۱ پونڈ ۱۰ شلنگ مقرر ہے۔

یہ کمپنی کان بھی تیار کرتی ہے جن کی قیمت ۱۰ پونڈ ہے، اس مصنوعی کان کے پردوں میں
آواز ٹھکانے کے بعد اسی طرح لہریں نمودار ہوتی ہیں جس طرح اصلی کان میں ہوتی ہیں،
افسان کے سانس لینے کا نظام بھی طلبہ کے استفادہ کے لئے مصنوعی بنایا جاتا ہے جس
کی قیمت ۱۲ پونڈ ۱۵ شلنگ ہے، اس مصنوعی سانس لینے والے انسان پر جان بچانے
کے طریقے کی مشق آسانی سے کی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے مصنوعی پھیپھڑے اسی طرح
کام کرتے ہیں جس طرح انسانی پھیپھڑے کرتے ہیں۔“

مجیب نے دوسرا قیاس اخراج مال کے لئے جواز شق بطن پر کیا ہے، حالانکہ اس کا بطلان
خود جزئیہ مذکورہ میں تعلیل جواز :

”لَا تَدْرِي أَنَّ حُرْمَةَ الْأَدَمِيِّ أَعْلَىٰ مِنْ صَيَانَةِ الْمَالِ لَكِنَّا زَالَهُ احْتِرَامُهُ بَعْدَ يَتَّعَدِيَّةً
سے ظاہر ہے۔

اشباہ کے کلیہ سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ حفظ احترام کے مقابلہ میں حفظ جان اگرچہ مقدم ہے
مگر یہاں احترام کے مقابلہ میں حفظ جان کا عمل نہیں، بلکہ اس کے طریقہ کی تعلیم ہے، خود علاج
ہی سببیت کی قسم ثانی ہے، اور یہاں تو علاج بھی نہیں ہو رہا۔ بلکہ علاج کی تعلیم دی جا رہی ہے، اس
پر حرمت انسان کو بھینٹ چڑھانا جائز نہیں۔

اگر مجیب کے نظریہ کے مطابق صورت زیر بحث میں حفظ احترام و حفظ جان کا تقابل
تسلیم کر لیا جائے تو کالجوں میں لاوارث ڈھانچوں کی کمی کی صورت میں وارثوں پر فرض ہوگا کہ اپنے
رشتہ داروں کی لاشیں دفن کرنے کی بجائے کالجوں میں پہنچائیں، بصورت انکار حکومت پر فرض
ہوگا کہ رشتہ داروں سے لاشیں جبراً چھین کر کالجوں میں مہیا کرے، اور اگر بوقت ضرورت کوئی
لاش دستیاب نہ ہو تو قبرستان سے مردے اکھاڑ کر کالج کی ضرورت پوری کرے۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ کالج میں لاوارث لاشوں کی بہت کمی ہے، لہذا اب بزرگ مجیب
جان بچانے کا فرض ادا کرنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وارثوں سے جبراً مردے وصول
کئے جائیں۔

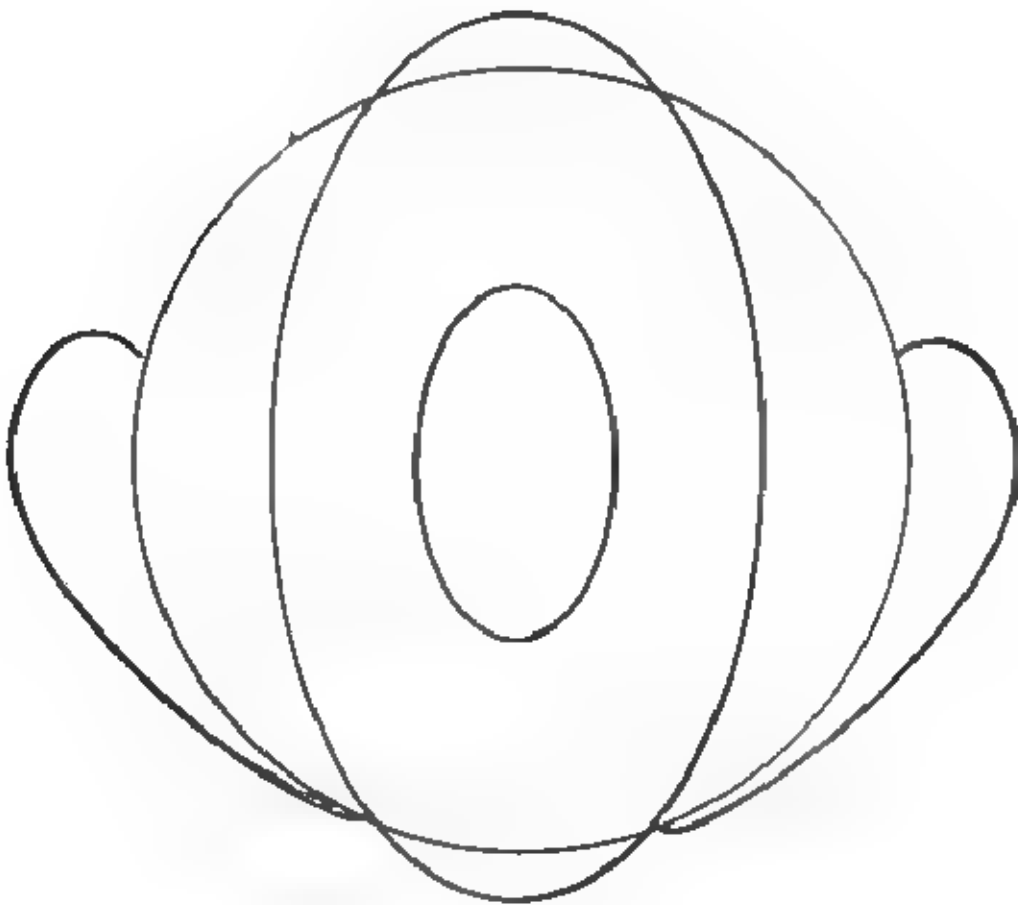
ڈاکٹر می تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچے —————

یہ ظلم صرف لاوارث لاشوں کے ساتھ مخصوص کیوں ہے جبکہ درحقیقت کوئی لاش بھی لاوارث نہیں۔ اس لئے کہ کسی کے نسبى وارث نہوں تو اس کا کفن و دفن حکومت یا عامۃ المسلمین پر فرض ہے اور یہی اس کے ولی ہیں۔

حکومت کا کوئی فرد اپنے رشتہ دار کی لاش دینے کو تیار نہیں تو دوسری لاش جس کی شرعی ولایت اور دفن کا فریضہ حکومت کے ذمہ ہے اسکی بچہ حرمتی کی اجازت کیوں دیتی ہے؟ کالجوں میں زیر تعلیم طلبہ کی بنسبت لاشوں کی غیر معمولی کمی کے ثبوت سے یہ ثابت ہو گیا کہ لاش کے بغیر بھی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہو سکتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں انسانی لاشوں کی بڑھتی ہوئی مانگ اور لاشوں کی منڈی میں غیر معمولی تیزی دیکھ کر انسانی درندے اور جرائم پیشہ لوگ انسانوں کو قتل کر کے انکی لاشیں منڈی میں فروخت کرنے کا کاروبار شروع کر دیں گے، ان کے لئے یہ بہت ہی نفع بخش تجارت ہوگی۔ کوئی اور شکار ہاتھ نہ لگا تو انہی اداروں کا علمہ، طلبہ، اساتذہ اور سربراہ کام لائے جاسکتے ہیں، ایسی ترقی کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ وهو العاصم ولا ملجأ ولا منجأ الا الیہ،

۲۶ شعبان ۱۴۰۲ ہجری



اللہ ملک السموات والأرض یخلق ما یشاء ۝ یرید لمن یشاء اناشاء وھیب لمن یشاء الذل وھیب
 اور یرید من یشاء الذل وھیب لمن یشاء اناشاء وھیب ۝ اناشاء وھیب لمن یشاء الذل وھیب ۝

ضبط تولید

≡

اسقاط حمل

○ قوت تولید ختم کرنا۔

○ مانع حمل تدابیر اختیار کرنا۔

○ حمل ٹھہر جانے کے بعد اسقاط کرنا۔

ضبطِ اقوالِ

و
لِسْقَاطِ حَمَلِ

آیاتِ قرآنِ

احادیثِ نبویہ

نصوصِ فقہاء

عملِ

ضبط تولید واستقاط حمل

سوال: ضبط تولید اور استقاط حمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم منہ الصواب

- ① ضبط تولید اور استقاط حمل دونوں کی مجموعی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:
- ② قطع نسل، یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کی وجہ سے دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جائے۔
- ③ منع حمل، یعنی ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہتے ہوئے حمل قرار نہ پائے۔
- ④ حمل ٹھہر جانے کے بعد چار ماہ پورے ہونے سے پہلے کسی ذریعہ سے اس کو ساقط کرنا۔
- ⑤ چار ماہ گزرنے کے بعد حمل گرانا۔

احکام:

پہلی صورت بالاتفاق حرام ہے، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں اور خواہ اس کے دوائی بظاہر کتنے ہی قوی ہوں۔

دوسری صورت کے حکم میں یہ تفصیل یہ ہے کہ بلا عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

- ① عورت اتنی کمزور ہے کہ بار حمل کا تحمل نہیں کر سکتی۔
- ② عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے جہاں اس کا مستقل قیام و قرار کا ارادہ نہیں، اور سفر کسی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں مہینوں لگ جاتے ہوں۔
- ③ زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہ ہونے کی وجہ سے عیسیٰ دگی کا قصد ہے۔
- ④ پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہے۔
- ⑤ یہ خطرہ ہو کہ فساد زمان کی وجہ سے بچہ بد اخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب ہوگا۔

اگر کوئی ایسی غرض کے تحت حمل روکے جو اسلامی اصول کے خلاف ہے تو اس کا عمل بالکل ناجائز ہوگا۔ مثلاً کثرتِ اولاد سے تنگی رزق کا خیال ہو، یا یہ وہم ہو کہ بچی پیدا ہوگئی تو عار ہوگی۔
تیسری صورت بلا عذر ناجائز اور حرام ہے، البتہ بعض اعذار کی وجہ سے اس کی گنجائش ہے مثلاً:
① حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو گیا اور دوسرے ذرائع سے پہلے بچے کی پرورش کا انتظام ناممکن یا متعذر ہو۔

② کوئی دیندار، حاذق طبیب عورت کا معاینہ کر کے یہ کہہ دے کہ اگر حمل باقی رہا تو عورت کی جان یا کوئی عضو ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔
چوتھی صورت مطلقاً حرام ہے، کسی بھی عذر سے اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

تنبیہ:

ضبط تولید اور اسقاط حمل کی ناجائز صورتوں میں عدم جواز کے علاوہ دینی و دنیوی لحاظ سے مفاسد کثیرہ پائے جاتے ہیں، مثلاً:

① زنا اور امراض خبیثہ کی کثرت، عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ دو چیزیں غلامی علی معیار پر قائم رکھتی ہیں اور زنا کی برائی سے بچائے رکھتی ہیں۔ ایک فطری حیا دوسری یہ خوف کہ عرامی بچے کی پیدائش اس کو معاشرہ میں ذلیل و رسوا کر دے گی۔

ان میں سے پہلے مانع کو توجہ دید مغربی تہذیب نے بڑی حد تک دور کر دیا۔ بازاروں، دستروں، کالجوں، یونیورسٹیوں، مختلف تقریبات اور محفلوں میں بے پردہ عورتوں کی مردوں کے ساتھ بے محابا شرکت کے بعد حیا کہاں باقی رہ سکتی ہے۔

ضبط تولید کے رواج عام نے دوسرے مانع یعنی عرامی اولاد کی پیدائش کے خوف کو باقی نہ رکھا، عورتوں اور مردوں کو زنا کی عام رخصت مل گئی ہے۔

اور کثرتِ زنا کی وجہ سے طرح طرح کے امراض خبیثہ کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

② طلاق کی کثرت اور اس کے نتیجے میں خاندانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے اور فسادات کا ہونا، عورت اور مرد کے درمیان ازدواجی تعلق کو مضبوط کرنے میں اولاد کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، جب اولاد نہ ہوگی تو زوجین کے لئے ایک دوسرے کو چھوڑ دینا بہت آسان ہوگا۔

③ بعض اخلاقی خصائص کا فقدان، والدین میں بعض اخلاقی خصائص صرف تربیتِ اولاد ہی سے پیدا ہوتے ہیں، ضبط تولید کے باعث دونوں ان خصائص سے محروم رہتے ہیں۔

جس طرح والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں اسی طرح بچے بھی والدین کی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ بچوں کی تربیت سے والدین میں محبت، ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، عاقبت اندیشی، صبر و تحمل اور ضبط نفس کی مشق ہوتی ہے، سادہ معاشرہ و قناعت اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ضبط تولید سے ان تمام اخلاقی فوائد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

(۴) بچوں کے اخلاق کا نقصان: بچوں کی تربیت صرف ان باپ ہی نہیں کرتے بلکہ وہ خود بھی ایک دوسرے کی تربیت کرتے ہیں، ان کا آپس میں رہنا ان کے اندر محبت، ایثار، تعاون اور دوسرے عظیم اوصاف پیدا کرتا ہے، وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کر کے اپنے اندر سے بہت سے اخلاقی عیوب دور کر لیتے ہیں۔

جس بچے کو چھوٹے اور بڑے بھائی بہنوں کے ساتھ رہنے سہنے، کھیلنے کودنے اور معاملات کرنے کا موقع نہیں ملتا وہ بہت سے اعلیٰ اخلاقی خصائص سے محروم رہ جاتا ہے۔ جو لوگ ضبط تولید پر عمل کر کے اپنی اولاد کو صرف ایک ہی بچے تک محدود کر لیتے ہیں یا دو بچوں کے درمیان اتنا وقفہ کرتے ہیں کہ ان میں عمر کا بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے وہ دراصل اپنی اولاد کو بہتر اخلاقی تربیت سے محروم کر دیتے ہیں۔

(۵) صحت کی خرابی: ضبط تولید کی وجہ سے زوجین کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے، مرد کی نسبت عورت کی صحت پر زیادہ اثر پڑتا ہے، ضبط تولید کی خاطر جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں بالخصوص جو گولیاں اور دوائیں استعمال کی جاتی ہیں وہ عورت کی صحت کے لئے انتہائی نقصان دہ ہیں، عمر گزرنے سے ان کے مضر اثرات آہستہ آہستہ رونما ہوتے ہیں۔ مثلاً اعصابی نظام میں برہمی، بد مزاجی اور چڑچڑاہٹ، حافظہ کی خرابی، جنون، سرطان اگر کبھی حمل ہو جائے تو وضع حمل کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔

یہ چند نقصان بطور نمونہ لکھ دیئے ہیں جو صاحب بصیرت و دانش کے لئے کافی ہیں۔

قال الله تبارک و تعالیٰ:

وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها (۶-۱۱)

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایا ہم (۶-۱۵۲)

ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق نحن نرزقکم وایا کم ان قتلتهم کان خطاً

کبیرا (۱۷-۳۱)

وامر اهلك بالصلوة واصطبر علیہا لانسئلك رزقا نحن نرزقك (۲۰-۱۳۲)

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ التبتل ولو اذن له لاختصینا (صحیح بخاری ص ۵۹ ج ۲)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت یا رسول اللہ انی رجل مثاب وانا اخاف علی نفسی العنت ولا اجد ما تزوج بہ النساء فسکت عنی ثم قلت مثل ذلك فسکت عنی ثم قلت مثل ذلك فسکت عنی ثم قلت مثل ذلك فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباہریرۃ جف القلم بما انت لاق فاخصر علی ذلك اوذر (ایضاً)

قال المحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذا الحديث: ان الاختصاص فی الأدمی حرام مطلقاً (عمدة القاری ص ۲۰ ج ۲۰)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اخبرہ قال اصبنا سبایا فکنا نعزل ثم سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك فقال لنا وانکم لتفعلون وانکم لتفعلون وانکم لتفعلون ما من نسمة کائنۃ الی یوم القیمة الا ہی کائنۃ

قال العلامة النووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذا الحديث: ثم هذا الاحادیث مع غیرها یجمع بینہما بأن ما ورد فی النہی محمول علی کراهۃ التزییہ وما ورد فی الاذن فی ذلك محمول علی انہ لیس بمحرم و لیس معناه نفی الکراهۃ۔

(صحیح مسلم ص ۴۶۳ ج ۱)

عن جد امۃ بنت وہب اخت عکاشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت حضرت رسول اللہ علیہ وسلم فی اناس وهو یقول لقد هممت ان انہی عن الغیلۃ فنظرت فی الروم وفارس فاذا هم یخیلون اولادہم فلا یضر اولادہم ذلك شیئاً ثم سألوه عن العزل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلك الواد الخفی زاد عبید اللہ فی حدیثہ عن المقرئ واذا الموؤدة سئلت۔

قال العلامة النووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذا الحديث: الواد والمؤدة بالهمز والواو وفن البنت وہی حیۃ وكانت العرب تفعلہ خشیۃ الاملاق وربما فعلوه خوف العار والمؤدة البنت المدفونۃ حیۃ ویقال وادت المرأة ولداً واد اقل

سميت مؤودة لانها تشغل بالتراب وقد سبق في باب العزل وجه تسمية هذا
وأداه وهو مشابهة الواد في تفويت الحياة (صحيح مسلم ص ٢٦٦ ج ١)
قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: (ويعزل عن الحرة) وكذا المكتبة
تقهر (بأذنها) لكن في الخانية انه يباح في زماننا لفساده قال الكمال فليعتبر عذرا
مسقطا لاذنها، وقالوا يباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن الزوج
وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى: (قوله لكن في الخانية) عبارتها
على ما في البحر وذكر في الكتاب انه لا يباح بغير اذنها وقالوا في زماننا يباح لسوء
الزمان اهـ -

(قوله قال الكمال) عبارته وفي الفتاوى ان خاف من الولد السوء في العرة
يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله من الاعذار مسقطا لاذنها
اهـ فقد علم مما في الخانية ان منقول المذهب عدم الاباحة وان هذا تقييد من
مشايخ المذهب لتغير بعض الاحكام بتغير الزمان واقره في الفتح وبه جزم
القهستاني ايضا حيث قال وهذا اذا لم يخف على الولد السوء لفساد الزمان
والا فيجوز بلا اذنها اهـ لكن قول الفتح فليعتبر مثله الخ يحتمل ان يريد بالمثل
ذلك العذر كقولهم مثلك لا يبخل ويحتمل انه اراد الحاق مثل هذا العذر به كأن
يكون في سفر بعيد او في دار الحرب فخاف على الولد او كانت الزوجة سيئة الخلق
ويريد فراقها فخاف ان تحبل وكذا ما يأتي في اسقاط الحمل عن ابى وهبان فافهم -
(قوله وقالوا الخ) قال في النهر بقي هل يباح الاسقاط بعد الحمل نعم
يباح ما لم يتخلق منه شيء ولن يكون ذلك الا بعد مائة وعشرين يوما وهذا
يقتضى انهم ارادوا بالتخليق نفخ الروح والافئدة وغلط لان التخليق يتحقق
بالمشاهدة قبل هذه المدة كذا في الفتح واطلاقهم يفيد عدم توقف جواز
اسقاطها قبل المدة المذكورة على اذن الزوج وفي كل هذه الخانية ولا أقول
بالحل اذا المحرم ملوكس البيض الصيد ضمنه لانا اصل الصيد فلما كان يؤخذ بالجراء
فلا اقل من ان يلحقها ثم هنا اذا سقطت من غير عذرها قال ابن وهبان
ومن الاعذار ان ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لابي الصبي ما يستأجر به

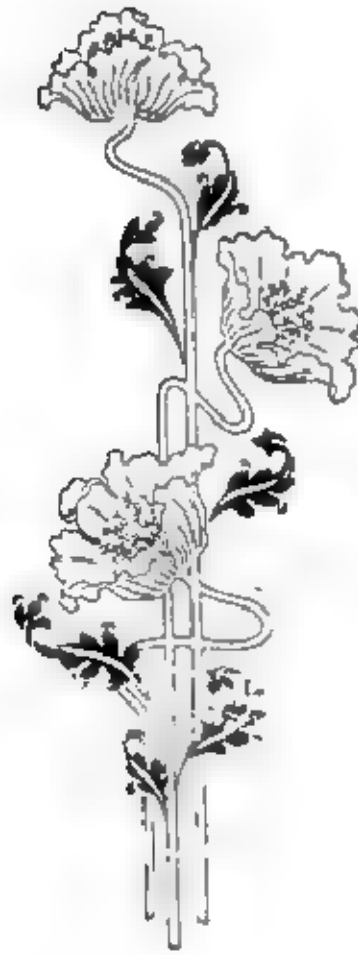
الظفر ويخاف هلاكه ونقل عن الذخيرة لو ارادت الالتقاء قبل مضي زمن
ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلك ام لاختلفوا فيه وكان الفقيه على بن موسى
يقول انه يكره فان الماء بعد ما وقع في الرحم ماله الحياة فيكون له حكم الحياة كما في
بيضة صيد الحرم ونحوه في الظهيرية قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمولة
على حالة العذراء وانما لا تأثم ثم القتل اه وبما في الذخيرة تبين انها لو ارادوا
بالتخليق الانفخ الروح وان قاضيهان مسبوق بما مر من التفقه والله تعالى
الموفق اه كلام النهرح (تنبيه) اخذ في النهر من هذا وما قدمه الشارح عن
الحانية والكمال انه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه في
البحر من انه ينبغي ان يكون حراما بغير اذن الزوج قياسا على عزله بغير اذنها
قلت لكن في البرازية له منع امرأة عن العزل اه نعم النظر الى فساد الزمان يفيد
الجواز من الجانبين فما في البحر مبنى على ما هو اصل المذهب وما في النهر على
ما قاله المشايخ والله الموفق (رد المحتار ص ۳۸ ج ۲)

قال في الهندية: رجل عزل عن امرأته بغير اذنها لما يخاف من الولد
السوء في هذا الزمان فظاهر جواب الكتاب ان لا يسعه وذكره تيسره
لسوء هذا الزمان كذا في الكبرى - وله منع امرأته من العزل كذا في الوجيز
للكردري، وان اسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة كذا في
فتاوى قاضيهان، العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه كالشعر
والظفر ونحوهما لا يجوز وان كان غير مستبين الخلق يجوز وما في
زماننا يجوز على كل حال وعليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاط - وفي
اليتيمة سألت على بن احمد عن اسقاط الولد قبل ان يصور فقال اما في
الحررة فلا يجوز قول واحد ا واما في الامة فقد اختلفوا فيه والصحيح هو
المنع كذا في التارخانية، ولا يجوز للمرضعة دفع لبنها للتداوى ان اضر بالصبي
كذا في القنية، امرأة مرضعة ظهريها حبيل وانقطع لبنها وتخاف على
ولدها الهلاك وليس لابي هذا الولد سعة حتى يستأجر الظربياح لها
ان تعالج في استنزال الدم مادام نطفة او مضغة او علقة لم يخلق له

عضو وخلقہ لایستبین الا بعد مائۃ وعشرين يوما اربعون نطفۃ
واربعون علقۃ واربعون مضغۃ کذا فی خزائن المفتین وھکذا فی فتاوی
قاضیخان واللہ اعلم (عالمگیریۃ ص ۲۵۶ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۱۰ محرم ۱۴۱۵ھ



[illegible][illegible]

قَوْمٌ يَخْضِبُونَ بِالسَّوَادِ خِرَ الزَّمَانِ كَحَوَاصِلِ كَمَا
لَا يَرِيجُونَ رَاحَةَ الْجَنَّةِ ، رَوَاهُ التَّسَائِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ



طريق السداد لمحل الخضاب بالسواد



ایک استفتا میں ایک قلمی رسالہ بھیجا گیا تھا، جس میں نصوص
حدیث و فقہ میں تحریف کر کے خضاب بالسواد کو جائز ثابت
کرنے کی کوشش کی گئی تھی، —————

باسمہ رسالہ میرے

اس کا جواب ہے، قاعدہ تو یہ ہے کہ جواب کے ساتھ
اصل رسالہ پورا یا اسکا خلاصہ لکھا جاتا مگر عدیم الفرستی
کی وجہ سے وہ رسالہ نقل کئے بغیر واپس بھیج دیا گیا تھا۔

خضاب بالسواد متعلق ایک سوال کا جواب

قال : ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ الخ (ص ۱)

وقال الامام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الخ (ص ۲)

وقال الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ الخ (ص ۳)

قال فی البحر الرائق لابن السکیت الخ (ص ۴)

ومذہبنا ان الصبغ الخ (ص ۵)

وقال فی الشامیۃ قولہ جاز الخ (ص ۶)

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ الخ (ص ۷)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ (ص ۸)

یس مراد خضاب بجموع حنا وکتم باشد (ص ۹)

اقول : جواب ہذا عبارت باسرها بیان المراد منها غیر السواد الخ

من غیر التفات الی تحقیق معنی الکتم بانہ یکون سوادا خالصا ولا۔ والی ان اول

للجمع ام بمعنى او۔ وان الجمع بین الحناء والکتم یورث سوادا خالصا ولا۔

والدلیل علی ما ادعیتم من سبعة اوجه۔

① رفع التعارض بین الادلة فالممنوع منه ما یکون سوادا خالصا والمجاز غیر ذلک

للتحد معانی الاشارة لاقتضاد۔

② نقل المفتی علی ص ۸ عن فتح الباری فکان اکثرہم یخضب بالصفرة منهم

ابن عمر والیوہریریہ وآخرون رضی اللہ تعالیٰ عنہم وروی مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وخضب بعضهم بالحناء والکتم وبعضہم بالزعفران و

خضب جماعۃ بالسواد۔

فعلی من ہذا المقابلة صراحة بان المراد من الحناء والکتم غیر السواد۔

③ اختضب لاجل التزین للنساء والجوارى جاز فی الاصح ویکره بالسواد (رد المحتار)

④ اما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلک من الغزاة لیکون اہیب فی عین

العدو فهو محمود منه اتفق علیہ المشایخ ومن فعل ذلک لیزین نفسه للنساء

ولیحیب نفسہ الیہن فذلک مکروه وعلیہ عامة المشایخ الخ (ان قال) وعن الامام

رحمہ اللہ تعالیٰ ان الخضاب حسن لکن بالحناء والکتم والوسمة (عالمگیریۃ)

(۵) روى الامام البخارى رحمہ اللہ تعالیٰ فی باب ہجرة النبى صلى اللہ علیہ وسلم اصحابہ الى المدينة قدم النبى صلى اللہ علیہ وسلم وكان اسن اصحابہ ابو بكر فغلفها بالحناء والکتم حتى قنألونها (بخارى ج ۱ ص ۵۵۸)

فعلمان الجمع بين الحناء والکتم لا يستلزم السواد كما زعم المفتى -

(۶) فی الموطا للامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا نرى بالخضاب بالوسمة والحناء والضفيرة بأشوا وان ترك ابيض فلا بأس بذلك كل ذلك حسن اه وفي التعليق الموجد على الموطا (قوله بالوسمة) والخضاب به صرفا لا يكون سوادا خالصا بل ما شلا الى الخضرة وكذا اذا خلط بالحناء وخضب به نعم لو خضب الشعرا ولا بالحناء صرفا ثم بالوسمة عليه يحصل السواد الخالص فيكون ممنوعا كما سيأتى ذكره (وبعد اسطر على قوله لا نرى) واما الخضاب بالسواد الخالص فغير جائز لما اخرج ابو داود والنسائي وابن حبان والحاكم وقال صحيح الاسناد عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريجون راثة الجنة وجنح ابن الجوزي في العلق المتناهية الى تضعيفه مستندا بما روى ابن سعد والحسين بن علي رضي اللہ تعالیٰ عنهما كانا يخضبان بالسواد وليس مجيد فلعلم لم يبلغهما الحديث والكلام في بعض رواة ليس بمجيد يخرج عن حيز الاحتجاج ومن ثم عد ابن حجر المكي في الزواج الخضب بالسواد من الكبار ويؤيد ما اخرج الطبراني عن ابى الدرداء رضي اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا من خضب بالسواد سواد اللہ وجهه يوم القيامة وعند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ غيروا الشيب ولا تقربوا السواد واما ما في سنن ابن ماجه مرفوعا ان ما اختضبتكم به هذا السواد ارجب لساكنكم واهيب لكم في صد وراعد انكم ففي سند ضعفاء فلا يعارض الروايات الصحيحة و اخذ منه بعض الفقهاء جوازہ في اجهاد اہ -

(۷) روى الامام البخارى رحمہ اللہ تعالیٰ في مناقب الحسن والحسين رضي اللہ تعالیٰ عنهما عن انس بن مالك رضي اللہ تعالیٰ عنه وكان (الحسين رضي اللہ تعالیٰ عنه) مخضوبا بالوسمة - قال المحدث السها رنفوري رحمہ اللہ تعالیٰ في الحاشية ظاهرة وان

كان معارضا لقوله عليه السلام جنبوه السواد لكن المعنى كان محضوبا بالوسمة الخاصة والخضيب بها وحدها لا يسود الشعر فاندفع التعارض بينهما لان المنهى عنه هو السواد البحت او كون السواد غالباً لا بالعكس ومنشأ الشريعة بتهميته ان لا يلتبس الشيب بالشيب والشيخ بالشاب على ان الحسين رضي الله تعالى عنه كان غازيا شهيداً فالخضيب بالسواد جائز في الجهاد (صحیح البخاری ج ١ ص ٥٣٠)

فاذات عبارة التعليق الممجد وحاشية صحيح البخاري امورا -

① ما يروى من فعل الحسين رضي الله تعالى عنه فليس في رواية البخاري التصريح بالسواد -

② فالرواية المصروفة بالسواد ان ثبتت فهي مؤولة بالشبه بالسواد - عزاه الى اللغات في حاشية ابني داود باب الخضب (ص ٢٢٦ ج ٢)

③ لم يبلغ الحسين رضي الله تعالى عنه حديث الثمي عن السواد -

④ كان الحسين رضي الله تعالى عنه غازيا -

تلك سبع شدا على ان المراد من الحناء والكتم الذي ابيح استعماله غير السواد -

قال : والممنوع من الخضب هو ما يكون لونه كحواصل الحمام الخ (ص ٢٧)

اقول : ان المراد من الحديث هو السواد الخالص لا لون الحواصل بعينه لانه لا وجه لكونه منهي عنه ووجه النهي عن السواد الخالص معقول -

قال : لان الوعيد صادق على قوم يظهر في آخر الزمان (ص ٥)

اقول : في زماننا الذي هو آخر الزمان يخضبون بالسواد الخ لصل فعلم ان

مرادة صلى الله عليه وسلم هو السواد لا لون الحواصل بعينه -

اقوال الصحابة رضي الله تعالى عنهم (ص ٦)

اقول : لا يقتدى باقوالهم في مقابلة الاحاديث لصحيفة كما لا تقتدى باقوال

جماعة من الصحابة رضي الله تعالى عنهم التي تقول بوجوب قراءة لفاتحة خلف

الامام والحال اننا قائلون بتحريمها على ان ذهبتم شذوذة قليلة الى الاباحة

فذهب الى التحريم جرم غفير - وهذا بعد تسليم صحة نقل المفتي فاني لما تتبع

الكتب المنقول عنها -

قال : على اولوالالباب (ص ۱۰)

اقول : الصحيح على اولوالالباب .

قال : قد ورد في الحديث الخ (ص ۱۰)

اقول : قال ابو الحجاج كل ما تفرد به ابن ملجم فهو ضعيف لا يراد طائفة من الاحاديث الموضوعة ولذا اخرج الشافعي في الله رحمه الله تعالى من فهرس الصحيح . والحديث ضعيف جداً لان دقاً السدوسي ضعيف (تقريب) و ايضا في اسناده عبد الحميد الصيفي وهولين الحديث (المنجم)

قال : على النقي فلما صدر النهي الخ (ص ۱۱)

اقول : فيا للعجب لعلم المفتي والادب بان وضع لفظ النهي موضع الاباحة

فلعلها مترادفات عنده .

قال : لا يدل على الكراهة التحريمية الخ (ص ۱۳)

اقول : ان المتبادر من الكراهة هي التحريمية الا عند القرائن الدالة على

التنزيه فالمستثنى من الكراهة التحريمية والمستثنى عدم الكراهة التحريمية ولذا يذكر حد الكراهة التحريمية في تعريف مطلق الكراهة كما قال في الهداية تكلموا في معنى المكروه والمروي عن محمد رحمه الله تعالى نص ان كل نكوه حرام الا انه لما لم يجد فيه نصاً قطعاً لم يطلق عليه اسم الحرام وعن ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى انه الى الحرام اقرب . وفي الشامية احدهما كره تحريمي وهو لم يحمل عند ملازم الكراهة الخ

على ان الاحاديث الصحيحة وعبارات الفقه مصرحة بالمنع والتحريم بدون ذكر لفظ الكراهة كما ورد في الحديث الصحيح عن جابر رضي الله تعالى عنه قال حيي بابي تحت يوم الفتح الى النبي صلى الله عليه وسلم وكان رأسه ثغامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذهبوا به الى بعض نسائه فلتغيره وجنبوه السواد (رواه ابن ماجه) وهذا الحديث صحيح (رواه مسلم) ومذهب الجمهور المنع (المنجم) واخر ابن عابد بن عبارات التحريم ليدل على اختياره اياه كما قال في الشامية في بحث التشويب تحت (قوله وابو يوسف خصم) اخر ذكر وجه ابى يوسف رحمه الله تعالى لافادة اختياره الخ (رد المحتار) - فالظاهر ان المفتي جار عن الحق الباهر تعسفاً و

سلك في الاستدلال مسلك الديانة فاورد الضعاف وحرف الكلم عن مواضعها
واورد قطع العبارات الناقصة على طريقة ان تذكر قوله تعالى لا تقربوا الصلوة
وتترك وانت مسكارى -

والحاصل ان العبارات الدالة على التحريم من الفقه والحديث كثيرة يقتصر
احصائها والاغماض عنها تعسف وتجاهل على ان ان سلمنا التعارض فالترجيح
للمحرم - والحق انه لا معارضة بين الحديث الضعيف الساقط عن حد لا اعتبار
والصحيح - وبين قول شريحة قليلة ومذهب الجمهور من المحققين -

قال : اول الخ (ص ۱۵)

اقول : قد اشتهر في الافاق اطلاق اسم المصنف على المصنف فكيف
جهل عنه المفتي الاديبي فمن هذا القبيل الجاهل وعبد الرسول وعبد الغفور و
الملا عبد الرحمن والملا جمال في النحو - والزواهد الثلاثة في المنطق واشهر
لواء الهدى في اليلك والدمي باسم مصنفه غلام يحيى ويطابق لفظ ابن عابد
على رحا المختار في بلاد العرب وفي بلادنا يقال له الشامي كما ارتكبه المفتي ايضا على
ص ۲ و ص ۲۳ ، فالعجب انه كيف يعترض بما يرتكب وكذا الكرشاء وذو سيوس
واكر بظليوس في الرياض وكذا عبد الحكيم وغيرها من اسماء الكتب مما لا تحصى
وكتب الحديث كلها محروفة باسماء مصنفها -

قال : والثاني الخ (ص ۱۶)

اقول : فاني منقلب ينقلب المفتي الفاضل الاديبي في عبارات الفقهاء
التي فيها اضافة الكراهة الى التحريم كما قال في الفتح ثمان هذا احد المكروه كراهة
تحريم واما كراهة المكروه كراهة تنزيه فالى الحل اقرب -

فقط والله الهادي الى سبيل الرشاد

۲۳ رمضان سنة ۱۲۷۲ هجرى

ضمیمہ

از حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

سیاہ خضاب لگانے والا جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا اذنب ذنباً کانت نکتۃ سوداً فی قلبہ فان تاب منها صقل قلبہ وان زاد زادت فان لك قول الله تعالى : کلابل رائ علی قلوبهم ما کانوا یکسبون (احمد، ترمذی، نسائی)

”حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : جب بندہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر باریک سیاد دھبہ لگ جاتا ہے اس کے بعد اگر توبہ کرے تو (سیاہی دھل جاتی ہے اور) دل صاف و شفاف ہو جاتا ہے لیکن توبہ کی بجائے اگر گناہوں میں اور آگے بڑھتا رہے تو یہ دھبہ بھی بڑھتا جاتا ہے (حتیٰ کہ پورے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے) اور یہ وہی رنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا : کلابل رائ ان“

اس ارشاد نبوت کے تناظر میں ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جن معاصی کا ہر طرف دور دورہ ہے ان میں ایک بڑی تعداد ان گناہوں کی ہے جنہیں شیوع عام کی بنا پر نہ صرف گناہوں کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے بلکہ وہ فیشن اور ترقی کا نشان قرار پا گئے ہیں۔

ذرا سوچئے کتنے مسلمان ہیں جو تصویر سازی، ساز و موسیقی، سنیما بینی، ڈاڑھی منڈانے کٹانے کی لعنت، بے پردگی، نسوانی قیادت، غیر شرعی لباس اور اغیار کے طور طریقوں کو گناہ باور کرتے ہیں؟

خضاب یا نسود یعنی سیاہ خضاب کے ذریعہ بڑھاپے کو چھپانا ان گناہوں میں سرفہرست ہے اور اس پہلو سے سنگین تر کہ عام معاصی میں مبتلا لوگوں کی اکثریت تو آخرت بیزار بے دین قسم کے لوگوں کی ہوتی ہے، لیکن اس گناہ کا شکار صرف بے دین

ہی نہیں دیندار بلکہ باریش، رنگ اور پیران پارسا بھی ہیں۔ جو مسلمان شعارِ اسلام اور نشانِ مردی کو ہی تیخ و بن سے اکھاڑ چکے انھیں خضاب مہندی سے کیا واسطہ؟ وہ تو مردانہ صورت سے ہی خار کھائے بیٹھے ہیں۔

سیاہ خضاب پر وعیدیں :

سیاہ خضاب کا استعمال خواہ ڈاڑھی میں ہو یا سر میں حرام ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث میں سفید بالوں کے تبدیلی کے لئے حنا (مہندی) اور کتم (وسمہ) استعمال کرنے کی ترغیب اور خالص سیاہ رنگ استعمال کرنے پر بہت شدید وعیدیں آئی ہیں۔ احادیث ملاحظہ ہوں :

① عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما غیر بہ هذا الشیب الحناء والکتم (سنن اربعة)

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : بہترین رنگ جن سے سفید بالوں کی سفیدی تبدیل کی جائے مہندی اور وسمہ ہیں۔“

② عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون بهذا السواد کحواصل الحمام لایریدون راحة الجنة (ابوداؤد، نسائی، احمد، ابن حبان)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : آخر زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے جو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ رنگ کا خضاب کریں گے، یہ جنت سے اتنے دُور رکھے جائیں گے کہ اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔“

③ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اتی بابی فحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوم فتح مکة ورأسہ ولحیۃہ كالشمامة بیاضا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیروا هذا بشیء واجتنبوا السواد (مسلم، ابوداؤد، نسائی، احمد، ابن ماجہ)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال شامہ گھاس کی طرح سفید تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کی سفیدی کسی چیز سے تبدیل کر دو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب برتو۔“

وضوح مطلب کے لئے یہ ارشادات کافی دوانی ہیں، تاہم چند مزید روایات پیش کی

جاتی ہیں جو سند کے لحاظ سے گو اس درجہ قوی نہیں مگر تائید و تقویت کی غرض سے پیش کی جا رہی ہیں :

(۱) عن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ مسلماً ان اللہ لا ينظر الى من يخضب بالسواد يوم القيامة (کنز العمال ص ۶۷ ج ۶)

”سیاہ خضاب کرنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (نظر رحمت سے) نہ دیکھیں گے“

(۲) عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ يوم القيامة۔ رواہ الطبرانی وابن ابی عاصم (کنز العمال ص ۶۷ ج ۶، جمع الوسائل ص ۱۲ ج ۱، اوجز المسائل ص ۳۳ ج ۶)

”جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا چہرہ سیاہ کر دیں گے“

(۳) من مثل بالشعر ليس له عند الله خلق (طبرانی)

قال في النهاية مثله الشعر حلقه من الخلد و دوقيل نفيه او تغيرة بسواد۔ (ص ۲۹ ج ۴)

”جس نے بالوں کو بگاڑا اللہ تعالیٰ کے ہاں (رحمت سے) اس کا کوئی حصہ نہیں، نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ بگاڑنے سے مراد ہے رخساروں سے بال مونڈنا اور بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد سفید بالوں کا اکھاڑنا یا انہیں سیاہ رنگ سے تبدیل کرنا ہے“

(۴) عن انس رضي الله تعالى عنه اول من اختضب بالحناء والكتم ابراهيم خليل الرحمن واول من اختضب بالسواد فرعون (فردوس دیلمی، السراج المندیر، کنز العمال، اوجز المسائل، کشف الخفاء للجواہری)

”سب سے پہلے ہندی اور رومہ سے خضاب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے“

اجماع مذاہب اربعہ :

سیاہ خضاب کی حرمت پر مذاہب اربعہ کا اجماع ہے، بطور مثال ہر مذہب سے ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

حنفیہ :

علامہ علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يستحب للرجل خضاب شعرة ولحيته (القولہ) ويكره بالسواد -
 ”مرد کے لئے سر اور ڈاڑھی پر خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ رنگ کا خضاب
 مکروہ تحریمی ہے“

اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں :

(قولہ ويكره بالسواد) ای لغیر الحرب قال فی الذخيرة : اما الخضاب بالسواد
 للغزو لیکون اھیب للعد وفھو محمود بالاتفاق وان یزین نفسه للنساء
 فمکروه وعليہ عامة المشايخ (رد المحتار ص ۲۲ ج ۶)

”جہاد کے سوا کسی بھی مقصد کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے، ذخیرہ
 میں لکھا ہے کہ دشمن پر رعب ڈالنے کی غرض سے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب
 کا استعمال بالاتفاق محمود و مستحسن ہے، شوہر کا بیوی کی خاطر خضاب رنگنا
 مکروہ ہے عام مشائخ کا یہی مذہب ہے“

مزید فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۵۹ ج ۵، اس کے حاشیہ پر قاضی خان ص ۲۱ ج ۳، ہزاریہ ص ۲۴ ج ۴،
 الجویہ النیرۃ ص ۳۶ ج ۲ اور دیگر فتاویٰ پر بھی یہ مسئلہ اسی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

تنبیہ :

کتاب فقہ میں جہاں لفظ ”مکروہ“ مطلق ہوتا ہے اس سے ”مکروہ تحریمی“ مراد ہوتا ہے
 جو حرام ہی کی ایک قسم ہے گناہ اور عذاب میں حرام کے برابر ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔

مالکیہ :

کتاب مالکیہ میں سرسری تلاش سے کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ شارح موطا حضرت
 شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں :

وفی المحلی : یکرہ عند مالک صبغ الشعر بالسواد من غیر تحریم۔

(اوجز المسالك ص ۲۵ ج ۱۵)

”محلی میں ہے : امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالوں کو سیاہ رنگ کرنا
 مکروہ ہے حرام نہیں“

یہ وضاحت اور پرگز رچی ہے کہ اس سے مکروہ تحریمی مراد ہے جس کا گناہ اور عذاب حرام سے کم نہیں۔

معروف اہل حدیث عالم علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے تحت لکھتے ہیں :

والحدیث یدل علی مشروعیۃ تغیر الشیب وانہ غیر مختص باللحیۃ وعلی کراہۃ الخضاب بالسواد قال بذلك جماعة من العلماء قال النووي : والصحيح بل لا يصبغ انه حرام یعنی الخضاب بالسواد ومقتضى صرح به صاحب الحاوی انتهى (نیل الاوطار ص ۱۳۱ ج ۱)

”حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سفید بالوں کو تبدیلی کرنا مشروع ہے اور یہ کہ یہ حکم ڈاڑھی کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ نیز یہ حدیث سیاہ خضاب کی کراہت پر دال ہے علماء کی ایک جماعت نے یہ قول بیان کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صحیح بلکہ سیدھی بات یہ ہے کہ سیاہ رنگ کا خضاب حرام ہے اور صاحب حاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تصریح کی ہے“

شافعیہ :

امام محی الدین ابوزکریا شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ومذهبنا استحباب خضاب الشیب للرجل والمرأة بصفرة او حمرة ومحرم خضابه بالسواد علی الاصح وقيل بکراهة تنزیہ والمختار التحريم لقوله صلی اللہ علیہ وسلم واجتنبوا السواد (شرح مسلم ص ۱۹۹ ج ۲)

”ہمارا (علماء شوافع کا) مذہب یہ ہے کہ مرد و عورت کو سفید بالوں پر زرد یا سُرخ رنگ کا خضاب کرنا مستحب ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق سیاہ رنگ کا خضاب حرام ہے، اور ایک ضعیف قول کراہت تنزیہیہ کا بھی ہے مگر قول مختار حرمت کا ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : واجتنبوا السواد“

حنابلہ :

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ویکرة الخضاب بالسواد قیل لابی عبد اللہ : تکرة الخضاب بالسواد ؟ قال ای واللہ ، قال : وجاء ابو یکر بابیه الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورأسه

ولحیثہ کالتخامة بیاضاً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: غیر وہما وجنبوہ السواد (المغنی ص ۶۹ ج ۱)

”سیاہ رنگ کا خضاب مکروہ ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا آپ سیاہ رنگ کے خضاب کو مکروہ سمجھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! حضرت ابو بکر رضی تعالیٰ عنہ اپنے والد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے درآئیں لیکہ انکا سر اور ان کی ڈاڑھی ثغامہ گھاس کی طرح سفید تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے سر اور ڈاڑھی کی سفیدی تبدیل کر دو مگر سیاہ رنگ سے دور رکھو۔“

فتاویٰ اکابر:

اب ہم اس سلسلہ میں متاخرین اکابر کے فتاویٰ قدرے تفصیل سے ذکر کرتے ہیں:

① علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خضاب کردن برنگ سیاه خالص ممنوع و گناہ کبیرہ است، ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ در زوایر میں را در کبار شمار کرده است، ازین وجہ کہ در حدیث وارد است یسکون فی آخر الزمان قوم یخضبون بالسواد کحواصل الحمام (ایمجدون راحة الجنة رواہ ابوداؤد والنسائی (الی قولہ) وطبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کردہ است من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ يوم القيامة (الی قولہ) وملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح شمائل ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ می نویسد ذهب اکثر العلماء الی کراهة الخضاب بالسواد وجہہ النووي الی انها کراهة تحریر وان من العلماء من رخص فیہ للجهاد ولم یرخص فیہ لغيرہ۔ انتہی (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۵ ج ۲)

”خالص سیاہ رنگ کا خضاب ممنوع اور گناہ کبیرہ ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زوایر میں اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے: ”آخر زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے جو کبوتروں کے پوٹوں کی مانند سیاہ رنگ کا خضاب کریں گے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔“ (ابوداؤد نسائی)

اور امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے:

”جس نے سیاہ خضاب کیا اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ قیامت کے روز سیاہ کریں گے۔“

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شامل میں فرماتے ہیں :

”اکثر علماء نے سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیا ہے“

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا میلان اس طرف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے ۔

بعض علماء نے صرف جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور

اس کے سوا کسی دوسرے مقصد کے لئے اجازت نہیں دی ۔

② فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ رقمطراز ہیں :

بالوں کو خضاب کرنا کسی چیز سے سوائے سیاہ کے سب قسم درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ

مطبوعہ ادارۃ اسلامیات لاہور ص ۲۸۲)

سیاہ خضاب مرد کو درست نہیں ہے کسی وجہ سے بھی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۸۹)

③ حضرت حکیم الامتہ تھانوی قدس سرہ کا فتویٰ :

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ مردوں کو

سراور ڈاڑھی میں سیاہ خضاب لگانا از روئے شرع شریف جائز ہے یا کہ مکروہ یا حرام؟

الجواب : حرام، کیونکہ کلیاً و جزئاً و عیداً آئی ہے، کما روی مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

عنه جاہر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالی قحافة رضی اللہ

تعالیٰ عنه یوم فتح مکہ ورأسہ ولحیۃ کالتغامة بیاضاً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غیروا هذا بشیء واجتنبوا السواد ۔

والامر للوجوب وترك الواجب یوجب الوعید (امداد الفتاویٰ ص ۲۱۸ ج ۲)

نیز حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ نے اس کے عدم جواز پر ایک مستقل رسالہ بنام ”القول

السداد فی الخضاب بالسواد“ تحریر فرمایا، ملاحظہ ہو (امداد الفتاویٰ ص ۲۱۸ ج ۲)

④ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں :

وفی الحدیث الذی الشدید عن الخضاب الاسود الذی لا یتمیز بہ بین الشیخ

والشباب (الی قولہ) والوسمة اذالم تکن اسود اشد السواد ویتمیز بہ بین الشیخ والشباب

فجائزۃ کما فی موطأ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (العرفۃ الشذی علی الترمذی ص ۱۴۱)

”اور حدیث میں ایسے سیاہ خضاب کی سخت ممانعت ہے جس کے استعمال سے

بوڑھے اور جوان میں امتیاز نہ ہو سکے، وسمہ جبکہ بہت گہرا سیاہ نہ ہو اور اس

سے بوڑھے جوان کے مابین امتیاز ہو سکے تو اس کا استعمال جائز ہے جیسا کہ موطاٰ
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے۔“

⑤ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ فرماتے ہیں :
وفي الحديث قهديد شديد في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم
(بذل المجہود ص ۸۷ ج ۶)

”اس حدیث میں سیاہ خضاب پر سخت وعید ہے اور اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔“

⑥ مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ کا فتویٰ :

سوال : جو شخص خضاب لگا دے اور سیاہ بال رکھے اسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟
الجواب : مکروہ ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۲)

⑦ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ :

سیاہ رنگ کے خضاب کو مجاہدین کے لئے محمود اور مستحسن فرمایا ہے مگر زینت کے قصد سے
خالص سیاہ رنگ کے خضاب کو مکروہ بتایا ہے (کفایۃ المفتی ص ۱۷ ج ۹)

⑧ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے اوجز المسالک ص ۲۲ ج ۶

پر خضاب بالسواد کی کراہت مفصل دلائل کے ساتھ تحریر فرمائی ہے ، فلیراجع ۔

⑨ سیّدی و مرشدی قبلہ حضرت مفتی دہلوی احمد صاحب لدھیانوی دام مجدہم کا فتویٰ :

سوال : جو حافظ صاحب ڈار بھی کو خضاب لگاتے ہوں کیا وہ تراویح کی نماز پڑھا سکتے ہیں ؟
مستنوا توجروا

الجواب : بالعموم لا یجوز : سیاہ خضاب لگانے والا فاسق ہے لہذا ایسے امام کی اقتدار

میں تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ، صلح امام نہ ملے تو تراویح تنہا پڑھ لیں (احسن الفتاویٰ ص ۲۹۲ ج ۳)

⑩ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاہوری زاد مجدہم کا فتویٰ :

سوال : سر کے بال جوانی میں سفید ہو جائیں تو سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے ؟ بیتنوا توجروا

الجواب : سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے احادیث میں اس پر وعید آئی ہے

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹ ج ۶)

ابے ہم مجوزین کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں :

مجوزین کے دلائل :

① سیاہ خضاب کو جائز سمجھنے والوں کے دلائل میں سمرقہ ہست سنن ابن ماجہ کی یہ روایت ہے :

ان احسن ما اختصبتن به لهذا السواد ارجب لئساءکم فیکم واهبکم لکم فی صدوزعد وکم ۔
جواب :

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس کے بالمقابل خضاب بالسواد کی حرمت پر جو احادیث پیش کی گئی ہیں وہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، نسائی وغیرہم کی روایات ہیں جو روایت ودرایت ہر پہلو سے قوی و راجح ہیں ۔

محشی ابن ماجہ حضرت شیخ عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ان احسن ما اختصبتن به لهذا السواد هذا مخالف لرواية جابر السابقة وهو صحيح اخرجه مسلم (الى قوله) وهذا الحديث ضعيف لان دفاع السدوسى ضعيف كما في المقريزى وعبد الحميد بن صيفي لين الحديث ومذهب الجمهور المنع ۔

(حاشیہ سنن ابن ماجہ ص ۲۵۸)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں :

ففى سند لا ضعفاء فلا يعارض الروايات الصحيحة (التعليق للمجلد ۳۹۲)

② بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ہے کہ وہ سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے ۔

جواب :

حرمت ومانعت کی احادیث قوی ہیں جو اصول حدیث کی رو سے فعلی روایات پر ترجیح رکھتی ہیں ۔

فانہ یہ قوی احادیث مرفوع ہیں اور فعلی روایات موقوف ۔

پھر سند کے لحاظ سے بھی روایات نہیں قوی ہیں اور روایات اباحت بالکل ضعیف یا

موقوف ۔

پس ہر پہلو سے نہی و حرمت کی روایات قوی و راجح ہیں ۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خضاب بالسواد منقول ہے ممکن ہے ان حضرات

تک یہ روایات نہ پہنچی ہوں، اس لئے انھیں معذور کر دانا جائز ہے ۔

یا ان حضرات نے سیاہ خضاب ضرورت جہاد سے کیا ہوا اور یہ بات قرن قیاس بھی ہے

کہ یہ حضرات ہمہ وقت دشمن سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔

نیز یہ احتمال بھی ہے کہ سیاہ خضاب سے مراد صرف سیاہی مائل ہو جس سے شیخ و شاہ کا امتیاز و شوار نہ ہو، سیاہی مائل کو بھی عموماً سیاہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

(التعلیق المجدد ص ۳۹۲، امداد الفتاویٰ ص ۲۰۹)

③ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے سیاہ خضاب کو صرف مکروہ لکھا ہے، اور مکروہ کا ارتکاب کوئی ایسا جرم نہیں کہ اس پر ایسی نکیر کی جائے۔

جواب :

احادیث میں اس کی صاف صاف مانعت آئی ہے اور اس کے مرتکب پر شدید وعید آئی ہے کما اسلفنا، حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی حرام گناہ کبیرہ یا اسی قسم کے کلمات استعمال فرمائے ہیں، البتہ بعض حضرات نے فقط مکروہ لکھا ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، قال فی البحر :

والمکروہ فی هذا الباب نوعان احدهما : ما یکرہ تحریمًا وهو المحمل عند اطلاقہم بما فی زکوۃ الفتح (رد المحتار ط ۶۲ ج ۱)

اور مکروہ تحریمی کا درجہ حرام یا اس سے قریب قریب ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے :
تکلموا فی معنی المکروہ والمروی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نصاب ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجحد فیہ نصابا طعنا لم یطابق علیہ لفظ الحرام وعن ابی حنیفۃ والابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ انہ الی الحرام اقرب (ہدایہ ص ۲۵۲ ج ۲)

”مکروہ کی حقیقت میں فقہاء نے کلام فرمایا ہے، حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے، لیکن چونکہ اس کی صرمت پر انھیں نص قطعی دستیاب نہ ہوئی اس لئے اس پر حرام کا اطلاق نہ فرمایا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکروہ حرام سے قریب تر ہے۔“

عوام مکروہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور اسے معمولی سا جرم تصور کرتے ہیں، حالانکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حرام و ناجائز کام پر بھی عموماً مکروہ کا اطلاق کر دیتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو، امام مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ویکرہ اکل الضبع والضب والسلحفۃ والزنبور والمحشرات کلھا (ہدایہ ص ۲۴۱ ج ۲)

”بجو، گوہ، کچھوے، بھڑ اور تمام کیڑے مکوڑوں کا کھانا مکروہ ہے۔“
 کیا کوئی سلیم نطمع مسلمان بھڑ، سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑوں کو صرف مکروہ
 سمجھ کر کھانے کا سوچ سکتا ہے؟

مختصر یہ کہ لفظ مکروہ کی آڑ میں کسی حرام کا ارتکاب اور اس پر مسلسل اصرار کسی
 علمی دلیل سے ناشی نہیں بلکہ اصطلاحات علمیہ سے بے خبری کا ثبوت پیش کرنا ہے اور
 اپنے جرم کی سنگینی میں دوچند اضافہ۔

(۴) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ان بیوی کی دلجوئی کے لئے سیاہ
 خضاب کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ اور شامیہ وغیرہ میں ان سے منسوب
 یہ قول لکھا ہے :

کما یجبفی ان تتزین لی بعجبھا ان اتزین لھا۔

جواب :

اس کے متعلق حضرت تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :
 ”بعض لوگ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کو پیش کیا کرتے ہیں
 سو بشرط ثبوت اس روایت کے اور ان کے رجوع نہ کرنے کے جواب۔
 یہ ہے کہ رسم المفتی میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ میں
 اگر اختلاف ہو تو جس کے ساتھ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہونگے اس قول پر فتویٰ
 ہوگا، خصوصاً جبکہ وہ قول دلیل صریح صحیح سے مؤید بھی ہو۔

اس لئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنا خلاف اصول مقررہ
 مذہب حنفی ہے اور بوجہ موجود ہونے دلیل صحیح صریح کے خلاف دیانت بھی ہے“
 (اصلاح الرسوم ص ۲۷)

خلاصہ یہ کہ اولاً تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کا ثبوت یقینی نہیں، پھر
 احتمال رجوع بھی قوی ہے، ان دونوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو یہ ایک غیر مفتی بہ اور
 مرجوح قول ہے، چنانچہ عالمگیریہ اور شامیہ ہی میں مذکور الصدر قول کے ساتھ ہی
 یہ لکھا ہے :

ومن فعل ذلک لیزین نفسه للنساء ولیجتبى نفسه الیہن فذلک مکروہ

وعلیہ عامۃ المشایخ (عالمگیریہ ص ۳۵۹ ج ۵، شامیہ ص ۲۲۲ ج ۶)

راجح و مستند مسائل کو نظر انداز کر کے متروک اقوال کے سہارے اپنا مقصد نکالنا اتباع شریعت نہیں اتباع ہوی ہے، کتب فقہ میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منسوب کتنے ہی اقوال ہیں جو مروج و غیر مفتی یہ ہیں، مجوزین خضاب کو ان اقوال میں سے کسی قول پر عمل کرنے کا شاید عمر بھر خیال بھی دل میں نہ گزرا ہو، آخر اس ایک قول پر ہی اس درجہ اصرار کیوں ہے؟ کسی جو یائے حق مسلمان کے لئے ایک ہی راہ متعین ہے جسے جہور علماء نے راجح و منقح قرار دیا، ورنہ ہر شخص اگر کتابوں سے اپنے من پسند اقوال چھانٹ چھٹ کر عمل شروع کر دے تو دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ صریح احادیث اور جہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات کی روشنی میں سیاہ خضاب کا استعمال ناجائز ہے اور اس پر اصرار سنگین گناہ۔ حدیث کی رو سے مؤمن کے سر اور ڈاڑھی کا ہر سفید بال نور ہے :

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جدّه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنتفوا الشيب ما من مسلم يشيب شيبة في الاسلام قال عن سفيات الا كانت له نورا يوم القيامة وقال في حديث يعقوب الا كتب له بها حسنة وخط عنه بها خطيئة (سانع ابی داؤد ص ۱۲۳ ج ۲)

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو مت اکھاڑو حالت اسلام میں جس شخص کے بال سفید ہوں اس کے لئے قیامت کے روز نور ہونگے اور ہر سفید بال کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک خطا معاف کی جائے گی۔“

اس ارشاد نبوت کو سامنے رکھ کر یہ لوگ خود فیصلہ کریں کہ نور کے بدلے ظلمت اختیار کر کے وہ کیا کھور رہے ہیں اور کیا پارہے ہیں؟ بڑھا پاکسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا،

روی ابو القاسم القشيري رحمه الله تعالى في الرسالة قال حكى ابو عبد الله الحسين بن عبد الله بن سعيد قال كان القاصي يميني بن اكرم صديقي قال وكان يودني واودة فمات فكنيت اشتي ان الاله في المنام فاقول له ما فعل الله بك؟ فرأيت ليلة في المنام فقلت ما فعل الله بك؟ فقال غفر لي الا انه وبخني ثم قال لي يا يحيى خلطت على نفسك في دار الدنيا فقلت يا رب اتكلت على حديث حدثني به ابو معاوية الضمير عن الاشمس عن ابی صالح

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک قلت انی لا استجی ان اعذب شیبۃ بالنار فقال قد عفوت عنک یا یحییٰ وصدق نبی الا انک خلطت علی نفسك فی دار الدنیا (مشذرات الذهب ص ۲ ج ۲)

”امام ابو قاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ میں روایت کی کہ ابو عبد اللہ حسین ابن عبد اللہ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ قاضی یحییٰ بن اکثم میرے دوست تھے وہ مجھ سے محبت کرتے تھے میں ان سے محبت کرتا تھا، جب انکی وفات ہوئی تو میری خواہش رہی کہ انھیں خواب میں دیکھوں اور دریافت کروں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آخر ایک رات انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ بولے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمادی مگر (اتنا ضرور ہوا کہ انکی بارگاہ سے) مجھے ڈانٹ پڑی اور فرمایا: ”یحییٰ! تو نے دنیا میں کچھ کوتاہیاں کی ہیں“

تو میں نے عرض کیا میرے پروردگار! (میری غفلت کی وجہ یہ ہوئی کہ) میں نے ایک حدیث پر بھروسہ کیا جو مجھے ابو معاویہ نے اعمش سے اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”مجھے سفید بالوں (بوڑھے مسلمان) کو جہنم کا عذاب دیتے شرم آتی ہے“ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یحییٰ! میں نے تمھیں معاف کر دیا اور میرے نبی نے سچ فرمایا مگر تو نے دنیا میں کچھ کوتاہیاں کی ہیں۔“

۵ رحمت حق بہانہ جوید رحمت حق بہانہ می جوید

سفید بال گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و مغفرت بہم پہنچانے کا ایک غیبی سامان ہے مگر نادان بندہ بالوں کی سفیدی چھپا کر پردہ اس عطیہ خداوندی سے اعراض و روگردانی کر رہا ہے کیا کہنے اس حرام نصیبی کے ۵

مضی زمنی والشیب حل بمفرقی وابعدا شیء ان یرد شباب

اذا مترع المرء لیس برجیع وان حل شیب لم یفک خضاب

مسائل متفرقہ :

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں سفید بالوں کو تبدیل کرنیکی ترغیب

تحریر فرمائی، مہندی اور رسم استعمال کرنے کی فضیلت ارشاد فرمائی، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے بھی خضاب ثابت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خضاب استعمال فرمایا یا نہیں؟

اس بارے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دونوں قسم کی روایات منقول ہیں، اس لئے بعد کے علماء کی آراء بھی اس میں مختلف ہیں، علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ استعمال نہیں فرمایا، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے: **فمنعہ الا کثرون لحديث انس رضي الله تعالى عنه وهو مذہب مالک رضي الله تعالى عنه** (شرح مسلم ص ۲۵۹ ج ۲)

علماء احناف کی رائے بھی یہی ہے، کما صرح بہ فی الشامیۃ ص ۴۲۲ ج ۶ لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ قول فیصل یہ فرماتے ہیں: **والمختار انہ صلی اللہ علیہ وسلم صبغ فی وقت وترکہ فی معظم الاوقات فاخبر کل بما رأی وهو صادق وهذا التأویل کالمستعین** (شرح مسلم ص ۲۵۹ ج ۲) ”قول مختار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات (مہندی اور رسم کا) خضاب فرمایا اور اکثر اوقات نہیں فرمایا، اس لئے ہر صحابی نے جو حالت مشاہدہ کی وہ بیان کر دی اور وہ اپنے قول میں سچا ہے، تطبیق کی گویا یہی صورت متعین ہے۔“

② سر اور ڈاڑھی میں سُرخ خضاب مستحب اور مسلمانوں کا خاص شعار ہے، ہاں مردوں کے لئے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا جائز نہیں کہ ہمیں عورتوں سے مشابہت ہے۔ (عالمگیریہ ص ۳۵۹ ج ۵، رد المحتار ص ۴۲۲ ج ۶)

③ بلا ضرورت چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا بھی جائز نہیں۔ (عالمگیریہ ص ۳۵۹ ج ۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۳ ج ۴)

④ عورتوں کے لئے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا مستحب ہے (مرقاۃ ص ۳۰۴ ج ۸)

⑤ مجاہد اگر دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے سیاہ خضاب کرے تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔ (رد المحتار ص ۴۲۲ ج ۶ وغیرہ)

⑥ سیاہ خضاب تیار کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ایک محل اس کے جواز کا بھی موجود ہے یعنی دشمن پر بیعت بٹھانے کے لئے۔ لہذا بنانا اور بیچنا خلاف اولیٰ ہے۔ مگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں جس کے متعلق یقین ہو کہ ناجائز طور پر استعمال کرے گا، کافی سدا المختار وغیرہ۔

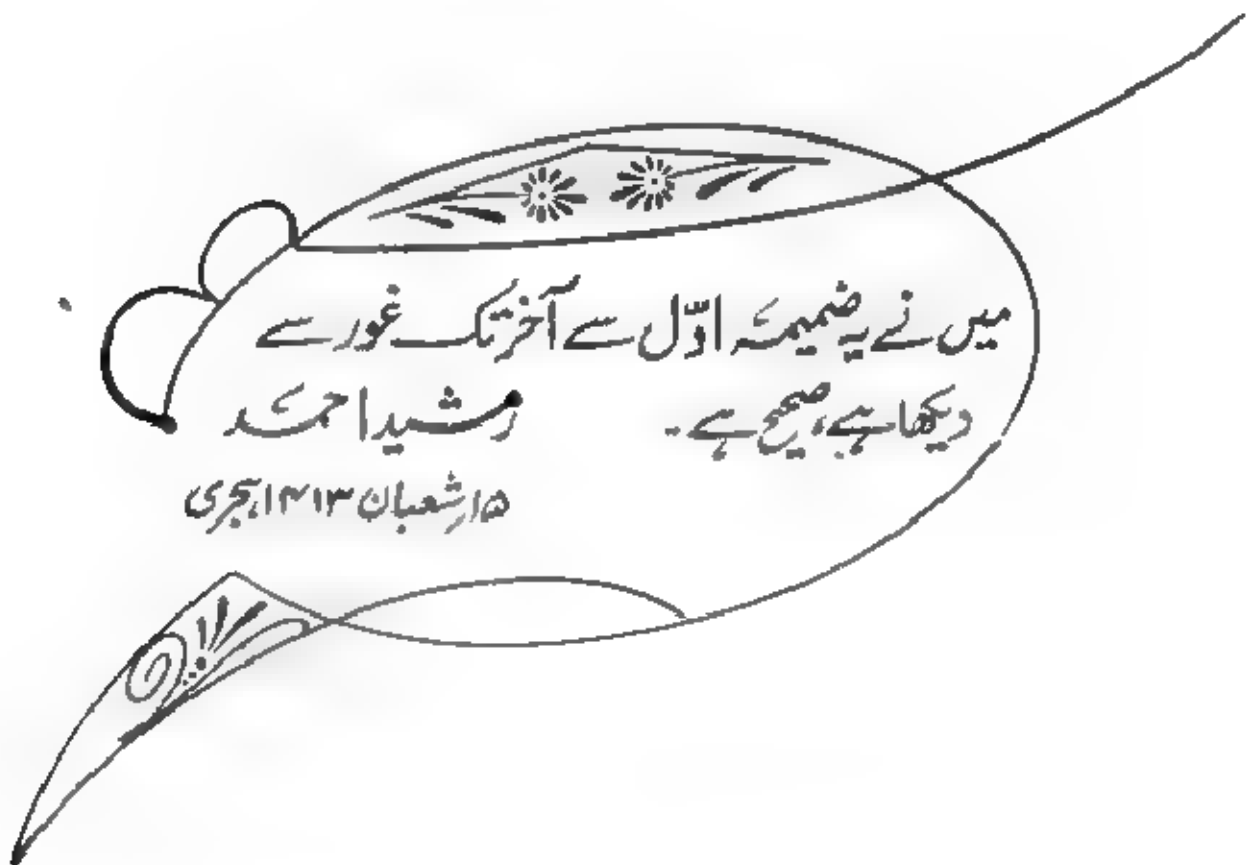
⑦ اگر کسی نے ناپاک مہندی کا خضاب لگایا پھر تین بار دھو کر صاف کر دی تو پاک ہو جائے گی گو کہ اس کا رنگ باقی رہ جائے (رد المختار ص ۳۲۹ ج ۱)

⑧ سر یا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑنا جائز نہیں، لما قالے اللہ علیہ وسلم لا تلتفوا الشیب فانہ نور المسلم الحدیث (رواہ الاربعۃ)

محمد ابراہیم

نائب مفتی دارالافتا والارشاد

۲۴ رجب ۱۴۱۳ھ



رواه النسائي وابوداؤد

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم
أنه قال من أتى بيته فوجد فيه
نملًا فمات ميتة جاهلية

وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
يَعِزُّ عَلَيْهِ وَيَرْجُو دَوَّاهُ رَدَّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (٦: ٣٥)

اصحاب الغراء للوفاية عن عذاب الغناء

گانے بجانے کی حرمت کا ثبوت
قرآن، حدیث اور اجماع ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے



افاضلہ

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صدق آبادی مدظلہ

المصابيح الغراء للقاينة عن عذاب الغناء

گائے بجانے پر

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت
زلزلہ ، خسف ، مسخ

(۱۰۷)

طرح طرح کے عذابوں کی وعیدیں

— آیات قرآنیہ

— احادیث مبارکہ

— ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ

گانا باجا سنا حرام ہے اور ہر برائی کی جرط

سوال : ہمارے کالج میں اسلامیات کے پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ موسیقی کے آلات کے ساتھ اچھے گیت، گانے اور قوالیاں سنا شرعاً جائز ہے، اسے ناجائز اور حرام بتلانا مولویوں کی باتیں ہیں، دلیل یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجایا گیا، بچیاں گھاتی رہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا، موسیقی کے جدید آلات بھی دف کی ترقی یافتہ شکل ہیں، موسیقی سننے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ روح کی غذا ہے اور صوفیہ کرام سماع کا مستقل شغل رکھتے تھے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے اور پروفیسر صاحب کے دلائل کا بھی جائزہ لیجئے، بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اتم کا مقام ہے کہ جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راگ باجوں کا مٹانا اپنی بعثت کا مقصد بتایا اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نہاد امتی آج اس گناہ پر دل و جان سے فدا ہیں، بلکہ اس بیچینی کو سند جواز مہیا کرنے کے لئے سر دھڑکی بازی لگا رہے ہیں، ان ظلمت جدیدہ کے متوانوں کو یہ موٹی سی حقیقت کون سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت چودہ سو سال سے مکمل ہے، اس کا ہر مسئلہ ازل لازوال اور قیامت تک کے لئے محفوظ ہے، تمہاری موافقت یا مخالفت سے کسی مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، جو چیز شرعاً حلال ہے وہ تاقیامت حلال رہے گی اور جو چیز از روئے شرع حرام ہے وہ بھی رہتی دنیا تک حرام ہی رہے گی گو کہ دنیا بھر کے دوٹ اس کے خلاف پڑ جائیں۔

شریعت مطہرہ میں موسیقی کی حرمت کا مسئلہ بھی ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے جس پر دلیل پیش کرنے کی چنداں حاجت نہیں، اس قسم کے قطعی حرام کو مباح و جائز قرار دینے کی جسارت بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سر پھرا یہ کہنے لگے کہ شریعت کی رو سے زنا، شراب نوشی، سود گاری اور رشوت جائز ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کی یادہ گوئی کسی درجہ میں بھی لائق اعتنا نہیں، نہ ہی

اس قابل ہے کہ اسکی تردید میں وقت ضائع کیا جائے، مگر کیا کیا جائے؟ اس دور ہوا پرستی میں علم و تحقیق کے عنوان سے جو خس و خاشاک بھی پیش کیا جائے اسے مبادیات دین سے نا آشنا جدید طبقے میں ”جدید تحقیق“ کے عنوان سے جلد پزیرائی حاصل ہو جاتی ہے، اس طرح ہر کفر و الحاد اس بد سمت معاشرہ میں باسانی کھپ جاتا ہے۔

اکبر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ۵

انھوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مڑے صاحب کے دفتر میں
ان تمہیدی سطور کے بعد ہم موسیقی کی حرمت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

دلائل حرمت

آیات قرآنیہ :

① وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (۳۱: ۶)

”اور بعض آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے ہو جھے گمراہ کرے اور اسکی ہنسی اڑا دے، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

عن ابی الصہباء البکری انہ سمع عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو یسأل عن هذه الآية (ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله) فقال لعبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ الغناء واللہ الذی لا الاھو یرددھا ثلاث مرات۔

و کذا قال ابن عباس وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعکرمہ وسعید بن جبیر وعجاہد وکحول وعمر بن شعیب وعلی بن بذیمہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وقال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ نزلت هذه الآية (ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغیر علم) فی الغناء والمزامیر۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۷ ج ۳)

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار قسم اٹھا کر فرمایا کہ لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔“

حضرت ابن عباس وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد،
مکحول، عمرو بن شعیب اور علی بن بزمیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔
اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ آیت گانے اور راگ باجوں کے متعلق آتری ہے۔
یہی تفسیر قرطبی ص ۱۲ ج ۱۲، بغوی ص ۲۸ ج ۲، خازن ص ۲۶ ج ۳، مدارک بھامش
خازن ص ۲۶ ج ۳، منہرجی ص ۲۲ ج ۲، وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

(۲) واستغفر لمن استطعت منهم بصوتك الآية (۱۷: ۶۴)

”اور پھسلائے ان میں سے جس کو تو پھسلا سکے اپنی آواز سے“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

وقوله تعالى (واستغفر لمن استطعت منهم بصوتك) قيل هو الغناء قال مجاهد رحمه الله تعالى
باللهو والغناء أي استخفهم بذلك وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله (واستغفر
من استطعت منهم بصوتك) قال كل دعا دعا الى معصية الله عز وجل وقالة قتادة رحمه الله
تعالى واختاره ابن جرير رحمه الله تعالى - (تفسير ابن جرير ص ۳ ج ۳)

”اس آیت میں شیطانی آواز سے گانا بجانا مراد ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ (اے ابلیس!) تو انھیں کھیل تماشوں اور گانے
بجانے کے ساتھ مغلوب کر۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں
اس آیت میں ہر وہ آواز مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دے،
یہی قول حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ
نے اختیار فرمایا ہے“

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ اسی کے ذیل میں فرماتے ہیں :

ومن المعلوم ان الغناء من اعظم الدواعي الى المعصية ولهذا فسر صوت الشيطان به
(اغاثة اللفهات ص ۲۵ ج ۱)

”اور سب کو معلوم ہے کہ معصیت کی طرف دعوت دینے والوں میں گانا بجانا سب سے
بڑھ کر ہے اسی وجہ سے شیطان کی آواز“ کی تفسیر اسی کے ساتھ کی گئی“

(۳) فمن هذا الحديث تعجبون^۵ وتضحكون ولا تبكون وانتم ساعدون^۵ (۵۳: ۵۹)

”سو کیا تم لوگ اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور

تم تکبر کرتے ہو۔“

لفظ ”سامدون“ کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الغناء ہی یمانیۃ اسمہا لنا غن لست
وکذا قال عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۶ ج ۴)

”ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : اس کے معنی ہیں ”گانا“ اور یہی

قول عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔“

تفسیر ابن جریر ص ۴۳ ج ۲، قرطبی ص ۱۳ ج ۱، روح المعانی ص ۴ ج ۲ وغیرہ میں
بھی یہی مذکور ہے۔

(۴) والذین لا یشہدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراما (۲۵ : ۷۲)

”اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے، اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس کوہمو
گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔“

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ الزور الغناء (احکام القرآن ص ۳۴ ج ۳)

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زور کے معنی ہیں گانا بجانا۔“

علامہ حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

وقال محمد بن الحنفیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یشہدون اللغو والغناء۔

(معالم التنزیل ص ۲۵ ج ۴)

”حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ بیہودہ باتوں اور گانے بجانے

کی مجلس میں شامل نہیں ہوتے۔“

امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ مختلف اقوال کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فاولی الاقوال بالصواب فی تأویلہ ان یقال الذین لا یشہدون الزور شیئا من

الباطل لا شرکا ولا غناء ولا کذباً ولا غیرہ وكل ما لزمہ اسم الزور۔

(تفسیر ابن جریر ص ۲۹ ج ۱۹)

”سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے : وہ (رحمن کے بندے) کسی قسم کے باطل

میں شریک نہیں ہوتے نہ شرک میں اور نہ گانے بجانے میں اور نہ جھوٹ میں

اور نہ اس کے علاوہ کسی ایسے عمل میں جس پر ”زور“ کا اطلاق ہو۔

احادیث مبارکہ:

① لیکون من امتی اقوام یستحلون الحر والحریب والخمر والمعازف۔

(صحیح بخاری)

”میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور راگ باجوں کو حلال قرار دیں گے۔“

② لیشر بن ناس من امتی الخمر یسہونها بغیر اسمہا یحرف علی رؤسہم

بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بہم الارض ویجعل منهم القردة والخنازیر۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان)

”میری امت کے کچھ لوگ شراب پییں گے مگر اس کا نام بدل کر، انکی مجلسیں راگ باجوں اور گانے والی عورتوں سے گرم ہونگی، اللہ انھیں زمین میں دھنسا دیگا اور ان میں سے بعض کو بندر و خنزیر بنادینگا۔“

③ عن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ ان ابن عمر رضی اللہ عنہما سمع صوت زمارۃ راع فوضع

اصبعیه فی اذنیہ وعدل راحلۃ عن الطريق وهو یقول یا نافع! یا نافع! اسمع! فاقول نعم!

فمضی حتی قلت لا! فرفع یدہ وعدل راحلۃ الی الطريق وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سمع زمارۃ راع فصنع مثل هذا (راحمہ، ابوداؤد، ابن ماجہ)

”نافع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو راہ چلتے ایک گڈریے کی بانسری کی آواز سنائی دی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور راستے سے ایک طرف ہٹ کر چلنے لگے اور مجھ سے بار بار پوچھتے: ”کیا بانسری کی آواز تمھیں سنائی دے رہی ہے؟“ میں جواب دیتا جی ہاں! اسی طرح انگلیاں کانوں میں دیے چلتے رہے، حتیٰ کہ میں نے کہا: ”اب آواز نہیں آرہی“ تب انگلیاں کانوں سے ہٹائیں اور راستے چلنے لگے، پھر فرمایا، ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعینہ یہی واقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کانوں میں انگلیاں دے لیں اور یہی عمل فرمایا۔“

سوچنے کا مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شیطانی آواز کو لمحہ بھر سننا

گوارا نہ فرمایا آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اس پر اس درجہ فریفتہ ہیں کہ انھیں لمحہ بھر اس کی جدائی گوارا نہیں، اور چوبیس گھنٹے انکی محفلوں کی گرم بازاری اسی لعنت پر موقوف ہے اور اس کی وبار اتنی کثرت سے ہے کہ کوئی شریف آدمی کسی کوچہ و بازار سے کانوں میں انگلیاں دینے بغیر گزر نہیں سکتا۔

(۴) فی هذه الامة خسفے ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمين يا رسول الله! ومثی ذلك؟ قال اذا ظهرت القيامة والمعاذفة وشریت الخمر (جامع ترمذی)
”اس امت پر یہ آفتیں آئیں گی: زمین میں دھنستا، شکلوں کا مسخ ہونا، اور پتھروں کی بارش۔ ایک صحابی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا دور دورہ ہوگا اور سرعام شراب نوشی ہوگی“

(۵) ان الله عزة وجل بعثنی هدی ورحمة للمؤمنین واهل فی بحق المزامیر والاولاد والصلیب واهل الجاهلیة (احمد، ابوداؤد الطیالسی)
”مجھے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے ہدایت و رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور باجے، شرکیہ تعویذ گنڈے، صلیب اور زمانہ جاہلیت کے غلط کاموں کے مٹانے کا حکم فرمایا ہے“

(۶) الکوبة حرام والدن حرام والمزامیر حرام (مسدد، بیہقی، بزار)
”طبہ، سارنگی حرام ہیں، اور شراب کے برتن حرام ہیں، اور باجے بانسری حرام ہیں“
شراب کے برتنوں کی حرمت کا حکم ابتداء میں تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔

(۷) الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل،

(ابوداؤد، بیہقی، ابن ابی النبیاء)

”گانا بجانا دل میں نفاق اُگاتا ہے جیسا کہ پانی بزرے کو اگاتا ہے“

(۸) وظهرت القیامۃ والمعاذفة وشریت الخمر ولعن آخر هذه الامة اولها فارلقبوا عند ذلك رجلا حمراء وزلزلة وخسفا ومسخا وقد فاوا یاات تتابع کنظام بالقطع سلک (جامع ترمذی)

”جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا ظہور ہوا اور شرابیں کثرت سے پی جائیں

اور اس اُمت کے آخری لوگ پہلے زمانہ کے لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے لگیں تو ایسے وقت ان عذابوں کا انتظار کرو: سرخ آنکھیاں، زلزلے زمین میں دھنسنا، شکلوں کا بگڑنا، پتھروں کی بارش، اور ایسی نشانیاں جو پے درپے اس طرح آئیں جیسے پرانا بوسیدہ ہار جس کی لڑنی ٹوٹ جائے اور دانے ایک ایک کر کے بکھر جائیں۔“

⑨ اذافعلت امتی خمس عشرة خصلة حدث بها البلاء وفيها واتخذت القيان والمعازف (جامع ترمذی)

”جب میری اُمت یہ پندرہ کام بکثرت کرنے لگے تو ان پر مصیبت اترے گی منجملہ ان کے ایک یہ کہ گانے والی عورتیں اور باجے بانسریاں عام ہو جائیں۔“
⑩ صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة مزمار عند نعمة وذن عند مصيبة۔ (البزار، بیہقی، ابن مردويه)

”دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، ایک گانے کے ساتھ راگ باجوں کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت چنچنے چلانے کی آواز۔“
⑪ نھیت عن صوتین احمقین فاجرین صوت عند نعمة لهو ولعب ومزمار میو الشیطان وصوت عند مصيبة لطم وجوه و شق جیوب۔

(مسند ابی حنبلہ ج ۲، مصنف ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۳ وغیرہا)

”میں دو حماقت اور فسق و فجور سے بھری آوازوں سے روکتا ہوں، ایک لہو و لعب اور شیطانی باجوں کے ساتھ گانے کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت چہرے پیٹنے اور گریبانوں کو چاک کر کے نوحہ کی آواز۔“

⑫ الجرس مزامیر الشیطان (صحیح مسلم، سنن ابی داؤد)
”گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔“

⑬ یمسخ قوم من هذه الامة في آخر الزمان قردة وخنزیر قالوا یا رسول اللہ ایس یشھدون ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ قال بلی ویصومون ویحجون ویصلون قیل فما بالہم؟ قال اتخذوا المعازف والفتیان (مسند ابن ابی الدنیا)

”آخر زمانہ میں اس امت کے کچھ لوگ بندروں خنزیروں کی صورت میں مسخ

کئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ اس بات کی گواہی نہ دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ روزے رکھیں گے، حج کریں گے اور نماز پڑھیں گے، عرض کیا گیا پھر کس سبب سے یہ عذاب ہوگا؟ فرمایا: راگ باجوں اور گانے والی لونڈیوں کا شغل اختیار کرنے کے سبب۔“

اختصار کے پیش نظر ہم انہی چند روایات پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی کتاب ”کشف الغناء عن وصف الغناء“ مندرج احکام القرآن ص ۲۳ ج ۳ اس موضوع پر جامع ترین کتاب ہے جس میں مزید کئی روایات ہیں، مولانا عبد المعز صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے بنام ”اسلام اور موسیقی“ اس میں اور بھی بہت زیادہ روایات جمع کر دی ہیں۔

اجماع ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

گانے بجانے کی حرمت پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع منعقد ہے، اور ان کے مذاہب کی مستند کتب سے اس پر بیسیوں عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر ہم صرف ایک ایک عبارت پر اکتفا کرتے ہیں :

① امام زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

(قوله اویغنی للناس) لانه یجمع الناس علی ارتکاب کبیرۃ کذا فی لہدایۃ وظاہرہ
ان الغناء کبیرۃ وان لم یکن للناس بل لاسماع نفسه رافعا للوحشۃ، وهو قول
شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ قال بعموم المنع۔

وفي المعراج الملاهی نوعان محرم وهو آلات المطربة من غیر الغناء كالمن مار
سواء كان من عود او قصب كالشباۃ او غیرہ كالعود والطنبور والماری ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) انه
علیہ الصلوٰۃ والسلام قال ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامر فی بمحق العازف والمزامیر
ولانه مطرب مصد عن ذکر اللہ تعالیٰ والنوع الثانی مباح وهو الدق فی النکاح۔

(البحر الرائق ص ۸۷ ج ۷)

لوگوں کے سامنے گانے والے کی شہادت قبول نہیں اس لئے کہ وہ لوگوں کو ایک

کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر جمع کر رہا ہے، ہدایہ میں یونہی ہے، اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ گانا ایک کبیرہ گناہ ہے تو کہ لوگوں کے لئے نہ گایا جائے بلکہ وحشت و تنہائی دور کرنے کے لئے صرف اپنے لئے گایا جائے، اور یہی شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ انھوں نے گانے کو مطلقاً منع لکھا ہے۔

اور معراج الدرایۃ میں ہے کہ کھیل تماشے و قسم کے ہیں، ایک تو حرام ہے، اور وہ ہے گانے بغیر صرف ہیجان و مستی پیدا کرنے والے آلات کی آواز جیسے بانسری خواہ لکڑی کی ہو یا نرکل کی جیسے شہابیہ، یا بانسری کے سوا کوئی اور آلہ ہو جیسے عود و طنبور۔

حرمت کی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے باجے تماشے اور بانسریاں مٹانے کا حکم فرمایا ہے۔

حرمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مستی آور اور ذکر الہی سے مانع ہے۔ اور تفریح کی دوسری قسم جائز ہے اور وہ ہے نکاح کے موقع پر دن بچانا۔ اکثر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ناجائز قرار دیا ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

② علامہ محمد بن محمد مطاب مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قال فی التوضیح الغناء ان کان بغیر آلة فهو مکروه۔

واما الغناء بالآلة فان كانت ذات اوتار كالعود والطنبور فممنوع وكذلك المزمار والظاهر عند بعض العلماء ان ذلك يلحق بالاحرمات وان كان محمد اطلق في سماع العود انه مکروه، وقد يرید بذلك التحريم۔ ونص محمد بن الحکیم علی ان سماع العود ترذبه الشهادة قال وان کان ذلك مکروها علی کل حال وقد يرید بالکراهة التحريم كما قد منا (مواهب الجلیل ص ۱۵۳ ج ۶)

”توضیح میں ہے کہ گانا اگر بغیر آلات موسیقی کے ہو تو وہ مکروہ ہے، یہاں مکروہ سے مراد حرام ہے۔

اور آلات کے ساتھ گانا اگر ایسے آلہ کے ساتھ ہے جو تاروں والا ہے جیسے عود اور طنبور تو یہ گانا ممنوع ہے اور اسی طرح بانسری بھی ممنوع ہے۔

محمد بن حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ عود سننے والے کی گواہی رد کی جائیگی، اس کا سننا ہر حال میں مکروہ ہے، یہاں مکروہ سے حرام مراد ہے جیسے گزر چکا۔

③ امام ابو حامد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حرمت غنا کے متعلق حضرت امام ابو حنیفہ سفیان ثوری، مالک بن انس و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

وقال الشافعی رحمہ اللہ فی کتاب آداب القضاء : ان الغناء لہو مکروہ یشبہ الباطل ومن استکثر منه فہو سفیہ ترّد شہادۃ۔

قال الشافعی رضی اللہ عنہ صاحب الجاریۃ اذا جمع الناس لسماعها فہو سفیہ ترّد شہادۃ۔

وحکی عن الشافعی رحمہ اللہ انہ کان یکرہ الطقطقة بالقضیب ویقول وضعتہ الزنادقة لیشغلوا بہ عن القرآن (احیاء علوم الدین ص ۲۶۹ ج ۲)

”امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب آداب القضاء میں لکھتے ہیں کہ گانا بجانا ایک مکروہ اور باطل مشغلہ ہے، جو اس میں زیادہ اٹھاک رکھے وہ احمق ہے، اس کی گواہی رد کر دی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گانے والی نوڈی کا مالک اگر گانا سننے کے لئے لوگوں کو جمع کرے تو وہ بھی احمق اور مردود الشہادۃ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ چٹری بجانے سے جو ٹک ٹک کی آواز پیدا ہو وہ بھی مکروہ و ناپسندیدہ ہے، یہ فتنہ زدنی لوگوں کی ایجاد ہے تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو قرآن مجید سے غافل کر دیں۔

④ علامہ علی بن سلمان مرداوی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

قال فی الرعاۃ بکرۃ سماع الغناء والنوح بلا الہ لہو ویحرم معها وقیل بدوئھا

من رجل وامرأة (الانصاف ص ۱۲ ج ۱۲)

”الرعاۃ میں ہے کہ گانا اور نوحہ آلات موسیقی کے بغیر مکروہ ہے، اور ان آلات کے ساتھ حرام ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان آلات کے بغیر بھی حرام ہے،

خواہ مرد کی آواز ہو یا عورت کی“
آگے لکھتے ہیں :

قال فی الفروع بکرمه غناء وقال جماعة یحرم وقال فی الترغیب اختاره الاکثر
(حوالہ بالا)

”فروع میں لکھا ہے کہ گانا مکروہ ہے اور علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ
حرام ہے، اور ترغیب میں لکھا ہے کہ اکثر حضرات نے اس قول حرمت کو
اختیار کیا ہے“

نتیجہ میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ مکروہ بھی حکم حرام ہی ہے۔

عذر گناہ :

موسیقی کے جواز پر عموماً دو دلائل پیش کئے جاتے ہیں :

① شادی کے موقع پر دف بجانا حدیث سے ثابت ہے اور موسیقی بھی دف ہی کی
ترقی یافتہ شکل ہے۔

جواب : احادیث میں جس دف کا ذکر ہے وہ صرف نکاح کے موقع پر کچھ دیر کے
لئے بجایا جاتا تھا، شادی کے علاوہ بلا ضرورت دف بجانے والوں کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ دڑوں کی سزا دیتے تھے۔

ان الفاروق رضی اللہ عنہ اذا سمع صوت الدف بعث ینظر فان کان فیہ لولیمۃ
سکت وان کان فی غیرہ عمل بالدرۃ (فتح القدیر ص ۳۶ ج ۶، البحر الرائق ص ۸۸ ج ۷)
پھر دف پیٹنے والی عموماً، بچیاں ہوتی تھیں مردوں کا دف پیٹنا کہیں ثابت نہیں۔
پھر یہ دف بھی اہل عرب کی عادت کے مطابق بالکل سادگی سے پیٹا جاتا تھا نہ اس میں
جھانجھ ہوتی تھی نہ رقص و سرود یا طرب وستی کا کوئی اور نشان، فی زمانہ ایسے دف کا وجود
کہیں نظر نہیں آتا۔

معہذا مذکورہ بالا شرائط کی رعایت سے دف پیٹنے کی گنجائش بھی حضرت امام شافعی
رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، احناف میں سے اکثر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اسے بھی ناجائز قرار
دیتے ہیں۔

قال التوربشتی رحمہ اللہ تعالیٰ انہ حرام علی قول اکثر المشائخ وما ورد من ضرب

الدفن فی العرس کنایۃ عن الاعلان (امداد الفتاویٰ ص ۲۸۳ ج ۲)

”امام تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دفن اکثر مشایخ کے قول کے مطابق حرام ہے اور شادی کے موقع پر جو دفن بجا نا ثابت ہے اس سے اعلان و تشہیر مراد ہے۔“

امداد الفتاویٰ میں تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بحوالہ شرح نقایہ نصاب الاحتساب و بستان العارفین منقول ہے آخری دو کتابیں موجود نہیں، شرح نقایہ میں سرسری تلاش سے دستیاب نہیں ہوا، بہر حال نصوص محرمہ کے پیش نظر یہ توجیہ کرنا لازم ہے، اور یہ کوئی تأویل بعید نہیں عام محاورات کے مطابق ہے۔

اعلان و تشہیر کے لئے یہ کنایہ عرف عام میں بہت مشہور اور زبان زد ہے، مثلاً:

”ببانگ دہل کہہ رہے ہیں“

”ڈھول بجا رہے ہیں“

”ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں“

”نقارہ پیٹ رہے ہیں“

ہم اوپر ذکر کرائے ہیں کہ یہ اختلاف سادہ دفن کے متعلق ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

المراد به الدفن الذی کان فی زمن المتقدمین و امامنا علیہ الجلال فیمنعہ ان

یکون مکروہاً بالاتفاق (مرقاۃ المفاتیح ص ۲۱ ج ۶)

”اس سے مراد وہ دفن ہے جو متقدمین کے دور میں استعمال ہوتا تھا، جہانچہ دار دفن بالاتفاق مکروہ ہے۔“

مکروہ کا اطلاق حرام پر کیا گیا، جیسے اوپر گزرا۔

(۲) بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ وہ ساز بجا کر سماع کرتے تھے۔

جواب: اول تو مسائل شرعیہ میں کسی صوفی کے قول و عمل سے استناد خلاف اصول ہے، اس موقع پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جو خود بہت بڑے صوفی اور عارف ہیں ان کا یہ ارشاد یاد رکھنے کے قابل ہے:

عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست، ہمیں بس ارست کہ ما ایشان را معذور داریم و ملا

نہ کنیم، و مرا ایشان را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم، اینجا قول ابی حنیفہ و امام ابی یوسف

وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ معتبر است نہ عمل ابو بکر شبلی وابو حسن نوری رحمہما اللہ تعالیٰ -
(مکتوبات صفحہ ۳۳۵ دفتر اول)

”حلت و حرمت میں صوفیہ کا عمل حجت نہیں، بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم انھیں معذور
گردانیں اور ان پر ملامت نہ کریں، اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں،
یہاں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول معتبر ہے
نہ کہ ابو بکر شبلی وابو الحسن نوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا عمل“

دوسرے ان صوفیہ کا سماع مخصوص احوال میں بطور دوا و علاج ہوتا تھا اور اس میں
وہ حضرات بہت سی شرائط ملحوظ رکھتے تھے جن کی تفصیل یہ ہے:
قال لخیر الرضی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ومن اباحہ من المشایخ الصوفیۃ فلمن تخلی عن الهوی وتخلی بالتقوی واحتاج الی
ذلك احتیاج المریض الی الدوا ولہ شرائط:
احدها: ان لا یكون فیہما مرد۔

والثانی: ان لا یكون جمیعہم الا من جنسہم لیس فیہم فاسق ولا اهل الدنیا
ولا امرأة۔

والثالث: ان تكون نیتہ القوال الاخلاص لا اخذ الاجر والطعام۔

والرابع: وان لا یجتمعوا لاجل طعام او فتوح۔

والخامس: لا یقومون الا مغلوبین۔

والسادس: لا یظہرون وجدا الا صدقین (الفتاویٰ الخیریۃ ص ۱۷۷ ج ۲)

”اور مشایخ صوفیہ میں سے جس نے سماع کو جائز کہا ہے تو ان شرطوں سے کہ صاحب
سماع خواہش نفس سے پاک اور زبور تقویٰ سے مزین ہو، اور سماع کے لئے اسے
ایسی احتیاج و مجبوری ہو جیسے مریض کو دوا کے لئے ہوتی ہے، اور اس کے جواز کے
لئے کئی شرائط ہیں:

پہلی شرط: سماع کرنے والوں میں کوئی بے ریش نہ ہو۔

دوسری شرط: سب عارفین کاملین ہوں، ان میں کوئی فاسق و فاجر طالب
دنیا اور عورت نہ ہو۔

بتیسری شرط : قوال کی نیت اخلاص پر مبنی ہو مزدوری، معاوضہ اور کھانا نہ لیں۔
 چوتھی شرط : مجمع کھانے یا دیگر دنیوی اغراض کے لئے اکٹھا نہ ہوا ہو۔
 پانچویں شرط : اس دوران قیام نہ کریں الا یہ کہ مغلوب اور بے خود ہو جائیں۔

چھٹی شرط : وجد دستی کا اظہار نہ کریں الا یہ کہ سچے ہوں، ریا و تصنع نہ ہو۔
 پھر ان شرائط کی پابندی کے ساتھ بھی سماع صرف کامل درجہ کے منتهی عارفین کرتے تھے۔
 مبتدی سالک کو سختی سے منع فرماتے تھے۔

امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر سماع سے توبہ کی کہ اب ان شرطوں کی پابندی اٹھتی جا رہی ہے۔

قال للشيخ السهروردي رحمه الله تعالى :

وقبل ان الجنيد ترك السماع فقبل له كنت تستمع ؟ فقال مع من ؟ قبل له
 تسمع لنفسك ؟ فقال مع من ؟ لانهم كانوا يسمعون الا من اهل مع اهل فلما
 فقد الاخوان ترك فما اختاروا السماع حيث اختاروه الا بشروط وقيود واداب
 (عوارف المعارف ص ۱۱۱)

”حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے سماع چھوڑ دیا تھا، آپ سے دریافت کیا گیا: آپ سنتے
 تھے؟ فرمایا: کس کے ساتھ؟ عرض کیا گیا: آپ تنہائی میں سنتے ہیں؟ فرمایا: کس سے؟
 یہ حضرات قیود و شروط سے سنتے تھے جب وہ مفقود ہو گئیں تو سماع چھوڑ دیا۔
 حضرت مفتی اعظم قدس سرہ رقمطراز ہیں :

ان هذه الشروط لا تكاد توجد في زماننا فلا رخصة في السماع في عصرنا اصلا
 كيعني؟ وقد تاب سيد الطائفة جنيد قدس سره عن السماع لعدم استجماع الشروط في عصره -
 (احكام القرآن ص ۲۳ ج ۳)

”یہ شرائط ہمارے زمانہ میں قطعاً نہیں پائی جاتیں، لہذا اس دور میں سماع کی قطعاً
 اجازت نہیں، اور اجازت ہو بھی کیونکر؟ جبکہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ
 نے بایں سبب سماع سے توبہ کی تھی کہ انکے زمانہ میں تمام شرائط کی پابندی نہ رہی۔
 کوئی انصاف سے کہے کہ آج کل کی قوالی کو صوفیہ کے سماع سے کوئی دُر کی نسبت بھی؟

صوفیہ کا مقصد وحید اصلاح قلب تھا جبکہ یہاں حظ نفس اور لذت کوشی کے سوا کوئی دوسرا مقصد ہی نہیں۔

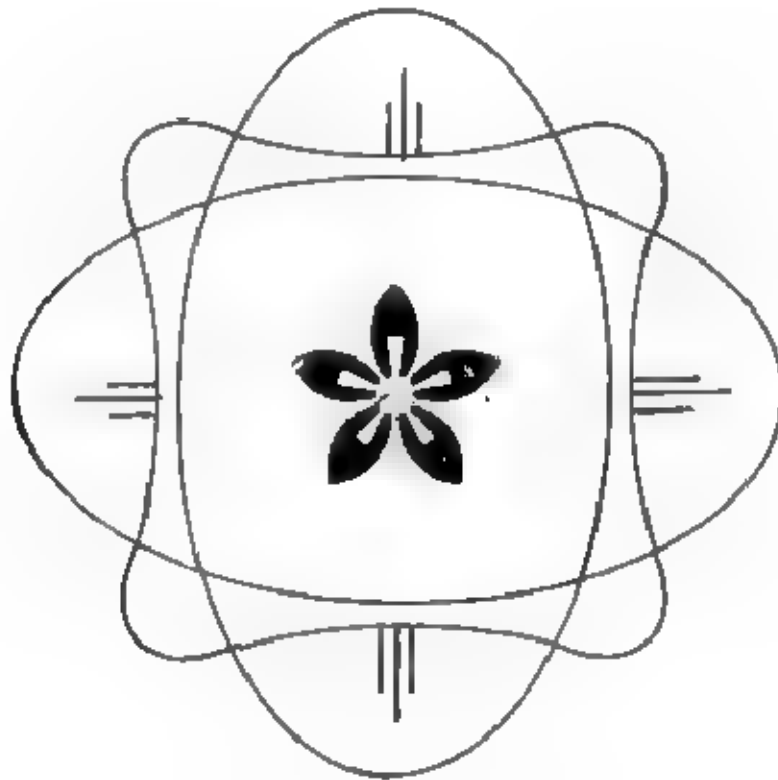
باقی یہ دلیل کہ موسیقی روح کی غذا ہے لاجواب ہے۔ واقعی! جو خبیث روحین قرآن و حدیث کی شیریں آواز سے چین نہ پاتی ہوں، اور ذکر اللہ کی شراب صافی سے بھی اُنھیں حظ نہ ملتا ہو تو انکی غذا غناء و مزامیر اور موسیقی ہی ہو سکتی ہے، نصیب اپنا اپنا۔

خلاصہ :

راگ باجوں، ساز و موسیقی اور مرقع قسم کی قوالیوں کا سننا شریعت کی رُوسے حرام ہے، ان منکرات کو جائز کہنا الحاد و بے دینی کے سوا کچھ نہیں، انھیں جائز ثابت کرنے کی نامبارک کوششیں درحقیقت وہی الحاد ہے جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے کہ اس اُمت کے کچھ لوگ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کریں گے مگر جائز و حلال سمجھ کر۔ واللہ العاصم من جمیع الفتن وهو الہادی الی سبیل الرشاد۔

محمد زبیر رحمہ

نائب مفتی دارالافتاء والارشاد
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۴۱۱ھ، حبشہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُمْسِكَ الْفُلَ إِذَا

رَجَا فِيهِ نَفْسًا يَدْعُ إِلَى غِيٍّ

فَوْفَا بِالْأَمَلِ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْ ذُنُوبِهِ
(٦١٣)



قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
وَمَا مِنْ نَبِيٍّ شَأْنُهُ بَيْنَكُمْ لَمْ يَصْحَفْ لَكُمْ لَكُمْ وَتَبْدِي
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
لَا تَوَلَّوْا زِينَةَ بَيْنَكُمْ وَتَبْدِي

مُصَافِحَةٌ وَمُعَانَقَةٌ

① دو ہاتھوں سے مصافحہ مستحب ہے۔

② بوقت وداع بھی مصافحہ مستحب ہے۔

③ مُعَانَقَةُ مِیْنِ سَیْنِہِ مِلَامَتًا

④ مُعَانَقَةُ کَا حُکْمَ

⑤ پاکستان اور ہندوستان میں مُعَانَقَةُ کے مرقہ طریقہ کے مفائد۔

مُصَلِّحَةٌ و مُعَالِفَةٌ

- احاديث الرسول صلى الله عليه وسلم -
- تعامل الصحابة رضي الله تعالى عنهم -
- اقوال المحدثين رحمهم الله تعالى -
- تعامل المحدثين رحمهم الله تعالى -
- اقوال الائمة رحمهم الله تعالى -
- نصوص الفقهاء رحمهم الله تعالى -
- روايات مختلفة واقوال متباينة من صور ترجيح وتوفيق -
- تعامل الامة الغراء والملة البيضاء -



مصافی و معانقہ کے چار مسائل

① دونوں ہاتھوں سے مصافی مستحب ہے؛

سوال : مصافی کا صحیح طریقہ شریعت اسلامیہ میں کیا ہے ؟ دونوں ہاتھوں سے مصافی پر ایک صاحب نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ طریقہ کسی حدیث سے ثابت نہیں، دلیل شرعی درکار ہے۔ معترض صاحب کی تحریر ارسال ہے۔ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مصافی میں دونوں ہاتھ ملانا مستحب ہے۔

روایات الحدیث:

قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم التَّشَهُّدُ وَکَفِّ بَیْنِ کَفَیْهِ (صحیح بخاری ص ۹۲ ج ۲، صحیح مسلم ص ۱۷۲ ج ۱، سنن نسائی ص ۱۷۵ ج ۱)
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو باب المصافی میں ذکر کر کے ثبوت مصافی پر استدلال کیا ہے، اس میں مصافی بالیدین کا ذکر ہے، اس لئے یہ مطلق مصافی کے ثبوت کے ساتھ ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافی کے ثبوت کی بھی دلیل ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”باب الاخذ بالیدین“ میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر، عینی، کرمانی اور قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے باب المصافی اور باب الاخذ بالیدین میں اس روایت سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال پر کوئی اشکال نہیں فرمایا، یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی یہ استدلال صحیح ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفین کا ذکر صراحتاً ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفین کا ذکر دلالتاً، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اپنے جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے ملانے کی کوشش کرتے تھے، اس کے پیش نظر یہ ناممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو دونوں ہاتھوں سے مصافی فرما رہے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہاتھ سے۔ ایسے جانباز عشاق سے ایسی شرمناک گستاخی کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا

اس حدیث میں مصافحۃ التعلیم کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مصافحۃ مطلقہ ثابت کیا ہے جو مصافحۃ الملاقاة کو بھی شامل ہے، اور اسی مقصد کے لئے امام نے حماد بن زید و عبد اللہ ابن المبارک کے مصافحۃ الملاقاة کا ذکر کیا ہے۔

امام کا مصافحۃ التعلیم سے مصافحۃ الملاقاة پر استدلال بالکل واضح ہے، اس لئے کہ جس طرح تعلیم موقع مودت و محبت ہے اسی طرح ملاقات بھی۔ مدعیان فرقہ کا دعویٰ بالکل بلا دلیل ہے، ان کے پاس نہ کوئی روایت دلیل ہے نہ روایت۔

(۲) اخرج الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیقاً: وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ (صمیم بخاری ص ۹۲ ج ۲)

قال الخافظ رحمہ اللہ تعالیٰ: وصلہ غبار فی تاریخ بخاری من طریق اسحاق بن احمد ابن خلف قال سمعت محمد بن اسماعیل البخاری يقول سمع ابی من مالک ورأی حماد بن زید یصافح ابن المبارک بکلتا یدیه، وذكر البخاری فی التاريخ فی ترجمة ابیه نحوه وقال فی ترجمة عبد الله بن سلمة المراءى حدثنی اصحابنا یحیی و غیرہ عن ابی اسماعیل بن ابراہیم قال رأیت حماد ابن زید وجاءہ ابن المبارک بمکة فصافحہ بکلتا یدیه (فتح الباری ص ۴ ج ۱۱)

حماد بن زید اور عبد اللہ بن المبارک رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے جہاں الحدیث اور کبار ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔

قال عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ: الائمة اربعة مالک وسفیان الثوری وحماد بن زید وابن المبارک (قد ذکرہ الحفیظ ص ۲۵ ج ۱)

(۳) قال عروۃ قالت عاشتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فمن اقرب هذا الشرط من المؤمنات قال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بايعتک کلاما ولا والله ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبايعۃ ما یبايعن الا بقولہ قد بايعتک۔

قال الخافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله قال لہا) ای للمبايعۃ متھن قد بايعتک کلاما وهو منصوب بنزع الخافض وهو من قول عاشتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والتقدير کان یبايع بالكلام ولا یبايع بالید کالمبايعۃ مع الرجال بالمصافحۃ بالیدین (مدۃ القاری ص ۳۳ ج ۱۹)

وقال القسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ای بالكلام لا بالید کما کان یبايع الرجال بالمصافحۃ بالیدین (ارشاد الساری ص ۳۸ ج ۷)

اس حدیث میں اگرچہ مصافحۃ المبیاعۃ کا بیان ہے مگر اس سے مصافحۃ الملاقاة کا بھی یہی طریق ثابت ہوتا ہے، لما قدمنا تحت الحدیث الاول -

دلائل مانعین کا تجزیہ :

اس سلسلہ میں تحریرِ رسال میں مندرجہ دلائل کے مآخذ کے مراجعہ کی ضرورت نہیں، اس لئے محسوس کی عبارات بعینہا پیش کی جاتی ہیں :

دلیل اول :

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

فياخذ بيده ويصافحه ؟ قال نعم (سنن ترمذی ص ۲ ج ۲)

دلیل ثانی :

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا ودع رجلا اخذ بيده (ابوداؤد ص ۲۵۱ ج ۳)

دلیل ثالث :

قاموس وغیرہ کتب لغت میں ہے :

ان المصافحة هو الاخذ باليد وبأثما وضع صمغ الكف في صمغ الكف -

وفي شرح المشكوة : ان المصافحة هي الافضاء بصفحة اليد الى صفحة اليد -

جوابات ادلة ثلاثہ مذکورہ :

① انسان کے جسم میں جو اعضاء درود ہیں ان میں صیغہ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے، مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں، مثلاً :

ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك -

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده -

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

ان نصوص میں يد بصیغہ مفرد ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس سے صرف ایک ہاتھ اور وہ بھی

دایاں مراد نہیں، بلکہ جنس مراد ہے جو دونوں ہاتھوں کو شامل ہے -

اسی لئے عام اصطلاح میں بیعت کو ”ہاتھ میں ہاتھ دینا“ کہا جاتا ہے، حالانکہ بیعت دونوں ہاتھوں

سے ہوتی ہے - کما صریح حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا -

② اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ يد سے يد واحد ہی مراد ہے تو یہ یدین کے عدم ثبوت کو مستلزم نہیں -

دلیل رابع :

روی ابن عبد البر فی التمهید بسند صحیح عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ترون یدی هذه صاغت بھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . (تحفة الاحوذی ص ۲۸۵ ج ۶)

جواب :

اس سے استدلال بوجہ ذیل تام نہیں :

① اس میں دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ۔

② جب دو شخص دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے، ممکن ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہاتھ دکھایا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا اور اس ہاتھ کی یہ خصوصیت بتانا مقصود ہو ۔

③ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی حالت میں بھی درحقیقت مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے ہوتا ہے کیونکہ ہر شخص کے ایک ہی ہاتھ کی پتھیلی دوسرے کی پتھیلی سے ملتی ہے اور مصافحہ کے معنی ہیں ”پتھیلی کو پتھیلی کے ساتھ ملانا“

④ ثبوت ”ید“ عدم ثبوت ”یدین“ کو مستلزم نہیں ۔

دلیل خامس :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

تمام النخبة الاخذ بالید والمصافحة بالیمنی رواہ الحاکم فی الکنی . (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۲۳ ج ۳)

جواب :

اس سے استدلال بھی بوجہ ذیل صحیح نہیں :

① یہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل ہے، اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانبین کے دائیں ہاتھ کی پتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی پتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے، بائیں ہاتھ کی پتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی پتھیلی سے نہیں ملتی ۔

والاصل فی العطف المغایرة ۔

④ عدم ثبوت ”یدین“ کو مستلزم نہیں ۔

بعض شبہات کے جوابات :

شبہ اولی :

حافظ عسقلانی اور حافظ قسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عدم

ثبوت مصافحہ عند الملاقاة کی تصریح کی ہے، حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومن ثم افرد هـا بترجمة تلى هذه لجواز وقوع الاخذ باليد من غير حصول المصافحة (فتح الباری ص ۲۵ ج ۱۱)

نیز حاشیہ صحیح بخاری ص ۹۳ ج ۲ میں عسقلانی وقسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

ولما كان الاخذ باليد يجوز ان يقع من غير مصافحة افرد هـ بهذا الباب۔

جواب:

حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت یوں ہے:

وجه ادخال هذا الحديث في المصافحة ان الاخذ باليد يستلزم التقاء صفحة اليد بصفحة اليد غالباً ومن ثم افرد هـا بترجمة تلى هذه لجواز وقوع الاخذ باليد من غير حصول المصافحة (فتح الباری ص ۲۵ ج ۱۱)

اس پوری عبارت اور اس کے محل وقوع کو سامنے رکھنے سے ثابت ہوا کہ اس موقع پر محرر سے تین لغزشیں ہوئی ہیں یا دانستہ کی ہیں:

① یہ عبارت حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے مگر محرر نے اس کا جوڑ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لگا دیا ہے۔

② عبارت کا پہلا حصہ حذف کر دیا ہے۔

③ اصل عبارت میں ”لجواز وقوع الاخذ باليد“ ہے جس کو محرر نے ”باليدین“ کر دیا ہے۔ چونکہ حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہ تو ذکر ”کف“ ہے اور نہ ذکر ”مصافحہ“ صرف ”اخذ باليد“ مذکور ہے، اس لئے اس کی ”باب المصافحہ“ سے مناسبت ظاہر نہیں، لہذا حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ وجہ مناسبت یوں بیان فرما رہے ہیں کہ ”اخذ باليد“ غالباً مصافحہ کو مستلزم ہے۔

سو حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ تو حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال کو صحیح قرار دے رہے ہیں اور اس سے مصافحہ کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

آگے یہ بحث رہ جاتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”باب المصافحہ“ کے بعد ”باب الاخذ باليد“ کیوں رکھا؟ سو حافظ عسقلانی وقسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اخذ باليد بدون المصافحہ کا بھی احتمال ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے باب میں حماد بن زید و عبد اللہ بن المبارک رحمہما اللہ تعالیٰ کے عمل اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ثابت کرنا

چاہتے ہیں کہ اخذ بالید میں اصل او غلبہ ہی ہے کہ وہ مصافحہ ہی کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ اسی باب میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قال ابن بطلال رحمہ اللہ تعالیٰ بالید هو مبالغۃ المصافحۃ وذلك مستحب عند العلماء (فتح الباری ص ۲۸ ج ۱۱)

اگر حسب زعم محرر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ”باب الاخذ بالید“ سے اخذ بالید بدون المصافحہ کا بیان مقصود ہوتا تو وہ اس باب کے تحت دلائل مصافحہ کیوں لاتے؟

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ”باب الاخذ بالید“ ہے اس کے پیش نظر اس سے طریق مصافحہ کا بیان مقصود ہے کہ دو ہاتھوں سے ہونا چاہیئے اور پہلے باب سے نفس مصافحہ کا اثبات مقصود ہے۔
شبیہ ثانیہ:

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جس مصافحہ کا ذکر ہے وہ مصافحہ متوارثہ عند الملاقاة نہیں تھا بلکہ ایک طریقہ تعلیمیہ تھا۔

جواب:

اس کی تفصیل اثبات المصافحہ بالیدین کی دلیل اول کے تحت گزر چکی ہے۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی مذکورہ روایات حدیث کے مطابق مصافحہ میں دونوں ہاتھ ملانے کو سنت قرار دیا ہے۔

قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلّ ید یدہ وتماصہ فیما علقتہ علی الملتقی۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وتماص الخ) ونصہ وہی الصاق صفحۃ الکف بالکف واقبال الوجه بالوجه فاخذ الاصابع لیس بمصافحۃ خلافا للروافض والسنۃ ان تكون بکلّ ید یدہ وبغیر حائل من ثوب او غیرہ وعند اللقاء بعد السلام الخ

(رد المحتار ص ۲۴ ج ۵)

الحاصل:

ایک ہاتھ سے مصافحہ جائز اور دوا ہاتھوں سے مستحب ہے۔

دلائل الاستحباب :

- ① احادیث یدین ناقابل تاویل ہیں اور روایات یدمحملة التأویلات۔
 - ② حماد بن زید و عبد اللہ بن المبارک رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر ائمہ کا عمل۔
 - ③ ان کے عمل پر حاضرین و سامعین میں سے کسی کا کثیر نہ کرنا، بلکہ مشہور ائمہ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس سے استدلال کرنا۔
 - ④ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔
 - ⑤ چار مسلم جبال الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ بدر الدین عینی، علامہ کرمانی اور حافظ قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کی تائید و تقریر۔
 - ⑥ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔
 - ⑦ ادب کا مدار عرف پر ہے اور صالحین کے عرف میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کو خلاف ادب سمجھا جاتا ہے، کسی بڑے کو کوئی چیز پڑتے وقت ادباً دونوں ہاتھ استعمال کئے جاتے ہیں تو مصافحہ میں دونوں ہاتھوں کو بڑھانا بطریق اولیٰ مقتضائے ادب ہوگا۔
 - ⑧ علماء و صلحاء امت کا تعامل و توارث۔
 - ⑨ ایک ہاتھ سے مصافحہ کفار و فجار کا شعار ہے۔
 - ⑩ محدثین و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
- ۱۰۔ اشوال ۹۵ھ۔

② ثبوت مصافحہ بوقت وداع :

سوال : ایک شخص کہتا ہے کہ رخصت ہوتے وقت صرف سلام مسنون ہے، مصافحہ ثابت نہیں، حالانکہ یہ تمام اکابر علماء کا معمول ہے، اس بارے میں تشفی فرمائیں۔ بدینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بوقت وداع مصافحہ متعدد احادیث کے علاوہ درایۃً بھی ثابت ہے۔

① عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تمام

التحیۃ الاخذ بالید و هذا حدیث غریب ولا نعرفہ الا من حدیث یحییٰ بن سلیم عن سفیان

وسألت محمد بن اسمعیل عن هذا الحدیث فلم یعده محفوظا (جامع الترمذی ص ۲ ج ۲)

اس حدیث ضعیف کو محض تائیداً نقل کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں حدیث ثانی کے تحت مندرجہ وجوہ سے بھی اس کو تقویت ملتی ہے۔

(۲) اخرج الامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ: عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وتمام تحیاتکم بینکم المصالحۃ۔ (مسند احمد ص ۲ ج ۵)

وکذا اخرجہ الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً وقال: ہذا السناد لیس بالقوی قال محمد علی بن یزید ضعیف (جامع الترمذی ص ۲ ج ۲)

وقال العلامة احمد البناء المعروف بالساعاتی رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا الی الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ: وقال اسنادہ لیس بالقوی ونقل عن البخاری ان عبید اللہ بن زحر وکذا القاسم ثقتان لکن علی بن یزید ضعیف اھ وقال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث الترمذی سندہ لین اھ وقال الحافظ السيوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لہ شواہد تعضدہ (منہا) عن ابی رھم السمعی عند الطبرانی (ومنہا) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند البیہقی (ومنہا) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عند ابن السنی وغیر ذلک، واللہ اعلم (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ص ۱۶ ج ۱۹) یہ حدیث بوجوہ ذیل قابل قبول ہے۔

(۱) ضعف حدیث فضائل میں مضر نہیں۔

(۲) مضر بالشواہد ہے۔

(۳) دوسری احادیث قولیہ وفعلیہ اور حکم درایہ سے مؤید ہے۔

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اودع رجلاً اخذ بیدہ فلا یدکھا حتی یکون الرجل هو یدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقول استودع اللہ دینک وامانتک وآخر عملک وفي رواية وخواتیم عملک رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجہ وفي روايتھما یدکر وآخر عملک (مشکوۃ ص ۲۱۲ ج ۱)

(۴) عن قرعۃ قال کنت عند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاردت الانصراف فقال: کما انت حتی اودعک کما ودعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ بیدی فصاغنی ثم قال استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک۔

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث نمبر ۵۱)

تأویلات المانعین:

تأویل اول: تحیہ سلام قدوم کے ساتھ مخصوص ہے۔

یہ خیال بوجہ ذیل باطل ہے:

① بلا دلیل اور خلاف ظاہر ہے۔ لفظ تحیہ مطلق ہے جو سلام قدوم و وداع دونوں کو شامل ہے۔

② قولہ تعالیٰ ”واذا حییتہ فحیوا باحسن منها ووردوها“ کے تحت حضرات مفسرین

رحمہم اللہ تعالیٰ سلام و دواع بھی تحریر فرماتے ہیں، اس بھی ثابت ہوا کہ سلام و دواع بھی تحیہ میں داخل ہے۔

③ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انتہی

احدکم الی مجلس فلیسلم فان بدالہ ان یجلس فلیجلس ثم اذا قام فلیسلم فلیست الاولی

باحق من الآخرۃ (جامع الترمذی ص ۲ ج ۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام قدوم کو سلام و دواع پر کوئی فضیلت نہیں، اس لئے اتمام

بالمصافحہ میں بھی دونوں مساوی ہیں۔

تأویل ثانی: اخذ بلا قصد مصافحہ ہوتا تھا۔

یہ خیال بھی بوجہ ذیل باطل ہے:

① بلا دلیل اور خلاف ظاہر ہے۔

② مصافحہ کی حقیقت ہی اخذ ہے۔

وقد ترفی الحدیث الاول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من تمام التحیۃ الاخذ بالید۔

ولذا احتج بہ البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی باب المصافحۃ۔

وقال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ: قال ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ: الاخذ بالید هو مبالغۃ

المصافحۃ وذلك مستحب عند العلماء (فتح الباری ص ۴ ج ۱)

وقال لا فریقۃ: المصافحۃ الاخذ بالید والتصافح مثله (لسان العرب)

وکذا قال الجوہری (الصحاح)

④ الفاظ حدیث ہویدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو واضح دلیل ہے کہ عمل اخذ جانبین

سے ہوتا تھا۔

حکم درایہ:

مصافحہ کی مشروعیت اظہار محبت کے لئے ہے اور اظہار محبت کا موقع جیسے اول لقاء ہے ایسے

ہی وقت وداع بھی ہے چنانچہ سلام وداع بھی اسی لئے ہے اور اسی لئے پوری دنیا میں اس کا دستور ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۱۹ شعبان ۱۴۰۲ھ

معانقہ میں سینہ ملانا :

سوال : عرب آپس میں ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے گردن ملاتے ہیں، لفظ معانقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں جو سینہ ملانے کا دستور ہے کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ بدینواتوجروا۔
الجواب باسم ماہم الصواب

معانقہ کے معنی تو وہی ہیں، ”گردن سے گردن ملانا“ البتہ دور روایات ضعیفہ میں ”التزام“ کا ذکر ہے۔
قال المحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ : اخرج احمد وابوداود رحمہما اللہ تعالیٰ من طریق رجل من عنزة لم یسم انه قال قلت لابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ هل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم ان القیتموہ قال ما لقیتمہ قط الا صافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اہلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الی فاتیتمہ وهو علی سریرہ فالتزمتنی فکانتم اجود واجود ورجالہ ثقات الا ہذا الرجل المبہم (فتح الباری ص ۵ ج ۱۱)

واخرج الامام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فالتزمہ وقبل ما بین عینیہ۔
قال العلامة السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ : قال المندری ہذا مرسل واجلح قدم الکلام علیہ (بذل الجہود ص ۳۲ ج ۶)

سرسری تلاش سے بذل الجہود میں ”اجلح“ پر کلام نہیں مل سکا، اس عبارت سے یہ بات محقق ہو گئی کہ یہ متکلم فیہ ہیں۔

ان روایات سے استدلال میں بوجہ ذیل کلام ہے۔

① روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی مبہم ہے اور روایت ثانیہ مکمل ہے، علاوہ ازیں اس کی سند میں ”اجلح“ متکلم فیہ ہیں۔

② التزام بمعنی اعتناق بھی ہو سکتا ہے، ای الصاق العنق بالعنق وهذا هو الموافق لروایات المعانقہ۔

③ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، کما نقل المحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

عن الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فی المعانقۃ -

جب اعتناق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی تو التزام کو بطریق اولیٰ خصوصیت قرار دیا جائے گا۔

④ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل صرف اصاغر کے ساتھ اظہار محبت کے لئے مختص تھا۔

⑤ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ حدیث و فقہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

⑥ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل خاص سے ظاہر ہے کہ یہاں ”التزام“ سے الصاق بالعتق

مراد ہے یا زیادہ سے زیادہ الصاق بالصدر، الصاق بالبطن مراد نہیں۔

پاکستان اور ہندوستان کے عوام میں معانقہ کا مروجہ طریقہ کہ سینہ کے علاوہ پیٹ بھی ملا دیتے ہیں

اس کا بطریق خصوصیت نبویہ بھی کوئی ثبوت نہیں، علاوہ ازیں اس میں اور بھی کئی مفاسد ہیں، لہذا یہ رسم

قیح واجب ترک ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

④ معانقہ کا حکم :

سوال : بوقت ملاقات معانقہ کی مروج رسم کا شرعاً کوئی ثبوت ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم مالک الصواب

معانقہ کے معنی ہیں : گردن سے گردن ملانا، عرب میں متواثر شاہی یہی ہے کہ پورا جسم الگ رکھ کر

صرف گردن سے گردن ملتے ہیں۔

کتب لغت میں اس کے معنی میں ضم والتزام بھی مرقوم ہے جو مختص بالعتق بھی ہو سکتا ہے، البتہ منجد

میں ضم الی الصدر کی تصریح ہے۔

قال الافریقی : عانقہ معانقۃ عناقاً : التزمہ فادنی عنقہ الی عنقہ (لسان العرب)

وقال لجوہری : المعانقۃ والعناق وقد عانقہ اذا جعل یدیه علی عنقہ وضمہ

الی نفسہ (الصحاح)

وقال لفیومی : عانقت المرأة عناقاً وهو الضم والالتزام (المصباح المنیر)

وفی المنجد : عانقہ معانقۃ اذا جعل یدیه علی عنقہ وضمہ الی صدرہ (المنجد)

اگر ضم الی الصدر تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان عبارات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقاء کبیرین سے متعلق

نہیں، بلکہ اصاغر یا ازواج سے اظہار محبت کے بارے میں ہیں اگرچہ علت فرط محبت میں اشتراک کی وجہ سے

کبھی کبھار مواقع مخصوص میں معانقہ اکبیرین بھی جائز ہے، کما سبھی۔

اس پر چند قسراتن ہیں:

① ان میں جانب واحد کے عمل کا ذکر ہے جبکہ لقاء اکبیرین میں عمل جانبین سے ہوتا ہے۔

② اپنے دونوں ہاتھ کسی کی گردن میں ڈال کر اپنی طرف کھینچنا۔

ظاہر ہے کہ یہ معاملہ اصاغر و ازواج کے ساتھ فرط محبت میں ہوتا ہے۔

③ فیومی کی عبارت ”عانقت المرأة“ تو اس بارے میں نص صریح ہے۔

روایات حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔

① عن ابی ہریرۃ الدوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفة

النہار لا یکلمنی ولا اکلہ حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمۃ فقال اثم کع اثم

لکع ؟ فحبستہ شیئا فظننت انہا تلبسہ سخابا او تغسلہ فجاء یشد حتی عانقہ وقبلہ وقال للہو

احب و احب من یحبہ (صحیح بخاری ص ۲۵ ج ۱)

② عن یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان حسنا وحسینا رضی اللہ تعالیٰ عنہما استبقا

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضمہما الیہ رواہ احمد (مشکوۃ ص ۴۳)

③ عن الشعبي ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فالتزمہ وقبل ما بین عینیہ (سنن ابی داود ص ۲۵۳ ج ۲)

④ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ ورسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی ففرع الباب فقام الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عراینا یجو ثوبہ واللہ ما رأیتہ عراینا قبلہ

ولا بعدہ فاعتنقہ وقبلہ ہذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ من حدیث الزہری الا من ہذا الوجه (جامع الترمذی ص ۲ ج ۲)

⑤ عن ایوب بن بشیر عن رجل من عنزة انه قال قلت لابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

هل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم اذ القیتہم وہ قال مالقیۃ قطا الا صافحنی

وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اہلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الی فاتیتہ وهو علی سریرہ

فالتزمتنی فکانت تلک اجود واجود (سنن ابی داود ص ۲۵۲ ج ۲)

اخرجہ الامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً (فتح الباری ص ۵ ج ۱۱)

⑥ اخرج ابن سعد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل نعیم بن عبد اللہ الضحام

واعتنقہ لما قدم المدینۃ ما جارا (اعلاء السنن ص ۴۲ ج ۱۷)

④ عن اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجل من الانصار قال بینما هو یحدث القوم وكان فیہ مزاح بینا یضحکهم فطعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرۃ بعود فقال اصبر فی فقال اصطبر قال ان علیک قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما اردت هذا یرسل اللہ (ابوداؤد ص ۲۱۸ ج ۲)

⑤ اخرج الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی الادب المفرد فی باب المعانقۃ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بلغہ حدیث عن رجل من الصحابة قال فابتعت بعیرا فشددت الیہ رجلی شہرا حتی قدمت الشام فاذا عبد اللہ بن انیس فبعثت الیہ فخرج فاعتنقنی واعتنقتہ (فتح الباری ص ۴۹ ج ۱۱)

⑥ اخرج الطبرانی فی الاوسط من حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ كانوا اذا اتلاقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا (فتح الباری ص ۵۱ ج ۱۱)

روایت ثامنہ و تاسعہ سے سفر سے آنے کی صورت میں عموم معلوم ہوتا ہے، و سبھی الیہ عنہ۔
ترمذی کی روایت ذیل میں مطلقا ممانعت ہے :

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رجل یرسل اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ ایغنی لہ قال لا قال افیلتمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم، هذا حدیث حسن (جامع الترمذی ص ۲۱ ج ۲)

وجوہ التریج :

روایات منع میں ترجیح کی وجوہ ذیل پائی جاتی ہیں :

- ① یہ روایات قولیہ ہے اور روایات اباحہ فعلیہ ۔
- ② یہ قاعدہ کلیہ ہے اور روایات اباحہ جزئیات محتملہ تخصیص ۔
- ③ خطر کو اباحہ پر ترجیح ہے ۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معانقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ثابت ہے جو روایات اباحہ کے تاخر اور روایات منع کے نسخ کی دلیل ہے، لہذا اباحت راجحہ ہے، ونصہ :
فہولاء اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد كانوا یتعانقون فذلک ان ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اباحۃ المعانقۃ متأخر ماروی عنہ من النہی عن ذلک فبذلک ناخذ وهو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (شرح معانی الآثار ص ۲ ج ۲)

وجہ التوفیق:

روایات اباحہ سفر سے واپسی یا اس قسم کے دوسرے مواقع مسرت و فرط محبت کے ساتھ مختصہ ہیں اور روایات منع قیود مذکورہ سے قطع نظر معانقہ کی تقسیم پر۔

ولا شک ان التوفیق احسن وارجح من الترجیح۔

حضرت مولانا ظفر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وجہ توفیق یوں بیان فرمائی کہ معانقہ بوقت یحجان محبت مباح ہے اور تحیۃ اللقاء کے طور پر ممنوع، ونصہ:

وهذا (ای حدیث الممانعة) يدل بسياقه على ان التقبيل والمعانقة الذين كرههما ابو حنيفة رحمه الله تعالى هما اللذان يكونان على وجه التحية عند اللقاء لا مطلقا (الی قولہ) وقد يكونان لهي جان المحبة والشوق والاستحسان عند اللقاء وغيره من غير مشائبة الشهوة وهما مباحان باتفاق ائمتنا الثلاثة رحمهم الله تعالى لثبوتهما عن النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه رضي الله تعالى عنهم، ولعدم مانع شرعي عنه. هذا هو التحقيق وقد التبس الامر على مشايخنا (اعلاء السنن ص ۴۱ ج ۱)

شیخ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس توجیہ میں چند وجوہ سے اشکال ہے:

① معانقہ کا تحیہ سے بالکلیہ اخراج بوقت لقاء تمام التحیہ کے لئے سنیۃ المصافحہ قبل المعانقہ کو مستلزم ہے، حالانکہ روایات معانقہ میں مصافحہ کا کوئی ذکر نہیں

② احادیث مذکورہ میں تحیۃ اللقاء کے موقع پر معانقہ سے ہی ظاہر ہے کہ یہ تمام التحیہ میں داخل

ہے۔

③ مصافحہ کو اظہار مسرت و مودت کی وجہ سے تمام التحیہ قرار دیا گیا ہے اور یہ علت معانقہ میں زیادہ پائی جاتی ہے تو وہ بطریق اولیٰ تمام التحیہ قرار پائے گا۔

وجوہ ثلاثہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تمام التحیہ عند اللقاء علی سبیل البدل احد الشیئین ہے، عام حالات میں مصافحہ اور مواقع مخصوصہ میں معانقہ۔

حاصل یہ کہ اصل تحیۃ اللقاء تو صرف سلم سے ادا ہو جاتا ہے اور تمام التحیہ سلام کے بعد مزید اظہار مسرت و مودت سے جس کے دو طریقے علی سبیل البدل شروع ہیں، عام حالات میں مصافحہ اور کسی محرک خصوصی کے وقت معانقہ، اظہار محبت کے ان دو طریقوں میں سے کسی ایک کو تمام التحیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور موقع تحیہ سے الگ مستقل بھی، تحیہ میں دونوں کو جمع کرنے کا واضح ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے خلاف

سنت معلوم ہوتا ہے، البتہ مستقلاً یعنی غیر تحیہ کے موقع پر جمع کرنے میں کوئی اشکال نہیں، اس کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں، والفرق ان الاول من الموارد الشرعیۃ دون الثانی۔

مزید ایک بحث سامنے آتی ہے کہ معانقہ میں تیامن افضل ہے یا تیسرے؟

اس بارے میں کوئی صراحت نظر سے نہیں گزری، عام اصول کے مطابق تو تیامن کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، مگر معانقہ کا منشا چونکہ سبحان المحبہ ہے جس کا محل قلب ہے اور صورت تیامن سر میں جانہیں کے قلوب باہم زیادہ قریب ہوتے ہیں، اس لئے تیسرا سر رائج ہے اور اسی لئے تیسرے کا عام معمول ہے۔

اقوال الائمة رحمہم اللہ تعالیٰ :

طرفین و امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ سے کراہت و تبذیر منقول ہے۔

قال العلامة العینی رحمہ اللہ تعالیٰ معزیاً الی الجامع الصغیر: محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ ان قال: اکرہ ان یقبل الرجل من الرجل فمہ اویدہ او شیئاً منہ واکرہ المعانقۃ ولا أری بالمصافحة بأساً (البنایۃ ص ۲۱۴ ج ۱۱)

وقال الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: فذهب قوم الی ہذا فکروا المعانقۃ منہم ابو حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ (شرح معانی الآثار ص ۲ ج ۲)

وکذا نقل عنہ الامام المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ (ہدایۃ ص ۲۶ ج ۴)

وقال العلامة السہارنفوی رحمہ اللہ تعالیٰ معزیاً الی اللمعات: وعند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ یکرہ ان یقبل الرجل ید الرجل او فمہ او شیئاً منہ او یعانقہ لورود النہی عنہ فی حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بذل المجہود ص ۳۲۵ ج ۶)

وقال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ: قال ابن عبد البر روی ابن وہب عن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ انہ کرہ المصافحة والمعانقۃ وذهب الی ہذا یحییٰ بن حماد وجماعۃ وقد جاء عن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جواز المصافحة وهو الذی یدل علیہ صنیعہ فی الموطأ وعلی جوازہ جماعۃ العلماء سلفاً وخلفاً واللہ اعلم (فتح الباری ص ۴ ج ۱۱)

وقال ایضاً: قال ابن بطال اختلف الناس فی المعانقۃ فکرمہا مالک الخ۔

(فتح الباری ص ۱۱ ج ۱۱)

وقال ایضاً: استأذن سفیان بن عیینۃ علی مالک رحمہما اللہ تعالیٰ فاذن لہ فقال السلام علیکم فردوا علیہ ثم قال السلام خاص و عام السلام علیک یا ابا عبد اللہ

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقال وعلیک السلام یا ابا محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم قال لولا انہا بدعة لعانقتک قال قد عانق من خیر منک قال جعفر قال نعم قال ذاک خاص قال ماعمر یعمنا (حوالہ بالا)

فتح الباری سے امام مالک اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے امین جو مکالمہ اوپر نقل کیا گیا ہے اس کے آخر میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے سکوت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قول تخصیص اور کراہت و تبدیع تعلیم سے رجوع فرمایا تھا۔

مشایخ احناف نے اباحہ کو ترجیح دی ہے اور قول طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، سب سے بہتر توجیہ وہی ہے جو اوپر وجہ التوفیق کے تحت لکھی گئی ہے کہ مواقع مخصوصہ کی رعایت کے بغیر عام عادت بنالینا مکروہ ہے، اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اباحہ کے قائل نہیں، اس توجیہ کے تحت طرفین و ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

روایات و عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ معانقہ خواہ صرف ضم عنق سے ہو یا ضم صدر سے بھی بہر حال مختصہ بالمواقع المخصوصہ ہے۔

پاکستان اور ہندوستان میں مروجہ معانقہ کہ سینہ، شکم اور پورا جسم باہم پیوست کر کے خوب بھینچتے ہیں بلاشبہ بالاتفاق بدعت اور واجب ترک ہے عدم ثبوت کے علاوہ اس میں مندرجہ ذیل مفاسد بھی ہیں:

① اس طریقہ مخترعہ کو سنت سمجھا جاتا ہے اور غیر سنت کو سنت سمجھا بدعت ہے۔

② مختلف الاحوال اشخاص کی بو اور پسینوں سے تلوث جو موجب تاذی ہونے کے علاوہ موثر امراض بھی ہے، اسی لئے اس کو عرب کے علاوہ دنیا کے دوسرے بیشتر ممالک میں بھی نہایت مستہجن اور بہت قبیح سمجھا جاتا ہے۔

③ ایسے امر مستہجن و رسم قبیح کو سنت سمجھنا سنت کی توہین و تحقیر ہے۔

④ خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا پیش خیمہ ہے، بے دین اور گمراہ لوگ سنت کے نام پر شہوت مانی کرتے ہیں اور دوسرے کبار کے لئے اس کو وسیلہ بناتے ہیں۔

⑤ کسی کو قتل کرنے کی بہت آسان تدبیر ہے، حال ہی میں ایک حادثہ ہو چکا ہے کہ دوستانہ انداز میں ایک شخص نے دوسرے کو سینے سے لگا کر ایسا بھینچا کہ اس کے دل پر شدید دباؤ پڑنے سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

سخت ایذا رسانی تو بہت معمولی بات ہے، ایک شخص نے دوسرے کو اتنے زور سے دبایا کہ وہ مرنے

سے تو بچ گیا، مگر کئی روز تک سانس لینے میں بہت تکلیف رہی۔
 ایک شخص نے دوسرے کو ایسا دیا یا کہ اس کی پسلی ٹوٹ گئی۔
 پھر حماقت پر حماقت یہ کہ اس ظلم عظیم کو حق محبت سمجھا جانے لگا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 یوم عرفہ ۱۴۱۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

وَمَنْ آتَى قُرْبَىٰ تِلْكَ بَيْنَتُهُ **(لِصَافِيَةٍ)** **(الْحَمْدُ تَرْتَدِي)**

وقال ابن رضى الله تعالى عنه:

كَلَامُهُ إِذَا تَلَّاهُ وَرَأَى قُرْبَى تِلْكَ بَيْنَتُهُ **(لِصَافِيَةٍ) **(الْحَمْدُ تَرْتَدِي)****



لَنْ أَشَدَّ النَّاسَ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ الْمُصَوِّرُونَ (بخاری)
 ”سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا“

الَّذِينَ يَرِثُونَ

عَنْ

عَذَابِ صُورَةِ الْحَيَاةِ

جاندار کی تصویر بنانے اور رکھنے پر لعنت

اور

سخت عذاب کی وعیدیں

دفاعتہ

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ

عن

عَذَابُ صُورَةِ الْحَيَوَانِ

جس گھر میں تصویر ہو اس میں ملائکہ داخل نہیں ہوتے۔

سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔

تصویر سازی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا شرک ہے۔

مختلف قسم کی تصویروں کے احکام کی تفصیل۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات۔

ائمہ اربعہ اور فقہار اُمت رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع۔

تصویر کے شرعی احکام

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دریں مسئلہ کہ بندہ ایک اسکول میں ملازم ہے۔ آئیں یہ دستور ہے کہ اختتام سال پر جماعت ہفتم کے لڑکے جماعت ہشتم والے لڑکوں کی اور جماعت نہم والے دہم والوں کی الوداعی دعوت کرتے ہیں۔ اس مجلس میں اہتمام سے کمرے لائے جاتے ہیں اور تمام شرکار مجلس کی تصویریں اُتاری جاتی ہیں۔ میں نے روکنے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آئے۔ میں اپنی حد تک بچاؤ کے لئے رومال سے منہ چھپا لیتا ہوں، کیا اس طریقے سے میرے لئے مجلس میں شریک ہونا جائز ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عوام اسے گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ تصویر کی حرمت پر مفصل روشنی ڈالئے، بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملاہم الصواب

یہ معصیت کی مجلس ہے جس میں شرکت قطعاً جائز نہیں، بلکہ دوران مجلس اس قسم کی حرکت شروع ہو تب بھی روکنے کی قدرت نہ رکھنے والے ہر شخص پر اٹھ جانا واجب ہے، الا یہ کہ ایسی مجلس میں کسی سے کوئی حق متعلق ہو کجماعۃ الصلوۃ واستیفاء الدین۔

چنانچہ قرآن مجید کی واضح ہدایت ہے :

وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم ایتۃ اللہ یکفر بها ویستکفروا بها فلا

تفعدوا معہم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم، الآیۃ (۲-۱۴۰)

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الہیہ کے ساتھ

استہزاء اور کفر بیوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی

اور بات شروع نہ کر دیں کہ اس حالت میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔“

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

وفی هذه الآیۃ دلالة علی وجوب انکار المنکر علی فاعلہ و انکار انکارہ اظہار

الکراہۃ اذا لم یکنہ اذالتہ وترك محالۃ فاعلہ والقیام عنہ حق ینتہی ویصدر

(الْحَالِ غَيْرِهَا) (احکام القرآن ص ۲۸۹ ج ۲)

”یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرے اس پر رد و نکیر واجب ہے، اگر گناہ کا ازالہ ممکن نہ ہو تو یہ بھی نکیر ہی کی صورت ہے کہ گناہ پر نفرت و کراہت کا اظہار کیا جائے اور مرتکب گناہ کی ہمنشینی چھوڑ دی جائے اور اس کے پاس سے اُٹھ جایا جائے حتیٰ کہ وہ گناہ کو چھوڑ کر دوسرے کام میں لگ جائے“ اس سے انکار نہیں کہ تصویر کی لعنت اس زمانہ میں و بارعام کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ایوان اسمبلی سے لے کر کچی جھونپڑیوں تک ملک کے در و دیوار تصویروں سے اُٹے ہوئے ہیں مگر یہ فلسفہ بھی تو خود کشی کے مترادف ہے کہ کوئی مرض جب و بانی صورت اختیار کر کے پوری آبادی کو لپیٹ میں لے لے تو مناسب تدبیر اختیار کرنے کی بجائے اسے مرض کہنا ہی چھوڑ دیا جائے۔

بہر حال کوئی گناہ کتنا ہی عام ہو جائے اس سے حکم شریعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لسان نبوت سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اپنی جگہ انمٹ حقیقت اور رہتی دُنیا تک کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اگر آج کا فارسی مسلمان ہادیٰ کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے خلاف عملاً بغاوت پر اُتر آیا ہے تو یہ اس کی اپنی شقاوت و سیاہ بختی ہے نہ کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقص۔

تصویر سازی شریعت کی رُو سے ایک کبیرہ گناہ ہے، اس کے ہولناک نتائج کسی ذی ہوش انسان پر مخفی نہیں، معذب اقوام کا عبرتناک انجام قرآن مجید نے مفصل بیان کیا ہے، ان میں کفر و شرک کی گمراہی تصویر کے راستہ ہی سے درآئی تھی، چنانچہ صحیحین کی حدیث سنئے :

اَوَّلِيْكَ اِذَا مَا تَرٰ فِيْهِمُ الرَّجُلَ الصَّالِحَ بَنُوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوِّرُوْا فِيْہٖ تِلْكَ الصُّوْرَ اَوَّلِيْكَ شَرٌّ اَخْلَقَ اللّٰہُ (متفق علیہ)

”اُن اہل کتاب میں جب کوئی نیک آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے پھر اس میں یہ تصویریں رکھتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں“

شایخ بخاری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

وكان غالب كفر الامم من جهة الصور (فتح الباری ص ۸)

”اکثر امتوں میں کفر و شرک کی بیماری تصویروں کے راستہ سے آئی“

اس دور میں بھی جبکہ بے پردگی، فحاشی اور عریانی کا سیلاب تمام بند توڑ چکا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فتنہ تصویر کا شاخسانہ ہے اور یہ پورا سیلاب ٹی وی، وی سی آر اور فحش اخبارات کے دہانہ سے ابل رہا ہے۔

دلائل حرمت :

تصویر کی حرمت پر احادیث بہت کثرت سے آئی ہیں جو معنوی طور پر حد تو اتر تک پہنچ جاتی ہیں، صرف صحیح بخاری میں اس پر دس ابواب مذکور ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف صحیح بخاری کے ان ابواب سے ہی ایک ایک حدیث نقل کرتے ہیں :

① عن ابی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخلوا المملکة بیتا فیہ کلب ولا تصاومیر (بخاری ص ۸۸ ج ۲ باب التصاومیر)

”جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے“

② قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

ان اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون (ایضا باب عذاب المصوین یوم القیمة)

”قیامت کے روز سب نے زیادہ سخت ترین عذاب تصویر سازوں کو ہوگا“

③ قال ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ومن

اظلم من ذہب یخلق کخالق فلیخلقوا حبة ولیخلقوا ذرة الحدیث۔

(ایضا باب نقص الصور)

”اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو عمل خالقیت میں میرا مقابلہ کرنے لگا، یہ لوگ ایک

دانہ یا ایک ذرہ تو پیدا کر کے دکھائیں“

④ قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا : قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من سفر وقد سترت بقرامی علی سھوۃ فیہ تماثل، فلما راہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہتکہ وقال اشد الناس عذابا یوم القیمة الذین یضاهون بخلق اللہ۔

(ایضا باب ما وطئ من التصاومیر)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے طاق پر تصویر دار پردہ ٹکایا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا روز قیامت سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفت خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی نقل اتارتے ہیں۔“

⑤ عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها اشترت نمرقة فيها تصاویر فقام النبي صلى الله عليه وسلم بالباب فلم يدخل فقلت اتوب الى الله مما اذنبت - قال ما هذه النمرقة؟ قلت لتجلس عليها وتوسد لها، فقال ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ما خلقتم وان الملائكة لا تدخل بيتا فيه الصور (ص ۸۸ ج ۲ باب من كره الفعود على الصور)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تصویر دار تکلیہ خریدا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر رک گئے، اندر تشریف نہ لائے، میں نے عرض کیا: مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ میں اپنے گناہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکلیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس مقصد سے لیا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت ان تصویر سازوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی مخلوق تصاویر کو زندہ کر دکھاؤ، اور بلاشبہ فرشتے ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔“

⑥ كان قرام لعائشة رضي الله تعالى عنها سترت به جانب بيتها فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم اميطي عني فانما لا يزال تصاویر تعرض لي في صلاتي (الصيايا بکراہیة الصلوٰۃ فی التصاویر)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر پر تصویر دار پردہ ٹکایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے ہٹا دو اس کی تصویریں بار بار میری نماز میں مغل ہوتی ہیں۔“ (اس حدیث پر اشکال کے جوابات ص ۳۱ پر ہیں)

⑦ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال وعد النبي صلى الله عليه وسلم جبريل فرائض عليه حتى اشتد على النبي صلى الله عليه وسلم فخرج النبي صلى الله عليه وسلم

فلقیہ فشکا الیہ ما وجد فقال له انا لاندخل بیتانیہ صوۃ ولا کلب -

(ایضا باب لا تدخل الملیکۃ بیتانیہ صوۃ)

”حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا مگر وقت پر نہ آئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولتکدہ سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے رنج و زحمت انتظار کا شکوی فرمایا، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا جس گھر میں کتابیا تصویر ہو ہم اس میں داخل نہیں ہوتے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتکدہ پر اس وقت یہ دونوں چیزیں موجود تھیں جن کے دھڑ کا آپ کو علم نہ تھا، جبریل علیہ السلام نے بتایا تو آپ نے ان کو ہٹوا دیا۔

⑧ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہا اشترتہ نمرقۃ فیہا تصاویر فلما راها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی الباب فلم یدخل فصرفت فی وجہہ الکراہیۃ وقالت یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ما اذا ذنبت، قال ما بال ہذا النمرقۃ قالت اشتریتہا لتقعد علیہا وتوسدہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اصحاب ہذا الصور یعدون یوم القیمۃ ویقال لہم احيوا ما خلقتہم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لا تدخل الملیکۃ (ایضا باب من لم یدخل بیتانیہ صوۃ)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے ایک تصویر پر دار تکیہ خریدا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر رُک گئے، اندر تشریف نہ لائے، میں نے چہرہ انور پر ناراضی کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تصویر دار تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویر والوں کو روز قیامت عذاب ہوگا اور کہا جائے گا اپنی مخلوق تصاویر کو زندہ کر دکھاؤ، اور فرمایا جس گھر میں تصاویر ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے“

⑨ عن وہب السوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اکل

الریو وموکلہ والواشمۃ والمستوشمۃ والمصوّر (ایضاً باب من لعن المصوّر)
 ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، جسم گودنے والی
 پر، گدوانے والی پر اور تصویر ساز پر لعنت فرمائی“

(۱۰) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یقول من
 صوّر صورة فی الدنیا کلف یوم القیمۃ ان ینفخ فیھا الروح ولین ینافخ (ایضاً باب من
 صوّر صورة فی الدنیا)

”آپ مہلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی اسے روز قیامت
 مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے گا“
 نہ روح پھونک سکے گا نہ ہی عذاب میں تخفیف ہوگی۔

یہ وعیدیں ہر قسم کی تصویر سے متعلق ہیں خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے کاغذ پر بنائی
 جائے یا درودیا پر، سکے پر نقش کی جائے یا نوٹوں پر چھاپی جائے، ہر کیف یہ مذکورہ بالا
 وعیدوں کا مصداق اور حرام ہے۔ اس بارہ میں اکابر علمائے اُمت کی تصریحات آگے آرہی ہیں۔
 پھر ان وعیدوں کا مصداق فقط تصویر ساز ہی نہیں بلکہ امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ
 کی تصریح کے مطابق اس کی تحسین و تصویب کرنے والا، اس کا ہمنشین، اس کے اس فعل پر
 دل سے راضی ہونے والا، اس فعل کو دیکھ کر قدرت کے باوجود نکیر نہ کرنے والا سب
 شریک گناہ ہیں (المدخل ص ۳۷ ج ۱)

البتہ بے جان اشیاء کی تصاویر ان وعیدوں سے مستثنیٰ ہیں، ان کے بنانے میں کوئی مضائقہ
 نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ موجود ہے:
 ان امیت الا ان تصنع فعلیک بهذا الشجر کل شیء لیس فیہ روح۔

(صحیح بخاری ص ۲۹۶ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۲ ج ۲)

”اگر بنانا ہی ہے تو درخت اور دوسری بے جان اشیاء کی تصویریں بناؤ“

اجماع اُمت :

جان دار کی تصویر سازی باجماع اُمت حرام ہے، اس مسئلہ میں اکابر اُمت کی عبارات
 اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا استقصار ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے، ہم بطور نمونہ ہر فقہی
 مکتب فکر کی ایک ایک عبارت نقل کئے دیتے ہیں :

① شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وفي التوضيح قال اصحابنا وغيرهم تصوير صورة الحيوان حرام اشد التحريم وهو من الكبائر وسواء صنعه لما يمتنع او لغيره فحرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله - وسواء كان في ثوب او بساط او دينار او درهم او فلس او اناء او حائط او ما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام - وسواء في هذا كله ماله ظل وما لا ظل له ومعناه قال جماعة العلماء مالك والثوري وابو حنيفة وغيرهم رحمهم الله تعالى (عمدة القاري ص ۲۲)

”توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاء حنفیہ اور دوسرے حضرات نے بھی فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام اور کبائر میں سے ہے، خواہ پامال اور ذلیل کرنے کیلئے بنائی جائے یا کسی اور مقصد سے، بہر کیف حرام ہے، اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مقابلہ ہے۔ اور خواہ تصویر کپڑے پر ہو یا بچھونے، دینار، درهم، پیسے، برتن یا دیوار پر۔ ہاں! جس میں جاندار کی تصویر نہ ہو جیسے درخت وغیرہ تو یہ حرام نہیں۔ اور اس حکم حرمت میں سایہ دار (جسم دار مورت) اور بے سایہ (بے جسم صرف نقش) تصویر برابر ہیں۔ اور یہی کچھ فرمایا جماعت علماء امام مالک۔ ثوری اور ابو حنیفہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے“

احناف کی دیگر کتب میں بھی یہی مسلک مفصل مذکور ہے، ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ص ۱۱۶،

ہندیہ ص ۲۵۹ ج ۵، رد المحتار ص ۶۲ ج ۱، المتانہ ص ۲۲۴ وغیرہ۔

② شیخ الاسلام محی الدین نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث - وسواء صنعه بما يمتنع او بغيره فصنعتة حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى - وسواء ما كان في ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط او غيرها - واما تصوير صورة الشجر ورجال الابل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام (و بعد سطرین) ولا فرق في هذا كله بين ماله ظل وما لا ظل له هذا تلخیص مذهبنا في المسألة ومعناه قال جماهير العلماء من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم والتابعین

ومن بعدہم رحمہم اللہ تعالیٰ وہو مذهب الثوری ومالك والی حنیفة وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔
وقال بعض السلف انما ینہی عما کان له ظلم ولا بأس بالصورة التي ليس لها ظلم
وهذا مذهب باطل، فان الستر الذي انكر النبي صلى الله عليه وسلم الصورة فيه لا شك
احد انه مذموم وليس لصورته ظلم مع باقي الاحاديث المطلقة في كل صورة،

(شرح النووي علی صحیح مسلم ص ۱۹۹ ج ۲)

”ہمارے علماء (شافعیہ) اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت
حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لئے کہ اس پر سخت وعید آئی ہے جو
احادیث میں مذکور ہے۔ خواہ تصویر پامال و ذلیل کرنے کے لئے بنائی گئی ہو یا کسی
دوسرے مقصد کے لئے، اس کا بنانا بہر حال حرام ہے کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی صفت
تخلیق کا مقابلہ ہے۔ اور خواہ کپڑے پر بنائی جائے یا بچھونے، درہم، دینار، پیسے
برتن، دیوار یا کسی اور چیز پر۔ البتہ درخت اور دوسری بے جان چیزوں کی تصویر
بنانا جائز ہے۔

ان تمام احکام میں سایہ دار (مورت)، اور بے سایہ (صرف نقش) تصویر
کے مابین کوئی فرق نہیں (دونوں قسمیں یکساں طور پر حرام ہیں) یہ اس مسئلہ میں
ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے۔ اور یہی قول ہے جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم،
تابعین اور مابعد کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اور یہی مذہب ہے امام سفیان ثوری،
مالک اور ابو حنیفہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا۔

اسلاف میں سے بعض کا قول ہے کہ سایہ دار (ذی جسم) تصویر سے منع کیا
جائے گا۔ اور ان تصویروں میں کوئی حرج نہیں جو بے سایہ ہیں۔

لیکن یہ مذہب باطل ہے اس لئے کہ جس پر وہ کی تصویر پر حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے نکیر فرمائی بے شک و شبہ وہ تصویر مذموم تھی، حالانکہ اس تصویر
کا کوئی سایہ نہ تھا۔ دوسری احادیث اس پر مستزاد ہیں جو ہر تصویر کے متعلق مطلق ہیں۔
حضرات شوافع کی دوسری کتابوں میں بھی تصویر کی حرمت مصرح ہے۔ ملاحظہ ہو:

نہایت المحتاج الی شرح المنہاج ص ۳۶۹ ج ۲ تکملة المجموع شرح المہذب ص ۳۶۳ حواشی

تحفة المحتاج ص ۴۷۲ ج ۲ وغیرہا۔

(۳) علامہ مرداوی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یحرم تصویر ما فیہ روح ولا یحرم تصویر الشجر ونحوہ والتمثال مما لا یشابہ ما فیہ روح علی الصحیح من المذہب (الانصاف ص ۴۷ ج ۱)

”جاندار چیز کی تصویر بنانا حرام ہے۔ درخت اور دوسری ایسی اشیاء کی تصویر بنانا جو جاندار کے مشابہ نہ ہو صحیح مذہب کے مطابق حرام نہیں۔“
یہی تفصیل ان کتب میں بھی ہے :

المغنی لابن قدامة ص ۲۸۲ ج ۲، الاقتناع ص ۲۳ ج ۳، کشاف القناع ص ۵ ج ۵۔

(۴) فقہ مالکی کی عام کتابوں میں تصویر کے متعلق تفصیل مذکور ہے کہ سایہ دار تصویر ناجائز اور بے سایہ جائز ہے، چنانچہ درویر علی مختصر الخلیل میں ہے :

والحاصل ان تصاویر الحیوانات تحرم اجماعاً ان كانت كاملة لها ظلة مما یطول استمراره، بخلاف ناقص عضواً یعیش ولو كان حیواناً، وبخلاف ما لا ظلة له كنقش فی ورق او جدار وفيما لا یطول استمراره خلافه والصحیح حرمة۔

(الشرح الصغیر علی الدرر دیوطہ ج ۲)

”خلاصہ یہ کہ جانداروں کی تصاویر بالاجماع حرام ہیں بشرطیکہ مکمل ہوں سایہ دار ہوں اور دیر پا ہوں، بخلاف ایسی تصویر کے جن میں ایسے عضو کی کمی ہو جس کے بغیر جاندار زندہ نہیں رہ سکتا، اور بخلاف بے سایہ تصویر کے، جیسے کاغذ یا دیوار پر بنے ہوئے نقش (کہ یہ دونوں قسمیں جائز ہیں) اور جو تصویر دیر پا نہ ہو اس میں اختلاف ہے، صحیح قول کے مطابق یہ بھی حرام ہے۔“

شرح منہج الجلیل ص ۱۶ ج ۲ اور الخرشنی ص ۳۲ ج ۳ وغیرہا میں بھی یہی مذکور ہے۔

صاحب مذہب حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارہ میں دونوں قول منقول ہیں، ایک تو سایہ دار اور بے سایہ تصویر میں تفصیل کا، کہ اول ناجائز اور ثانی جائز ہے، اور دوسرا قول علی الاطلاق حرمت کا، ملاحظہ ہو : التہبید لابن عبد البر ص ۳ ج ۱۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بے سایہ تصویر کے جواز کا قول مذہب جمہور کے خلاف اور دلائل کے لحاظ سے ضعیف ہے، صحیح بخاری کی مذکورہ احادیث پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی اس کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے مذہب

باطل قرار دیا اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسکی نسبت نہیں کی، کما ہر انفاً۔
 مذہب مالکیہ کے بعض اکابر ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے
 جمہور کا مذہب اختیار فرمایا ہے، چنانچہ قاضی ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذہب جمہور کو
 اصح اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اعدل المذاہب قرار دیا ہے۔ امام عبد البر مالکی
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے راجح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو :

عارضۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۷، زرقانی علی الموطأ ص ۳۶۷ ج ۲۔

(۵) معروف غیر مقلد عالم علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نیل الاوطار ج ۲ میں
 ص ۱۱۳ سے ص ۱۱۴ تک حرمت تصاویر کی احادیث مفصل طور پر نقل کی ہیں اور ص ۱۱۳ پر علامہ نووی
 رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا پوری عبارت نقل کی ہے، صحیح بخاری و مسلم کی دو حدیثیں نقل
 کر کے ان کی شرح میں لکھتے ہیں :

الحديثان يدلان على ان التصوير من اشد المحرمات للتوعد عليه بالعذاب
 في النار وبأن كل مصور من اهل النار، وورد لعن المصورين في احاديث اخر
 وذلك لا يكون الا على محرم متبائع في القبح۔

وانما كان التصوير من اشد المحرمات الموجبة لما ذكر لان فيه مضاهاة لفعل
 الخالق جل جلاله، ولهذا سمي الشارح فعلم خلقاً وسمي هم خالقين، وظاهر قوله
 "كل مصور" وقوله "بكل صورة مصورها" انه لا فرق بين المطبوع في الشيب وبين
 ماله جرم مستقل ويؤيد ذلك ما في حديث عائشة رضي الله تعالى عنها المتقدم
 من التعميم الخ (نیل الاوطار ص ۱۱۳ ج ۲)

"دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تصویر سخت ترین محرمات میں سے ہے،
 اس لئے کہ اس پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور یہ کہ ہر تصویر ساز اہل جہنم سے ہے،
 نیز اس سبب سے کہ دوسری احادیث میں تصویر سازوں پر لعنت آئی ہے،
 اور یہ شدید وعیدیں صرف ایسے گناہ پر ہی ہو سکتی ہیں جو قباحت و شناعیت میں
 انتہاء درجہ کا گناہ ہو۔ تصویر کا گناہ سخت ترین حرام اور مذکورہ بالا وعیدوں کا
 مصداق اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فعل تخلیق کا مقابلہ ہے، اسی لئے
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمل تصویر سازی کو "خلق" اور انہیں "خالقین"

کے نام سے موسوم فرمایا، اور احادیث کے الفاظ ”کلّ مصوّر“ اور ”بکلّ صورة“ صورہا“ کے ظاہر الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے پر نقش شدہ تصویر اور مستقل جسم والی تصویر میں کوئی فرق نہیں اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو دونوں قسم کی تصویروں کے لئے عام ہے۔

فوائد متفرقہ :

- حدیث ۷۱ میں تصریح ہے کہ فرشتے تصویر والے مکان میں داخل نہیں ہوتے، جہور علماء کے نزدیک اس سے مراد خاص ملائکہ رحمت و برکت ہیں، کراما کاتبین یا وہ فرشتے جو جنتا شیاطین اور ناگہانی مصائب سے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔
- حدیث ۷۲ میں تصویر سازوں کے لئے اشدّ العذاب (سب لوگوں سے سخت عذاب) کی وعید آئی ہے،

اس پر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ اشدّ العذاب کی وعید تو قرآن و حدیث میں اور بھی کئی قسم کے مجرموں کو سنائی گئی ہے، یہ نصوص متعارض معلوم ہوتی ہیں۔

جواب :

جن جن لوگوں کے لئے اشدّ العذاب کی وعید آئی ہے وہ تمام لوگ بیک وقت اس میں شریک ہونگے، کسی ایک فریق کا اسمیں داخل ہونا دوسرے فریق کے خارج ہونے کو مستلزم نہیں۔

- حدیث ۷۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر دار پردہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں موجود تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہ فرمائی بلکہ اسکی موجودگی میں نماز بھی ادا فرماتے رہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں :

وكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي اليه

بظاہر یہ روایت حدیث ۷۴ اور ۷۵ سے متعارض ہے جن میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر دار پردہ کا وجود ایک لمحہ کو بھی گوارا نہ فرمایا بلکہ نظر پڑتے ہی فوراً ہٹانے کا حکم فرمایا۔

جواب :

- ① پہلی دونوں روایتیں جانداروں کی تصاویر سے متعلق ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فوراً ہٹانے کا حکم فرمایا، اور روایت ۶ میں مذکورہ تصاویر جانداروں کی نہ تھیں بلکہ بے جان اشیاء درختوں پھولوں وغیرہ کے نقوش تھے چونکہ یہ چیزیں جائز ہونے کے باوجود نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب بن جاتی ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ احتیاط و تقویٰ انھیں ہٹانے کا حکم فرمایا، لہذا اجمع البدن والعین رحمہ اللہ تعالیٰ فی عمدۃ القاری ص ۷۷ ج ۲۲۔

② ممکن ہے یہ حدیث زمانہ حرمت سے پہلے کی ہو (فتح الباری ص ۳۲۸ ج ۱۰)

(۱) اس حدیث سے حرمت کی بجائے حلت ثابت ہو رہی ہے اسی لئے جوابات کی ضرورت پڑی، لہذا اسے دلائل حرمت میں شمار کرنا صحیح نہیں۔ (رشید احمد)

دلائل جواز کا تجزیہ :

جو لوگ تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں انکی طرف سے درج ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

① یعلمونہ ما یشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب وقد وردت سنیت (۳۴ - ۱۳)

”بناتے اس کے لئے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور فلگن جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئیں“

اس آیت میں صراحت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے تصویریں بنواتے تھے، معلوم ہوا کہ تصویر سازی جائز ہے، ورنہ ایک جلیل القدر نبی یہ کام کیوں کر دلاتے؟

② یہی کی تمام احادیث کا مصداق جسم دار تصاویر (مجسمے و مورتیں) ہیں، کپڑے کاغذ وغیرہ پر نقش شدہ تصویر اس بحث سے خارج ہے، چنانچہ صحیح بخاری ہی میں جہاں تصویر پر اتنی وعیدیں مذکور ہیں وہاں اس نقشی تصویر کو (الرفقما فی ثوبہ) (مگر جو کپڑے پر نقش ہو) کے الفاظ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو: ص ۸۸ ج ۲ باب من کراه القعود علی الصور۔

③ ان تمام احادیث کی اصل علت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب سے بت پرستی کے آثار و نشان مٹانا تھے جو نئے نئے شرک سے اسلام میں آئے تھے، لہذا جب عقیدہ توحید ان حضرات کے رگ و پے میں رچ بس گیا اور بتوں سے انھیں طبعی نفرت پیدا ہو گئی تو اس نوع کی تمام احادیث از خود منسوخ ہو گئیں، جیسے ابتداء اسلام میں خاص خاص مقاصد کے پیش نظر کتوں کو مارنے کا حکم صادر کیا گیا، شراب کے مخصوص برتن توڑنے کا حکم فرمایا گیا اور قبروں پر جانے کی ممانعت کی گئی، مگر رفتہ رفتہ جب یہ

مقاصد حاصل ہو گئے تو یہ تینوں حکم منسوخ قرار پائے۔

علی الترتیب ہم ان تینوں دلائل کا جواب ذکر کرتے ہیں :

① یہ درست ہے کہ تمثال بمعنی تصویر ہی ہے مگر اس دعوے کی کیا دلیل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام خاص جاندار اشیاہی کی تصویریں بنواتے تھے؟ جب درخت پھل پھول پہاڑ سمندر اور تمام قدرتی مناظر کی عکاسی بھی تمثال کے تحت داخل بلکہ اس کا مدلول حقیقی ہے تو کیوں کھینچ تان کر جاندارہی کی تصاویر کے ساتھ اسے مخصوص ٹھہرایا جائے؟ یہ استدلال اس لحاظ سے بھی دور از کار ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی طرح تورات کے پیروکار تھے، اور تورات میں جاندار اشیاہی کی تصویر سازی سے سختی سے منع کیا گیا ہے، ہزار تحریفات کے باوجود یہ ممانعت آج بھی تورات کے اوراق میں محفوظ ہے، ملاحظہ ہو: خروج ۲۰: ۱۱، استثناء ۴: ۱۶ تا ۱۸۔

اگر مان لیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جاندار اشیاہی کی تصویریں بنواتے تھے تب بھی یہ انہی کی شریعت کا مخصوص حکم ہو گا جس کا اتباع اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد کے لئے قطعاً جائز نہیں، اس لئے کہ اصول فقہ کا یہ معروف و مسلم قاعدہ ہے کہ شرائع سابقہ کے صرف وہی احکام اس امت کے لئے واجب الاتباع ہیں جنہیں قرآن و حدیث نے برقرار رکھا ہے اور ان کے مخالف کوئی دوسرا حکم صادر نہیں فرمایا، یہاں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے صاف طور پر تصویر کی حرمت و ممانعت ثابت ہے تو یہ کیونکر روا ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اس صاف و صریح حکم سے روگردانی اختیار کر کے سلیمان علیہ السلام کی شریعت سے ایک منسوخ حکم لیا جائے؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اعلان ہے :

وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمُودٌ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأْتُ الْكُفْرَ مَوْسَىٰ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُكُمْ فِي ضَلَالَتِكُمْ

عن سواند السبیل ولو کان حیاً وادری فی نبوتی لا تبعنی (مشکوٰۃ بحوالہ دارعی)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ تمہارے سامنے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تو راہ راست سے ہٹک جاؤ گے، اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میرا اتباع کرتے۔“

② گزشتہ صفحات میں ہم صحیح بخاری کی دس احادیث نقل کر آئے ہیں۔ یہ تمام احادیث مطلق ہیں، ان میں سے کسی ایک حدیث کے کسی ایک لفظ سے بھی اشارہ تک نہیں ملتا کہ جسم دا تصاویر ناجائز اور بے جسم جائز ہیں، بلکہ حدیث ۴، ۵، ۶ اور ۸ تو ایسی ہی انہی تصاویر سے متعلق جو کپڑے پر نقش تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سختی سے نیکر فرمائی اور بنانے والوں کے لئے وعید ارشاد فرمائی۔

نیز کتب احادیث و سیر میں تصریح ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اسمیں بتوں کے علاوہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی آویزاں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصویریں مٹا دیں اور مشرکین کے متعلق فرمایا:

قَاتِلْهُمْ اللَّهُ (صحیح بخاری ص ۲۱۴ ج ۲ وغیرہ)
 ”اللہ انھیں غارت کرے“

باقی رہے ”الاما كان رقماً في ثوب“ کے الفاظ، تو رقم کے معنی لغت کی کسی کتاب میں بھی ”جاندار کی تصویر“ نہیں لکھا، اس کے اصل معنی نقش و نگار کے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کئے روزہ پر نقش پردہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا:

مَا لَنَا وَلِلدُّنْيَا وَمَا لَنَا وَلِلرَّقْمِ الْحَدِيثِ (جمع الفوائد ص ۸۲ ج ۱ بحوالہ بخاری والبی داؤد)
 ”ہمیں دنیا سے کیا واسطہ؟ ہمیں نقش و نگار سے کیا غرض؟“

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وجوابنا وجواب الجمهور عنه انه معمول على رقمة على صورة الشجر وغيره مما

ليس بحيوان (نووی علی مسلم ص ۲ ج ۲)

”ہمارا اور جمہور علماء کا جواب یہ ہے کہ یہ (الاما كان رقماً في ثوب) درخت اور

دوسری بے جان اشیاء کے نقش کے بارے میں ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ويحتمل ان يكون ذلك قبل النهي (فتح الباری ص ۳۲۸ ج ۱۰)

”یہ بھی احتمال ہے کہ یہ واقعہ تصاویر کی حرمت سے پہلے کا ہو۔“

علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال الطحاوی یحتمل قوله الارقما فی شوبہ انه اراد رقماً یوطأ ویمکن کالبسط

والوسائد انتہی (عمدة القاری مشکح ۱۲)

”امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ الارقما ہے

شوبہ سے مراد ایسی تصویر ہو جو پامال اور ذلیل ہو جیسے بچھونے اور تکیے“

غرض: شراح حدیث میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ تصویر کی کوئی قسم ان وعیدوں

سے خارج ہے۔

(۳) یہ استدلال بھی مغالطہ دہی سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، جن تین اشیاء کی

مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں ممانعت کے بعد ان کی اجازت بھی صراحتہً آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے منقول ہے، چنانچہ کتوں کے متعلق حدیث ہے:

عن ابن مغفل قال امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتل الكلاب ثم قال

ما بالهم وبال الكلاب، الحديث (صحیح مسلم ص ۲ ج ۲)

”حضرت ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا، پھر ارشاد فرمایا: لوگوں کو کتوں

کی کیا پٹری ہے؟

اب ان کا قتل کرنا چھوڑ دیں۔

اور زیارت قبور اور شراب کے برتنوں کے متعلق ارشاد گرامی ہے:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ونهيتكم عن لحوم الاضاحی فوق

ثلاث فامسكوا ما بیدکم ونهيتكم عن النبیذ الا فی سقاء فاشربوا فی الاسقیة

كلها ولا تشربوا مسکوا (صحیح مسلم ص ۳ ج ۱)

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا لیکن اب یہ منسوخ ہے، ان کی

زیارت کر سکتے ہو، اور تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زائد رکھنے سے منع

کیا تھا لیکن اب یہ حکم بھی منسوخ ہے، جتنا عرصہ چاہو رکھ سکتے ہو، اور تمہیں

مشکیزے کے سوا کسی برتن میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا، لیکن اب ہر برتن

میں بنا سکتے ہو، اور نشہ آور چیز نہ پیو“

اس کے برعکس تصویر کے جواز کی کوئی روایت نہیں ملتی، اگر ہو تو مجوزین پیش کریں،
ودونہ خراط القناد - ہاں! اس کے شواہد ضرور ملتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر
وقت تک تصویر پر تکیر فرماتے رہے، صحیح بخاری ہی کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لما اشتكى النبي صلى الله عليه وسلم ذكر بعض
نساء كنيسة رأتها بارض الحبشة يقال لها مارية وكانت ام سلمة وام حبيبة رضي الله
تعالى عنهما اتتا ارض الحبشة فذاكرتا من حسنهما وتصاوير فيها فرفع رأسه فقال
اولئك اذ مات منهم الرجل الصالح بنو علي قبره مسجداً شرفاً وصوراً وفيه تلك
الصور واولئك شرار الخلق عند الله (صحیح بخاری ص ۱۷۹ ج ۱)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
مرض الوفات میں بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے سرزمین حبشہ
میں بسنے ہوئے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا، حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشہ گئی تھیں، انھوں نے گرجا کے حسن و جمال اور اس میں موجود چند
تصویروں کا ذکر کیا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اوپر اٹھایا
اور ارشاد فرمایا: (یہ اہل کتاب کا دستور ہے کہ) جب ان میں کوئی مرد صالح
انتقال کر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے پھر اس میں یہ تصویریں رکھ دیتے (آخر کا
انہی تصویروں سے بتوں اور بتوں سے شرک کا دروازہ کھل گیا) اللہ تعالیٰ کے
تزدیک یہ بدترین خلائق ہیں۔“

نیز صحیح بخاری کی مذکورہ بالا احادیث میں سے حدیث ۷۷۱ میں جس سفر سے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی واپسی کا ذکر ہے یہ سفر بھی حیات طیبہ کے آخری سالوں کا سفر تھا اس لئے کہ ایک
روایت کے مطابق یہ سفر خیبر اور دوسری روایت کے مطابق سفر تبوک تھا، غزوہ خیبر ۶۲۷ھ
میں اور غزوہ تبوک ۶۲۹ھ میں پیش آیا، کما صرح بہ اصحاب السابغہ۔

اور صحیح بخاری کی مذکورہ بالا احادیث میں بھی کہیں اس کا کوئی اشارہ نہیں کہ یہ مانعت
بت پرستی کی علت سے تھی، بفرض محال اگر یہی علت قرار دی جائے تب بھی آگے یہ دعویٰ ترا
دعویٰ ہی ہے کہ دنیا سے بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا ہے لہذا تصویر سازی کی کھلی چھٹی ہے۔
آج کی متمدن دنیا میں بھی ملکوں کے ملک بت پرستی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں، اور

کئی مشرک قومیں خاص طور سے اپنے بانیانِ مذاہب کو الوہیت کے اختیارات تفویض کرتی اور ان کی تصویریں پوجتی ہیں، عیاں را چہ بیاں؟

اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مفروضہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بت پرستی دُنیا سے مٹ چکی ہے تب بھی اس دعوے کی کیا دلیل ہے کہ ممانعت کی علت صرف بت پرستی ہی میں مختصرتھی؟ مذکورہ بالا احادیث پر مکرر ایک نظر ڈال لی جائے جن میں حرمتِ تصویر کا ایک اہم سبب اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کا مقابلہ بھی بیان کیا گیا ہے، نیز ایک وجہ ملائکہ رحمت کی آمد میں رکاوٹ بیان کی گئی ہے۔

الغرض: اس قسم کے مفروضوں سے شریعت کے کسی قطعی مسئلہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی اس قسم کا اجتہاد سلف میں سے کسی کو سوجھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھ کر کوئی شارح نہیں ہو سکتا، یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی رمز شناس اور ہر قول و فعل کے عینی شاہد ہیں، ان حضرات نے بھی تصویر سے متعلق تمام احادیث سے یہی مفہوم اخذ کیا کہ یہ ارشادات ہر قسم کی تصاویر سے متعلق ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصاریٰ کی دعوت یہ فرما کر رد فرماد کہ تمہارے ہاں تصویریں ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوالہیاج اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ شہر میں تمام تصاویر مٹا دیں اور فرمایا مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہم پر بھیجا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مکان میں تصویر دیکھ کر دروازہ سے نوٹ آئے۔

یہ واقعات صحیح بخاری و مسلم میں مفصل مذکور ہیں۔

مسند احمد اور سنن کبریٰ للبیہقی وغیرہ میں اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات مفصل مذکور ہیں جنہیں ہم اختصار کے پیش نظر ذکر نہیں کرتے۔

مذاہبِ اربعہ کی تصریحات بھی ہم اوپر مفصل ذکر کر آئے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی کچھ دلائل پیش کئے جاتے ہیں، مثلاً:

① ان وعیدوں کا مصداق صرف مشرکانہ نوعیت کی تصاویر ہیں جو پرستش کی غرض

سے بنائی گئی ہوں۔

اس دلیل کا ضعف اور بودا پن محتاج دلیل نہیں، کتب احادیث میں کم و بیش چالیس احادیث ملتی ہیں جن میں تصویر سازی پر شدید وعیدیں وارد ہیں، اس تمام ذخیرۂ احادیث میں کہیں اشارہ تک نہیں ملتا کہ حرمت کا حکم صرف مشرکانہ قصاویہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ صحیح بخاری کی جن روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تصویر دار پردہ رکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اظہار ناراضی کا ذکر ہے کیا ان میں بھی اس کا احتمال تھا کہ معاذ اللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پرستش کی غرض سے یہ تصویریں رکھی تھیں؟ حاشا! وکلا!

پھر جب احادیث میں حرمت کی دوسری وجوہ بھی صراحتاً مذکور ہیں مثلاً مضامناہاۃ بخلق اللہ ومنع دخول ملائکۃ، تو ان کو نظر انداز کر کے حکم حرمت کو صرف ایک سبب میں منحصر کرنے کی کیا تمک باتی رہتی ہے؟

(۲) کیمرے کی تصویر درحقیقت تصویر ہی نہیں کہ اسے حرام کہا جائے، یہ تو ایک عکس

اور سایہ ہے۔

(۳) مزید ایک انوکھی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کیمرے میں فوٹو گرافر کسی بھی جاندار کی

ظاہری صورت بناتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا کہ اسے مضامناً بخلق اللہ اور دوسری وعیدوں کا مصداق ٹھہرایا جائے۔

ان دلائل کی سطحیت اور کھوکھلا پن بھی بالکل ظاہر ہے، ہم انکے جواب میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، تاہم تصویر اور عکس میں واضح فرق اپنے رسالہ ”ٹی وی کا زہر“ میں واضح کر چکے ہیں، جسے شوق ہو دیکھ لے۔

سیاسی علماء کا کردار :

انتہائی قلق سے لکھنا پڑتا ہے کہ تصویر کی لعنت عوام سے تجاوز کر کے خواص بلکہ علماء تک پھیل گئی ہے جس کا یہ افسوسناک نتیجہ سامنے آ رہا ہے کہ بہت سے لوگ ان حضرات کے اس طرز عمل کو دیکھ کر اس قطعی حرام کو حلال باور کرنے لگے، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جب بھی عوام کو اس گناہ پر ٹوکا جاتا ہے تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں :

”آپ لوگ دیکھتے نہیں؟ اب تو بڑے بڑے علماء بھی تصویر کھینچواتے ہیں“

ان کا یہ کہنا کچھ جھوٹ بھی نہیں بلکہ آئے دن اخبارات میں ان حضرات کی تصویریں نمایاں ہوتی ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ واقعہً لوگ تصویر کو جائز سمجھنے لگے ہیں یا صرف ٹوکنے والوں سے گلو خلاصی کے لئے اس عذر رنگ کا سہارا لیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ بعض علماء کے اس افسوسناک طرز عمل نے جہلاء کو جبری بنادیا بلکہ بے دین اور دریدہ دہن لوگوں کو زبان دیدی۔ بہانہ ساز لوگ خود سوچ کر فیصلہ کر لیں کہ ایک طرف صحیح بخاری کی احادیث، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تنبیہات اور لعنت و اشدّ عذاباً جیسی سخت وعیدیں، پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل اور پوری امت کا اجماعی موقف ہے، دوسری جانب معدودے چند سیاسی علماء کا عمل (نہ کہ فتویٰ) کیا کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور آپ یہ کہہ کر چھڑکارا حاصل کر لیں گے :

”ان علماء کی یہ بد عملی دیکھ کر شریعت کے ایک قطعی حکم کو ہم نے پس پشت ڈال دیا تھا“

خود تو منصف باش.....

علماء اپنے کئے کے خود ذمہ دار ہیں، ہم انکی بیجا دکالت نہیں کرتا چاہتے، البتہ ایک خطرناک اور گمراہ کن مغالطہ کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، وہ یہ کہ جب کبھی علماء باعمل کی جانب سے ان پر قدغن لگتی ہے تو عموماً اس حلقہ کی طرف سے یہ جواب پیش کیا جاتا ہے :

”دینی مصلحت سے ہم یہ گناہ کرتے ہیں، اس لئے کہ اس دور فساد میں یہ ممکن

ہی نہیں کہ اس قسم کے گناہوں سے بچتے ہوئے عوامی سطح پر کوئی سی دینی

خدمت انجام دی جاسکے“

گویا اپنے دین و ایمان کا یہ نقصان دینی نفع کی خاطر گوارا کیا جاتا ہے، اگر اتنی لچک بھی نہ اختیار کی جائے تو عوام سے رابطہ رکھنا ممکن نہیں۔

یہ ساری منطق بجا، مگر یہ فرمائیے کہ آج کے مسلم معاشرہ میں (گو مسلم نام کی حد تک ہی سہی) رکاوٹیں اس معاشرہ سے کہیں زیادہ ہیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا توحید کی آواز اٹھائی تھی؟ ان وقتی مشکلات کو اُس دورِ خونچکاں سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آزمائشوں کی یلغار

میں بھی ذرہ برابر لچک نہ اختیار فرمائی، مخالفین کی طرف سے مصالحت کی پیشکش یہ فرما کر ٹھکرا دی:
 ”واللہ لو وضعوا الشمس فی یمنی والقمر فی یساری علی ان اترك هذا الامر
 حتی یتظہرہ اللہ او اہلک فیہ ما ترکته“ (البداۃ ص ۳۷ ج ۳)

دشمنان اسلام جو مسلمانوں سے عدد و عدد میں سو گنا بڑھ کر تھے ان کی سب سے
 بڑی تمنا یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقصد سے دست بردار نہ ہوں صرف ذرا سی لچک
 اختیار کر لیں تو ہم مخالفت ترک کر دیں گے۔

ودوا لو تدھن فیدھنوت۔

مگر قرآن نے یہ دو ٹوک فیصلہ سن کر انکی یہ دیرینہ آرزو خاک میں ملا دی:

ولا تقطع کلۃ حلفہم

یہ واشگاف الفاظ میں اعلان ہے کہ حق و باطل کے مابین سمجھوتہ کسی صورت ممکن نہیں،
 ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا یہ بے داغ اور چمکتا پہلو ہے مگر دوسری جانب
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بلکہ نائبین کا یہ شرمناک طرز عمل کہ موہوم سی منفعت کی خاطر
 اپنے دین کو داؤ پر لگا رہے ہیں، ع
 بین تفاوت از کجا است تا کجا

آجکل یہ اعتراض بھی زبان زد عوام و خواص ہے:

”طویل جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود دینی جماعتیں کامیابی سے کیوں ہمکنار
 نہیں ہوتیں؟ ملک میں اسلامی نظام کیوں نافذ نہیں ہوتا؟“

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اسلام نافذ کرنے سے پہلے خود معیاری مسلمان بننا ضروری ہے۔

ادخلوا فی السلم کافۃ

اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی نصرت یا کامیابی کی اُمیدیں باندھنا خوش خیالی کے سوا کچھ نہیں،
 ان علماء کرام سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ معرکہ احد و حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
 ذرا سی لغزش (جیسے لغزش کہتے بھی ڈر لگتا ہے) سے اللہ تعالیٰ کی آئی ہوئی مدد واپس ہو گئی،
 اس کے باوجود کہ ان کا اخلاص، ان کی جاں نثاری اور جذبہ جہاد کسی شک و شبہ سے بالا
 تھے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کی رگ و پے میں پیوست تھی، سب
 سے بڑھ کر یہ کہ ان معرکوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے، مگر بایں ہمہ

آسمانوں سے آئی ہوئی مدد دہشت گئی، گو یا اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک کے لئے اپنا یہ اٹل قانون جتلا رہے تھے کہ اس کی ناراضی کے ساتھ (گو کہ وہ دوستی ہو اور معاف بھی ہو جائے) کبھی اسکی نصرت نہیں آسکتی۔

ان حقائق کو سامنے رکھ کر یہ حضرات فیصلہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کیسے آسکتی ہے؟ جبکہ عین اس موقع پر جہاں نفاذ اسلام کے نعرے لگ رہے ہوتے ہیں، تصویر سازی کی لعنتیں برس رہی ہوتی ہیں، یوں بیک وقت آب و آتش کو جمع کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے، اگر کسی عالم دین یا مقتدا کا عمل خلاف شرع ہو تو وہ اپنے کئے کا ذمہ دار ہے، حکم شریعت پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

خلاصہ احکام:

○ کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ تصویر کسی بھی قسم کی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے کاغذ پر بنائی جائے یا درود یوار پر، قلم سے بنائی جائے یا کیمرے سے۔ اسی طرح تصویر کا پرئیں میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔

○ تصویر ساز، فوٹو گرافر اور ان کے عمل میں کسی پہلو سے شرکت کرنے والے اشخاص فاسق ہیں، انکی اذان، اقامت، امامت ناجائز ہے، شہادت مردود ہے۔

○ تصویر کی خرید و فروخت حرام ہے، اس ذریعہ سے کمایا ہوا پیسہ حرام اور ناقابل انتفاع ہے۔

○ یہ جب ہے کہ تصویر کی خرید و فروخت ہی مقصود ہو، اگر مقصود کوئی اور چیز ہے مثلاً کپڑا، کاغذ وغیرہ اور تصویر اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے تو ایسی چیز کی تجارت جائز ہے مگر خریدار پر لازم ہے کہ چیز خریدتے ہی اس سے تصویر تلف کر دے۔

○ تصویر بنانے کی طرح اس کا بالقصد دیکھنا، دوسروں کو دکھانا اور پاس رکھنا بھی جائز نہیں۔ سنیما، ٹی وی، وی سی آر کی محش تصاویر دیکھنا دکھانا حرام بالائے حرام کا ارتکاب ہے۔

○ یہی حکم اخبار، رسائل اور اسکول کالج کی مطبوعہ کتب میں موجود تصاویر کا ہے، ان کے جائز مضامین کا پڑھنا جائز مگر تصاویر پر عمدہ نظر ڈالنا ناجائز ہے۔

○ مصوّر گریوں، مصوّر کھلونوں اور مصوّر مٹھائیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا اور کھانا جائز نہیں۔ بغیر خرید سے بھی کھانا جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں تعاون علی المعصیۃ ہے۔

○ پاسپورٹ، شناختی کارڈ، فوٹو، سکتے اور تصویر ڈائریکٹ ضرورت کی اشیاء ہیں، ان کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ شوقیہ ٹکٹیں جمع کرتے ہیں انکے لئے تصویر دار ٹکٹ رکھنا جائز نہیں۔

○ تجارتی اداروں کے تصویر دار نشان (مارکہ) یا طلبہ کے شناختی کارڈ کی تصویر کسی شرعی ضرورت پر مبنی نہیں، اس لئے ناجائز ہیں۔

○ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں جاندار کی تصویر ہو یا ایسی تصویر والی جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں، اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوگی، ہاں! اگر تصویر کا سرکٹا ہوا ہو یا چہرہ مٹا ہوا ہو یا تصویر بہت چھوٹی ہو جو کھڑے ہوئی حالت میں وضع طوع پر نظر نہ آئے تو نماز میں کراہت نہ ہوگی۔ اسی طرح بڑی تصویر اگر چھپی ہوئی ہے (مثلاً کرتے کے نیچے بنیان میں ہے) تب بھی نماز ہو جائے گی، مگر بلا ضرورت ایسا کپڑا استعمال کرنا گناہ ہے۔

○ جس مکان میں کسی جاندار کی تصویر ہو اس میں داخل ہونا جائز نہیں، ہاں! ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں، مثلاً قرض کی وصولی یا معاش و معاد سے وابستہ کوئی اور ضرورت۔

○ اگر تصویر ڈبے میں بند ہو یا کسی غلاف تھیلی وغیرہ میں مستور ہو تو یہ دخول ملائکہ رحمت میں رکاوٹ نہ ہوگی۔ ہاں! اس کے بھی بنانے، بیچنے، خریدنے اور بلا غدر رکھنے کا گناہ بدستور ہوگا۔

○ تصویر کسی شخص کے مکان یا دوکان وغیرہ میں موجود ہے، اور دوسرا مسلمان اس کے تلف کرنے پر قادر ہے تو تلف کر دینا اس پر واجب ہے، شرعاً اس پر کسی قسم کا ضمان بھی واجب نہیں، ہاں! جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں ایسا قدم نہ اٹھایا جائے۔

○ بعض حضرات ایسی جگہ جہاں تصویر لی جا رہی ہوں شریک ہو جاتے ہیں اور تصویر سے بچنے کے لئے منہ پر کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ گناہ سے بچنے کے لئے اتنا کافی نہیں، بلکہ ایسی مجلس سے اٹھ جانا واجب ہے خواہ یہ دینی اجتماع ہی ہو، بالخصوص یہ شخص مقتدا ہو تو

اس کا بیٹھنا اور بھی سخت اور دہراگناہ ہے، ایک اپنی برائی کا اور دوسرا عوام کو گناہوں پر جری کرنے کا۔

○ بعض لوگ بزرگوں کی تصویریں اہتمام سے بجا کر اپنے گھروں میں رکھتے ہیں، ان تصویروں کے احکام بھی بعینہ وہی ہیں جو عام تصویروں کے بیان کئے گئے کہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا سب حرام ہے، اور انھیں متبرک سمجھنے میں تو کفر کا اندیشہ ہے، شرک اور تمسراہی کا دروازہ اسی قسم کی تصویروں سے کھلتا ہے۔

○ یہ تمام احکام جاندار کی تصویر کے تھے، بے جان اشیاء کی تصویر یا جاندار کی ایسی تصویر جس کا سرکٹا ہوا ہو یا چہرہ کے سوا الگ الگ اعضاء کی تصویر بنانا، بیچنا، خریدنا سب جائز ہے۔

محمد ابراہیم

نائب مفتی دار الافتاء والارشاد
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ ہجری



ضمیمہ

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دہلوی علیہ السلام

تصاویر کی اقسام مختلفہ کے احکام :

سوال : سنہری زیور پر بعض اوقات کسی حیوان کی تصویر بنی ہوتی ہے، کیا ایسا

زیور پہننا جائز ہے؟ نیز ایسا زیور پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

یہ وضاحت بھی فرمائیں کہ حیوان کی کیسی تصاویر جائز ہیں اور کیسی ناجائز؟ نیز کس قسم کی تصویر کی موجودگی میں نماز مکروہ ہے؟ بینوا بالتفصیل اجرکم اللہ العلیل.

الجواب باسم ملہم الصواب

قال الشيخ ابوالسعود رحمه الله تعالى : واعلم ان ظاهر التقييد بلبسه يفيد ان بيع ثوب فيه تصاویر لا يكره وقيل يكره اى تحريما بدليل ما قيل من رد شهادته اذ المكروه تنزيها لا يوجب رد الشهادة وحيث كان بيعه موجبا رد شهادته فناسجه بالاولى ووجه الاولوية ثبوت الخلاف فى كراهة بيعه بخلاف النسيج لكونه تصويرا (فتح المحين ص ۲۲۵ ج ۱)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى فى مكروهات الصلوة : وليس ثوب فيه تماثيل ذى روح وان يكون فوق رأسه او بين يديه او بحذاء يمينه او يساره او محل سجوده تماثيل ولو فى وسادة منصوبة لا مفروشة واختلف فيما اذا كان التمثال خلفه والاظهر الكراهة ولا يكره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة او فى يده ، عبارة الشمنى بدنه لانها مستورة بثيابه او على خاتمه بنقش غير مستبين قال فى البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس او صرة او ثوب اخر واقره المصنف او كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل اعضائها للناظر قائما وهى على الارض ذكره الحلبى او مقطوعة الرأس او الوجه او ممحوة عضو لا تعيش بدونه او لغير ذى روح لا يكره لانها لا تعبد وخبر جبريل مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال واختلف المحدثون فى امتناع ملائكة الرحمة بما على النقيدين فنفاه عياض واشتبه النوى (رد المحتار ص ۴۳ ج ۱)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت قوله (وليس ثوب فيه تماثيل)
قال في البحر وفي الخلاصة وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه اولا انتهى
وهذه الكراهة تحريمية وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الاجماع على تحريم
تصوير الحيوان وقال وسواء صنعه لما يمتحن او لغيره فصنعه حرام بكل حال
لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى وسواء كان في ثوب او بساط او درهم وانا
وحائط وغيرها انتهى فينبغي ان يكون حراما لا مكروها ان ثبت الاجماع او
قطعية الدليل بتواتره اهـ كلام البحر ملخصا وظاهر قوله فينبغي الاعتراض
على الخلاصة في تسميته مكروها قلت لكن مراد الخلاصة اللبس المصرح به
في المتن بدليل قوله في الخلاصة بعد ما مر اما اذا كان في يده وهو يصلي لا يكره
وكلام النووي في فعل التصوير ولا يلزم من حرمة حرمة الصلاة فيه بدليل ان
التصوير يجرم ولو كانت الصورة صغيرة كالتي على الدرهم او كانت في اليد او
مسترة او مهانة مع ان الصلاة بذلك لا تحرم بل ولا تكره لان علة حرمة
التصوير المضاهاة لخلق الله تعالى وهي موجودة في كل ما ذكر وعلة كراهة الصلاة
بها التشبه وهي مفقودة فيما ذكر كما يأتي فاغتنم هذا التحرير (رد المحتار ج ١ ص ٢٢٥)
وقال: (قوله وخبر جبريل الخ) هو قوله للنبي صلى الله عليه وسلم "انا
لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة" رواه مسلم. وهذا اشارة الى الجواب عما
يقال: ان كانت علة الكراهة فيما مرون المحل الذي تقع فيه الصلاة لا تدخله
الملائكة لان شر البقاع بقعة لا تدخلها الملائكة ينبغي ان تكره ولو كانت الصورة
مهانة لان قوله ولا صورة نكرة في سياق النفي فتعم، وان كانت العلة التشبه بعبادتها
فلا تكره الا اذا كانت امامه او فوق رأسه والجواب ان العلة هي الامر الاول واما
الثاني فيفيد اشدية الكراهة غير ان عموم النص المذكور مخصوص بغير المهانة
لما روى ابن حبان والنسائي "استأذن جبريل عليه السلام على النبي صلى الله عليه وسلم
فقال ادخل، فقال: كيف ادخل وفي بيتك ستر فيه تصاوير؟ فان كنت لا بد فاعك
فاقطع رؤوسها واقطعها وسائد او اجعلها بسطا" نعم يرد على هذا ما اذا كانت
على بساط في موضع السجود، فقد مر انه يكره مع انها لا تمنع دخول الملائكة وليس

فہا تشبہ لان عبدة الاصنام لا یسجدون علیہا ، بل ینصبونہا ویوجہون الیہا
الا ان یقال فیہا صورة التشبه بعبادتها حال القيام والركوع وتعظیم لہا ان سجد
علیہا اھ ملخصا من الحلیۃ والبحر .

اقول : الذی ینظر من كلامهم ان العلة اما التعظیم او التشبه كما قدمنا
والتعظیم اعم كما لو كانت عن یمینہ او یسارہ او موضع سجودہ فانه لا تشبہ فیہا
بل فیہا تعظیم وما كان فیہ تعظیم وتشبه فهو اشد کراہۃ ولہذا اتفاوت رتبہا
كما مر وخبر جبریل علیہ السلام معلول بالتعظیم بدلیل الحدیث الاخر وغیرہ
فعدم دخول الملائکۃ انما هو حیث كانت الصورة معظمة وتعلیل کراہۃ الصلاة
بالتعظیم اولى من التعلیل بعدم الدخول لان التعظیم قد یكون عارضا لان الصورة
اذا كانت علی بساط مفروش تكون مہانة لا تمنع من الدخول ومع ہذا الوصلی علی
ذلک البساط وسجد علیہا تکرہ لان فعلہ ذلک تعظیم لہا والظاهر ان الملائکۃ
لا تمتنع من الدخول بذلک الفعل العارض واما ما فی الفتح عن شرح عتاب من
انہا لو كانت خلفہ او تحت رجلیہ لا تکرہ الصلاة ولكن تکرہ کراہۃ جعل الصورة
فی البیت للحدیث فظہر الامتناع عن الدخول ولو مہانة وکراہۃ جعلہا فی بساط
مفروش وهو خلاف الحدیث المنخصص كما مر (رد المحتار ص ۶۴۹ ج ۱)

الاحکام المستفادة من النصوص المذكورة :

ایسا زیور بنانا ، بیچنا ، خریدنا ، اپنے پاس رکھنا اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ایسی
نماز کا اعادہ واجب ہے ۔

اگر تصویر کپڑوں وغیرہ میں پوشیدہ ہو یا اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر اس کے پاس
کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضا کی تفصیل نظر نہ آتی ہوں تو اس سے متعلق مندرجہ ذیل مسائل ہیں :
اتنی چھوٹی تصویر بنانا :

چھوٹی سے چھوٹی تصویر بنانا بھی بالاجماع حرام ہے لدخوله فی العلة المنصوصة یضاھون
خلق اللہ ۔

ایسی تصاویر کی خرید و فروخت :

اس میں کچھ اختلاف ہے مگر بدلائل ذیل عدم جواز رائج ہے :

① دلائل حرمت قویہ ہیں۔

② بوقت تعارض تساوی دلائل کی صورت میں بھی ترجیح حرمت مسلم ہے۔

③ اس کی اباحت سے اس کی صنعت کو تقویت ملتی ہے جو بالاجماع حرام ہے، لہذا یہ تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

④ عوام کی ضلالت و ارتکاب کبائر کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ وہ صغیرہ و کبیرہ اور پوشیدہ و ظاہر جیسی قیود و تفصیل سے قطع نظر نفس عمل کو دیکھ کر مطلقاً جواز پر استدلال کریں گے۔

⑤ صورتہ صغیرہ کی تعریف مذکور میں اختلاف انظار و آراء کی وجہ سے عوام کو بہانہ سازی کے مواقع ملیں گے۔

وجوہ اختلاف انظار و آراء

① دیکھنے والوں کے قدمیں اختلاف۔

② ان کی نظروں میں اختلاف۔

③ روشنی میں اختلاف۔

ایسی تصاویر رکھنا :

یہ بھی جائز نہیں، لما قدمنا من الدلائل الخمسة

ایسی تصاویر اٹھا کر یا پاس رکھ کر نماز پڑھنا :

عبارت فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں نماز بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی، مگر اس میں کچھ کلام ہٹے کما سیأتی۔

علل کراہت :

① امتناع ملائکہ۔

② تعظیم غیر اللہ۔

③ تشبہ بعبادۃ الاصنام۔

پھر بعض حضرات نے علت اولیٰ کا مدار بھی علت ثانیہ ہی کو قرار دے دیا ہے۔

بندہ کے خیال میں علل مذکورہ نہ ہونے کی صورت میں بھی کراہت الصلوٰۃ کی یہ علت موجود ہے کہ

اس مقام میں ایسی معصیت کی چیز ہے جس کے صانع پر لعنت ہے، چنانچہ بعض نصوص فقہ میں علت امتناع ملائکہ کی تشریح میں مذکور ہے کہ یہ بقعہ شرب البقاع ہے اس لئے اس میں نماز مکروہ ہے۔

اس کا مقتضی یہ ہے کہ صورتہ صغیرہ یا پوشیدہ کی موجودگی میں بھی نماز مکروہ اور واجب الاعداء ہو، اس لئے کہ اولاً تو ایسے بقعہ میں قول عدم امتناع ملائکہ مختلف فیہ ہونے کے علاوہ فی نفسہ بھی محل تأمل ہے۔ ثانیاً اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ بقعہ اگرچہ عدم امتناع ملائکہ کی وجہ سے شر البقاع نہیں مگر اس میں وجود منکر کی وجہ سے بقعہ خبیثہ ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، وهو یکنفی لثبوت الکراہۃ۔ فلیتأمل۔

بساط یا موضع جلوس میں تصویر :

اس میں بھی یہ قبائح ہیں :

① تصاویر کی صنعت کو ترقی ملتی ہے جو بالاجماع حرام ہے۔

② عوام کی ضلالت و ارتکاب کیلئے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس سے مطلقاً اباحت پر استدلال کریں گے۔ عوام مہانہ و غیر مہانہ میں کوئی فرق نہیں جانتے۔

③ امتناع ملائکہ۔

اس صورت میں اگرچہ امتناع ملائکہ مختلف فیہ ہے مگر وجوہ مذکورہ کے پیش نظر

امتناع رائج معلوم ہوتا ہے۔

ان سے بھی بڑی وجہ امتناع یہ کہ عمل ملعون کے معمول کا ابقار بلکہ اقتدار ہے، لوگ

اس کو بنیت ایانہ نہیں رکھتے بلکہ بنظر اشتیاق رکھتے ہیں۔

قبائح مذکورہ اس صورت میں بھی نماز کی کراہت و وجوب اعادہ کے مقتضی ہیں۔

وهذا لا یخالف ما رجحه الفقهاء رحمہم اللہ تعالیٰ لان الاحکام تتغیر

بتغیر الزمان، فتفکر ولعل الحق لا یعدوہ فتشکر

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

رشید احمد

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْفُوا الشُّرَابَ وَاعْفُوا الدَّجَى وَتَفَقُّ عَلَيْهِ

نَيْلُ السَّارِبِ بِحَلَقِ الشُّرَابِ

تین فتاویٰ کا مجموعہ

۱) لبوں کا دونوں طرف بڑھانا مکروہ ہے۔

۲) زائد بالوں کی صفائی کی حد۔

۳) حُكْمُ حَلَقِ الشَّارِبِ۔

☆ ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔
☆ نصوص فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ۔
☆ عقل سلیم و طبع مستقیم۔

نیلِ السَّارِبِ بِحَاقِ الشُّوَارِبِ

— اس رسالہ میں —

لفظوں، حدیث و عبارتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ

— سے ثابت کیا گیا ہے —

(۱)

لبوں کا مونڈنا سنت ہے

دونوں جانب بڑھانا مکروہ ہے

(۲)

بدن کے دوسرے جن باتوں کی

صفائی ضروری ہے ان کی صفائی

کی مدت بتائی گئی ہے —

احکام شوارب

مونچیں دونوں طرف بڑھانا مکروہ ہے؛

سوال: مونچیں دونوں طرف بڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجرو
الجواب باسم ماہم الصواب

مکروہ ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: واما طرفا الشارب وهما السبالان فقليل
هما منه وقيل من اللحية وعليه فقل لا بأس بتركهما وقيل يكره لما فيه من التشبه بالا عا جم واهل
الكتاب وهذا الولي بالصواب وتما في حاشية نوح (رد المحتار ص ۲۴ ج ۲)
وقال في حاشيته على النجرت تحت قوله وهو المبالغ في القطع وقيل كره ابقاء السبال
لما فيه من التشبه بالا عا جم بل بالمجوس واهل الكتاب وهذا الولي بالصواب لما رواه ابن حبان
في صحيحه من حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال ذكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم
المجوس فقال انهم يوفرون سبالهم ويخلقون لحاهم فخالقوهم فكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما
يجز كما تجز الشاة والبعير (منحة الخالق بهامش البحر الرائق ص ۲ ج ۲)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

زائد بالوں کی صفائی کی حد:

سوال: قطع شوارب بتقلیم اظفار نصف ابطو حلق عانہ کی حد کیا ہے؟ کتنے دنوں کے بعد صفائی واجب ہے؟ بینواتوجرو

الجواب باسم ماہم الصواب

باتفاق امام و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ شوارب کا حلق یا قص کا حلق سنت ہے، شوارب و اظفار

نیل المارب ۲

بڑھانے کے بارے میں ظاہر حدیث سے چالیس روز تک رخصت معلوم ہوتی ہے، یہ تحدید کتب فقہ میں بھی مذکور ہے۔

مگر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے علت حکم کے پیش نظر ضابطہ نظافت تحریر فرمایا ہے، جس کے تحت اختلاف اشخاص و احوال سے حکم وجوب بھی مختلف ہوگا۔

ضابطہ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ذکر اربعین کا یہ مطلب نہیں کہ دواعی موجبہ کے باوجود رخصت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعذار مرخصہ کے باوجود مدت مذکورہ کے بعد کوئی رخصت نہیں۔

قص شوارب کا حکم دیگر امور ثلاثہ کی بنسبت وجوہ ذیل کی بناء پر زیادہ مؤکد ہے:

① اکل و شرب میں نظافت نہ ہونے سے امراض میں ابتلاء کا خطرہ۔

② ناک کی رطوبت سے تلوث موجب تاذی و مورث امراض ہے۔

③ خارجی گرد و غبار کے اجتماع سے ناک اور منہ کے قریب تعفن جو موجب تاذی و مورث امراض

ہے۔

④ تشویہ الوجه۔

⑤ ایذاء الزوجة و تنفیہا۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مرفوعاً) قصوا شواربکم فان بنی اسرائیل لم یفعلوا ذلک فزنت نساؤہم، رواہ الدیلمی۔ ونقل عنہ الامام عبدالرؤف المناوی فی کنوز الحقائق والشیخ علی المتقی فی کنز العمال۔

ان دواعی مذکورہ کے تحت بالائی لب کا کنارہ کھلا رکھنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ کسی عذر کی وجہ سے اربعین تک رخصت ہے، مگر اس مدت میں نظافت کا اہتمام رکھنا لازم ہے۔ کتب فقہ میں بالائی لب کا کنارہ کھلا رکھنے کی سنیت تحریر ہے، اس کے ساتھ قول وجوب کی وجوہ تطبیق دو ہیں:

① سنت لعینہ واجب لغیرہ۔

② اداء واجب کی دو صورتیں ہیں، حلق و قص، حلق کی سنیت میں بعض نے اختلاف کیا ہے اور اداء واجب بطریق قص کی سنیت متفق علیہا ہے۔

سنیت حلق سے انکار امام و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب منصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معتبر ہے، صحیح یہی ہے کہ حلق بھی سنت ہے بلکہ سنت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

نص علیہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قص شوارب کے بعد روائی موجبہ کا وجود تقسیم اظفار میں ہے، اس کے بعد بقیہ دو میں ۔
معتدل حالات میں روائی مذکورہ کے تحت امور اربعہ میں مناسب وقفہ حسب ذیل ہے:
قص شوارب ہفتہ میں دو بار، تقسیم اظفار ہفتہ میں ایک بار اور بقیہ دو ہفتہ میں ایک بار بہتر
ورنہ دو ہفتہ بعد۔

قال العلامة النووي رحمہ اللہ تعالیٰ : واما وقت حلقه فالمختار انه يضبط بالحاجة وطوله فاذا طال حلق وكذلك في قص الشارب ونتف الابط وتقليم الاظفار واما حديث انس المذكور في الكتاب وقت لنا في قص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا نترك اكثر من اربعين ليلة فمعناه لا نترك تركا تجاوز به اربعين لانهم وقت لهم الترك اربعين والله اعلم، (شرح النووي على صحيح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)

وقال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ : المعنى في مشروعية ذلك مخالفة المجوس والامن من التشویش على الاكل وبقاء زهومة المأكول فيه (وبعد اسطر) وقد ابدى ابن العربي لتخفيف شعر الشارب معنى لطيفا فقال ان الماء النازل من الانف يتلبد به الشعر لما فيه من الزوجة ويعسر تنقيته عند غسله وهو بازاء حساسة شريفة وهي الشم فشرع تخفيفه لئيم الجمال والمنفعة به (فتح الباری ص ۲۹۳ ج ۱۰)

وقال ايضا: قال ابن دقيق العيد لا علم احدا قال بوجوب قص الشارب من حيث هو هو واحترز بذلك عن وجوبه بعارض حيث يتعين كما تقدمت الاشارة اليه من كلام ابن العربي۔
(فتح الباری ص ۲۹۵ ج ۱۰)

ترک قص میں مفسد مذکورہ کے علاوہ تشویش الوجہ، کراہتہ المنظر، ایذا، زوہ، اس کی تغیر اور اس سے پیدا ہونے والی بدکاریوں کی قباحت و عذاب مزید ہے، کما قد منا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نساء بنی اسرائیل۔

وقال العلامة العثماني رحمہ اللہ تعالیٰ : قال القرطبي رحمہ اللہ تعالیٰ في المفهم ذكر الاربعين تحديدا لاكثر المدة ولا يمنع تفقد ذلك من الجمعة الى الجمعة والضابطة في ذلك الاحتياج اهـ وقال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ في شرح المذهب ينبغي ان يختلف ذلك باختلاف الاحوال والاشخاص والضابطة الحاجة في جميع الخصال المذكورة (فتح الملهم ص ۴۲ ج ۱)

وقال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: والمعنی ان لا نترك تركا يتجاوز اربعین لانہ وقت لهم الترك اربعین لان المختاران يضبط الخلق والتقلیم والقص بالطول فاذا طال خلق وقص وقلم ذكره النووی (مرقاۃ ص ۲۵۲ ج ۸) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ

حکم خلق الشارب:

سوال: استرے یا بلیڈ سے مونڈنا جائز ہے یا مکروہ؟

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب "باب خلق الشارب" قائم فرمایا ہے، پھر بحث میں بھی احفاء بمقابلہ قص لائے ہیں، نیز وجہ النظر میں بھی افضلیت خلق محرم پر قیاس فرمایا ہے۔ ونصہ: قصہ حسن واحفاءہ احسن وافضل وهذا مذهب ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وقال فی آخر البحث: ان قص الشارب من الفطرة وهو مما لا بد منه وان ما بعد ذلك من الاحفاء هو افضل وفيه من اصابة الخیر ما ليس فی القص (شرح معانی الآثار ص ۲۹ ج ۲)۔ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملکم الصواب

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بالاتفاق اعلم بمذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں، آپ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ خلق شارب مسنون ہے، ترجمۃ الباب "خلق الشارب" کے تحت احادیث احفاء لانے سے مقصد یہ ہے کہ ان احادیث میں احفاء بمعنی خلق ہے، چنانچہ فتح الباری کی ایک روایت میں صراحۃً لفظ خلق مذکور ہے، ویسبحی ونصہ۔

حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں خلق سے احفاء یعنی استیصال کا خلق مراد ہے، جس کو بنفسہ ض اظہار بمبالغہ خلق سے تعبیر کیا ہے۔

ولا یخفی ان هذا التحمل تمحل وتأویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ وتفرد بہ المحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ، ثم نقل هو نفسه فی البناية سنينة الخلق عن المختار والمحیط ویسبحی ونصہ۔ یہ تأویل بوجہ ذیل ناقابل قبول ہے۔

صنیع مصنفین میں اصل مقصود ترجمۃ الباب ہوتا ہے، اس کے اثبات کے لئے اس کے تحت احادیث لائی جاتی ہیں، ترجمۃ الباب میں مصنف اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے پھر اس کے تحت مندرجہ

احادیث سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث احفاء سے سنیت حلق ثابت کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس حلق سے احفاء مراد لینا اصول تصنیف کے خلاف ہے اور قلب موضوع۔

حلق کا استیصال کا حلق سے ابلغ فی المعنی والیسر فی العمل ہونا ظاہر ہے، اس لئے حلق پر احفاء بمعنی الاستیصال بالقص کا حلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے۔

قال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: وورد الخبر بلفظ الحلق وهي رواية النسائي عن محمد بن عبد الله بن يزيد عن سفيان بن عيينة بسند هذا الباب ورواه جمهور أصحاب ابن عيينة بلفظ القص وكذا سائر الروايات عن شيخ الزهري ووقع عند النسائي من طريق سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه بلفظ تقصير الشارب نعم وقع الامر بما يشعر بأن رواية الحلق محفوظ كحديث العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عند مسلم بلفظ جزوا الشارب وحديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما المذكور في الباب الذي يليه بلفظ احقوا الشارب وفي الباب الذي يليه بلفظ انكحوا الشارب فكل هذه الالفاظ تدل على ان المطلوب المبالغة في الازالة لان الجز وهو بالجيم والزاي الثقيلة قص الشعر والصوف الى ان يبلغ الجلد والاحفاء بالمهمله والفاء الاستقصاء ومنه احقوه بالمسألة قال ابو عبيد الحصري معناه الزقوا الجزيا بالبشرة وقال الخطابي هو بمعنى الاستقصاء والنهك بالنون والكاف المبالغة في الازالة ومنه ما تقدم في الكلام على الختان قوله صلى الله عليه وسلم للخافضة «اشمي ولا تهنكي» اي لا تبالي في ختان المرأة وجرى على ذلك اهل اللغة وقال ابن بطال: النهك التأثير في الشيء وهو غير الاستئصال (فتح الباري ص ۲۱۵ ج ۱)

وقال: قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: الحلق هو مذهب ابی حنیفہ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ اھ (فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۱)

وقال: وقد رجح الطحاوی الحلق علی القص بتفضیلة صلی اللہ علیہ وسلم الحلق علی التقصیر فی النسک (حوالہ بالا)

وقال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: قوله يخفى من الاحفاء بالحاء المهمله والفاء يقال احفى شعره اذا استأصله حتى يصير كالحلق وتكون احفاء الشارب افضل من قصه عبر الطحاوی بقوله باب حلق الشارب (عمدة القاری ص ۲۳ ج ۳)

وقال: وقال الكاکی وذكر الطحاوی رحمه الله تعالى فی شرح الآثار ان حلقة سنة ونسب ذلك الى العلماء الثلاثة انتهى۔ قلت لم يذكر الطحاوی كذلك وانما قال بعد رواياته الاحاديث المذكورة والتوفيق بينها ان الاحفاء افضل من القص نعم قال باب خلق الشارب وانما اراد بذلك الاحفاء حتى يصير كالخلق وفي المختار حلقة سنة وقصة حسن وفي المحيط الخلق احسن من القص وهو قول ابی حنیفة وصاحبيه رحمهم الله تعالى (بنایة ص ۲۵۵ ج ۲) وقال عبد الله بن محمود رحمه الله تعالى فی متنه المختار: والسنة تقليم الاظفار ونسف الابط وحلق العانة والشارب وقصة احسن۔

نقل فی شرحه عن الامام الطحاوی رحمه الله تعالى: والخلق سنة وهو احسن من القص وهو قول اصحابنا رحمهم الله تعالى، قال عليه الصلوة والسلام: احفوا الشوارب اعفوا الدحی، والاحفاء الاستئصال (الاختیار لتعلیل المختار ص ۱۶ ج ۲)

میں قصہ احسن کتابت کی غلطی ہے، صحیح لفظ حسن ہے، اس پر دو دلائل ہیں:

عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختار سے منقول عبارت مذکورہ میں وقصہ حسن ہے۔

مصنف نے شرح میں خود امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے طلق کا احسن ہونا نقل کیا ہے۔

عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلق کے احسن من القص ہونے کے بارے میں مختار اور محیط کا حوالہ دیا ہے عبارت مختار کی تحقیق اوپر گزر چکی، محیط سے بظاہر محیط برخی مراد ہے، اس لئے کہ حاشیہ طحاوی علی الدر میں اس کی تصریح ہے، وسیحی ء نصہ۔ ممکن ہے کہ محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہو، عنقریب اس کی طباعت متوقع ہے۔ فلیراجع بعد۔

وقال العلامة الحصافی رحمه الله تعالى: وكره تركه وراء الاربعين مجتبی وفيه خلق الشارب

بدعة وقيل سنة۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالى: (قوله وقيل سنة) ومشی علیہ فی المستقی

وعبارة المجتبی بعد ما مر من الطحاوی حلقة سنة وسنه الى ابی حنیفة وصاحبيه رحمهم الله تعالى

والقص منه حتى یوازی الحرف الاعلی من الشفة العلیا سنة بالاجماع (رد المختار ص ۲۳ ج ۵)

وقال العلامة الطحطاوی رحمه الله تعالى: (قوله خلق الشارب بدعة) وقع فی بعض

التعبیر بالقص وفي بعضها التعبير بالخلق ففي الهندية ذكر الطحاوی فی شرح الآثار ان قص

الشارب حسن وتفسيره ان یؤخذ منه حتى ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلی من الشفة

العلیاء قال والحلق سنة وهو احسن من القص هذا قوله وصاحبه رحمهم الله تعالى کذا فی محیط
الشرخی اه وعبارة المجتبی وحلق الشارب بدعة والسنة فی القص صح حلقه سنة نسبة الی ابی
حنيفة وصاحبه رحمهم الله تعالى والقص منه حتی یوازی الحرف الاعلی من الشفة العلیا سنة
بالاجماع (مخطاوی علی الدرست ج ۴) والله سبحانه وتعالی اعلم

۲۸ رجماوی الاول ۱۳۰۱ھ



(مفق عليه)

أَمَّا الْغُفَّارُ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



کتاب احیاء الموات

قدرتی قنات کا حریم نہیں:

سوال: در ولایت ما وادیہائے ہستند کہ آب دارند و بعضی از آنها چشمہ معین دارد و بعضی ندارد و زیر آن آب آبادی میکنند و ہمیں آب را بذریعہ قنات بردہ آب می دہند، بعد مدتے چند نفر بالا تر از آبادی اول آبادی کنند و آب را می گیرند و این آب جاری ست، گاہ در مواقع قحط خشک می شود و شخصی اول مانع می گردد، خلاصہ این کہ درین صورت صاحب آبادی اول می تواند آن را منع کردن یا نہ؟ و این آب حریم دارد یا حکم آب اودیہ عظام دارد؟ و آبادی قدیم و جدید فرق دارند یا نہ درین مورد و منع؟ اگر ہست در وقت ضرورت است یا ہر وقت؟ و آب اگر بالا گرفتہ شود آب زیر خشک می ماند، چہ حکم است؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

این چنین وادی را حریمی نیست، لہذا شخص اول را حق منع نمی رسد۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مربع الاول ۹۱ھ

کنویں کا حریم:

سوال: مشین والے کنویں کا حریم کتنا ہے؟ بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ارض مباحہ میں اراضی کی صلابت و رخادت کے لحاظ سے حریم کی مقدار مختلف ہوگی، اہل تجربہ اتنا حریم مقرر کریں گے کہ کنویں کا پانی دوسری طرف نہ جانے پائے، ارض متوسطہ میں چاروں طرف چالیس ہاتھ ہے۔

ارض مملوکہ میں حریم کی کوئی مقدار متعین نہیں، مالک جہاں چاہے کنواں کھود

سکتا ہے۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وحريم بئر الناضم وهي التي
يتزح الماء منها بالبعير كبئر العطن وهي التي يتزح الماء منها باليد والعطن
مناخ الابل حول البئر اربعون ذراعا من كل جانب وقالا ان للناضم
فستون وفي الشرنبلالية عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعين
يزاد عليها اهـ۔

لكن نسبة القهستاني لمحمد رحمه الله تعالى ثم قال ويفتق بقول
الامام رحمه الله تعالى وعزاه للمتمة ثم قال: وقيل التقدير في بئر و
عين بما ذكر في اراضيهم لصلايتها وفي اراضيها خاوة فيزاد لثلا
ينتقل الماء الى الثاني وعزاه للهداية وعزاه البرجندی للكافي
فليحفظ۔

وعبارة القهستاني: وفيه رمز الى انه لو حفر في ملك الغير لا يستحق
الحريم فلو حفر في ماله من الحريم ماشاء۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت قوله فوق
الاربعين) وفي التارخانية عن الينابيع ولا حاجة الى الزيادة ومن
احتاج الى اكثر من ذلك يزيد عليه وكان الاعتبار للحاجة لا للتقدير
ولا يكون في المسألة خلاف في المعنى اهـ ونقل العلامة قاسم في تصحيحه
عن مختارات النوازل ان الصحيح اعتبار قدر الحاجة في البئر من كل
جانب (رد المحتار ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۱۷ رمضان ۱۲۹۴ھ

ارض مملوكة میں حریم کی کوئی مقدار متعین نہیں:

سوال: ایک آدمی نے ارض موات میں کاریز کھودا ہے اور اس کاریز سے کچھ دودھ
دوسرے آدمی نے اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودا تو کیا از روئے شرع کاریز والے کو یہ
حق ہے کہ کنویں والے کو یہ کہے کہ یہ کنواں بند کرو، اس کے کھودنے سے کاریز
کا پانی کم ہو جاتا ہے۔

اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کا بہت اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر

کنواں کاریز سے دس ذراع دوسرے تو کاریز والے کو کنواں بند کرنے کے مطالبہ کا حق نہیں، بعض علماء بشر بالوعدہ پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ قرب و بعد کا اعتبار نہیں ہے بلکہ پانی کھینچنے کو دیکھا جائے گا، اگر پانی نہیں کھینچتا تو کاریز سے ایک ذراع کے فاصلے پر بھی کھودا تو کوئی حرج نہیں اور کنواں کاریز کا پانی کھینچتا ہے تو کنواں جتنا بھی دور ہو، بند کرنا لازم ہوگا۔ قول اول صاحب شرح وقایہ نے لیا ہے مگر البحر الرائق میں اس پر رد کیا ہے، قول ثانی قاہضی خان اور شامی وغیرہ نے لیا ہے۔ اب اگر قرب و بعد کو نہ دیکھا جائے بلکہ پانی کھینچنے کو دیکھا جائے تو کنویں کا کاریز سے پانی کھینچنے کا علم کس طرح ہوگا، براہ کرم پانی کھینچنے کا طریقہ کتابوں کے حوالہ سے تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

اور اگر بعینہ ہی صورت ایک کاریز اور ایک کنویں کی بجائے ایک کنویں اور دوسرے کنویں کے درمیان پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ کیا پانی کھینچنے میں ارض موات و مملوکہ میں کوئی فرق ہے؟ بینوا توجرو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حریم وغیرہ کے مسائل ارض موات کے بارے میں ہیں اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودنا بہر صورت جائز ہے، خواہ اس سے دوسرے کی کاریز یا کنویں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۰ ذی القعدة ۱۳۹۸ھ

چشمہ کا حریم:

سوال: ایک وادی میں دو چشمے ہیں اور دونوں کے درمیان کم از کم دس ذراع کا فاصلہ ہے، آیا یہ دس ذراع صرف ایک چشمے کے لئے ہوں گے یا دونوں کے لئے؟
بینوا توجرو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ چشمے قدرتی ہیں تو ان کا کوئی حریم نہیں اور اگر لوگوں نے خود کھودے ہیں تو جو چشمہ پہلے نکلا گیا ہو اس کا حریم جو انب اربعہ میں پانچ سو ذراع ہوگا اور دوسرے کا جواب ثلاثہ میں پانچ سو ذراع، پہلے چشمے کی طرف اس کا حریم نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: وحریم العین خمس ماثلہ

ذراع من کل جانب کما فی الحدیث (رد المحتار ج ۲ ص ۵)

وقال ایضاً: وللمخافر الثاني الحريم من الجوانب الثلاثة دون جانب
الاولی لسبق مملک الاول فیہ (رد المحتار ج ۲ ص ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۲۶ جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

پتھر رکھنا مثبت احیاء نہیں:

سوال: بنجر زمین میں حکومت کی طرف سے اذن عام ہے، چنانچہ ایک شخص نے
ایک قطعہ ارض صاف کر کے چاروں طرف بطور علامت پتھر رکھ دیئے، پھر اس
یقین پر دو تین سال چھوڑ دیتا ہے کہ یہ ہماری ملک ہے۔ جب چاہوں گا مکان بنالوں گا۔
کیا یہ شخص اس کا مالک بن گیا یا نہیں؟ دوسروں کو تصرف سے منع کر سکتا ہے یا نہیں؟
بینوا توجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صرف پتھر رکھنے سے مالک نہیں ہوتا، مکان بنائے یا زراعت کرے تو مالک ہوگا۔
البتہ پتھر رکھنے کی وجہ سے تین سال تک اس کا حق دوسروں سے مقدم ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: ومن حجر الارض ای
منع غیرہ منها بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اھملھا ثلاث سنین
دفعۃ الی غیرہ وقبلھا ہوا حق بھا وان لم یملکھا لانہا انما یملکھا بالاحیاء
والتعبیر لا بحجر والتجید (رد المحتار ج ۲ ص ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۵ ربیع الثانی ۹۸ھ

چٹائی کی جھونپڑی مثبت ملک نہیں:

سوال: اگر ایک شخص منزل نقلی مثلاً حصیر دار مانند چٹائی وغیرہ درست کردہ
در جنب منزل دیگر شخص دو سو سال قیام کردہ بعداً منتقل شد، در دیگر قریہ رفت،
علامات این منزل نقلی کہ حصیر وغیرہ باشند ختم شدہ اند، بعد از چار یا پنج سال دو
مرتبہ آمد، دعویٰ کرد کہ این زمین مال بندہ است کہ یک وقت درین جا قیام کردہ بودم،
آیا این شخص حق اعداد دارد یا کہ نہ؟ مالک زمین می شود ہر وقت کہ دل آن خواہد تصرف
می کند و دیگران را از تصرف بازمی دارد، بشخص مذکور این حق حاصل است؟

یا کہ خیر؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ثبوت ملک کے لئے بناء یا زراعت کرنا ضروری ہے۔ چٹائی وغیرہ کا گھر بنانے سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ ربیع الثانی ۹۸ھ

مختلف حکام کی طرف سے اذن اجیار کا حکم:

سوال: اگر غیر آباد زمین کو تین اشخاص نے علیحدہ علیحدہ آباد کیا، ایک کو تحصیل دار نے آباد کرنے کی اجازت دی، دوسرے کو نائب تحصیلدار نے اور تیسرے کو پٹواری نے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ان میں سے کس کی اجازت معتبر ہوگی، کس کو نائب سلطان تصور کر کے اس کی اجازت سے جواز احیاء کا قول کیا جائے، کیونکہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ احیاء موات کے لئے اہم یا نائب اہم کی اجازت ضروری ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر تینوں نے مل کر ایک ہی قطعہ ارض کو آباد کیا تو وہ تینوں اس کے مالک ہوں گے بشرطیکہ پٹواری کو قانوناً احیاء موات کی اجازت دینے کا اختیار ہو، اور اگر تینوں نے مختلف اوقات میں آباد کیا ہے، مل کر نہیں کیا تو جس نے پہلے آباد کیا مالک ہوگا اور اگر تینوں نے الگ الگ قطعہ ارض کو آباد کیا تو ہر ایک اپنے حصے کا مالک ہوگا۔ بشرطیکہ پٹواری کو اس اجازت کا اختیار ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵ رجب ۹۸ھ

ارض موات کی تعریف:

سوال: ارض موات کسے کہتے ہیں؟ جامع تعریف تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ارض موات وہ ہے جو شہر سے باہر ہو اور کسی کی ملک نہ ہو اور کسی کا مخصوص حق بھی نہ ہو، مرافقہ بلد سے نہ ہو۔

قال ملک العلماء والکاسانی رحمہما اللہ تعالیٰ: فالارض الموات هي ارض

خارج البلد لم تکن ملکاً لاحد ولا حقاً له خاصاً فلا یكون داخل البلد

موات اصلاً (وبعد اسطر) وهل يشترط ان يكون بعيداً من العمران بشرطه الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فانه قال وما قرب من العامر فليس بموات وكذا روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان ارض الموات بقعت لو وقف علی ادناها من العامر رجل فنادی با علی صوتہ لیسمعه من العامر وفي ظاهراً الروایۃ لیس بشرط حتی ان یحرم من البلدة جزر ماؤه او اجتمعت عظیمۃ لم تکن ملكاً لاحد تكون ارض موات فی ظاهراً الروایۃ وعلى قیاس روایۃ ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقول الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ لا تكون والصحيح جواب ظاهراً الروایۃ لان الموات اسم لما لا ینتفع به فاذا لم یکن ملكاً لاحد ولا حقاً خاصاً لم یکن منتفعاً به كان بعيداً عن البلدة او قريباً منها (بدائع ص ۹۲ ج ۶)

وقال فی الہندیۃ: فالارض الموات هی ارض خارج البلد لم تکن ملكاً لاحد ولا حقاً له خاصاً فلا یكون داخل البلد موات اصلاً وكذا ما كان خارج البلدة من مرافقها محتطباً لاهلها ومرعى لبعدها لا یكون مواتاً حتی لا یملك الامام اقطاعها وكن لك ارض المملک والقارون نحوها مما لا یستغنی عنها المسلمون ارض موات حتی لا یجوز للامام ان یقطعها لاحد (عالمگیریۃ ص ۳۸ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰ ارشوال ۹۸ھ

مباح الاصل زمین میں تعمیر کرنا:

سوال: ہمارے گھروں کے آگے پیچھے کافی زمین خالی ہوتی ہے، جس کے گھر کے آگے پیچھے ہوتی ہے وہی اس میں تعمیر وغیرہ کرتا ہے، عرف بھی یہی ہے کہ اس میں اسی کا حق ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس زمین میں سب قریہ والوں کا حق ہے یا اسی شخص کا جس کے گھر کے ارد گرد وہ زمین ہے؟

آپ نے فتویٰ دیا ہے کہ حکومت کی اجازت سے تعمیر کی جا سکتی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ یہ حکم تو ارض موات کا ہے اور ارض موات غالباً وہ ہوتی ہے جو شہر سے باہر ہو جبکہ یہ زمین تو وسط قریہ میں مکانوں کے ارد گرد ہے، یا قریہ کے قریب اطراف میں ہے تو یہ زمین ارض موات کے حکم میں کیسے ہوگی؟ براہ کرم مدلل باحوالہ جواب

عنایت فرماتیں۔ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ زمین اگرچہ موات نہیں مگر اس میں تصرف خلاف قانون ہونے کی وجہ سے حکومت کی اجازت پر موقوف ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

ذمی کا اجارہ مثبت ملک ہے :

سوال : اگر ذمی حکومت کی اجازت سے بنجر زمین آباد کر دے تو مالک بن جائے گا یا نہیں ؟ بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مالک بن جائے گا۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ : اذا احیی مسلم اذ ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست بمملوكة لمسلم ولا ذمی (الی قوله) ملکها ان اذن له الامام فی ذلك وقال لا یملکها بلا اذن، وهذا المومسلما فلو ذمی بشرط الاذن اتفاقا (رد المحتار ج ۲ ص ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ رمضان ۱۴۲۸ھ

سرکاری بنجر زمین کا اجارہ مثبت ملک نہیں :

سوال : ایک مسلمان یا ذمی کو حکومت پاکستان نے ۱۹۶۸ء میں ایک بنجر قطعہ ارض اس شرط پر دیا کہ وہ پانی وغیرہ کا انتظام خود کرے اسے آباد کرے گا، دس سال تک اراضی کو کاشت کرتا رہے گا اور اس مدت میں مقرر لگان بھی حکومت کو ادا کرتا رہے گا، دس سال کے بعد حکومت کو واپس کر دے گا۔ شخص مذکور نے زر کثیر خرچ کر کے ٹیوب ویل لگائے اور زمین کو آباد کیا۔ کیا یہ شخص ارض موات کو آباد کرنے کی وجہ سے اس کا مالک قرار پائے گا یا نہیں ؟ نیز دس سال کے بعد ارضی واپس کرنے کی شرط شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ کیا شرعاً حکومت کو یہ حق ہے کہ اس سے آباد شدہ اراضی یا اس کا کچھ حصہ واپس لے۔

بینوا توجسروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ اجارہ کی صورت ہے یہاں آباد کنندہ زمین کا مالک نہ ہوگا، مگر غیر آباد زمین کو آباد کرنے کی شرط سے ٹھیکہ پر دینا اجارہ فاسد ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ حکومت صرف کاشت کردہ زمین کے اجر مثل اور اجر مقرر میں سے اقل لے سکتی ہے۔

قال المحصفي رحمه الله تعالى: تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد (الى قوله) وكشروط طعام عبد وعلف دابة ومرومة الدار الخ (رد المختار ص ۵ ج ۵) وقال: اوارضنا بشرط ان يثنيها اي يحرثها او يكوئها او يهاوها العظام او يسرقها لبقاء اثر هذه الافعال لوب الارض فلولم تبق لم تفسد۔

وتقل ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ عن المنع تحت (قوله بشرط ان يثنيها) فان كان اثره يبقى بعد انتهاء العقد يفسد لان فيه منفعة لوب الارض والا فلا اه (رد المختار ص ۵ ج ۵)

وقال المحصفي: واعلم ان الاجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه به (الى قوله) والاستيفاء للمنفعة او تمكنه منه (الى قوله) فيجب الاجر لدار قبضت ولم تسكن لوجود تمكنه من الانتفاع وهذا اذا كانت الاجارة صحيحة اما في الفاسدة فلا يجب الاجر الا بتحقيق الانتفاع الخ (رد المختار ص ۵ ج ۵)

وقال ايضا: وتفسد بجهالة المسمى كل ما وبعضه كسمية ثوب او دابة او مائة درهم على ان يرمها المستأجر لصيد وروحة المرومة من الاجرة فيصير الاجر مجهولا وتفسد بعدم التسمية (الى قوله) فان فسدت بالاخيرين بجهالة المسمى وعدم التسمية وجب اجر المثل (الى قوله) لا بالتمكين بل باستيفاء المنفعة حقيقة كما مر بالغاما بلغ لعدم ما يرجع اليه (الى ان قال) والا تفسد بجهالة بل بالشروط او الشيوع مع العلم بالمسمى لم يزد اجر المثل على المسمى لرضاهما به وينقص عنه لفساد التسمية الخ (رد المختار ص ۵ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۴ رمضان ۱۴۰۰ھ

فصل فی الشرب

چشمہ میں سب لوگ شریک ہیں:

سوال: ایک قدرتی چشمہ ہے جس سے تمام لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ اب گاؤں کے ایک شخص نے چشمہ کے پاس ٹنکی بنائی ہے جس میں اس چشمہ کا پانی جمع ہوتا ہے، وہ اس سے صرف اپنی زمین سیراب کرتا ہے، دوسرے تمام لوگ محروم رہتے ہیں، اس کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

یہ قدرتی چشمہ باپ دادا سے مشترک چلا آ رہا ہے اس میں کسی کا کوئی خاص حق نہیں سمجھا جاتا۔ سب لوگ بلا تخصیص استفادہ کرتے چلے آئے ہیں، اب اس شخص نے دوسروں کی رضا کے بغیر اس چشمہ کی پورے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قدرتی چشمہ میں سب لوگوں کا حق ہے، اپنے فائدہ کے لئے ٹنکی بنا کر دوسروں کو محروم کرنا جائز نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلأ والنار۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله في كل ماء لم یحرز) اعلم ان المياہ اس بعد انواع الاول ماء البحار وكل احد فیها حق الشفة و سقى الاراضی فلا یمنع من الانتفاع علی ای وجه شاء والثانی ماء الادبیتا العظام کسبحون والناس فیہ حق الشفة مطلقا حتی سقى الاراضی ان لم یضرب العامة (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۱ صفر ۹۶ھ

پائپ لائن میں پانی آنے سے ملک ثابت ہو جاتی ہے:

سوال: ایک شخص نے قدرتی چشمہ سے پائپ لائن کھینچ کر پانی حاصل کیا، اسی سے مسجد کو بھی پانی دیتا رہا، پھر کچھ نمازیوں سے اختلاف ہو گیا تو اس نے مسجد کا پانی بند

کر دیا اور کہا کہ یہ فسادِ لوگ میرے بعد میرے بچوں کو تنگ کریں گے کیا یہ جائز ہے ؟
 بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی پائپ لائن میں پانی آنے سے وہ شخص اس کا مالک ہو گیا، لہذا اسے پانی بند
 کرنے کا اختیار ہے مگر مسجد سے پانی روکنا مردت کے خلاف ہے۔ البتہ براہ راست چشمہ
 سے پانی لینے کا ہر شخص کو حق ہے، اس سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
 ۴ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

چراگاہ میں سب کا حق ہے :

متفرقات المحظورات الاباحۃ میں گزر چکا ہے۔

بیع الشرب :

سوال : بوقت ضرورت شدیدہ بیع الشرب جائز ہے یا نہیں ؟ نیز شرب کو اجارہ پر دینا،
 ہبہ کرنا، عاریت پر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینواتوجسوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ان سب معاملات میں ظاہر الروایۃ عدم جواز کی ہے، بعض مشایخ جواز کے قائل ہیں،
 بوقت ضرورت شدیدہ ان کا قول اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ

فسادہ الاتباعا خانیتہ وشرح وہبانیۃ وستمحققہ فی احیاء الموات۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وکذا بیع الشرب) ای

فانہ يجوز تبعا للارض بالاجماع ووحدة فی روایۃ وهو اختیار مشایخ بلخ

لانہ نصیب من الماء درر ومحل الاتفاق ما اذا کان شرب تلك الارض فلو شرب

غیرہا ففيہ اختلاف المشایخ کما فی الفتح والشرح۔

(قوله وستمحققہ فی احیاء الموات) حیث قال هو المصنف هناك ولا

بیاع الشرب ولا یوجب ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال مقوم

فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتویٰ ثم نقل عن شرح الوهبانیۃ ان بعضهم

جوز بیعه ثم قال وينفذ الحكم بصحة بيعها اهـ (رد المحتار ج ۴)
والله سبحانه وتعالى اعلم.

۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ

حصه شرب دوسری زمین کی طرف منتقل کرتا:

سوال: چه میفرمایند علماء دین مبین در مسئلہ ذیل قناتی کہ بین دہ الی پانزدہ نفر است کہ سہمیہ ہر کس شخص است حتی کہ بر سر ساعات تقسیم است و از ازل تا آخر کہ کار کردہ شدہ است ہر کس کہ صاحب نصف ساعتہ بودہ است پوری نصف ساعتہ دادہ است کسی کہ صاحب ساعتہ بودہ است پور دو ساعتہ دادہ است، حالاکسے کہ صاحب دو ساعتہ است زمین کم دارد و آب زیادہ و این شخص زمین دیگر دارد کہ آبش ازین قناتہ نیست و آن زمین ہم از دیگر جا آب ندارد، آیا این شخص میتواند کہ آب زیادہ را بر ہمین زمین صرف کند یا نہ؟ و آن شرکا مانع اند کہ آب زائد را نمی گزاریم کہ شما بآن زمین برید، پس آیا این حق منع دارند یا نہ؟ در قادی قاضیخان در باب شرب بامش عالمگیریہ ج ۱ می نویسد:

ولو كان له سدس الماء من قهر بين قوم او عشر الماء اداقل اداكثر
فاخذ نصيبه من ذلك القهر كان له ان يسوق نصيبه الى حيث شاء من
الارضين لان ذلك ليس بشرب لاحد معين انتهى.

و در ہدایہ ج ۴ کتاب الشرب و در دیگر کتب نوشتہ است:

وليس لاحد من الشركاء في القهر ان يسوق شربه الى ارض اى
اخرى ليس لها شرب في ذلك لانه اذا تقدم العهد يستدل به على انه
حقه انتهى.

و در فکر احقر بظاہر از عبارت قاضیخان فہمیدہ می شود کہ شرکا حق منع ندارند
و از عبارت دیگر کتب معلوم می شود کہ حق منع دارند، پس آیا توضیح این چہ گونه
است؟ و آیا محمل این عبارات یکی است یا فرق می کنند، عبارت ہدایہ دیگر محمل
دارد و عبارت قاضیخان دیگر محمل؟

ببینوا توجہ را۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہاں جواز و عدم جواز کا مدار شرکاء کا حالی یا مالی ضرر ہے، جس پر وہ راضی نہ ہوں۔ اگر تقسیم آب میں زمین کو کسی درجہ میں بھی ملحوظ رکھا گیا ہو جبکہ عرف عام بھی یہی ہے تو خارجی زمین کو پانی لے جانا جائز نہیں ولو کان الماء مقسماً بالایام، کیونکہ اگر خارجی زمین نہر سے بہت نشیب میں ہو تو زیادہ پانی کھینچنے کی وجہ سے شرکاء کا ضرر متیقن ہے۔

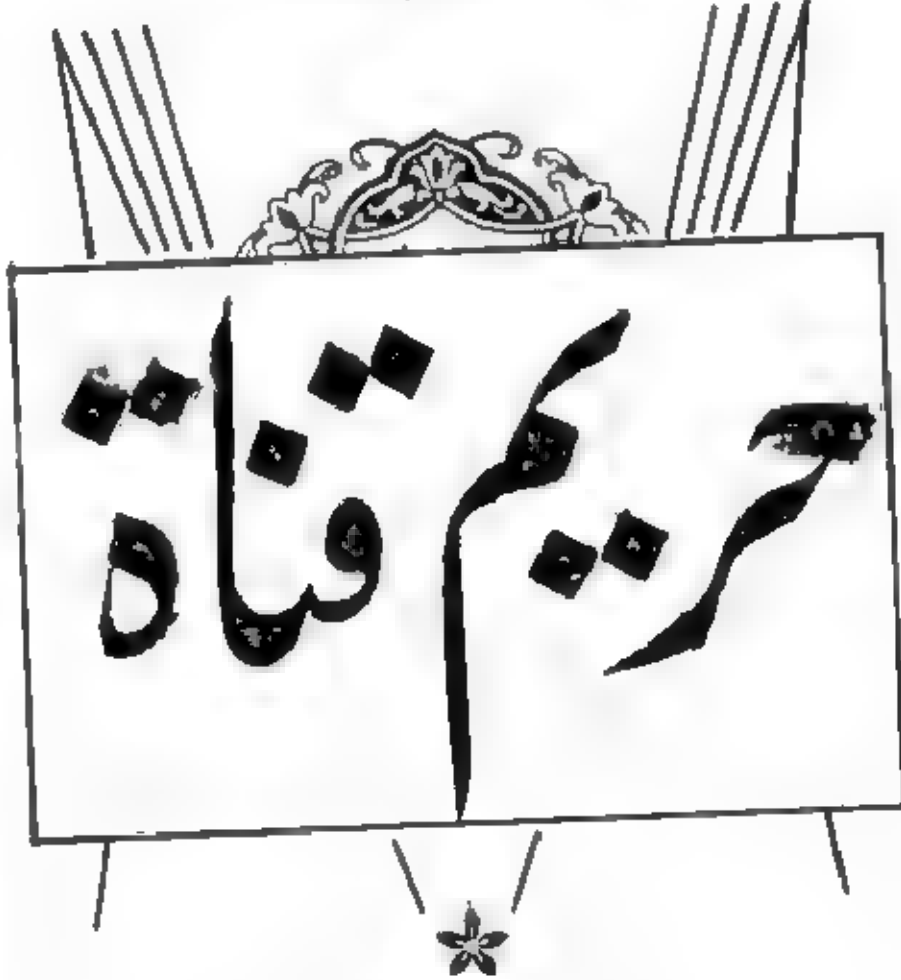
علاوہ ازیں تقادم عہد کی صورت میں دعوائے شرکت کا احتمال بھی ہے، لہذا فی الہدایۃ۔ اگر یہی صورت حال کسی داخلی زمین کی ہو تو اذن شرکاء کی وجہ سے کوئی اشکال نہیں، اور غیر شریک کے دعوائے شرکت کا بھی کوئی احتمال نہیں۔

اور اگر تقسیم کے وقت زمین کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہو تو ہر شریک اپنے حصہ متعینہ کو جہاں چاہے صرف کر سکتا ہے، جزئیہ خانیہ کا یہی محمل ہے، فانہم رضوا بالضم المذکور۔ پاکستان کے سرکاری و غیر سرکاری عرف میں شق ثانی کا کوئی وجود نہیں، بہر حال نہی پانی میں زمینوں کو ملحوظ بلکہ مخصوص کیا جاتا ہے، البتہ غیر سرکاری عرف میں کوئی شریک اپنا حصہ احیاناً خارجی زمین میں لے جائے اور شرکاء کو ضرر نہ ہو تو اس کا تحمل کر لیا جاتا ہے سرکاری قانون میں یہ بہر حال جرم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۹ شعبان ۱۴۱۲ھ



وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَاسِينَ



حرم قنات کے مقام و مقدار کی تحقیق

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی
عبارات مختلفہ میں تطبیق

عریب فناء

عریب فناء کا مقام

عریب فناء کی مقدار

جواب اول

جواب ثانی

جواب ثالث

جواب ثالث کی تفصیل

التحقیق الزمیر



حریم قنات کی ابتداء

سوال: قنات کے حریم کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ آیا جہاں سے پانی اُبتا ہے یا جہاں سے پانی چل پڑتا ہے؟

اس بارہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال مختلفہ میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے؟ مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں، شکراً۔

اس استفتاء کے بارہ میں دارالعلوم کراچی کی طرف تین بار مراجعہ کیا گیا لیکن تشفی نہیں ہوئی، لہذا تینوں جوابات حضور اقدس کی خدمت عالیہ میں پیش ہیں، ان پر غور فرما کر فیصلہ فرمائیں، بڑی عنایت ہوگی۔

جواب اول:

والجواب ومنہ الصادق والصواب

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق قنات کے تین حصے معلوم ہوتے ہیں۔

- ① قنات کا وہ بالائی مقام جس میں پانی ہوتا ہے۔
- ② قنات کا وہ زیرین مقام جس میں سے پانی گزرتا ہے۔
- ③ قنات کا وہ مقام جہاں پانی نکل کر سطح زمین پر آ جاتا ہے۔

پہلے حصے کے بارے میں عالمگیریہ ص ۳۸۸ ج ۵ کی عبارت یہ ہے:

قال محمد في الكتاب القنات بمنزلة البئر فلها من الحرم ما للبئر۔

یعنی قنات بمنزلہ کنوئیں کے ہے لہذا قنات کا حریم وہی ہوگا جو کنوئیں کا ہوتا ہے،

یعنی چالیس گز شرعی گز۔

اور دوسرے حصے کے متعلق عالمگیریہ کی عبارت یہ ہے:

اما في الموضع الذي لا يقع الماء على الارض القنات بمنزلة النهر الا انه

يجرى تحت الارض۔

یعنی وہ مقام جہاں پانی زمین کے اندر ہو کر گزرتا ہے وہ بمنزلہ نہر ہے اور

اس کا حریم نہر کے حریم کی طرح ہے۔

اور تیسرے حصے کے متعلق عالمگیریہ کی عبارت یہ ہے:

القناة فی الموضع الذی یظهر الماء منه علی وجه الارض بمنزلة العين الفوارقة فیكون لها من الحرم حینئذ مثل ما للعين خمساً ذراعاً بالاجماع۔
یعنی قناتہ کا وہ حصہ جہاں سے پانی نکل کر سطح زمین پر آتا ہے وہ چشمہ کے حکم میں ہے اور چشمہ کا حرم پانچتوہ شرعی گز کی مقدار کا ہوتا ہے۔

ومثله فی الخانیة علی ہا مشہ الہندیة ص ۲۲۰ ج ۳ والبحر ص ۳۳۱ ج ۱۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں قناتہ کے بارے میں فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا

کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب مذکور پر مستفتی کے اشکالات :

جواب استفتاء موشوع قناتہ آمد و رسید و لے تا حال در نظر احقر مسئلہ تشنہ بلب و قابل تحقیق و توضیح مزید ست۔ در صورتیکہ جناب عالی حریم قناتہ را از جای بیرون آمدن آب از کاریز اثبات کردہ اید و از منبع و بنگاہش قرار ندادہ اید چند اشکال وارد می گردد کہ حل آنها بر ذمہ شما لازم ست۔

اول اینکه مسئلہ قناتہ باتفاق ائمہ جمہم اللہ تعالیٰ منصوص شرعی نیست قیاسی ست۔

کما قال فی البینایۃ شرح الہدایۃ وقال فی الشاملۃ القناتۃ لہا حریم

مفوض الی رأى الامام ۴ لاند (لنص فی الشرح ص ۳۰۳ ج ۲)

پس وقتیکہ ایں مسئلہ قیاسی شد از دو حال خالی نمی گردد یا برچاہ قیاس کردہ شود

یا برچشمہ کہ منصوص ند۔

اگر برچاہ قیاس کردہ شود علت مشترکہ کہ شرط قیاس ست بین ایں دو مسئلہ دیدہ

نمی شود، چرا کہ چاہ یکجا حفر عمیق کردہ می شود و آبش ایستادہ است و قطرہ قطرہ می آید

مثل فوارہ حرکت نمی کند و روان نمی شود و جوی ندارد، بخلاف قناتہ کہ اگر زیر بریدہ شود

یا سردریدہ شود در ہر دو حال آب جاری دارد مثل فوارہ از منبع حرکت میکند نہ از جای

بیرون رفتن بہ مزارع، و جوی وغیرہ تشریفات دارد،

البتہ اگر آنرا بچشمہ قیاس کنیم چنانچہ مشایخ کردہ اند علت مشترکہ دیدہ می شود ولی

درینصورت مقتضای قیاس مشایخ باید ایں بشود کہ حریم قناتہ از منبع و بنگاہ قرار گیرد

نہ از جای بیرون رفتن بہ مزارع، چرا کہ باتفاق ائمہ جمہم اللہ تعالیٰ حریم چشمہ از بنگاہ است

نه از حوض و انتهای جوی آل و اگر چنین کرده نشود قیاسی مع الفارق میگردد و کما فی الصورة الاولى -

دوم اگر ما قنایه را بسه حصه تقسیم کنیم در حصه اول این اشکال می آید که آب چاه بسه و ایستاده و مثل فواره نیست بخلاف آب قنایه -

و در حصه سوم این اشکال می آید که آنجا آب در حقیقت از زیر زمین بیرون نمی آید بلکه از زیر سرپوش قنایه بیرون می آید و مثل فواره بهم در اینجا موصوف نمی گردد، بخلاف آب چشمه که از زمین حقیقت بیرون می آید و مثل فواره هست، علت اینوقت هم مغفود میگردد -

سوم حریم باید یک حد معین باشد اگر حریم قنایه جای بیرون آمدن آب از سرپوش قرار گیرد معین نمی گردد، چرا که وقت کم شدن آب چون قنایه زیاده حفر کرده می شود کاریز آن سرپوش کرده پائین تر میرود بیک قرار نمی ماند پس باید در هر سال جائی دیگر حریم داده شود - چهارم قنایه چون کندیده می شود مبادی از دمنش که جای بیرون آمدن آبست به مزارع شروع می شود و غایتش رفته به منبع میرسد و تمام میگردد و بین این مسیر بی چاهها که برای کشادن جوی قنایه میباشند و از کرده می شوند و قول امام محمد رحمه الله تعالی محمول بهمین چاهها هست که به منبع نرسیده اند که هر یکی از اینها حکم چاه دارد و چون بغایت و منبع رسید مشایخ رحمهم الله تعالی بر قول امام محمد رحمه الله تعالی زاید کردند که در آنوقت حکم چشمه دارد و ظاهراست که در پائین و مبادی نیست بلکه در غایتست و منبع - و امام بزرگ رحمه الله تعالی بهم همین طور فرموده است چنانچه در عبارت قاضیخان تصریح است :

واما عندی حلیفه رحمه الله تعالی اذا فعل ذلك باذن الامام يستحق الحريم للموضع الذي يقع الماء فيه على وجه الارض (الى ان قال) والقنایه الى ان يقع الماء على وجه الارض بمنزلة النهر الا ان في القنایه يجري الماء تحت الارض فاذا وقع الماء على وجه الارض يصير ذلك الموضع بمنزلة العين لان فل لعین يخرج الماء من الارض ويسيل على وجه الارض (فانكما بر حاشیه هندیه بیروتی) پنجم الفایکة فقها رحمهم الله تعالی درین مورد استعمال فرموده اند اینند -
یظهر علی وجه الارض -

يقع الماء على وجه الارض -

يقع الماء فيه على وجه الارض -

يسنح على وجه الارض -

تسح على وجه الارض -

این وجه الارض در نظر احقر همان ارض است که در منبع و بنگاه آب است نه ابرارض که جای بیرون شدن آب به مزایع است - به این قرائن -

قناة مجرای آب را می گویند که زیر سرپوش است و آن مختلف فیهاست بین امام و محمد یا صاحبین رحمهم الله تعالی که امام آنرا بمنزله نهر قرار داده و حریم نداده است مگر مثل نهر و امام محمد یا صاحبین آنرا یعنی دهن چاههای آنرا بمنزله چاه قرار داده و اگر نه در جائیکه آب از منبع بیرون می آید نزد امام بمنزله عین است (كما في البحر طح ۲ و فتح القدیر و هداية ص ۱۳۸) و نیز در هندیه - القناة في الموضع الذي يظهر الماء منه على وجه الارض بمنزلة العين الفوارة -

و این موضع مراد همان بنگاه و منبع است بطایر آن غیر -

و نیز از دلیل قاضیخان بالا روشن است که فرمودند :

لان في العين يخرج الماء من الارض ويسيل على وجه الارض -

پس معلوم شد که حریم قناة هم آنجا است که آب از زیر زمین بر سر زمین می آید نه آنجا که از سرپوش بیرون می رود -

و نیز از عبارت کتاب الخراج واضح است :

قال ابو يوسف رحمه الله واجعل للقناة من الحريم ما لم يسنح على وجه الارض مثل ما جعل للابار فاذا ظهر الماء وسنح على وجه الارض جعلت حريمه كحريم النهر بنایة (ص ۳۷ ج ۴)

یعنی تا وقتی که آب قناة در منبعش ایستاده است و جریان نمیکند حکم آنرا مثل حریم چاه میکنم و چون آبش بمیل قناة روان میگردد تا آخرش حکم آنرا مثل جو میگویم، معلوم شد که مسئله مختلف فیها بین امام و صاحبین همین میل است و جوی قناة تا آخر -

ششم، خلاصه عللی که از نصوص در مورد حریم معلوم می شود دو چیز است یکی دفع مضرت -

دوم جلب منفعت -

علت اولیٰ در مالک و آب مشترک ست، دوم فقط برای مالک محدود ست۔ یعنی از نصوص معلوم ست کہ علت حریم اینست کہ از حافرا دل ضرر نقص یا فنا ی آب دور کرده شود و از او منع تصرف از حریم ہم جاوگیری کرده شود۔ حالاً ظاہر ست کہ اگر حریم از جای بیرون شدن آب از سرپوش قنات قرار داده شود و پنجد گز بدور بر آن ملک او قرار گیرد، فقط با و نفع ملکی رسد و دفع ضرر از آب کہ اصل علت ست دور نمی شود، چرا کہ اینجا اگر کسی دور یا نزدیک اگر قناتی حفر کند چونکہ منبع آب خیلی دور ست بیح اثری ندارد۔

و اگر حریم از منبع قرار داده شود ضرر از آب قنات و صاحب قنات ہر دو دور می گردد و انتفاع ملک دریں محدود ہم بمالک می ماند، بوسیله آب قنات یا شد یا بوسیله دلویا مکینہ از دہن چاہہا قنات می تواند کہ در حدود پنجد گز ملکاً استفادہ کند، و دفع الضرر اہم از جلب منفعت ست، پس مقتضای این علل و قواعد ہم ہمین ست کہ حریم از منبع و بنگاہ باشند از جای بیرون آمدن آب از سرپوش قنات۔

خلاصہ : لطفاً این اشکالات را بتدریج تمام نظر فرمودہ از جواباتانی مستفید فرمایند و از دیگر مفتیہای آنجا نیز دریں مورد مشورہ گیرند۔
جواب ثانی :

الجواب ومنہ الصدق والصواب

منبع اور بنگاہ کے متعلق آپ نے جو یہ کہا ہے کہ
”اس کو کنویں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔“

ٹھیک ہے اس لئے کہ عالمگیریہ کی عبارت :

قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب القنات بمنزلۃ البئر فلہا من الحریم

ما للبئر

قنات کے اس زیرین حصہ سے متعلق ہے جس میں سے پانی گزرتا ہے منبع کے متعلق نہیں جیسا کہ صاحب درمختار نے اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف بھی نقل کیا ہے، ظاہر ہے کہ امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف قنات کے اس زیرین مقام کے متعلق ہے جس میں سے پانی گزرتا ہے۔ کما فی اللامختار

حریم قنات

(وَالْقَنَاةُ) هِيَ مَجْرَى الْمَاءِ تَحْتَ الْأَرْضِ (حَرِّمَ بِقَدْرٍ مَا يَصْلَحُ) لِالْقَاءِ الطَّيْنِ وَنَحْوِهِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَالْبَيْرِ:

وَفِي الشَّامِيَةِ تَحْتَ (قَوْلِهِ) عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَالْبَيْرِ (قَالَ) الْإِتِّفَاقُ قَالَ الْمَشَايِخُ الَّذِي فِي الْأَصْلِ أَيْ مِنْ أَنَّ الْقَنَاةَ كَالْبَيْرِ قَوْلُهُمَا وَعِنْدَهُ لَا حَرِّمَ لَهُ لِأَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ النَّهْرِ مَا لَمْ يَظْهَرْ مَا وَهَّاءُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَلَا حَرِّمَ لِلنَّهْرِ عِنْدَهَا فَإِنْ ظَهَرَ كَالْعَيْنِ الْفَوَاقِ حَرِّمَهَا خَمْسَمِائَةِ ذِرَاعٍ (ص ۳۰۹ ج ۵)

پس دارالعلوم کے سابقہ فتویٰ میں قنات کے متعلق جو لکھا گیا ہے کہ اسکا حریم کنویں کے حریم کے برابر ہے اس سے رجوع کیا جاتا ہے، البتہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ ”تیسرے حصے کو (یعنی جہاں سے پانی سطح زمین پر ظاہر ہو جاتا ہے) چشمہ پر قیاس کرنے کی صورت میں علت مشترکہ نہیں پائی جاتی ہے“

یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ چشمہ میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔

① خروج الماء من الأرض،

② سيلان الماء على وجه الأرض،

جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے ظاہر ہے:

وَالْقَنَاةُ أَيْ أَنَّ يَقَعُ الْمَاءُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ بِمَنْزِلَةِ النَّهْرِ إِلَّا أَنَّ فِي الْقَنَاةِ يَجْرَى الْمَاءُ تَحْتَ الْأَرْضِ فَأَخْذًا وَقَعَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ يَصِيرُ ذَلِكَ الْمَوْضِعُ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْنِ لِأَنَّ فِي الْعَيْنِ يَخْرُجُ الْمَاءُ مِنَ الْأَرْضِ وَيَسِيلُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ،

(الْمَخَانِيَةُ عَلَى الْهَنْدِيَّةِ ص ۳ ج ۳)

تیسرے حصے کو چشمہ پر قیاس کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں زمین ہی کے اندر سے پانی نکل پڑے بذریعہ قنات یہاں نہ آیا ہو اس لئے کہ اس صورت میں وہ تو عین چشمہ ہو گیا پھر تو اس کو چشمہ پر قیاس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، چشمہ کا حریم باتفاق ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ منبع سے شمار کیا جاتا ہے حوض سے شمار نہیں کیا جاتا، اور توثیقاً

کما قال في الهداية :

وَأَنَّ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِّمَهَا خَمْسَ مِائَةِ ذِرَاعٍ لِمَا رَوَيْنَا وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حَرِّمَ الْعَيْنَ خَمْسَ مِائَةِ ذِرَاعٍ (أَيْ أَنَّ قَالَ) وَالتَّقْدِيرُ بِخَمْسَمِائَةِ بِالتَّوْقِيفِ (ص ۳۱۱ ج ۳)

مگر یہاں بحث چشمہ کی نہیں، بلکہ قنات کے تیسرے حصہ سے متعلق ہے اس تیسرے حصہ کو چشمہ پر قیاس کیا گیا ہے، حریم قنات تیسرے حصہ سے قرار دینے کی صورت میں اگر حریم ہر سال بدلتا رہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ جس طرح چشمہ اگر ایک جگہ سے بند ہو کر دوسری جگہ سے نکل پڑے تو باتفاق ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ دوسری جگہ سے چشمہ کا حریم شمار کیا جاتا ہے۔ وہ الفاظ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے:

یظهر علی وجه الارض۔

يقع الماء علی وجه الارض۔

يقع الماء فیہ علی وجه الارض۔

یسند علی وجه الارض۔

سند علی وجه الارض۔

ان سے مراد وہ مقام ہے جہاں جا کر پانی سطح ارض پر ظاہر ہو جاتا ہے یعنی قنات کا تیسرا حصہ اور آخری حصہ منبع اور بنگاہ مراد نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ کی عبارتیں اس پر صراحت دلاتی ہیں، کما فی الخانیۃ :

والقناة الى ان يقع الماء علی وجه الارض بمنزلة التهر الا ان في لقناة
يجري الماء تحت الارض فاذا وقع علی وجه الارض یصیر ذلک الموضع بمنزلة
العین (الخانیۃ علی الہندیۃ ص ۲۱۹ ج ۳)

قاضیخان کی عبارت میں تیسرے حصے سے پہلے والے حصے پر نہر کا اطلاق کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ”وقع الماء علی وجه الارض“ سے پہلا حصہ (یعنی قنات کا وہ بالائی مقام جس پر پانی ہوتا ہے) مراد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی نہر نہیں ہوتی۔

صاحب ”غایۃ الاوطار“ نے درختار کی عبارت ”ولو ظهر الماء فکا لعین“ کا جو ترجمہ کیا ہے یعنی ”کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھٹ کر ظاہر ہو گیا تو اس کا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہوگا“ (ص ۲۵۴ ج ۲)

اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ”ظہور الماء علی وجه الارض“ سے تیسرا حصہ مراد ہے منبع اور بنگاہ مراد نہیں،

صاحب ”عین الہدایہ“ نے ہدایہ کی عبارت :

”قالوا عند ظهور الماء هو بمنزلة عين فواره“ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے :
”مشائخ نے فرمایا کہ جب اس کا پانی زمین پر ظاہر ہو تو وہ بمنزلہ جوش مارنے والے
چشمہ کے ہے۔“ یعنی پانچو گز حریم مقرر کیا جائے گا (ص ۳۷۳ ج ۴)

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ظہور الماء علی وجه الارض سے وہ مقام
مراد ہے جہاں پر پانی سطح ارض پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و اکمل۔

جواب ثانی پر مستفتی کا اشکال :

جواب دوم قنات کے موضوع میں موصول ہوا کچھ تشفی حاصل ہوئی تاہم ایک اشکال
حل طلب ہے وہ یہ کہ آپ حضرات نے قنات کے حریم کو جس جگہ سے کہ پانی سطح زمین پر نکل
پڑے کر دیا اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کو اس پر چسپاں کر دیا۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ قنات کو منبع اور سبگاہ سے بھی ایک اور حریم دیتے ہیں یا نہیں؟
اگر دیتے ہیں تو کتنا دیتے ہیں جتنا کنویں کا ہوتا ہے یا جتنا چشمہ کا؟ اور اگر نہیں دیتے ہیں
تو آپکی اس عبارت کے کیا معنی ہونگے :

”اس صورت میں وہ تو عین چشمہ ہو گیا تو اس کو چشمہ پر قیاس کرنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا۔“

اور نصوص جو حریم چشمہ اور کنویں کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں کس وجہ سے ہی سبگاہ
کو ان سے اور انکے مصداق عام سے نکالا جائے گا؟ باوجودیکہ علت استحقاق حریم بالقنات
فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ حاجت ہے دو طریق سے :

ایک دفع حاجت صاحب چشمہ اور کنویں سے

دوسری دفع ضرر صاحب حریم کے پانی سے۔

اس دوسری حاجت کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اصل علت قرار دیا ہے اور
قیاس بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ تمام استفادات صاحب چشمہ یا کنواں پانی کے وجود پر
موقوف ہیں، اگر پانی نہ ہو وہ کیسے استفادہ کر سکتا ہے۔

اور یہ بھی بالکل مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس جگہ کے ارد گرد جہاں پانی سطح
زمین پر نکل پڑتا ہے پانچو سے کمتر بلکہ بیس تیس گز کے اندر اندر اگر دوسرا کنواں یا چشمہ
کھودے پہلی قنات کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہ تو بالکل مشاہدہ ہے، میں

خود بھی دو قناتوں کے اندر دارائی شرکت و صاحب حال و صاحب البیت ہوں۔ اور صاحب زمین کو بھی کوئی ضرر عائد نہیں ہوگا، کیونکہ پانی جب قنات سے سطح زمین پر نکل پڑتا ہے اکثر و اغلب پانچ سو گز کے اندر اندر زمین کے نشیب فراز کی وجہ سے قابل استفادہ نہ رہے گا، بلکہ اکثر و اغلب جو قناتیں ہمارے ملک میں ہیں ایک ہزار گز یا کم از کم سات سو گز سے اوپر قابل استفادہ ہوتی ہیں تو پانچ سو کا حریم دینے سے صاحب زمین کی حاجت کو یا دفع ضرر کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا، اور نص اور قیاس کا کیا نتیجہ نکلا؟

البتہ یہ بالکل مشاہدہ و ثابت ہے کہ اگر بنگاہ قنات کے ارد گرد کہ فوارہ وار زمین سے اُبل رہا ہے اگر دوسرا شخص پانچ سو گز کے اندر یا کمتر کوئی دوسری قنات یا کنواں کھودے یا مکینہ لگائے تو قنات اول کے پانی کو ضرر پہنچتا ہے، بلکہ بسا اوقات وہ قنات بالکل خشک ہو کر ناقابل استفادہ ہو جاتی ہے اور صاحب اول کے تمام استفادات اور سرمایہ معلق و بیکار ہو جاتا ہے بلکہ آجکل آلات جدیدہ اور مشینوں کے دور میں سات سو گز یا ہزار گز کے فاصلہ پر ایک مکینہ نصب کی جاتی ہے تو قنات اول خشک ہو جاتی ہے لہذا احقر کی نظر میں قنات کو دونوں جگہ سے حریم دینا لازم ہوگا ورنہ پھر لازم ہے کہ بنگاہ سے دیا جائے تاکہ جامع عین و قنات قیاس میں موافق ہو جائیں و اصل علت کہ حاجت و دفع ضرر ما رہے بحال رہے و مصداق عامہ نصوص بحال رہے۔ اب آپ حضرات کی تحقیق کا انتظار ہے۔

جواب ثالث :

(الجواب حاملاً و مصلیاً)

قنات کے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارتیں ان کے مآخذ میں دیکھنے اور غور کرنے کے بعد جو بات ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ قنات کے بالائی مقام (جہاں سے پانی نکلنا شروع ہوتا ہے جس کو استفتاء میں منبع اور بنگاہ سے تعبیر کیا گیا ہے) کے متعلق ہدایہ کے حاشیہ میں شارح المواقف سے نقل کیا گیا ہے کہ قنات کے بالائی مقام سے جب تک میل یعنی نہر نہیں نکالی جاتی اس وقت تک وہ کنواں ہوتا ہے، جب اس سے نہر نکال لی جاتی ہے تو وہ خود بالائی مقام نہر میں شامل

ہو جاتا ہے، لہذا قناتہ کا بالائی مقام اور قناتہ کا وہ زیرین حصہ جہاں سے پانی گزرتا ہے ان دونوں کا حریم شرعاً مقدار اور متعین نہیں، زمین کی سختی اور نرمی کے اعتبار سے جتنی مقدار حریم کی ضرورت پڑے گی اتنا ہی اس کا حریم ہوگا۔

چنانچہ قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے قناتہ (کاریز) اور مخرج مار یعنی منبع کے لئے بقدر ما یصلح کو اس کا حریم قرار دیا ہے۔

نیز فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی اکثر کتابوں میں قناتہ کے دو ہی حصوں کے حریم کا ذکر صراحتاً ملتا ہے :

① قناتہ کا وہ حصہ جہاں سے پانی سطح ارض پر ظاہر ہو جاتا ہے، جس کا حریم فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے چشمہ کے حریم کے برابر قرار دیا۔

② قناتہ کا وہ حصہ جس میں پانی برسر زمین ظاہر نہ ہوا ہو۔ اس کا حریم فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہر کے حریم کی طرح قرار دیا، یعنی زمین کی سختی اور نرمی کے اعتبار سے جتنی مقدار کی ضرورت پڑے گی اتنا ہی اس کا حریم ہوگا۔

فی حاشیۃ الہدایۃ :

(قوله والقناتۃ) قال شارح المواقف ان لم يجعل مسیل فلو البیر وان جعل فلو القناتۃ ونسبته الی الایارکنسبۃ العیون السیالۃ الی الراکدۃ (ص ۲۸۲ ج ۳)

وفی الخاشیۃ علی ہامش الہندیۃ :

ولو حفر رجل قناتۃ بغير اذن الامام فی مفازۃ وساقۃ الماء حتی اقی بہ ارضاً فاحیاء فانہ یجعل لقناتہ ولمخرج مانہ حریمًا بقدر ما یصلح (ص ۲۲۰ ج ۳)

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے قناتہ کے تیسرے حصے کا حریم چشمہ کے حریم کے برابر جو قرار دیا وہ صرف اس مقصد کے لئے نہیں کہ اگر کوئی آدمی اسکے حریم کے اندر دوسری قناتہ کھودے تو اسکے پانی کا نقصان نہ ہو بلکہ جس مقصد مثلاً کاشتکاری وغیرہ کے لئے قناتہ کھودی گئی ہے اس کا بھی اعتبار کر کے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے قناتہ کا حریم چشمہ کے حریم کے برابر قرار دیا ہے۔

فی الہدایۃ : وان کانت غیناً فحریبہا خمسۃ ذراع لما روینا

ولان الحاجة فيه الى زيادة مسافة لان العين تستخرج للزراعة فلا بد من موضع
يجرى فيه الماء ومن موضع يجمع فيه الماء ومن موضع يجرى فيه الى الزراعة (ص ۳۰۸)
والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب باسمهما للصواب

جواب ثالث صحیح ہے۔

التحقيق المنید :

① قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ قال الاتفاقی قال المشایخ الذی فی
الاصول ائمن ان القناة کالبئر قولہما وعندہ لا حریم لہا لانہا بمنزلۃ النہر ما لم یظہر
ماؤها علی وجہ الارض ولا حریم للنہر عندہ فان ظہر کالعين الفوارۃ حریمہا خمسۃ
ذراع (رد المحتار ص ۳۰۹ ج ۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قناة کے زیر زمین حصہ کا حریم
نہیں اور عند الصاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ اس کا حریم کنویں کی طرح چالیس ذراع ہے۔
مگر تحقیق یہ ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی نہر کا حریم ہے، اس میں امام اؤ
صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف نہیں، بالاتفاق حریم ہے۔

کما حرر الامام المحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی بحث حریم النہر وقریرۃ العلامة
ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیاس الامام رحمہ اللہ تعالیٰ القناة علی النہر مثبت
لحریمہا لحریمہ عندہ ولذا قال صاحب التئویر وشارحہ العلائی رحمہما اللہ تعالیٰ
وللقناة ہی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحو
وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کالبئر (رد المحتار ص ۳۰۹ ج ۵)

② بئر، عین فوارہ اور نہر کے حریم کی تحدید سے متعلق حدیث و فقہ کی نصوص حالات
متوسطہ پر مبنی ہیں، لہذا اختلاف احوال سے حدود حریم مختلف ہونگی۔

قال فی العلائیہ معزیاً للقسستانی ترقیل والتقدیر فی بئر وعین بما ذکر فی راضیہم
لصلابتہما فی اراضینا رخاوة فی زاد لثلا ینقل الماء الی الثانی وعزایہ للہدایۃ وعزایہ
البرجندی للکافی فلیحفظ۔

وقال للعلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ وفي التائرخانیۃ عن الینابیۃ ومن

احتیاج الی اکثر من ذلك یزید علیہ وكان الاعتدال للحجة لا للتقدیر ولا یكون فی المسألة خلاف فی المعنی اه ونقل العلامة قاسم فی تصحیحہ عن مختارات النوازل ان الصحیح اعتبار قدراً الحاجة فی البئر من کل جانب،
وفی التنوین والقناة حریم بقدر ما یصلحہ،

وفی الشرح: لا لقاء الطین ونحوہ (الی قولہ) وفی الاختیار فوضہ لرأی الامام ای یو باذنه والا فلا شیء له ذکرہ البرجندی (رد المحتار ص ۳۹ ج ۵)

وفی الخانیة: ولو حفر رجل قناة بغير اذن الامام فی مفاضة وساق الماء حتی اقی به ارضاً فاحیاهاً فانه یجعل لقتنه ولم خرج ماؤه حریماً بقدر ما یصلح۔

(خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۲)

(۳) علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجندی سے اذن امام کی شرط نقل کی ہے قناتہ بلا اذن امام کے لئے حریم نہیں، اور امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قناتہ بلا اذن امام کے لئے بھی حریم ہے۔

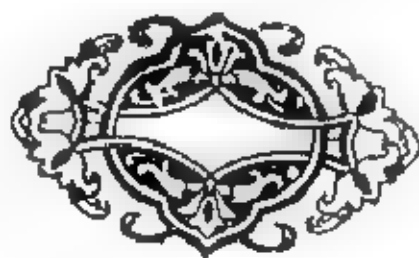
یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں احیاء الموات میں اذن امام شرط ہے، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں شرط نہیں، قول برجندی قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ پر مبنی ہے اور قول قاضی خان قول صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ پر، یہ وجہ توفیق بالکل ظاہر ہے معینہ اعلامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسکی تصریح بھی فرمادی ہے۔

ونضه: (قوله ای یو باذنه) ای لو كان الاحیاء باذن الامام لانه شرط عند الامام والا فلا یملك ما احیاء ولا یستحق له حریمہما (رد المحتار ص ۳۹ ج ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۲۳ جمادی الآخرہ ۱۴۰۹ھ



کتاب الاشریۃ

حقہ پینے کا حکم:

سوال: حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے حقہ کی اباحت ثابت کی ہے اور کراہت کے قول کو رد کیا ہے، شامیہ کے چند جملے نقل کئے جاتے ہیں، مزید تفصیل، اباحت پر دلائل اور فرقی مخالف پر تردید شامیہ کتاب الاشریۃ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

وللعلامة الشيخ علي الاچهوري المالكي رسالة في حله نقل فيسبب انه
اقتى بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعه وقلت والى في حله
ايضا سيدنا العارف عبد الغني النابلسي رسالة سماها الصلح بين الاخوان
في اباحتهم شرب الدخان وتعرض له في كثير من تأليفه الحسان واقام الطامة
الكبرى على القائل بالحرمة ادبالكراهية فانها حكمان شرعيان لا بد لهما من
دليل ولادليل على ذلك فانه لم يثبت اسكارسه ولا تفتيره ولا اضاراه بل
ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحه وان
فرض اضاراه للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضرب
باصحاب الصقراء الغالية وربما امريضهم مع انه شفاء بالنص القطعي
وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة او الكراهية الذين
لا بد لهما من دليل بل في القول بالاباحه التي هي الاصل (رد المحتار ص ۲۹۶ ج ۵)
مگر چونکہ یہ آوارہ وادبائش قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے اس لئے اس سے احتراز
کرنا چاہیے۔

اور اس طرح استعمال کرنا کہ منہ میں بدبو پیدا ہو جائے حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

بھنگ حرام ہے :

سوال : ایک شخص کہتا ہے کہ درمختار میں بھنگ کی اباحت مذکور ہے کیا یہ مسئلہ واقعی درمختار میں ہے، اگر ہے تو کس طرح پر مباح ہے؟ بینوا بیانا شافیا تو جروا اجرا و افیا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (ابوداود)

عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام ان على الله عهد المن يشرب المسكرات (مسلم)

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه قال صلى الله عليه وسلم ما اسكر كثيره فقليله حرام (احمد و ابیہن ما جہ و الدارقطني)

قال الحافظ العيني رحمه الله تعالى في شرح البکتر: قال محمد والثلثة رحمهم الله تعالى كل ما اسكر كثيره فقليله حرام من اي نوع كان۔

جو شخص کہتا ہے کہ درمختار میں بھنگ کو مباح لکھا ہے وہ مفتری اور کذاب ہے، درمختار میں بھی بھنگ کی حرمت صراحتاً مذکور ہے، البتہ بھنگ پینے پر شرب والی حد نہیں بلکہ تعزیر سے، جیسا کہ پیشاب اور پاخانہ کھانے اور پینے پر حد نہیں بلکہ تعزیر سے، بھنگ کا بھی بمعینہ یہی حکم ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ويحرم اكل البنيم والحشيشة وهي ورق القنب والافيون لانه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله تعالى وعن الصلوة لكن دون حرمه الخمر فان اكل شيئا من ذلك لاحد عليه وان سكر منه بل يعز ربما دون الحد كذا في الجوهرة (ردالمحتار ص ۲۹۵ ج ۵)

درمختار میں حلت کا قول تو کیا بلکہ اس میں تو حلال سمجھنے والے پر کفر کا فتویٰ نقل کیا ہے۔

ونصه: ونقل عن الجامع وغيره ان من قال بحل البنيم والحشيش فهو

زندق مبتدع بل قال نجم الدين الزاهد انه يكفر ويباح قتله۔

وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى تحت (قوله وهي

ورق القنب)؛ نقل ابن حجر عن بعض العلماء ان فی اکل الحشیش مائۃ وعشرین مضرة دینیة ودنیویة، ونقل عن ابن تیمیہ ان من قال بحلها کفر قال وافرہ اهل مذهبہ اھ وشیأتی مثله عندنا اھ

وقال ایضاً تحت (قولہ بل قال نجم الدین الزاہدی) لکن رأیت فی الزواجہ لابن حجر مانصہ وحکی القرافی وابن تیمیہ الاجماع علی تحریم الحشیشة قال ومن استحلها فقد کفر قال وانما المریتکلم فیہا الاثمة الابعة لانہا لمرتکن فی منہم وانما ظهرت فی آخر المائۃ السادسة واول المائۃ السابعة حین ظهرت دولة التتار اھ بحر وفہ فلیتأمل (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۲۴ ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ

بھنگ اور الکحل وغیرہ کے احکام کی تفصیل :

سوال : بھنگ کا استعمال اکلاً یا خارجاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس کے شارب پر حد ہے یا نہیں ؟ اور اسپرٹ کا استعمال کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب : منه الصدق والصواب

مسکرات کی دو قسمیں ہیں :

سیال اور جامد۔

سیال کی دو قسمیں ہیں :

① جن کی نجاست اور حرمت پر اتفاق ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں :

① انگور کی کچی شراب۔

② انگور کی پختہ شراب۔

③ رطب کی شراب۔

④ زبیب کی شراب۔

ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگرچہ اس سے نشہ نہ ہوتا ہو، اس کا دوا میں استعمال کرنا بھی اکلاً و خارجاً بہر حال منوع ہے۔ خواہ اپنی اصلی حالت پر رہیں یا کسی قسم کے تصرف سے دوسری ہیئت میں ہو جائیں۔

(۲) وہ اشربہ جن میں اختلاف ہے، یعنی اشربہ اربعہ مذکورہ کے سوا باقی تمام اشربہ۔

یہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہر ہیں اور مقدار مسکر سے کم بلا لہو بغرض تداوی وغیرہ حلال ہیں، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نجس اور حرام ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔
بلاغرض تداوی وغیرہ محض لہو کے لئے بالاتفاق حرام ہیں اور قدر مسکر پر بالاتفاق حد ہے۔

ادویہ و دیگر مصنوعات میں استعمال ہونے والا الکحل انگور یا کھجور سے نہیں بنایا جاتا، اس لئے مذہب شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مطابق اس کا استعمال جائز ہے۔
اصول فتویٰ کے لحاظ سے قول شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کو ترجیح ہوتی ہے الا العارض۔
اگرچہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فساد زمان کی حکمت کی بناء پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے، مگر اب عموم بلوی اور ضرورت تداوی کے پیش نظر اصل مذہب کے مطابق جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

مسکر جامد کا حکم:

جامد مسکرات جیسے ایفون وغیرہ کی اتنی مقدار جو بالفعل نشہ کرے یا اس میں ضرر شدید ہو حرام ہے، اسی طرح مقدار نشہ سے کم صرف لہو کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے، البتہ مقدار قلیل جو حد نشہ سے کم ہو دواء استعمال کرنا جائز ہے اور ضاد لگانا بھی درست ہے۔

حد سے متعلق یہ تفصیل ہے:

انگور کی کچی شراب پر مطلقاً حد ہے مسکر ہو یا نہ ہو۔
اس کے سوا دوسری سیال مسکرات میں سے مقدار مسکر پر حد ہے، قلیل پر نہیں۔
جامد مسکرات میں سے مقدار مسکر پر بھی حد نہیں، تعزیر ہے۔

قال فی الدر المنقہ: ویکرہ ای یحرم کذا عیر فی النقایۃ شرب دردی
انخم ای عکرہ والامتشاط لرجل للانتقاع بہ لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ
ککثیرہ کما مرو لکن لا یحد شادیہ عندنا لغلبۃ المنقل ولفرقة الطبع عنہ
واعتبر الکرمی رحمہ اللہ تعالیٰ الطعم بلا سکر وبہ یحد باجماع العلماء

ولا يجوز الانتفاع بالخمر من كل وجه كما في المنية وغيرها لان الانتفاع بالمحرم حرام ولا بد اوى بها جراح ولا بد رابتا ولا تسقى ادميا ولو صبيا للتداوى (الدر المنقذ بحامش مجمع الانهر ص ۲۵ ج ۲)

وقال العلامة التمر تاشي رحمه الله تعالى: ويجد شاربها وان لم يسكر منها ويجد شارب غيرها (اي من المائعات المحرمة) ان سكر- (رد المحتار ص ۲۸۹ ج ۵)

وقال ايضا في بيان المسكرات الجامدات من البنيخ والحشيشة والافيون: فان اكل شيئا من ذلك لاحد عليه وان سكر بل يعزربها دون الحد-

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وان سكر) لان الشرع اوجب الحد بالسكر من المشروب لا لما كوى اتقاني (رد المحتار ص ۲۹۵ ج ۵)

وقال ايضا: قوله ويحرم اكل البنيخ هو بالفتح نبات يسمى في العربية شيكوان يصدع ويسبت ويخلط العقل كما في التذكرة للشيخ دارد نظام في القاموس واخبث الاحمر ثم الاسود واسلمه الابيض وفيه السبت يوم من الاسبوع والرجل الكثير النوم والمسبت الذي لا يتحرك وفي القهستاني هو احد نوعي شجر (لقب حرام لانه يزيل العقل وعليه الفتوى بخلاف نوع اخر منه فانه مباح كالافيون لانه وان اختل العقل به لا يزول وعليه يحمل ما في الهداية وغيرها من اباحة البنيخ كما في شرح الباب اه اقول هذا غير ظاهر لان ما يخل العقل لا يجوز ايضا بلا شبهة فكيف يقال انه مباح بل الصواب ان مراد صاحب الهداية وغيرها اباحة قليله للتداوى ونحوه ومن صرح بحرمته اسراده القدر المسكر منه يدل عليه ما في غايته البيان عن شرح شيخ الاسلام اكل قليل السقمونيا والبنيخ مباح للتداوى وما زاد على ذلك اذا كان يقتل او يذهب العقل حرام اه فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما بحثناه سابقا من تخصيص ما مر من ان ما اسكر كثيرا حرم قليله بالمائعات وهكذا يقال في غيره من الاشياء الجامدة المضرة في العقل او غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لان

حرمتهما لیست لعینہما بل لضررہما و فی اول طلاق البحر من غلب عقلہ
 بالبنیم والافیون یقع طلاقہ اذا استعملہ للہو و ادخال الافات قصدا
 لکونہ معصیۃ وان کان للتداوی فلا لعدمہا کذا فی فتح القدیر و هو
 صریح فی حرمة البنیم والافیون لا للدواء و فی البزازیۃ والتعلیل ینادی
 بحرمتہ لا للدواء اھ کلام البحر وجعل فی الھنر ہذا التفصیل هو الحق والحاصل
 ان استعمال الکثیر المسکرمہ حرام مطلقاً کما یدل علیہ کلام الغایتہ و اما
 القلیل فان کان للہو و حرم وان سکرمنہ یقع طلاقہ لان مبدأ استعمالہ
 کان محذوراً وان کان للتداوی وحصل منہ الاسکار فلا فاغتنم ہذا
 التحذیر المفرد بقی ہنا شیء لئلا یمنع من نیتہ علیہ عندنا و ہوانہ اذا اعتاد
 اکل شیء من الجامدات التی لا یحرم قلیلہا و یسکر کثیرہا حتی یأکل منها
 القدر المسکر ولا یسکر سواء اسکرہ فی ابتداء الامر ولا فہل یحرم علیہ
 استعمالہ نظر الی انہ یسکر غیرہ او الی انہ قد اسکرہ قبل اعتیادہ ام
 لا یحرم نظر الی انہ طاهر مباح والعلة فی تحريمه الاسکار ولم یوجد
 بعد الاعتیاد وان کان فعلہ الذی اسکرہ قبلہ حراماً کمن اعتاد اکل شیء
 مسموم حتی صار یأکل ما هو قاتل عادة لا یضرہ کما یبلغنا عن بعضهم
 فلیتأمل نعم صرح الشافعیۃ بأن العبرة لما یغیب العقل بالنظر لغالب الناس
 بلاعادة (رد المحتار ص ۲۹۳ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۵ ارشوال ۳۳ھ

الکحل والی مشروبات و ما کولات کا حکم:

سوال: ہمارے ملک میں کوکا کولا، ٹائٹا اور ان کی مانند دیگر مشروبات شائع و
 ذائع ہیں اور کثرت سے مستعمل ہیں، بنانے والے کارخانہ سے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ
 ان مشروبات وغیرہ میں الکحل ڈالا جاتا ہے، اس الکحل کے بعض اقسام عصیر الغنّب سے
 تیار ہوتے ہیں اور بعض اقسام آلو، کوئلہ اور گیہوں وغیرہ اشیاء سے بنتے ہیں، ایک بوتل
 میں تقریباً ایک آدھ قطرہ الکحل موجود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی مشروبات محض

تنعم وتلذذ کے طور پر پی جاتی ہیں۔

بہشتی زیور حصہ نہم کے ضمیمہ ثانیہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

فالقسم الاول منه حرام ونجس غلیظا والثلاثة الاخيرة حرام و
نجس خفیفاً (دنی روایت نجس غلیظا کما فی الہدایۃ) وما عدا ذلك من
الاشربة فہی فی حکم الثلاثة الاخيرة عند محمد رحمہ اللہ فی الجرمة والنجاسة
وعند ابی حنیفة وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ یحرم منها القدر المسکرو
اما القدر الخیر المسکر فحلال الا للہو۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عند الشیخین رحمہما اللہ تعالیٰ غیر خمر کی قلیل مقدار
حلال ہے، لہذا اگر غیر خمر کی قلیل مقدار کسی کھانے یا پینے کی چیز مثلاً بسکٹ، ایک ہٹھائی
کو کا کولا وغیرہ میں استعمال کی جائے تو ان چیزوں کا کھانا پینا حلال ہوگا۔

زید کہتا ہے کہ بر بناء مذہب شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ اگر کسی کھائے یا پینے کی چیز
میں غیر خمر کا الکحل ڈالا جائے تو وہ طعام یا شراب جائز الکل اور حلال ہے۔

لیکن عمر و کہتا ہے کہ انہوں نے جو قول کیا ہے وہ عدم لہو کی قید کے ساتھ مقید ہے
اور بسکٹ، ایک، کو کا کولا وغیرہ اشیاء غیر ضروریات میں سے ہیں اور محض تنعم وتلذذ کے لئے
استعمال کی جاتی ہیں، لہذا یہ لہو میں داخل ہو کر حرام ہو جائیں گی۔ دونوں میں سے کس
کا قول معتبر اور برحق ہے؟

زیدیوں بھی کہتا ہے کہ کو کا کولا وغیرہ اتنی کثرت سے مستعمل ہیں کہ اب ابتلاء
عام ہو گیا ہے، ابتلاء عام کا حکم لگایا جاسکتا ہے، اس بناء پر گو حرمت ثابت ہوگی
مگر منتفی ہو جائے گی۔

عمر و یہ کہتا ہے کہ اس معاملہ میں ابتلاء عام کا حکم لگانا ناقابل قبول ہے، کیونکہ یہ
اشیاء فقط تنعم وتلذذ کے درجہ میں مستعمل ہیں، ضرورات طعام سے نہیں، نیز دوسرے
شریت مثلاً مچھلوں کا رس وغیرہ اس کے قائم مقام مل سکتے ہیں۔ لہذا عدم ضرورت و حاجت
کے سبب ابتلاء عام نہیں کہا جاسکتا۔ دونوں میں سے کوئی صواب پر ہے زید یا عمر و؟

کتب فقہ میں غیر خمر سے متعلق کسی قدر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک قلیل
مقدار کا خارجاً و داخلہ استعمال حلال ہے اور بعض کے نزدیک دونوں طرح استعمال کرنا

حرام ہے۔ البتہ حاشیہ مذکورہ از بہشتی زیور میں فرمایا گیا:

فالاولی ان لا یتعرض للبتلی بلہ بشی و نعم من قدر علی الاحتراز
منہ فلیحتزن ما شاء۔

اسی بناء پر زید کہتا ہے کہ قدر قلیل از غیر خمر شراب جائز الاستعمال ہے خارجاً ہو
یا داخلاً البتہ اجتناب از ردئے تقویٰ ادلی و افضل ہے۔

عمر اس کے خلاف کا قائل ہے کہ بہشتی زیور متن و حاشیہ کی عبارت اس پر محمول
ہے کہ دواؤ حلال ہوگا نہ کہ تنعماً و تلذذاً۔

اور بہشتی زیور کی دوسری عبارت استدلال میں پیش کرتا ہے:

”اور دواؤ بقدر غیر منشی داخلاً بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔“

زید دواؤ کی قید کو اتفاقی کہتا ہے اور استدلال میں بہشتی زیور کی یہ عبارت پیش
کرتا ہے:

”ہر اسپرٹ اشریہ اربعہ میں سے نہیں ہے، ایسی اسپرٹ کا شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ
کے نزدیک استعمال جائز ہے۔“

یہاں دواؤ کی قید مفقود ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں قید اتفاقی تھی۔

جبکہ عمر کہتا ہے کہ دونوں جگہ الگ الگ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ جناب فیصلہ فرمائیں کہ
کون صاحب الرائی ہے؟

بیز آج کل دواؤں میں انکمل ڈالا جاتا ہے، خصوصاً سو میو پیٹھک کی کوئی دوا ہی شاید
اس سے خالی ہو، ان دواؤں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بیوقوف تو حردا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تحقیق سے ثابت ہو کہ اشریہ دواؤ میں عصیر الغنہ یا عصیر الرطب نہیں ڈالا جاتا
دوسرے اشریہ کے حکم کی تفصیل یہ ہے:

قال العلامة الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله فيما اذا قصد به التقویٰ)

على طاعة الله او استمراء الطعام او التدادی فاما المسکرمہ حرام بالاجماع

انقانی (حاشیۃ الشیخ علی التبیین ص ۲۷۴)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله بلا لہو وطرب) قال

فی المختار الطرب خفتہ تصیب الانسان لشدة حزن وسرورہ قال فی الدرر وهذا التقييد غير مختص بهذه الاشرية بل اذا شرب الماء وغيره من المباحات للهو وطرب على هيئة الفسقة حرم اھ (رد المختار ص ۲۹ ج ۵)

وقال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: والرابع المثلث العنب وان اشتد وهو ما طبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوی والتقوی على طاعة الله تعالی ولولله لا يحل اجماعاً حقائق (رد المختار ص ۲۹ ج ۵)

وقال فی الهندية: (واما ما هو حلال عند عامة العلماء) فهو الطلاء وهو المثلث ونبذ التمر والزبيب فهو حلال شربه ما دون السكر لا استمراء الطعام والتداوی وللتقوی على طاعة الله تعالی لا للتلهی والمكر منه حرام وهو القدر الذي يسكر وهو قول العامة (عالمگیریہ ص ۲۴ ج ۵)

وقال العلامة اللكنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: قلت اللهو والطرب نوعان نوع منهما مباح اذا كان خاليا عن معنى المعصية ومقدما تھا ونوع منهما مكروه اذا اخلط بالمعصية او مقدما تھا وتكون وسيلة اليها وهذا هو المراد بقوله اللهو والطرب دون الاول (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية ص ۳۳ ج ۲) عبارات بالا سے امور ذیل ثابت ہوئے:

① غیر خمر کا اندرونی استعمال حد سکر سے کم تقویٰ واستمراء طعام کے لئے جائز ہے، زمان حاضر میں معدہ کی خرابی اور سودہ ہضم کا مرض عام ہے، اس لئے مصلح معدہ و ہضم طعام اشیاء لازم طعام میں داخل ہو گئی ہیں۔

② نشاط و طرب کے لئے اکل و شرب مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ علی طریق الفساق سے ممانعت ہے، اور اس میں کسی خاص ماکول و مشروب کی تخصیص نہیں، بلکہ سب ماکولات و مشروبات کا ہی حکم ہے۔

③ ہر لہو و طرب حرام نہیں، بلکہ اس میں کسی حرام فعل کا ارتکاب ہو یا منفضی الی الحرام ہو تو ناجائز ہے۔ نمبر ۲ اور نمبر ۳ کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سوال میں مذکورہ اشیاء کا کھانا پینا حلال ہے۔

علامہ ازہر عموماً ایسے ماکولات و مشروبات میں الکحل تعقین سے حفاظت کی غرض سے ڈالا

جاتا ہے اس لئے یہ استعمال بوجہ ضرورت میں داخل ہے، تلہی میں نہیں۔
 زید کا ابتلاء عام سے استدلال صحیح نہیں، ابتلاء عام سے حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی۔
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

کان میں شراب ڈالنا:

سوال: بچہ کے کان سے پیپ جاری رہتی ہے، علاج سے فائدہ نہیں ہو رہا، ایک شخص کہتا
 کہتا ہے کہ اگر کان میں شراب کا قطرہ یا سائڈے کا تیل ڈالا جائے تو پیپ رک جائے گی تو کیا ایسا کرنا
 جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر شراب انگور یا کھجور سے بنائی گئی ہو تو جائز نہیں اور اگر کسی دوسری چیز سے ہو تو اجتناب
 بہتر ہے۔

قال الامام قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ: وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یظہر ابد او یکرہ
 الاحتقان والاکتھال بالخمر وکذا الاقطار فی الاحلیل وان یجعل فی السعوط فالمحاصل ان
 لا ینتفع بالخمیر الا انها اذا تخلل فینتفع به سواء صار خلا بالمعالجت او بغیر المعالجت خلا فاللشافعی
 رحمہ اللہ تعالیٰ (خانیۃ بھامش الہدیۃ ص ۲۲ ج ۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶ محرم ۹۶ھ

شراب سرکہ بن گئی:

سوال: شراب میں نمک ڈالنے سے سرکہ بن جاتی ہے یا نہیں؟ اور پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟
 اگر ہو جاتی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مشہور تو یہی ہے، اگر واقعہ سرکہ بن گیا تو تبدیل مابیت کی وجہ سے پاک ہوگا، جیسے گوبر وغیرہ
 کی راکھ پاک ہے۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: تحت قوله یجوز تخلیلها ولو بطرح
 شیء فیها: واذا صار الخمر خلا یطهر ما یوازیها من الاناء واما اعلا فقیل یطهر تبعاً وقل لا
 یطہر لانه خمیر یا بس الا اذا غسل بالخل فتخلل من ساعته فیظہر ہدایۃ والفتویٰ علی الاول خانیۃ
 رد المحتار ص ۲۹ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ شعبان ۹۶ھ

کتاب الرهن

رهن باین شرط کہ اگر تادمت معینہ قرض نہ دہد مرتہن مالک مرہون خواہد شد:

سوال: چہ می فرمایند علما، دین بتین درین مسئلہ کہ عمرو زمین خود را اگر و بنزد زید بمقابل یک ہزار روپیہ دادہ است باین شرط کہ اگر بہ سہ قسط مبالغات مذکورہ بہ شش سال کل خواہ بعض اگر بمیعاد معلوم ادا نہ کردم پس زمین مرہون زید است، اکنون دہ سال گزشتہ است کہ راہن مرتہن را مبالغات معہود تمام ندادہ است، آیا اکنون زمین زید را برسد یا نہ؟ بینوا قوجروا۔

الجواب منه الصدق والصواب

زید را بر زمین مرہون حق ملک نیست کہ بیع بوجہ تعلیق بالشروط باطل است۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ما یبطل بالشروط الفاسد ولا یعم

تعلیقہ بہ الخ

وقال العلامة الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: کل ما کان من التملیکات او

التقیدات کر جعۃ یبطل تعلیقہ بالشروط۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله من التملیکات) کیع

واجادۃ (رد المحتار ص ۳۳ ج ۴)

ونیز در بیع مذکور ثمن ہم مجهول است چرا کہ بعد گزشتن مدت معینہ ہر چہ از قرض

بذمہ مدیون باقی خواہد ماند آنرا عوض بیع مقرر کردہ اند و جہالت آن ظاہرست و جہالت

ثمن سبب فساد بیع است۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۵۱ صفر ۱۳۲۸ھ

سوال مثل بالا:

سوال: ایک شخص نے اس شرط پر کوئی چیز راہن رکھی کہ اگر مدت معینہ تک ملک راہن

نہ ہو سکا تو اس مرہون کی بیع بعوض قرض متصور ہوگی، کیا اس صورت میں بیع صحیح ہے؟
 بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

یہ بیع صحیح نہیں اور رهن بھی فاسد ہے۔

قال الامام ابن الهمام رحمہ اللہ تعالیٰ: لا يجوز تعليق البيع كأن يقول
 اذا دخلت الدار فقد بعثتك كذا بمائة فقبل الآخر لا يثبت البيع عند
 المدخول (فتح القدیر)

وقال العلامة الخوارزمي رحمہ اللہ تعالیٰ: عن الزهري: ان اهل
 الجاهلية كانوا يرتقون ويشترطون على الراهن انه ان لم يقض الدين
 الى وقت كذا فالرهن مملوك للمرتقن فابطل رسول الله صلى الله عليه
 وسلم ذلك بقول لا يعلق الرهن، وقيل لسعيد بن المسيب اهو قول الرجل
 ان لم يأت بالدين الى وقت كذا فالرهن بيع بالدين؟ فقال نعم۔
 (كفاية مع فتح القدیر ص ۹ ج ۹)

وقال الامام ابن رشد المالكي رحمہ اللہ تعالیٰ: واما الشرط المحرم الممنوع
 بالنص فهو ان يرهن الرجل رهنا على انه ان جاء بمحقق عند اجله والا فالرهن
 له فاتفقوا على ان هذا الشرط يوجب الغنم وانه معنى قوله عليه الصلوة والسلام
 لا يعلق الرهن (بداية المجتهد ص ۲ ج ۲)

وقال الامام المريني رحمہ اللہ تعالیٰ: الكتابة والاجارة والرهن بمنزلة البيع
 تبطل بالشرط الفاسد (هداية ص ۳ ج ۳)

وقال العلامة المحصني رحمہ اللہ تعالیٰ: كل حكم في الرهن الصحيح فهو
 الحكم في الرهن الفاسد كما في العبادية قال وذكر الكرخي رحمہ اللہ تعالیٰ ان
 المقبوض بحكم الرهن القاسد يتعلق به الضمان وفيها ايضا وفي كل موضع كان
 الرهن مالا والمقابل به مضمونا الا انه فقد بعض شرائط الجواز كرهن
 المشاع ينعقد الرهن لوجود شرط الانعقاد ولكن بصفة الفساد كالفاسد
 من البيوع وفي كل موضع لم يكن الرهن كذلك اى لم يكن والا لم يكن المقابل

به مضمونا لا ینعقد الرهن اصلا وحينئذ فاذا اهلك هلك بغير شيء
بخلاف الفاسد فانه يهلك بالاكل من قيمته ومن الدين.

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالى : (قوله فهو الحكم في الرهن
الفاسد) اي في حال الحيوة والممات فلو نقص الرهن العقد بحكم الفساد و
اراد استرداد المرهون كان للمرتهن حبسه حتى يؤدي اليه الراهن ما
قبض واذا مات الراهن وعليه ديون كثيرة فالمرتهن اولى من سائر
الغرماء وهذا كله اذا كان الرهن الفاسد سابقا على الدين فلو كان بدين
على الراهن قبل ذلك لم يكن له حبسه لانه ما استفاد تلك اليد بمقابلة
هذا المال ويكون بعد الموت اسوة للغرماء لانه ليس على المحل يد مستحقة
بخلاف الرهن الصحيح تقدم او تأخر وتماه في العبادية، والذخيرة والبرازية
(قوله يتعلق به الضمان) صوابه لا يتعلق لان المنقول عن الكرخي رحمه الله تعالى
في العبادية وغيرها انه يهلك امانة وفي الذخيرة وروى ابن سماعه
عن محمد رحمه الله تعالى انه ليس للمرتهن حبسه لانه اصرر على المعصية
ولكن ما في ظاهر الرواية اصح لان الراهن لما نقص فقد ارتفعت المعصية
وحبس المرتهن المرهون ليصل الى حقه لا يكون اصرارا لان الراهن
يجبر على تسليم ما قبض فاذا امتنع فهو المصرا الا ترى ان في الشراء الفاسد
للمشتري الحبس الى استيفاء الثمن اه ملخصا (قوله اي ان لم يكن مالا)
كالمدر وام الولد فان للراهن اخذهما لان رهنهما باطل منه (قوله
ولم يكن المقابل به مضمونا) كما لو رهن عينا بخمس مسلم فله اخذها
منه والواو بمعنى او قال في جامع الفصولين فلو فقد احدهما لم ينعقد
اصلا (رد المحتار ج ۳ ص ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم .

۲۲ جمادى الاولى ۱۲۴۳

تفصيل استيفاء الدين من المرهون :

السؤال : ما قولكم رحمكم الله في ان المرهون اذا مضى عليه في يد المرتهن
سنة او سنتان ولا يفكه الراهن ولا ولده ولا ولدا ولادة ، هل يصير بعد المرافعة

الى القاضى او الحاكم المسلم ملكا قطعيا للمرتهن كما هو المعروف فى القانون الحاضر وهو المسمى فى اصطلاحهم "زائد الميعاد" وبالجمله ان اذن الحاكم هو شرعى ام من القانون العرفى ؟ وبعد المرافعة الى الحاكم المسلم هل يجوز الانتفاع من ذلك الموهون شرعا ام لا ؟ وان لم يجز له الانتفاع فكيف يستوفى دينه ؟ بينوا توجروا -

الجواب باسم ملهم الصواب

اذا حل اجل الرهن ولا يؤدى الراهن دين المرتهن ولا ورثته بعد موت الراهن قبل فكاك الرهن فان كانت ورثته فقراء يجبرهم القاضى ببيعه واداء دين المرتهن فان امتنعوا باعه القاضى وادى حقه ولا يملك المرتهن نفس الرهن نعم لو كان الرهن دارا ولم يكن للمرتهن دار غيرها يسكنها لتعلق حق المرتهن بها -

وعلم بهذا ان لو كان المرتهن محتاجا الى نفس الرهن صار ملكا له باذن القاضى ان كانت قيمته مساوية للدين وجاز له الانتفاع وان لم تكن مساوية فيرد كل واحد منهما الفضل الى صاحبه -

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : مات الراهن باع وصيه رهنه بأذن مرتنه وقضى دينه لقيامه مقامه فان لم يكن له وصى نصب القاضى له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام وهذا لو ورثته صغارا فلو كبارا خلفوا الميت فى المال فكان عليهم تخليصه جوهره (وبعد اسطر) ولا يبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن ولا بموتها يبقى الرهن رهنا عند الورثة. (رد المحتار ص ٣٣٣ هـ)

وقال ايضا : سلطه بيع الرهن ومات للمرتن بيعه بلا محض وارثه غاب الراهن غيبة منقطعة فرقع المرتن امره للقاضى ليبيعه بدينه ينبغى ان يجوز ولو مات ولا يعلم له وارث فباع القاضى داره جاز -

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت (قوله ينبغى ان يجوز) بقى اذا كان حاضرا او امتنع عن بيعه وفى الولوالجية يجبر على بيعه فاذا امتنع

باعه القاضی اذ امينته للمرتهن وادفاه حقه والعهدۃ على الراهن اه ملخصا
وبه افتى في الحامدية وحرر في الخيرية انه يجبره على بيعه وان كان دارا
ليس له غيرها يسكنها لتعلق حق المرتهن بها بخلاف المقاس (رد المحتار ج ۵)
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲ رجب ۱۲۸۸ھ

ارض رهن کی کاشت جائز نہیں:

سوال: ارض رهن کو اگر مرتہن کاشت کرتا رہے تو اس کی آمدن اس کے لئے
حلال ہے یا نہیں؟

ارض رهن کو اگر خود راہن کاشت کرے اور آمدن کا کچھ حصہ مرتہن کے لئے مقرر کر دے تو
یہ صورت شرعا جائز ہے یا نہیں؟ بینو توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مرتہن کے لئے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

راہن مرتہن کی اجازت سے نفع اٹھا سکتا ہے مگر مرتہن کے لئے حصہ مقرر کرنا جائز نہیں۔

قال فی التنبیہ و شرحہ: (لا الانتفاع به مطلقا) لا باستخدام ولا سکنی

ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن او راهن الا باذن

کل للأذن وقیل لا یجوز للمرتهن لانه ربا وقیل ان شرطه کان ربا رالا

وفي الاشباه والجواهر اباح الراهن للمرتهن اكل الثمار اذ سکنی الدار

اولین الشاة المرهونة فاکلها لم یضمن وله منعه ثورا فاد فی الاشباہ

انه یکره للمرتهن الانتفاع بذلك وسمی و آخر الرهن (رد المحتار ج ۵)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ولا یجوز

للمرتهن) قال ط قلت والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون

عند الدفع الانتفاع ولولاہ لہا اعطاء الدراهم وهذا بمنزلة الشرط

لان المعروف كالمشروط وهو مما یعیین المنع واللہ تعالیٰ اعلم اه

(رد المحتار ج ۵)

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا البصمات عن

التهدیب انه یکره للمرتهن ان ینتفع بالرهن وان اذن له ابراهن قال المصنف وعلیه یحمل ما عن محمد بن اسلم من انه لا یحل للمرتهن ذلك ولو بالاذن لانه ربا قلت وتعلیلہ یفیدانہا تحریمیۃ فتأملہ (ردالمحتار ج ۳ ص ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۲ ذی القعدہ ۱۲۸۰ھ

اجارۃ رهن جائز نہیں :

سوال : رهن کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ایکڑ زمین پانچ ہزار روپے کے بدلے رهن رکھتے ہیں اور انتفاع کے لئے یہ حیلہ اختیار کرتے ہیں کہ سالانہ مثلاً دس روپے وضع کر لیتے ہیں۔ کیا یہ صورت جائز ہے ؟ اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دس سال کی مدت پوری ہونے پر بقیہ روپے ادا کر کے رهن چھڑا لیا جائے گا۔ اس صورت میں اگر وہ دس سال سے پہلے رهن چھڑانا چاہے تو دس روپے کے حساب سے رقم ادا کر کے رهن چھڑا سکتا ہے یا بمطابق شرط دس سال پورے کرنے ہوں گے؟

بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سالانہ دس روپے وضع کرنا اجارہ ہے اور مرہون کو اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ جب بھی چاہے رهن چھڑا سکتا ہے۔

قال العلامة المحمدي رحمہ اللہ تعالیٰ : لا الا انتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنی ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن او مراهن الا باذن كل للأخر وقيل لا یحل للمرتهن لانه ربوا وقيل ان شرطه كان ربوا والا لا۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقيل لا یحل للمرتهن) قال فی المنہ عن عبد اللہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انه لا یحل له ان ینتفع بشئ منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له فی الربوا لانه یتوفی دینہ كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربوا

وهذا امر عظیم قلت وهذا مخالف لعامة المعتبرات من انه
 يحل بالاذن الا ان يحمل على الديانة وما في المعتبرات على الحكم
 ثم آیت فی جواهر الفتاویٰ اذا كان مشروطا صار قرینا فی منفعة
 وهو ربوا والا فلا بأس اهـ ما فی المنہ ما خصا واقرة ابنہ الشیخ
 صالح وتعقیہ الحموی لان ما كان ربوا لا یتھرقیہ فرق بین
 الدیانة والقضاء علی انه لا حاجة الی التوفیق بعد ان الفتویٰ
 علی ما تقدم ای من انه یباح اقول ما فی الجواهر یصلح للتوفیق
 وهو وجیه و ذکر وانظیرہ فیما لو اھدی المسدق من للمقرض ان
 كانت بشرط کمرہ والا فلا وما نقلہ الشارح عن الجواهر ایضا من
 قوله لا یضمن یفید انه لیس بربوا لان الربوا مضمون فیحمل علی
 غیر المشروط وما فی الاشباہ من الکراہۃ علی المشروط ویؤیدہ قول
 الشارح الا فی اخر الرهن ان التعلیل بانه ربوا یفید ان الکراہۃ
 تحریمیۃ فتأمل واذا كان مشروطا ضمن کما افتی بہ فی الخیریۃ
 فیمن رهن شجر زیتون علی ان یأکل المرتهن ثمرته نظیر صبرہ
 بالدين قال ط قلت والغالب من احوال الناس انهم یریدون عند
 الدفء الانتفاع ولولاہما اعطاء الدراہم وهذا بمنزلة الشرط لان
 المعروف کالمشروط وهو مما یعین السمع واللہ تعالیٰ اعلم (رد المحتار ج ۵)
 واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹۔ الرجمادی الاولی ۸۹ھ

رہن سے انتفاع جائز نہیں؛

سوال: زید نے بکر کے پاس مبلغ سو روپے کے بدلے اپنی سائیکل گروی

رکھی، بکر کو اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ زید نے بخوشی استعمال

کی اجازت دے دی ہو۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مرتبہ کے لئے شیء مرہون سے انتفاع مطلقاً درست نہیں، راہن کی اجازت سے ہو یا بلا اجازت، کیونکہ یہ معنی ربوا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله وقيل لا يحل للمرتهن لانه ربوا) قال في المنع وعن عبد الله محمد بن اسلم المسمى قتيبي رحمه الله تعالى وكان من كبار علماء سمرقند انه لا يحل له ان ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له في الربوا لانه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربوا وهذا امر عظيم (وبعد اسطر) قال ط قلت والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعرف كالمشروط وهو مما يعين المنع والله تعالى اعلم اه (رد المحتار ج ۳ ص ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۰ ذی القعدة ۱۲۹۳ھ

کتاب الجنایۃ والضرمان

ایک اونٹ نے دوسرے اونٹ کو قتل کر دیا تو قاتل اونٹ کے مالک پر ضمان کا حکم:

سوال: مسائل ذیل کے بارے میں حکم شرعی مطلوب ہے:

① ایک شخص کا اونٹ جنگل میں چر رہا تھا کہ دوسرے شخص کے اونٹ نے اسے مار

ڈالا تو مارنے والے اونٹ کے مالک پر ضمان ہے یا نہیں؟

② اگر مارنے والے اونٹ کے مالک نے اونٹ کے محافظ نوکر کو تاکید کر دی ہو کہ اگر

میرے اونٹ نے کوئی نقصان کر دیا تو تجھ سے وصول کروں گا تو اس صورت میں نوکر پر ضمان ہے یا نہیں؟ بیٹھا تو جیروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی صورتیں مختلف ہیں جن کا حکم بھی مختلف ہے۔

① قاتل اونٹ خود بخود چھوٹ گیا ہو، خواہ مالک کی زمین میں دوسرے اونٹ کو

قتل کیا ہو یا اجنبی کی زمین میں یا شارع عام اور ارض مباح میں۔

② اونٹ کو مالک نے اپنی زمین میں چھوڑا اور اس نے خود اجنبی زمین میں جا کر

جنایت کی۔

③ مالک نے اپنی زمین میں چھوڑا اور اسی زمین میں اونٹ نے جنایت کی۔

④ غیر کی زمین میں اس کی اجازت سے خود جا کر چھوڑا، اذن دلالت بھی کافی ہے

بحسب العرف۔ جو جنگل کسی کا مملوک نہیں۔ عوام کے مویشی اس میں چرتے ہیں وہ بھی اسی

صورت میں داخل ہے۔

⑤ غیر کی زمین میں اس کے اذن صراحۃً یا دلالت کے بغیر خود جا کر اونٹ چھوڑا۔

پہلی صورت رابعہ میں ضمان نہیں اور صورت خامسہ میں ضمان ہے، قاتل اونٹ کے مالک کا موقع

قتل پر ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

⑥ مالک نے اونٹ کو شارع عام پر چھوڑا، یا لے جا رہا تھا، اس نے راستہ میں کوئی

نقصان کر دیا، اس صورت میں تفصیل ہے چونکہ یہ صورت سوال میں داخل نہیں، لہذا اس تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

مذکورہ صورتیں جب ہیں کہ اونٹ انسانوں کو قتل کرنے میں مشہور نہ ہو، اگرچہ حیوانوں کے قتل یا دوسرے نقصان کرنے میں شہرت رکھتا ہو۔

(۷) اگر اونٹ قتل انسانی میں مشہور ہے تو بشرط تقدم ضمان ہوگا، تقدم کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹ کے مالک یا محافظ سے کسی نے کہا ہو۔ ”تیرا اونٹ خطرناک ہے، اسے کامل حفاظت میں رکھیے“ سو اگر تقدم پر شہادت موجود ہے یا مالک یا محافظ تقدم کا اقرار کرتا ہے۔ معہذا اونٹ کی حفاظت نہیں کی اور اونٹ نے طریق عام یا خاص میں یا ملک غیر میں اذخاں بلا اذن کی حالت میں کھوئی مال یا جانی نقصان کیا تو ضمان ہے۔

(۱) فی دیات شرح التنویر: انفلتت دابة بنفسها فاصابت مالا او آدميا نهرا او ليلا لا ضمان في الكل لقوله صلى الله عليه وسلم الجمار جبار ای المنفلتة هدر۔

وفي الشامية: ولو في الطريق او ملك غيره اتقاني (رد المحتار ج ۵)
(۲) وفي جنایات الهندية: فان دخلت في ملك الغير من غير اذخاں صاحبها بأن كانت منفلتة فلا ضمان على صاحبها (عالمگیریۃ ص ۶)
وفي الشامية: سواء دخلت بنفسها او ادخلها بالاذن۔
وايضا فيها: فان كان الثاني فلا ضمان عليه على كل حال لانه ليس بمباشر ولا متسبب (رد المحتار ص ۵)

(۳) وفي جنایات الهندية: فان كانت في ملك صاحب الدابة ولم يكن صاحبها معها فانه لا يضمن صاحبها (الى قوله) وان صاحبها معها ان كان قائدا لها او سائقا لها فكذا لا يضمن صاحبها في الوجوه كلها
(عالمگیریۃ ص ۶)

وفي شرح التنویر: فلو حدثت المذكورات في السير في ملك لم يضمن ربها الا في الوطء وهو اكبرها لانه مباشر بقتله بثقله فيحرم الميراث۔
(رد المحتار ص ۵)

(۳) وفي جنایات الهندية : وان كان باذن مالكه فهو كما لو كان في ملكه (عالمگیریۃ منہ ج ۲)

وايضاً فيها : وان اوقف الدابة في الفلاة لا يضمن (عالمگیریۃ منہ ج ۲)
وايضاً فيها : رجل ادخل بغير اذنها في دار رجل وفي الدار بغير صاحبها فوقع عليه المقتل فقتله اختلف المشايخ فيه منهم من قال لا ضمان على صاحب المقتل.

وايضاً فيها : وان كان ادخلها باذن فلا ضمان وبه اخذ الفقهاء ابو الليث وعليه الفتوى (عالمگیریۃ منہ ج ۲)
وفي شرح التنوير : ولو حدثت في ملك غيره باذن فهو كملكه فلا يضمن كما اذا لم يكن صاحبها معها.

وفي الشامية : وان كانت الجنایة في ملك غير صاحبها فما ان ادخلها صاحبها فيه اولا فان الثاني فلا ضمان عليه على كل حال لانه ليس بمباشر ولا متسبب (رد المحتار منہ ج ۵)

(۵) وفي جنایات الهندية : وان دخلت با دخال صاحبها فصاحب الدابة ضامن في الوجوه كلها سواء كانت واقعة او سائرة وسواء كان صاحبها معها (الى قوله) او لم يكن معها (عالمگیریۃ منہ ج ۲)

. وايضاً فيها : وان ادخل صاحب المقتل بغير اذن صاحب الدار فعليه الضمان (عالمگیریۃ منہ ج ۲)

وفي شرح التنوير : والا يكن باذنه ضمن ما اتلف مطلقاً لتعديده.
وفي الشامية : وان كان الاول فعليه الضمان على كل حال سواء كان معها صاحبها او قائدها او راكبه اولا (رد المحتار منہ ج ۵)

(۶) قال في شرح التنوير عن الدرر : كلب يأكل عنب الكرم فاشهد عليه فيه فلم يحفظه حتى اكل العنب لم يضمن وانما يضمن فيما شهد عليه فيما يخاف تلف بني آدم كالحائط المائل ونظر الثور وعقر كلب عقور فيضمن اذا لم يحفظه انتهى. قال المصنف ويمكن حمل المتلف في قول

النزلی علی وان اتلف الکلب فعلى صاحبه الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا كالحائط المائل علی الارضی انتمی فیحصل التوفیق۔

وفی الشامیة: کانه فہم من کلام الدار انہ لا یضمن فی الکلب غیر الارضی وهذا غیر مراد وانما معنی کلامہ یخاف منه تلف الارضی فالاشهاد فیہ موجب للضمان اذا عاقبه تلف سواء کان المتلف مالا او ارضیا وما لا یخاف منه تلف الارضی بل یخاف منه تلف المال فقط کعنب الکروم فلا یفید فیہ الاشهاد الخ (رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۵)

اقول: اما تفسیر التقدم وتفصیلہ فمشرورح فی بیان الحائط المائل فی الشامیة ص ۳۸۲ ج ۵ وفی الہندیة ص ۲۰۲ ج ۱ وفی الہدایة والعنایة مع الفہم ص ۳۲۲ ج ۸

وایضا فیہا: ولو اجله صاحب الدار او ابرأه منها او فعل ذلک ساکنوها فذلک جائز ولا ضمان علیہ فیما تلف بالحائط لان الحق لہم بخلاف ما اذا مال الی الطريق فاجله القاضی او منما شہد علیہ لا یصح لان الحق للجماعة المسلمین ولست الیہما ابطال حقہم وھکذا فی شرح التنبیر والہندیة۔

(۲) صور ضمان میں نوکر پر ضمان ہے۔

قلت ویسکن ان یتوہم عدم الضمان علی المحافظ مما فی الشامیة ونصہا: ویؤخذ من عاقلة الواقف ان کان لہ عاقلة فیما تتحملہ وان لم تکن لہ عاقلة او کان فیما لا تتحملہ فلا یؤخذ من القیم۔

وایضا فیہا: فلو سقط حائط الصغیر بعد الطلب من ولیہ کان الضمان فی مال الصبی (رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۵)

فاجاب عتہ فی العنایة ونصہا: فان قیل الوصی اذا ترک النقص بعد التقدم الیہ الحق ضرر اہمال الیتیم فكان الواجب ان یكون الضمان علیہ اجیب بأن فی ترک النقص دفع مضرة متحققہ وھى مضرة مؤنة النقص وبناء ثانیاً وفی نقضہ دفع مضرة موهومة لجواز ان لا یسقط وان سقط

لا یهلک به شیء فکان ترکہ انظر للمصی فلا یلزم الوصی ضمان
(عناۃ مع الفتح ص ۳۳ ج ۸) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۳ رجب ۱۴۲۷ھ

بھینس کو خنزیر سمجھ کر مارنے پر ضمان ہے :

سوال : ایک شخص نے کسی کی بھینس کو خنزیر سمجھ کر بندوق سے مار ڈالا تو اس پر ضمان
ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس صورت میں قاتل پر ضمان واجب ہے، یہ قتل خطا ہے جو کہ قتل تسبیب سے درایت
در روایت ہر طرح قوی ہے اور قتل تسبیب میں تقمین سے متعلق تصریحات موجود ہیں تو قتل خطا
میں بطریق اولیٰ ضمان واجب ہوگا۔

اما قوة القتل خطأ على القتل تسبباً دراية فلأن الأول مباشرة والثاني
تسبیب ولا ريب في قوة المباشرة على التسبیب واما رواية فلأن في الأول
اثماً زائداً على اثم الثاني ولأن الأول يوجب حرمان الارث دون الثاني۔

قال في شرح التنوير : وموجبه (الخطأ وما يجرى مجراه) الكفارة، والدية
على العاقلة والاثم دون اثم القتل اذ الكفارة تؤذن بالاثم لترك العزيمة۔
وفي الشامية عن الكفاية : وهذا الاثم اثم القتل لأن نفس ترك المبالغة
في التثبت ليس باثم وانما يصير به اثماً اذا اتصل به القتل فتصير الكفارة
لذنب القتل وان لم يكن فيه اثم قصد القتل۔

وايضاً في الشرح : وموجبه (التسبیب) الدية على العاقلة لا الكفارة ولا
اثم القتل بل اثم الحضر والوضع في غير ملكه دري وكل ذلك يوجب حرمان
الارث الا هذا اى القتل بسبب لعدم قتله (رد المحتار ص ۳۳ ج ۵)

قتل تسبیباً پر ضمان جزئیہ ذیل سے ثابت ہے :

قال في التنوير، في باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغیره فان تلف
به بهيمة ضمن (رد المحتار ص ۳۸ ج ۵)

حائط مائل، کلب عقور، ثور نطوح، فرس کدوم کی جانیات میں بعد الا شهاد

ضمان مال ہے، حالانکہ یہ امور قتل تسیا بے بھی ضعیف ہیں کہ ان میں ضمان اشہاد پر موقوف ہے۔

قال فی شرح القنویہ: مال حائط الی طریق العامة ضمن ربہ ماتلف به من نفس انسان او حیوان او مال الخ (رد المحتار ص ۳۸۴ ج ۵)
وفی الشامیۃ عن المنیۃ فی مسألتہ نظم الثور: یضمن بعد الاشہاد النفس والمال (رد المحتار ص ۳۵۹ ج ۵)

وایضا فیہا: ان ما یخاف منه تلف الأدمی فالاشہاد فیہ موجب للضمان اذا عقبہ تلف سواء کان المتلف مالاً (أو آدمیاً) (الی ان قال) فان الاشہاد فیہ (الحائط المائل) موجب للضمان المال والنفس (الی ان قال) وقد افتی فی الخیرۃ بالضمان بعد الاشہاد فی حصان اغتاد الکدم وکذا فی ثور نطوح قال وفی البزازیۃ عن المنیۃ فی نظم الثور یضمن بعد الاشہاد النفس والمال (رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۱۸ صفر ۱۲۵۵ھ

متسبب پر ضمان ہے :

سوال : ایک مدرسہ کے ہتمم مسمی خالد نے عالم مسمی زید کو مدرس مقرر کیا۔ زید نے معین تاریخ پر مدرسہ میں پہنچنے کا خالد سے عہد کیا۔ زید مدرسہ کی طرف آ رہا تھا کہ راستہ میں زید کو ایک خط ملا جس میں خالد کی طرف سے لکھا ہوا تھا کہ آپ ہرگز نہ آئیں، زید پریشان ہوا۔ اور اپنے اہل و عیال کو راستہ ہی میں چھوڑ کر خالد کے پاس تحقیق کرنے آیا تو معلوم ہوا کہ خالد نے کسی قسم کا کوئی خط نہیں لکھا بلکہ دوسرے شخص بکر کی شرارت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بکر کی اس شرارت کی وجہ سے تحقیق کرنے پر زید کا جو خرچ ہوا، یہ خرچ زید بحکم شرع بکر سے وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

بکر پر خرچ کا ضمان لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی : ومن ذلك تضمین الساعی مع مخالفتہ لقاعدة المذهب من ان الضمان علی المباشرون المتسبب ولكن

افتوا بضمانه زجرا بسبب كثرة السعاة المفسدين بل افتوا بقتله زمن الفترة۔
(رسائل ابن عايدین ص ۲ ج ۲)

وقال ايضا: قال في المنع والفتوى اليوم بوجوب الضمان على الساعي مطلقا (رد المختار ص ۱۳ ج ۵)

نابالغ نے ودیعت کی حفاظت نہ کی تو اس پر ضمان لازم ہوگا :

یہ مسئلہ کتاب الودیعة جلد ۱ میں آچکا ہے۔

کسی کا ایسا درخت کاٹنا جس کی پرستش کی جاتی ہو :

سوال : ایک درخت کی عام عبادت کی جاتی تھی، جہلا اس پر طرح طرح کے خرافات کرتے تھے، ایک موجد نے اس درخت کو فتنہ کا دروازہ بتا کرنے کی غرض سے کاٹ دیا۔ اب درخت کا مالک ضمان کا طالب ہے کیا شرعاً کاٹنے والے پر ضمان ہے۔ بعض علماء معارف پر قیاس کر کے قول مفتی نہ کی بنا پر سقوط ضمان کے قائل ہیں، اور بعض ائمہ مغنیہ سے تشبیہ دے کر ضمان کا فتویٰ دے رہے ہیں جابین آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں لہذا بعجلت ممکنہ جواب عنایت فرما کر اختلاف رفع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

قال في شرح التنوير: وضمن بكسر المعرف بكسر الميم ألة الله ولو لكافر ابن كمال قيمته، خشيا منخوتا صالحا لغير الله وضمن القيمة لا المثل بإقامة سكر ومنصف وسيجيء بيانه في الاشرية، وصح بيعها كلها وقال لا يضمن ولا يبيع بيعها وعليه الفتوى ملحق ودرر وزيلعي وغيرها واقرة المصنف وإما طبل الغزاة مراد في حظر الخلاصة والصيدان والدف الذي يباح ضربه في العرس فمضمون اتفاقا كالامة المغنية ونحوها كلبش نطوح وحمامة طيارة وديك مقاتل وعبد خصي حيث تجب قيمتها غير صالحة لهذا الأمر۔

وفي الشامية: (قوله وقال الخ) هذا الاختلاف في الضمان دون إباحة اتلاف المعازف وفيما يصلح لعزل آخر واللم يضمن شيئا اتفاقا وفيما إذا قتل بلا إذن الإمام واللم يضمن اتفاقا وفي غير عود المغني وخاوية الخمار واللم يضمن اتفاقا لأنه لو لم يكسرها عاد لفعله القيم وفيما إذا كان لمسلم فلولذمي

ضمن اتفاقا قیمتہ بالغامنا بلخر وکذا الوکسر صلیبہ لانه مال متقوم فی حقہ قلت لکن جزم القہستانی دابن الکمال ان الذمی کا المسلم فلیحرر در منتقی اقول وجزم بد فی الاختیار ایضا ولعلہ اقتصر فی الهدایۃ علی ذکر المسلم لکونہ محل الخلاف وبہ یتحرر المقام فتدبر (رد المحتار کتاب النصب ج ۲ ص ۵۰۳)

عبارات مذکورہ سے یہ احکام مستفاد ہوتے :

① ایسے آلات ہو جو غیر لہو میں استعمال کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ان میں بالاتفاق ضمان نہیں۔

② جو آلات لہو غیر لہو میں بھی استعمال کئے جاسکتے ہوں ان کے ضمان میں اہم صاحب و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف ہے، فتویٰ عدم ضمان پر ہے۔

③ ائمہ مغنیہ و امثالہا میں بالاتفاق ضمان ہے۔

نوع ثانی و ثالث میں بظاہر یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ نوع ثانی کے آلات لہو کے لئے مصنوع و موضوع ہیں، اور نوع ثالث موضوع لہو نہیں، بلکہ بغیر کسی قسم کی صنعت کے مستعمل فی اللہ ہیں چنانچہ صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل :

ان هذه الاشياء اعدت للمعصية فبطل تقومها كالخمر (ہدایۃ ج ۳ ص ۳۸۹)

سے واضح ہے کہ نوع ثانی میں ایسے آلات مراد ہیں جو ابتداء ہی سے معدوم موضوع لہو ہوں تفصیل مذکور کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شجرہ مسئول عنہا قسم ثالث میں داخل ہے، کیونکہ مصنوع لہو نہیں، بلکہ کسی صنعت کے بغیر حالت سابقہ ہی پر ثابت رکھے ہوئے مستعمل لہو ہے کالامت المغنیۃ وغیرہا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۶۸ھ

اپنا درخت کاٹنے سے دوسرے کا درخت گر گیا :

سوال : شخصی نخل خود را قطع کرد و بوقت افتادن بر نخل دیگری بنفتاد آن را انداخت حالانکہ قاطع و ردقت قطع سعی کرد کہ تنہ نخل بر نخل دیگری نیفتد ولی از قابو ایشان خارج گشتہ این نقصان ہم رسانید آیا بر قاطع ضمان لازم می آید یا خیر؟ اگر کسی بقاطع نخل گوید کہ شما بوقت قطع بر نخل خویش رسن بنید تا کہ بر نخل دیگری نیفتد و خسارہ وارد نکند، اور رسن نہ بست، ولی کوشش بسیار کرد کہ بوقت افتادن بر نخلی نیفتد تا ہم از قابو خارج گشتہ نخل را

با خود انداخت، چہ حکم است؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بر قاطع ضمان نیست، ولے بصورت تنبیہ ضمان لازم است۔

قال الامام قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ: رجل مال حائط دارہ الى الطريق
اد الى ملك انسان فسقط واتلف انسانا او مالا ان سقط قبل الاشهاد فلا
ضمان عليه وان سقط بعد الاشهاد ضمن اذا لم يفرغ ذلك الموضع عن الحائط
مع القدرة عليه فيصير جانيا ان تلف به انسان كانت الدية على عاقلته
وان اتلف مال انسان كان ضمانه على صاحب الحائط في ماله (الى ان قال)
وصورة الاشهاد اذا كان مائلا الى الطريق ان يقول له واحد من الناس ان
حائطك هذا مائل الى الطريق او مخوف او متصدع فاهدمه وان كان مائلا
الى ملك الغير يقول له ذلك صاحب الدار وشرط وجوب الضمان على
صاحب الحائط المطالبة بالاصلاح والتفريغ ولا يشترط الاشهاد حتى لو
طلب بالتفريغ ولم يفعل مع القدرة عليه كان ضامنا۔ (خاتمة بمائش الہندیہ ج ۳)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۵ ذی القعدة ۱۳۸۵ھ

گھاس لادنے سے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی:

سوال: ایک شخص نے اونٹ پر گھاس لاد کر دلال کے حوالے کیا کہ شہر لے جا کر گھاس فروخت کر
آئے، چنانچہ دلال اونٹ لے گیا اور بیوپاری سے گھاس فروخت کرنے کی بات کی۔ اونٹ کو
پہلے گھاس سمیت وزن کر لیا، پھر گھاس اتار کر صرف گھاس کا وزن کیا۔ گھاس پھر اونٹ پر
رکھا گیا اور اسے اٹھایا گیا، اونٹ اٹھ کر گریڑا جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اونٹ پر گھاس
وغیرہ رکھنے کا طریقہ ہر ایک کو نہیں آتا، غلط رکھنے سے توازن برقرار نہیں رہتا اور اونٹ
گریختا ہے اور اسے نقصان پہنچتا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ مالک نے گھاس کھول کر دوبارہ
باندھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں، سوال یہ ہے کہ دلال پر اونٹ کے نقصان کا ضمان
ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مالک نے بوجھ اتارنے اور لادنے کی اجازت دی ہو یا تاجر کا تعامل ہو کہ برابر

بوجھ تارنا اور لادنا پڑتا ہو تو دلال پر ضمان نہیں، لاذن المالك صراحة اود لالت۔ اور اگر مالک نے نہ صراحة اجازت دی ہو اور نہ ہی اس کا تعال اور عرف ہو تو دلال پر ضمان آئے گا، اگر مالک اور دلال میں اختلاف ہو جائے تو مالک پر بیئہ ہوگا لاد عاتہ الضمان معنی وان كان منكرو اللفظاء، اور دلال پر حلف ہوگا۔ لانكاره وجوب الضمان وان كان يدعى الاذن ^{ظلالہ}۔ تنبیہ: خرید و فروخت میں حیوان کا وزن کر کے حساب لگانا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۷ شعبان ۱۳۸۸ھ

ویلو کا ضمان کس پر ہے؟

سوال: احقر کتابوں کی تجارت کرتا ہے، احقر نے زید کو خط لکھا کہ مناجات منبویں، زاد السعید، اغلاط العوام، کمالات اشرفیہ کے پانچ پانچ نسخے اور نشر الطیب، تعلیم الدین اور حیات المسلمین کے چند چند نسخے بذریعہ ڈاک بھیج دو۔ زید نے پہلی چار کتابوں کے پانچ پانچ نسخے روانہ کئے اور بقیہ تین میں سے کسی کے چوبیس، کسی کے بیس اور کسی کے پینتیس نسخے روانہ کر دیئے اور ایک نسخہ شمائل ترمذی کا اپنی طرف سے نمونہ کے طور پر مگر قیمت بھیج دیا۔ اتفاق سے چند کتابیں مجھ تک پہنچیں اور بقیہ ڈاک کی خرابی یا نامعلوم کس وجہ سے مجھے نہیں ملیں، راستے میں ضائع ہو گئیں۔ میں نے زید سے خط لکھ کر پوچھا کہ اتنی زیادہ مقدار کیوں روانہ کی تو اس نے جواب دیا کہ آپ کے الفاظ ”چند چند“ کا مطلب وسیع تعداد سمجھ کر زیادہ مال بھیجا ہے۔ زید تمام کتابوں کی رقم کا مطالبہ کر رہا ہے، سو در یافت طلب امور یہ ہیں:

① جن کتابوں کی تعداد میں نے مقرر کر دی تھی، ان میں سے جو کتب مجھ تک نہیں پہنچیں، ان کی قیمت میرے ذمہ واجب الاداء ہے یا نہیں؟

② چند چند نسخوں کی بجائے جو اس قدر زیادہ کتابیں روانہ کیں ان میں جو کتب ہیں مجھے نہیں ملیں، ان کی رقم کا کیا حکم ہے؟ جبکہ چند سے میری مراد پانچ یا سات ہی تھی، وقت کی تنگی کی وجہ سے ”چند چند“ نسخے لکھ دیا۔

③ شمائل ترمذی کی قیمت بھی میرے ذمہ ہے یا نہیں؟ بدینا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عرف تجار سے خصوصاً اس امر سے کہ ویلو کے ضائع ہونے پر ضمان کا مطالبہ بھیجنے والا ہی کرتا ہے، منگوانے والا نہیں کرتا، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل ڈاک بائع کے وکیل ہیں۔ مشتری کے

نہیں، لہذا ڈاک میں ضائع ہونے والے مال کا ضمان ہلاک قبل القبض کی وجہ سے مشتری پر نہیں ہوگا۔

جو کتابیں آپ کی طلب سے زائد آپ تک پہنچی ہیں، اگر آپ وہ خریدنا چاہتے ہیں تو قیمت ادا کرنا لازم ہے ورنہ کتابیں واپس کرنا لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

حملہ آور اونٹ کو ہلاک کرنا:

سوال: زید کا اونٹ عمو کی اونٹنی کے ساتھ چر رہا تھا، عمو نے ایک مددگار خالد کے ساتھ مل کر اپنی اونٹنی کو زید کے اونٹ سے علیحدہ کرنا چاہا، جس پر اونٹ نے مشتعل ہو کر خالد کو دبا لیا مگر وہ خوش قسمتی سے اونٹ کے سینہ کے نیچے نہ آسکا، اس کے پیٹ کے نیچے آ گیا۔ خالد نے مدد کے لئے فریاد شروع کی، بستی کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور مل کر اونٹ کو ڈنڈے اور پتھر مارنا شروع کئے مگر کسی طرح بھی اونٹ نہ اٹھا، اسی دوران ایک بندوق بردار شخص نمودار ہوا، اس نے بھی ڈنڈے اور پتھر مارنا شروع کئے اسی دوران اونٹ نے ایک اور شخص کی ٹانگ زخمی کر دی، لوگوں نے بندوق بردار کو مجبور کیا تو اس نے گولی چلا کر اونٹ کو ہلاک کر دیا۔ زید اس کا ضمان طلب کر رہا ہے۔ کیا اس مأمور شخص پر ضمان ادا کرنا لازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

انسان کی جان بچانا فرض ہے، مدد کرنے والا عند اللہ مأمور ہوگا مگر اونٹ غیر مملوک تھا اور مأمور فعل میں مختار تھا، لہذا مأمور پر ضمان لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ای حیوان) ان الجمل لو صال علی انسان فقتله فعليه قيمته بالغاما يبلغ لان الاذن في قتل السبع حاصل من صاحب الحق وهو الشارع اما الجمل فلم يحصل الاذن من صاحبه (رد المحتار ۲/۲۱۹ ج ۲)

اگر اونٹ کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا گیا ہو تو مأمور ضمان کی وجہ سے گوشت وغیرہ کا مالک ہو گیا۔ لہذا گوشت پوست وغیرہ فروخت کر سکتا ہے۔

زید کے لئے بہتر یہ ہے کہ ضمان نہ لے، صبر کرنے اور ایک مسلمان کی جان بچانے کے سلسلہ میں ایثار سے کام لینے میں آخرت کے اجر عظیم کے علاوہ دنیا میں بھی نعم البدل کی اللہ

تعالیٰ سے امید رکھے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۱ ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ

گاڑی کی ٹکڑے مجروح کا حکم:

سوال: ایک ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا، گاڑی کافی تیز تھی، سامنے ایک شخص نمودار ہوا، ڈرائیور نے بچانے کی بے حد کوشش کی مگر وہ جس طرف بھی گاڑی موڑتا وہ شخص اسی طرف سامنے آجاتا، چنانچہ اسے ٹکرا لگ گئی، ڈرائیور حکومت کے ڈسے بھاگ گیا، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ شخص زندہ بچ گیا یا نہیں؟ اب ڈرائیور کے ذمہ کچھ لازم ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ڈرائیور کے لئے بھاگنا جائز نہیں تھا، بھاگنے کے بعد بھی معلومات کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، تاہم اگر صحیح کیفیت کا علم نہ ہو سکے تو صرف توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ

وطء بالدرابہ کا حکم:

یہ مسئلہ کتاب الحدود والتعزیر ص ۵۳ ج ۵ میں بعنوان "جوان سے بد فعلی کی سزا" گزر چکا ہے۔

حکم ضیاع امانت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور اس سے ملحقہ مدرسہ کا مہتمم بھی ہے، مسجد و مدرسہ کی رقم ان کے پاس بطور امانت رکھی تھی، وہ کہتے ہیں کہ حفاظت کے باوجود رقم ان کے گھر سے چوری ہو گئی اور اس بات کے مقرر ہیں کہ یہ ان کے سالے نے چوری کی ہے اور بھاگ گیا ہے، اس سے رقم ملنے کی کوئی امید نہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ امام صاحب پر ضمان آتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ رقم امانت ہے۔ اگر مہتمم نے واقعہ اس کی حفاظت کا اہتمام کیا تھا تو اس پر رقم کا ضمان نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

مؤذن کی غلطی سے مسجد کی چیز گم ہو گئی تو وہ ضامن ہے :

سوال : ایک مسجد میں تعمیر مسجد کے لئے دو عدد دکرٹری کے بکس جمعہ کے دن مسجد میں رکھے جاتے ہیں، نمازی ان میں چندہ ڈالتے ہیں، بکس مسجد کے ساتھ کمرہ میں پڑے رہتے ہیں رات کے وقت مسجد مقفل رہتی ہے۔ مسجد کی تمام چابیاں مؤذن کے پاس رہتی ہیں، تین چار ماہ بعد منتقلہ بکس کھول کر رقم کی گنتی کر کے رسید کاٹتے ہیں۔ پچھلے دنوں بد مرتبہ یہ بکس ٹوٹے ہوئے پائے گئے اور پیسے چوری ہو گئے۔ پہلی مرتبہ انتظامیہ نے مؤذن سے باز پرس کی تو اس نے جواب دیا کہ بکس جمعہ کے وقت مسجد کے صحن میں رکھا ہوا تھا۔ جب جماعت کھڑی ہوئی تو بچوں نے بکس کی گنڈی توڑ سی اور رقم نکال کر لے گئے، بقول اس کے ایک نمازی نے بچوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا، بات آئی گئی ہو گئی۔ اس واقعہ کے کوئی ڈیڑھ ماہ بعد مؤذن نے اطلاع دی کہ میں نے بکس ٹوٹا ہوا پایا ہے۔ یہ سن کر منتقلہ کو حیرانی ہوئی کہ بیس سال کے عرصہ میں کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، کیا بات ہے کہ اس نئے مؤذن کے آنے پر ہی ایسا کیوں ہو رہا ہے، انتظامیہ کو مؤذن پر شک گزرا، انتظامیہ کے ایک رکن نے مؤذن سے چند سوالات کئے :

① کیا آپ نے دوران ہفتہ دیکھا تھا کہ اس کی کیا حالت ہے ؟

② جمعہ کے روز جب بکس اٹھایا تھا تو اس میں کچھ رقم معلوم ہو رہی تھی ؟

اس طرح کچھ اور بھی سوال کئے، مؤذن نے ہر سوال کے جواب میں عدم علم کا اظہار کیا۔

انتظامیہ کو مؤذن پر شک ہو گیا کہ یہ اسی کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے کوئی بھی تسلی بخش جواب نہیں دیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے تمام سامان کی حفاظت مؤذن پر ہوتی ہے یا انتظامیہ پر؟ جبکہ تمام تالوں کی چابیاں مؤذن کے پاس ہوتی ہیں۔ نیز سامان چوری ہونے کی صورت میں ضمان آئے گا یا نہیں؟ اگر آئے گا تو کس پر؟ مؤذن پر یا انتظامیہ پر؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عرف عام میں مسجد کا اثاثہ مؤذن کی تحویل میں رہتا ہے اور اس کے پاس امانت ہوتا ہے، اس لئے اگر مناسب حفاظت کے باوجود کوئی نقصان ہو گیا تو مؤذن پر ضمان نہیں اور اگر حفاظت میں غفلت ثابت ہو جائے تو مؤذن پر ضمان ہے۔

صورت مسئلہ میں مؤذن کی غفلت ظاہر ہے، اس لئے اس پر ضمان لازم ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ

وکیل بالشراء پر ضمان نہیں:

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ایک دوا خرید کر لا دو، لیکن دوا کے لئے دام نہیں دیئے، بکر نے دوا خریدی، دوا کی شیشی اس سے گر کر ٹوٹ گئی، بکر نے دوسری شیشی خرید کر زید کو دے دی۔ اب بکر دونوں شیشیوں کی قیمت زید سے لینے کا حق دار ہے یا صرف ایک شیشی کی قیمت کا؟ بیٹھا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دونوں شیشیوں کی قیمت زید پر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۳ شعبان ۱۲۹۸ھ

سوار پر وجوب ضمان کی تفصیل:

سوال: ایک نو عمر لڑکے نے گھوڑی کو تیز چلایا، گھوڑی اس کے قابو سے باہر ہو گئی اور ایک بکری اس کی زد میں آکر ہلاک ہو گئی۔ یہ لڑکا نقصان کا ضامن ہو گا یا نہیں؟
بیٹھا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جب سواری سستی کی وجہ سے بے قابو ہو جائے۔ یعنی سوار اس کے روکنے سے عاجز ہو جائے تو سوار پر ضمان نہیں، خواہ جانی نقصان ہو یا مالی، کیونکہ اس صورت میں فعل دابہ سوار کی طرف منسوب نہیں ہو گا۔

اور اگر سوار کے عجز میں اختلاف ہو جائے تو اثبات عجز کے لئے سوار پر بیہ لازم ہو گا ورنہ خصم کا قول مع الیمین معتبر ہو گا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب سوار نے گھوڑی کو مقدار رفتار سے چلایا ہو اور اگر غیر مقدار طور پر چابک وغیرہ لگایا یا سوار نے عمداً اپنی قدرت سے زیادہ رفتار پر چلایا تو اس پر ضمان ہو گا، لہذا متعدد کنا حسن الدابتہ

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: اذ انفلتت دابۃ بنفسہا

فاصابت مالا وادامیا نہارا اولیلا لضمان فی الكل لقوله صلی اللہ علیہ وسلم العجماء جبارا می المنفلتة هدرکما لوجحت الدابة بدای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی ردها فانه لا یضمن کالمنفلتة لانه جئذ لیس بمسیر لها فلا یضاف سیرها الیه حتی لو ا تلفت انسانا فدمه هدر عما دیتہ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : و ذکر الی علی انہما لو اختلفا فی عدم القدرة علی ردها فالقول للخصم والبیئۃ علی مدعی العجز لان النکارۃ لاصل الضمان فی ضمن الدعوی لا یفید بعد تحقق سببہ تأمل ۱۵ ملخصا رد المحتار ص ۳۹ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۵۱۵ ر صقر ۹۹

حیوان کے نقصان پر ضمان کا حکم:

سوال: چہ میفرماید علماء کرام اندرین مسئلہ کہ اگر کسی خر خود را یا گاؤ یا شتر را در بیابان یعنی جنگل رہا کرد پرلے خریدن علف، بعد ایں حیوان مذکور آمد زراعت کسی را خورد یا نقصان کرد لیکن یکبار نقصان نکردہ بلکہ چندان بار می آید زراعت مردم تلف میکند، آیا ضمان بر صاحبش لازم یا نہ؟ اگر ضمان لازم است جواب حدیث چیست کہ "العجماء جرحها جبار" وثانیاً اشہاد کردن تنہا در بارۃ تلف مال اعتبار دارد یا نہ؟ اگر دارد جواب عبارت رد المحتار چیست؟

وما لا یخاف منه تلف الادمی بل یخاف منه تلف المال فقط کعب الکروم فلا یفید فیہ الاشهاد (رد المحتار ص ۳۹ ج ۵، ص ۶ ج ۶)

ولو ارسل بھیمۃ فافسدت زرعا علی فورھا ضمن المرسل وان مالت یمینا او شمالا وله طریق اخر لا یضمن لما مر (رد المحتار ص ۳۹ ج ۵، ص ۶ ج ۶)
بینوا تو جروا۔

الجواب یا سم ملہم الصواب

اس صورت میں ضمان نہیں، البتہ حکومت پر لازم ہے کہ مالک کو تنبیہ کرے، اگر باز نہ آئے تو مناسب سزا دے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اجیر مشترک پر ضمان کا حکم :

سوال : اگر راعی یا دیگر اجنبی دید کہ گوسفند یا گاوی قریب مرگ است اور اذبح کرد، ذابح ضامن می شود یا نہ ؟ و اگر از دست راعی گوسفند گم شد ضامن میشود یا نہ ؟ و در بعضی مشہر ہا این طور رسم است کہ در زمانہ یک نفر از اہالی قریہ گوسفندان را می چراید، آیا این یک نفر در حکم راعی است در صورت ذبح کردن یا گم کردن گوسفند یا نہ ؟ و راعی در اطراف ما اکثر مشترک برای چند نفر می شود و در رد المحتار این عبارت موجود است :

ولو ذبحها الراعی او الاجنبی ضمن لورجا حیاتها و اشکل امرها ولو تیقن موتها لا لاذن دلالة هو الصحيح (رد المحتار ص ۶ ج ۶)
و در مجمع الانہر این طور است :

فلو ذبح الراعی او الاجنبی مشاة لا یرجى حیاتها لا یضمن وقال الصدق الشہید یضمن (مجمع الا نھر ص ۵۲۲ ج ۲)
چونکہ مسئلہ مختلف فیہا است، لہذا قول صحیح و مفتی بہ را معلوم کنیم و در رد المحتار ص ۶ ج ۶ موجود است :

و بقولہما یفتی ۔

پس نزد صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ اجیر مشترک بہر حال ضامن میشود ۔ بینوا متوجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تفہین اجیر مشترک کی چار صورتیں ہیں :

① ہلاک بفعل الاجیر ہو اور اس میں تعدی بھی ہو ۔

② ہلاک بفعل الاجیر ہو، لیکن اس میں تعدی نہ ہو ۔

ان دونوں صورتوں میں وجوب ضمان پر ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے ۔

③ ہلاک بفعل الاجیر نہ ہو اور اس سے احتراز بھی ممکن نہ ہو ۔

اس صورت میں عدم وجوب ضمان پر اتفاق ہے ۔

④ ہلاک بفعل الاجیر نہ ہو، البتہ اس سے احتراز ممکن ہو ۔

یہ صورت مختلف فیہا ہے، اس میں چار اقوال ہیں :

- ① امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضمان واجب نہیں۔
 - ② صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضمان واجب ہے۔
 - ③ متأخرین رحمہم اللہ کے نزدیک نصف قیمت واجب ہے۔
 - ④ بعض نے تیفیس کی ہے کہ اگر اجیر مصلح ہے تو ضمان نہیں، غیر مصلح ہے تو ضمان واجب ہے اور مستور المال ہے تو نصف قیمت واجب ہے۔
- یہ چاروں اقوال معجہ اور مفتی بہا ہیں، مفتی موقع دمحل پر غور کر کے جو قول مناسب سمجھے اس پر فتویٰ دے سکتا ہے۔
- اس تفصیل کے پیش نظر صورت سوال میں جب شہادت شرعیہ یا اقرار مالک سے موت ثابت ہو جائے تو اتفاقاً ضمان واجب نہیں، ورنہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ضمان واجب ہوگا۔
- متأخرین کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق نصف قیمت اور پورے ضمان کا فتویٰ بھی دیا جا سکتا ہے۔

نوبت پر چرانے والا بھی بحکم راعی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا یضمن الخ) اعلم ان الملاك اما بفعل الاجير او لا، والاول اما بالتعدی او لا، والثانی اما ان یمكن الاحتراز عنه او لا، ففي الاول بقسمیه یضمن اتفاقا، وفي ثانی الثانی لا یضمن اتفاقا، وفي اوله لا یضمن عند الامام مطلقا و یضمن عندهما مطلقا و انتی المتأخرون بالصلح علی نصف القيمة مطلقا، وقیل ان مصلحا لا یضمن وان غیر مصلح یضمن وان مستورا فالصلح اه والمراد بالاطلاق فی الموضعین المصلح وغیره۔

وفي البدائع: لا یضمن عنده ما هلك بغیر صنعہ قبل العمل او بعده لانه امانة فی یدہ وهو القیاس۔ وقال لا یضمن الا من حرق غالب اولم یؤم مکابریں وهو استحسان اه، قال فی الخیرۃ: فهذه اربعة اقوال کلها مصححة مفتی بہا، وما احسن التفصیل الا خیر والاول قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ وقال بعضهم قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ قول عطاء وطاؤس رحمہما اللہ تعالیٰ

وہما من کبار التایفین ، وقولہما قول عمر وعلى رضی اللہ تعالیٰ عنہما وبہ یفتی احتشاما لعمر وعلى رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصیانة لاموال الناس واللہ اعلم اہ وفي التبیین : وقولہما یفتی لتغیر احوال الناس ، وبہ یحصل صیانة اموالہم اہ لانه اذا علم انه لا یضمن ربما یدعی انه سرق او ضاع من یدہ۔ وفي الخانیة والمحیط والتمتہ : الفتویٰ علی قولہ ، فقد اختلف الکاتبا ، وقد سمعت ما فی الخیریة ، وقال ابن ملک فی شرح المجمع : وفي المحیط : الخلاف فیما اذا كانت الاجارة صحیحة فلو فاسدة لا یضمن اتفاقا ، لان العین حیث شد تكون امانة لكون المعقود علیہ وهو المنفعة مضمونة باجر المثل : رد المحتار ص ۳۰۵ (۵۷) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰ اشوال ۹۹

دھوبی کے ہاں صنائع ہونے والے کپڑے کا ضمان :

سوال : دھوبی کے ہاں جو کپڑے دھلنے جاتے ہیں ، اگر ان میں کوئی کپڑا ضائع ہو جائے تو دھوبی اس کی آدھی قیمت مالک کو دیتا ہے ، یہ قیمت مالک کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے ، البتہ اگر ضیاع متیقن ہو تو جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ولا یضمن الخ) اعلم ان الهلاك اما بفعل الاجير او بالاول اما بالتعدى او بالثاني اما ان یمكن الاحتراز عنه ادلا ففی الاول بقسمیه یضمن اتفاقا وفي الثاني لا یضمن اتفاقا وفي اوله لا یضمن عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ مطلقا ویضمن عندہما رحمہما اللہ تعالیٰ مطلقا وافتی المتأخرون بالصلم علی نصف القیمۃ مطلقا وقیل ان مصالحا لا یضمن وان غیر مصلح یضمن وان مستورا فافا یصلح اھج والمراد بالاطلاق فی الموضعین المصلح وغیرہ (رد المحتار منکج ۵)

وقال ایضا : وحاصل ما فی الطوری عن المحیط ان ضمان المشترك ما تلف مقید بثلاثة شرائط ان یکون فی قدرته رفع ذلك فلو غرقت بهوج

اور شیخ اوصد متہ جبل لا یضمن وان یكون محل العمل مسلما الیہ بالتخلیۃ فلورب المناع
اور کیلہ فی السفینۃ لا یضمن وان یكون المضمون مما ینجوز ان یضمن بالعقد فلا یضمن
الا دمی کما یأتی (رد المحتار ص ۵ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۲ ربیع الاول ۱۲۸۷ھ

ضمان میں قیمت مثل سے زائد لینا جائز نہیں:

سوال: اگر دکان پر کوئی گاہک یا اس کا بچہ کوئی نقصان کر دے تو کیا اس چیز کی قیمت
نفع کے ساتھ وصول کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بازار کی عام قیمت کے برابر لینا جائز ہے، زائد نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۸ جمادی الثانیہ ۱۲۸۷ھ

طیب پر وجوب ضمان کی تفصیل:

سوال: طیب یا ڈاکٹر کے علاج سے اگر کوئی مر جائے یا اس کا کوئی عضو تلف ہو جائے
تو طیب یا ڈاکٹر پر ضمان واجب ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
الجواب باسم ملہم الصواب

طیب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حاذق (۲) جاہل

طیب حاذق کا حکم:

اس کے لئے علاج کرنا جائز ہے اور اس سے رفع ضمان کے لئے دو شرائط ہیں:

۱۔ مریض یا اس کے ولی نے علاج کی اجازت دی ہو۔

۲۔ علاج اصول طیبہ کے مطابق کیا ہو۔

اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو اور مریض کا نقصان ہو جائے تو ضمان واجب ہے۔

اگر بلا اذن علاج کیا تو پورا ضمان واجب ہے اور اذن سے کیا ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے:

۱۔ علاج کا پورا طریقہ اور عمل اصول طیبہ کے خلاف ہو تو:

اس صورت میں اگر مریض ہلاک ہو گیا تو پوری دیت لازم ہوگی اور اگر کوئی عضو تلف

ہو گیا تو بحسب تفصیل فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ضمان واجب ہوگا۔

(۲) کچھ عمل اصول طیبہ کے مطابق کیا اور کچھ اس کے خلاف تو:

اس صورت میں مریض ہلاک ہو گیا تو نصف دیت واجب ہوگی، اور اگر عضو تلف ہو گیا تو پورا ضمان واجب ہوگا اور اگر عضو میں نقصان آیا تو موضع معاد سے تجاوز کی وجہ سے جو نقصان ہوا اسی کی بقدر ضمان آئے گا۔

طیب جاہل کا حکم:

اس کے لئے علاج کرنا جائز نہیں اور یہ صورت پورا ضمان واجب ہوگا، خواہ اصول صبیہ کے مطابق علاج کرے یا ان کے خلاف، مریض یا اس کے ولی کی اجازت سے علاج کرے یا بلا اجازت۔

تنبیہ: وجوب ضمان اس صورت میں ہے کہ علاج میں ڈاکٹر یا طیب کا اپنا ہاتھ استعمال ہوا ہو، مثلاً آپریشن کیا ہو یا انجکشن لگایا ہو یا اپنے ہاتھ سے دوا پلائی ہو، اگر دوا بنا کر یا کچھ کر مریض کو دے دی، مریض نے خود اپنے ہاتھ سے دوا پی تو ضمان واجب نہ ہوگا۔

البتہ تعزیر بہ صورت واجب ہے۔

قال العلامة المحمدي رحمه الله تعالى: ولا ضمان على حجام وبزاز
أي بيطار وقصاد لم يجاوزا الموضع المعتاد فان جاوزا المعتاد ضمن الزيادة
كلها اذا لم يهلك المجنى عليه وان هلك ضمن نصف دية النفس لتلفها بما ذون فيه
وغير ما ذون فيه فيتنصف ثم فرع عليه بقوله فلو قطع الختان الحشفة وبرئ المقطوع
تجب عليه دية كاملة لانه ما برئ كان عليه ضمان الحشفة وهي عضو كامل كاللسان فان مات
فالواجب عليه نصفها الحصول تلف النفس بفعلين احدهما ما ذون فيه وهو قطع الجلدة والاخر غير
ما ذون فيه وهو قطع الحشفة فيضمن النصف ولو شرط على الحجام ومحو
العمل على وجه لا يرى لا يصح لانه ليس في وسعه الا اذا فعل غير المعتاد
فيضمن عما دية وفيها سئل صاحب المحيط عن قصاد قال له غلام ادعبد
افصدني ففصدك فصدت معتادا فمات بسببه قال تجب دية الحر وقيمة
العبد على عاقلة القصاد لانه خطأ وسئل عن فصد نائما وتركه حتى
مات من السيلان قال يجب القصاص۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله لم يجاوزا الموضع المعتاد)
أي دكان بالاذن قال في الكافي عبارة المختصر ناطقة بعدم التجاوز وساكت

عن الاذن وعبارة الجامع الصغير ناطقة بالاذن ساکتة عن التجاوز فصار ما نطق به هذا بياناً لما سکت عنه الآخر ويستفاد بمجموع الروایتین اشتراط عدم التجاوز والاذن لعدم الضمان حتی اذا عدم احدهما او كلاهما يجب الضمان انتمی طورى وعليه ما یأتی عن العمادیتة (قوله فلو قطع الختان المحشفة) ای کلها قال فی الشرنبلالية وبقطع بعضها يجب حکومتة عدل كما ذکره الاتفاقی (قوله دیتة كاملة) قال الزیلعی هذا من اعجب المسائل حیث وجب الاکثر بالبرء والاقل بالهلاک (قوله تجب دیتة الحر) ای لو کان الفلام حراً وقيمة العبد لو کان عبداً قال ح لان فعله غیر ما ذون فيه حیث لم يعتبر اذ تمها للمجر علیهما فی الاقوال (قوله لانه خطأ) ای من القتل خطأ اذ لم یتمدد قتله والدلیل علیه عدم مجاوزة الفعل المعتاد (قوله قال يجب القصاص) لانه قتله بمحدد ای وهو قاصد لقتله فكان عمداً (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

قال العلامة المحصن فی رحمہ اللہ تعالیٰ : ینع مفت ما جن یعلم الخیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین من زوجها او تسقط عنها الزکوة وطیب جاهل۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وطیب جاهل) بأن یسقیم دواء مهلکاً و اذا قوی علیهم لا یقدر علی ازالته ضرورة زیلعی (رد المحتار ص ۹ ج ۵)

قال الامام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ : حدثنا محمد بن العلاء باحفص نا عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز حدثنی بعض الوفد الذین قدموا علی ابی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما طیب تطیب علی قوم لا یعرف له تطیب قبل ذلك فاعنت فهو منا من قال عبد العزیز اما انه لیس بالنعت انها هو قطع العروق والبط والکی۔ (سنن ابی داود ص ۲۸ ج ۲)

قال العلامة السہارنפורی رحمہ اللہ تعالیٰ : اما انه لیس بالنعت

ای حکم الضمان لیس بالوصف باللسان وکذا حکم الکتابۃ فانہ اذا وصف
الدواء لانسان فعمل بالمریض فہذا لا یلزم الطیب الدیۃ انما هو
ای حکم الضمان قطع العروق والبطل ای الشق والکی بالنار بذل بمجہود (ج ۶)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۶/۱۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

بطور ضمان معارف علاج وصول کرنا:

سوال: زید کو بکرتے چاقو مار کر شدید زخمی کر دیا، وہ ہسپتال میں زیر علاج
ہے، علاج، ڈاکٹروں سے سرنٹیفکیٹ لینے میں اور پولیس میں زید کے کئی ہزار روپے خرچ
ہو گئے، اب صلح کے وقت زید بکرتے سے دس ہزار روپے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ کیا زید کے لئے یہ روپے
وصول کر کے صلح کرنا جائز ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰/۱۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

آلات معصیت توڑنے پر حکم وجوب ضمان:

یہ مسئلہ کتاب المحظورات والاباحۃ میں بعنوان ”آلات معصیت توڑنے کا حکم گزر چکا ہے۔

باب القود

حق قصاص کی تفصیل :

سوال : زید نے خالد کو ناحق قتل کر دیا، حکومت رقت زید کو چند سال جیل میں رکھ کر چھوڑ دیتی ہے، یا زید اصلاً حکومت کے ہاتھ نہیں آتا، کوہستان میں ہے، حکومت اس کو پکڑنے سے عاجز ہے، ان حالات میں خالد کا بھائی یا اس کا کوئی دوسرا رشتہ دار یا قوم کا کوئی شخص زید کو خالد کے عوض میں قتل کر دیتا ہے۔ کیا از نظر شرع خالد کے ورثہ کو یہ اختیار ہے کہ زید سے خالد کا قصاص لیں، حکومت اس پر راضی نہیں، وہ کہتی ہے کہ ہم خود فیصلہ کریں گے اور حکومت کا فیصلہ صرف چند سال قید ہے۔ امید ہے کہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ مع ادلہ بیان کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ بینوا تو جبر را۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قال الله تعالى : ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف في القتل انه كان منصورا۔

① قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : (ومن قتل مظلوما) بغیر

حق یوجب قتله او یبیمہ للقاتل حتی انه لا یعتبر ابا حته لغیر القاتل وقد نص علماؤنا ان من علیہ قصاص اذا قتله غیر من له القصاص یقتضی له ولا یفیدہ قول الولی انا امرتہ بذلك الا ان یکون الامر ظاهرا (فقد جعلنا لولیه) لمن یلی امره من الوارث او السلطان عند عدم الوارث و اقتصار البعض علی الاول رعایۃ للاغلب (سلطانا) ای تسلطا واستیلا علی القاتل بمواخذتہ باحد الامرین القصاص او الدیۃ وقد تتعین الدیۃ کما فی القتل الخطأ والمقتول خطأ مقتول ظلما بالمعنی الذی اشیر الیه۔ (روح المعانی ص ۶۹ ج ۱۵)

② وقال الامام ابو بکر الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ : القتل ینقسم

الى اربعة انحاء واجب ومباح ومختور وما ليس بواجب ولا مختور ولا مباح (الى ان قال) واما المباح فهو القتل الواجب لولى الدم على وجه القود فهو مخير بين القتل والعفو (احكام القرآن للجصاص ص ٢٣٦ ج ٢)

③ وقال في موضع آخر في تفسير قوله تعالى (ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق) وقال الضحاك السلطان انه مخير بين القتل وبين اخذ الدية وعلى السلطان ان يطلب القاتل حتى يدفعه اليه-

(احكام القرآن للجصاص ص ٢٣٦ ج ٢)

④ وقال ابو بكر بن العربي رحمه الله تعالى: وتحقيق ذلك ان الله تعالى اوجب القصاص ردعا عن الاتلاف وحياة للباقيين وظاهرا ان يكون حقا لجميع الناس كالحودود والزواج عن السرقة والزنا حتى لا يتخص بها مستحق بيد ان البارئ تعالى استثنى القصاص من هذه القاعدة وجعله للاولياء الورثين ليتحقق فيه العفو الذي ندب اليه في باب القتل ولم يجعل عفوا في سائر الحدود لحكمة البالغة وقدرته النافذة ولذا قال صلى الله عليه وسلم من قتل له قتيلا فهو بخير النظرين بين ان يقتل او يأخذ الدية وكانت هذه كما تقدم ذكره خاصة اعطيتها هذه الامتياز تفضيلا وتفضيلا وحكمة وتفصيلا فخص بذلك الاولياء ليتصور العفو والاستبقاء لاختصاصه بالحرث (احكام القرآن ص ٢٣٩ ج ٣)

⑤ ثم قال (قوله سلطانا) فيه خمسة اقوال (الى ان قال) اما طلب حتى يدفع اليه فهو ابتداء الحق واخره استيفاء وهو القول الخامس. (احكام القرآن ص ٢٣٩ ج ٣)

⑥ وقال الامام الخازن رحمه الله تعالى: (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا) اي قوة ولايته على القاتل بالقتل وقيل سلطانه هو انه يتخير فان شاء استقادمه وان شاء اخذ الدية وان شاء عفا (تفسير خازن ص ٢٤١ ج ٣)

⑦ وقال العلامة ابوالبركات النبفي رحمه الله تعالى: (سلطانا)

تسلط على القاتل في الاقتصاص منه (مدرك التنزيل بهامش الخازن ص ٣٠٤ ج ٣)
نصوص الفقه :

① قال الامام المرعيني رحمہ اللہ تعالى : ومن قتل وله اولياء
صغار وكبار فلكبار ان يقتلوا القاتل عند ابي حنيفة رحمہ اللہ تعالى
وقال رحمہما اللہ تعالى ليس لهم ذلك حتى يدرك الصغار (بداية ص ٥٦٥ ج ٢)

② وقال العلامة البابر رحمہ اللہ تعالى : اذا كان اولياء القاتل
صغارا وكبارا فاما ان يكون فيهم الاب او الابن فان كان فلهم الاستيفاء عند
علمائنا رحمہم اللہ تعالى بالاتفاق وان لم يكن فذلك عند ابي حنيفة رحمہ
اللہ تعالى وقال رحمہما اللہ تعالى ليس لهم ذلك حتى يدرك الصغار
(الغاية بهامش الفتح ص ١٦٢ ج ٩)

③ وقال الامام الكاساني رحمہ اللہ تعالى : فان كان الكل كبارا فلكل
واحد منهم ولاية استيفاء القصاص حتى لو قتله احدى صارا القصاص مستوفى
(وبعد اسطر) وكذا اذا كان الكل حضورا لا يجوز لهم ولا لاحد ان يوكل
في استيفاء القصاص على معنى انه لا يجوز للوكيل استيفاء القصاص مع
غيبة الموكل لا احتمال ان الغائب قد عفا ولان في اشتراط حضرة الموكل
رجاء العفو منه عند معاينة حلول العقوبة بالقاتل (بدائع ص ٢٤٠ ج ٤)

④ وقال ايضا : وكذا اذا قتل من عليه القصاص بخير حق او بحق بالردة
والقصاص بأن قتل انسانا فقتل به قصاصا يسقط القصاص ولا يجب المال
لما قلنا (بدائع ص ٢٤٠ ج ٤)

⑤ وقال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ تعالى : من عليه التعزير لو قال
لرجل اقم على التعزير ففعله ثم رفع الحاكم فانه يحتسب به قنية واقرة المهنت
ومثله في دعوى الخانية لكن في الفتح ما يجب حقا للعبد لا يقيمه الا الامام لتوقفه
على الدعوى الا ان يحكم فيه فيلحفظ -

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالى : ر قوله لا يقيمه الا الامام
وقيل لصاحب الحق كالقصاص وجه الاول ان صاحب الحق قد يسرف فيه

غلظا بخلاف القصاص لأنه مقدر كما في البحر عن المجتبى (رد المحتار ص ٣٨١ ج ٣)
 (٦) وقال العلامة التمرتاشي رحمه الله تعالى: وللكبار القود
 قبل كبير الصغار.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وللكبار القود الخ)
 أي إذا قتل رجل له ولي كبير وصغير كان للكبير أن يقتل قاتله عنده لأنه
 حق مشترك وفي الأصل أن كان الكبير أبا استوفى القود بالاجتماع وإن كان
 اجنبيا بأن قتل عبد مشترك بين أجنبيين صغير وكبير ليس له ذلك وفي
 الكلام إشارة إلى أنه لو كان الكل صغارا ليس بلاح وعم إن يستوفيه كما
 في جامع الصغار فليل ينتظر بلوغ أحدهم وقيل يستوفى السلطان كما في
 الاختيار والقاضي كالسلطان وإلى أنه لو كان الكل كبارا ليس للبعض
 أن يقتص دون البعض ولا أن يوكل باستيفائه لأن في غيبته الموكل
 احتمال العقوبة القصاص يستحقه من يستحق ماله على فرائض الله تعالى
 ويدخل فيه الزوج والزوجة كما في الخلاصة وإلى أنه لا يشترط القاضي
 كما في الخزانة وإلى أنه لو كان القتل خطأ لم يكن للكبير إلا استيفاء
 حصة نفسه كما في إجماع قهستاني وقوله لا يشترط القاضي أي
 قضاؤه فمن له القصاص له أن يقتص سواء قضى به أولا كما في
 البرازية (رد المحتار ص ٣٢٢ ج ٥)

(٧) وقال العلامة الرافعي رحمه الله تعالى: (قوله وقيل يستوفى
 السلطان) في منهوات الأنقروى إذا كان الورثة كلهم صغارا فاستيفاء
 القصاص إلى السلطان هو الأصح وجيز والمجنون والمعتوه كالصبي.
 (التحجير المختار ص ٢٢٣ ج ٢)

(٨) وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ولو قال ولي القتل
 بعد القتل أي بعد قتل الأجنبي كنت أمرته لقتله ولا بدنة له على
 مقاتله لا يصدق ويقتل الأجنبي درر (رد المحتار ص ٣٢٢ ج ٥)

(٩) وقال أيضا: وظاهرة أن حق الولي يسقط رأسا كما لو مات

القاتل حتف انقذ (حواله بالا)

(۱۰) وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ مغزیا للتتار خانیۃ ؛ اذا قتل القاتل بحق او بغير حق سقط عنه القصاص بغير مال وكذا اذا مات (ردالمحتار ص ۲۴ ج ۵)

(۱۱) وقال ايضا ؛ لو استوفاه بعض الاولياء لم يضمن شيئاً وفي المجتبى والدرر دم بين اثنين فعفا احدهما وقتله الاخران علم ان عفو بعضهم يسقط حقه يقاد والافلا والديۃ في ماله (حواله بالا)

(۱۲) وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ ؛ وعفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل من القصاص (ردالمحتار ص ۲۵ ج ۵)

(۱۳) وقال ايضا ؛ الامام شرط استيفاء القصاص كالحد وعند الاصوليين وفرق الفقهاء اشباہ -

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ ؛ (قوله وقرق الفقهاء) ای بین القصاص والحدود في شرط الامام لاستيفاء الحدود دون القصاص حموی قال في الهندية واذا قتل الرجل عمدا وله ولي واحد فله ان يقتله قصاصا قضى القاضي به ولم يقصر اه ط (ردالمحتار ص ۳۵ ج ۵)

(۱۴) وفي العلائقة عن الاشباہ: الحدود كالقصاص الا في سلب -

وفي لسان مستد : (تنبيه) زاد الحموی ثامنة وهي اشتراط الامام لاستيفاء الحدود دون القصاص (ردالمحتار ص ۳۵ ج ۵)

رد : ومن العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ ؛ ويسقط القود بموت القاتل لغوات المحل (ردالمحتار ص ۳۵ ج ۵)

(۱۶) وقال ايضا ؛ القود يثبت للورثة ابتداء بطريق الخلاف من غير سبق ملك المورث لان شرعية القود لتشفى الصدور ودرك الثأر والميت ليس باهل له وقوله تعالیٰ فقد جعلنا لوليہ سلطانا نص فيه

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ ؛ (قوله القود يثبت للورثة) قال في الخانية يستحق القصاص من يستحق ميراثه على فرائض

اللہ تعالیٰ یدخل فیہ الزوج والزوجة (المختار ص ۳۶ ج ۵)

عبارات بالاسے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) اگر وارث قاتل پر قادر نہیں تو حکومت پر لازم ہے کہ قاتل کو پکڑ کر دلی مقتول کے حوالہ کرے۔

(۲) اگر کسی ایک وارث نے قاتل کو قتل کر دیا تو بھی قصاص ادا ہو گیا، باقی وارثوں کو حق اعتراض نہیں، یعنی جبکہ کسی وارث نے معاف نہ کیا ہو، معاف کرنے کی تفصیل آگے نمبر ۱۳ و ۱۴ میں آ رہی ہے۔

(۳) اگر دارثوں میں بعض چھوٹے ہوں اور بعض بڑے تو قتل عمد موجب قصاص میں بڑوں کو قصاص لینے کا حق ہے۔ چھوٹے وارثوں کے بلوغ کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

(۴) اگر سب وارث چھوٹے ہوں یا مجنون و معتوہ ہوں تو کوئی اجنبی قاتل کو قصاصاً قتل نہیں کر سکتا، بھائی اور چچا اگر ارث سے محروم ہوں تو وہ بھی اجنبی کے حکم میں ہیں، اس صورت میں حاکم قصاص لے گا۔

(۵) قصاص لینے کا حق ان لوگوں کو ہے جن کو میت کے ترکہ سے حصہ ملتا ہے۔

(۶) اولیاء میں قتیل کا والد موجود ہو تو بوقت اخذ قصاص اولیاء میں سے کسی دوسرے کا موجود ہونا ضروری نہیں، اور اگر والد موجود نہ ہو تو سب اولیاء کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۷) توکیل کی صورت میں بوقت قصاص موکل کا موجود ہونا ضروری ہے، ولی قصاص

کسی کو وکیل بنا کر مجلس قصاص سے غائب ہو گیا تو قصاص لینا جائز نہیں۔

(۸) قتل موجب دیت میں دیت ورثہ میں بقدر حصص تقسیم ہوگی۔

(۹) قتل موجب دیت میں اگر دارثوں میں سے بعض چھوٹے ہوں تو بڑے کو پوری دیت

لینا جائز نہیں، وہ صرف اپنا حصہ لے سکتا ہے۔

(۱۰) اگر ولی مقتول نے کسی اجنبی کو حکم دیا اور اس حکم دینے پر گواہ موجود ہوں یا لوگوں

میں علی الاعلان حکم دیا ہو تو وہ ولی کی موجودگی میں قاتل کو قتل کر سکتا ہے۔

(۱۱) اگر شاہد موجود نہ ہوں اور اجنبی نے قاتل کو قتل کر دیا، پھر ولی مقتول کہتا ہے

کہ میں نے حکم دیا تھا تو اس کا قول معتبر نہیں ہوگا، بلکہ اجنبی سے قصاص لیا جائے گا۔

(۱۲) اگر کسی اجنبی نے قاتل کو قتل کر دیا یا وہ مر گیا تو مقتول اول کے ورثہ کا حق ساقط

ہو جاتا ہے، وہ مقتول ثانی کے ورثہ پر یا ترکہ پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

(۱۳) اگر کوئی وارث اپنا حق قصاص معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جائے گا، باقی ورثہ قصاص نہیں لے سکتے بلکہ دیت لیں گے۔

(۱۴) اگر کسی وارث کے معاف کر دیتے کے باوجود دوسروں نے قصاص لے لیا تو اگر قصاص لینے والے کو یہ معلوم تھا کہ بعض وارثوں کا معاف کرنا مسقط قصاص ہے تو قصاص لینے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر معلوم نہ تھا تو قصاص نہیں بلکہ اس کے مال میں دیت آئے گی۔

(۱۵) معاف کر دینا افضل ہے صلح کرنے سے اور صلح کرنا افضل ہے قصاص لینے سے۔ امور بالا سے سوال کا جواب ظاہر ہو گیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۵۔ اجہادی الآخرۃ ۸۸

بدون توبہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا:

سوال: زید نے بکر کو قتل کر دیا۔ اگر زید بکر کے ورثہ کو کچھ رقم دے کر راضی کر لے تو آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا یا نہیں؟ اگر ورثہ رضا مند نہ ہوں اور حکومت زید کو دس سال قید کی مراد دے تو اس سے اس کا گناہ معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو حروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عذاب آخرت سے بچنے کے لئے توبہ واستغفار اور مقتول کے ورثہ کو راضی کرنا دونوں امر ضروری ہیں، لہذا صرف قید کی سزا کا ٹٹنے یا صرف ورثہ کو راضی کرنے سے گناہ معاف نہیں ہوگا۔ توبہ وارضاء ورثہ کے بعد بھی قتل کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس کو آخرت میں مطالبہ کا حق ہوگا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسه للقود) ای لا تکفیه التوبۃ وحدها قال فی تبیین المحام واعلم ان توبۃ القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط بل یتوقف علی ارضاء اولیاء المقتول فان کان القتل عمدا لا بد ان یمکنہم من القصاص منه فان شاءوا قتلوه وان شاءوا عفوا عنه بجانا فان عفوا عنه کفرت التوبۃ اہ ملخصاً وقد منا انفا انہ بالعفو عنه یمراً فی الدنیا وهل

یبراً فیما بینہ وبين الله تعالى هو بمنزلة الدين على رجل فمات الطالب وابرأته الورثة يبراً فیما بقى اما فی ظلمه المتقدم لا يبراً فكذا القاتل لا يبراً عن ظلمه ويبراً عن القصاص والدية تتارخانية اقول والظاهر ان الظلم المتقدم لا يسقط بالتوبة لتعلق حق المقتول به واما ظلمه على نفسه باقدامه على المعصية فيسقط بها تأمل وفي الحامدية عن فتاوى الامام النووي رحمہ اللہ تعالى مسألة فمن قتل مظلوما فاقص وارثه او عفا على الدية او عانا هل على القاتل بعد ذلك مطالبة في الآخرة الجواب ظواہر الشرع تقتضى سقوط المطالبة في الآخرة اه وكذا قال فی تبیین المحارم ظاہر بعض الاحادیث يدل على انه لا يطالب وقال فی مختار الفتاوى القصاص مخلص من حق الاولياء واما المقتول فيخاصمه يوم القيامة فان بالقصاص ما حصل فائدة للمقتول وحقه باق عليه اه وهو مؤيد لما استظهرته (رد المحتار ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۲ صفر ۸۹ھ

منزاع حق قصاص وحق صلح ساقط نہیں ہوتا :

سوال : دو اشخاص نے مل کر ایک شخص کو قتل کیا، حکومت نے دونوں کو جیل اور بھاری جرمانہ کی سزا دی۔ رہائی کے بعد مقتول کے ورثہ نے قصاص اور خون بہا کا مطالبہ کیا، کیا حکومت کی سزا کے بعد ان کا یہ مطالبہ درست ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر حکومت نے مقتول کے ورثہ سے قصاص اور خون بہا معاف نہیں کیا اور نہ ہی ان کو قاتلین سے خون بہا دلوا یا تو ورثہ کا مطالبہ درست ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۶ جمادی ثانیہ ۹۱ھ

محارم کے ایک دوسرے کو قتل کرنے میں حق قصاص کی تفصیل :

سوال : مندرجہ ذیل صورتوں میں حکم شرع کیا ہے ؟

① زید نے اپنے بیٹے بکر کو عداً یا خطاً قتل کیا۔

(۲) بکرنے اپنے باپ زید کو عمداً یا خطأً قتل کر دیا۔

(۳) کسی نے اپنے سگے بھائی کو عمداً یا خطأً قتل کر دیا۔

ان تمام صورتوں میں باپ بیٹے اور بھائیوں کے درمیان قصاص، دیت اور وراثت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) خطأً و عمداً دون صورتوں میں باپ پر دیت واجب ہوگی، قتل خطأً میں باپ

کے عاقلہ پر اور عمداً میں باپ کے اپنے مال میں۔

(۲ و ۳) باپ اور بھائی کے قاتل کو عمداً کی صورت میں قصاصاً قتل کیا جائے گا اور

خطا کی صورت میں اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔

تینوں صورتوں میں قتل خطأً ہو تو کفارہ بھی واجب ہوگا اور میراث سے بہر صورت

محروم رہے گا خواہ قتل عمداً ہو یا خطأً۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: والفرع باصلہ وان عللاً

بعکسہ، خلافاً لمالك رحمہ اللہ تعالیٰ فیما اذا ذبح ابنہ ذبحاً ای لا یقتص

الاصول وان علواً مطلقاً ولو ان انا ثامن قبل الام فی نفس او اطراف

بفروعہن وان سفلاً لقولہ علیہ السلام لا یقاد الوالد بولده وهو

وصف معلل بالجنائیۃ فیتعدی لمن عللاً لانہم اسباب فی حیائہ

فلا یكون سبباً لا فناء ثم وحينئذ فتجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلاث

سنین لان هذا عمداً والعاقلۃ لا تعقل العمر (رد المحتار ص ۲۴ ج ۵)

وقال ایضاً: فی بیان القتل العمر: وموجب الامم والقود عیناً لا الکفارة

لانہ کبیرۃ محضاً (رد المحتار ص ۳ ج ۵)

وقال ایضاً: وكل ذلك یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفاً ابن

کمال۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ وكل ذلك) ای

ما تقدم من اقسام القتل الغیر المأذون فیہ (رد المحتار ص ۲ ج ۵)

وفی الہندیۃ: وان كان الوالد قتل ولده خطأً فالدیۃ علی عاقلۃ

وعليه الكفارة في الخطأ (عالمگیریہ ص ۶ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۸ محرم ۹۸ھ

عفو کے بعد مطالبہ قصاص جائز نہیں:

سوال: اویاد مقتول نے دو گواہوں کے سامنے قاتل کو معاف کر دیا۔ اب انہیں دوبارہ قصاص کا مطالبہ کرنے کا حق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایک مرتبہ معاف کرنے سے حق قصاص ہمیشہ کے لئے ساقط ہو گیا، اب دوبارہ مطالبہ جائز نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ صفر ۹۸ھ

منصوبہ ایک کے قتل کا تھا قتل دوسرا ہو گیا:

سوال: عمرو زید پر قتل کی سازش کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ زید نے جن چار اشخاص کو اس کے قتل پر مامور کیا تھا انہوں نے اس کی بجائے اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ دریافت طلب امر ہے کہ اس صورت میں امر اور مامورین کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

امر قتل ہی گناہ کبیرہ ہے، خواہ اس پر کوئی قتل ہو یا نہ ہو، لہذا امر پر توبہ و استغفار لازم ہے اور مامورین جو مباشرین قتل ہیں ان سے قصاص لیا جائے گا اگرچہ انہوں نے غیر مقصود کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ یہ قتل عمد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۵ محرم ۹۹ھ

ضرب یا مشغل بقصد قتل موجب قصاص ہے:

سوال: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قتل شبہ عمد کی تعریف یہ کی ہے کہ عمد ایسی چیز سے قتل کیا جائے جو نہ ہتھیار ہو اور نہ ہتھیار کے قائم مقام ہو کما فی الہدایۃ ص ۶ ج ۴۔ صاحبین رحمہما اللہ نے یہ تعریف کی ہے:

ان يتعمد ضربہ بما لا يقتل به غالباً (ہدایۃ ص ۶ ج ۴)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مطابق ہے،

لہذا بڑے پتھر یا بڑی لاٹھی سے قتل یا زیادہ پانی میں غرق کر کے یا پہاڑی سے گرا کر، غرض ایسی چیز سے جو اجزاء کو کاٹ کر جدا نہ کرے، قتل کرنا امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشبہ عمد ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں قتل عمد ہوگا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آلہ قتل سلاح وغیرہ کو نیت قتل کا منظر قرار دیا ہے، لہذا سلاح سے قتل قتل عمد ہوگا اور غیر سلاح سے قتل قتل مشبہ عمد ہوگا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ما یقتل بہ غالباً سے عمد ہوگا اور ما لا یقتل بہ، غالباً مشبہ عمد ہوگا۔

دریافت طلب یہ ہے کہ اس دور میں قتل بالمشغل کے واقعات بکثرت ہیں، اسی طرح آلہ جارحہ سے قتل بھی روزمرہ کا معمول ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کو اگر ملکی قانون کا درجہ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ قتل کے واقعات میں اضافہ ہو جائے گا، کیونکہ مشبہ عمد کی مزادیت ہے اور آج کل لوگوں کے پاس روپیہ عام ہے، پھر روپے ادا کرنے میں بھی بہت سہولت ہے کہ اول تو عاقلہ دیت ادا کریں گے، مزید یہ کہ تین سال تک ادا کرنے کی مہلت ہے۔

اس کے مقابل صاحبین رحمہما اللہ کی تعریف اس دور کے مناسب ہے اور شرح عقود رسم المفتی کی عبارت ذیل سے واضح ہے کہ قضاء کے معاملہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

و فی القنیۃ مزیا ب المفتی الفتوی علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجر بہ کذا فی البزازیۃ من القضاء۔
(شرح عقود رسم المفتی ص ۲۹)

نیز اس کتاب کے ص ۱ پر تصریح ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ کا قول درحقیقت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے کسی اصل کی فرع ہوتا ہے۔ خود امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مشبہ عمد ہونے کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ ضارب کا قصد صرف تأدیب کا ہو اتلاف نفس کا نہ ہو، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قصد اتلاف نفس کا ہو تو قتل بالمشغل ان کے نزدیک بھی عمد میں داخل ہوگا، جیسا کہ عبارات ذیل میں اس کی تصریح ہے۔

یشترط عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ای فی شبہ العمدان یتقصد التأدیب

دون الاتلاف (رد المحتار ص ۲۵ ج ۵)

اعلام السنن جلد ۱ میں بھی قتل بالمشغل بقصد القتل سے وجوب قصاص کا ذکر

موجود ہے۔

اس تفصیل کے پیش نظر اگر دور حاضر میں صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ

دیا جائے تو احادیث ذیل کا کیا جواب ہوگا؟

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل السوط والعصا

مشبه العمد۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان قتل خطأ العمد

بالسوط والعصا والحجر فیه دیتہ مغلظتہ مائتہ من الابل فیہا اربعون
خلفۃ فی بطونہا اولادہا۔ (احکام القرآن باب شبہ العمد ص ۲۹ ج ۲) بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شبہ عمد میں قصد التأدیب دون الاتلاف کی

شرط نص ہے کہ ضرب بالمشغل بقصد الاتلاف عمد ہے، پھر علم قصد کی دو صورتیں ہیں،
ایک یہ کہ قاتل خود اس کا اقرار کرے دوسری یہ کہ قرائن ظاہرہ موجبہ یقین موجود ہوں۔

قال العلامة الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ؛ (قوله اسی فی شبہ العمد ان

يقصد التأديب الخ) یوافقہ ما قالہ الزیلعی وانہما سمی هذا النوع شبہ
عمد لان فیہ قصد الفعل لا القتل فكان عمدا باعتبار نفس الفعل

وخطأ باعتبار القتل اه ویوافقہ ما ذکرہ ایضاً فی الاستدلال لمذهب الامام
رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیٰ هذا اذا اقر بقصد قتله بما ذکر یقتضی منه عداۃ۔

(التحریر المختار ص ۳۲ ج ۲)

جزئیہ مذکورہ میں اگرچہ صرف اقرار قصد مذکور ہے، مگر قرائن ظاہرہ کو بھی اثبات

قصد میں مؤثر تسلیم کیا گیا کما فی کنایات الطلاق عند المذاکرۃ ۷ یکہ قرائن قاطعہ
کو تو موجب حکم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں قتل خطأ و قتل عمد کی جو نثر مذکور ہے وہ اس پر نص ہے کہ غیر مجدد کا قتل بھی بقصد

قتل قتل عمد ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سوال میں مذکورہ احادیث میں قتل بلا قصد مراد ہے لہذا قاضی کی تحقیق میں

اگر قصد قتل ثابت ہو جائے تو قصاص کا حکم ہوگا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

۱۔ سورۃ ریح الاول ص ۹۹

آمر پر قصاص نہیں:

سوال: ایک مل کے مالک نے کچھ غنڈوں کے ذریعے مزدوروں کی انجمن کے لیڈر کو قتل کر دیا، کیا مقتول کے ورثہ کے لئے مل کے مالک یا اس کے کسی لڑکے کو قتل کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اصل قاتل کو بشرائط معہودہ قتل کر سکتے ہیں (جو عنوان ”حق قصاص کی تفصیل“ کے تحت گزر چکی ہیں) قتل کا حکم دینے والے کو قتل کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۵ صفر ۱۴۰۱ھ

غیر وارث کا صلح کرنا مستقط قصاص نہیں:

سوال: ایک مقتول کے ورثہ حسب ذیل ہیں:
والدہ، بیوی، تین بہنیں، ایک نابالغ لڑکا اور ایک ماموں زاد بھائی کا لڑکا جو مقتول کا بہنوئی بھی ہے۔

مقتول کی والدہ اور بیوی نے اس کے بہنوئی کو قاتل سے مقدمہ لڑنے کے لئے بحیثیت مدعی کے مختار نامہ دیا کہ آپ ہماری طرف سے مقدمہ کے مدعی ہیں۔ اب اگر قاتل سے صلح کی صورت پیش آئے تو کیا یہ بہنوئی دوسرے ورثہ کی رضامندی کے بغیر صلح کر سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے ورثہ میں سے کوئی ایک دوسروں کی رضا کے بغیر صلح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

طلب قصاص ورثہ کا حق ہے، لہذا ان میں سے کوئی ایک بھی معاف کر دے یا صلح کرنے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ جو ورثہ راضی نہ ہوں ان کو ان کے حصہ کی دیت ملے گی۔

سوال میں مذکورہ اشخاص میں سے ماموں زاد کا لڑکا وارث نہیں، اس لئے اس کا صلح کرنا یا معاف کر دینا غیر معتبر ہے۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویسقط القود بموت القاتل وبعفو الاولیاء و بصلحهم علی مال ولو قلیلا و یجب حالا و

بصلح احدهم وعفوه ولمن بقى حصته من الديت (رد المحتار ص ۳۵۷ ج ۵)
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله القود یثبت
 للورثة) قال فی الخانیۃ یتحقق القصاص من یتحق میراثہ علی فرائض
 اللہ تعالیٰ یدخل فیہ الزوج والزوجة ۵ (رد المحتار ص ۳۶۲ ج ۵) واللہ
 سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ

ورثہ میں سے کچھ نابالغ ہوں تو قصاص کا حکم:

سوال: اگر مقتول کے ورثہ میں سے ایک دو نابالغ ہوں تو قصاص لینے کے لئے
 ان کے بلوغ کا انتظار کیا جائے یا فی الحال قصاص لینا بھی جائز ہے؟ بینوا تو جرداء۔
 الجواب باسم ملہم الصواب

فی الحال قصاص لینا جائز ہے، بلوغ صبیان کا انتظار ضروری نہیں۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: وللكبار القود قبل كبر الصغار
 خلافا لهما والاصل ان كل ما لا يتجزى اذا وجد سببه كاملا ثبت لكل على
 الكمال كولاية الكاح وامان الا اذا كان الكبير اجنبيا عن الصغير فلا يملك
 القود حتى يبلغ الصغير اجماعا زيلعي فليحفظ۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله خلافا لهما)
 فعدھا لیس لہم ذلک الا ان یكون الشریک الکبیر بالصغیر نہایت و
 قاساۃ علی ما اذا کان مشاؤکا بین کبیرین واحدا ھما غائب (قوله
 والاصل الخ) استدلال بقول الامام قال فی الھدایۃ ولہ انہ حق لا یتجزی
 لثبوتہ بسبب لا یتجزی وهو القرابۃ واحتمال العقوم من الصغیر منقطع
 ای فی الحال فیثبت لكل واحد کمالا کما فی ولایۃ الا نکاح بخلاف
 الکبیرین لان احتمال العقوم من الغائب ثابت ۵ (رد المحتار ص ۳۶۲ ج ۵)
 واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ

حکومت کے فیصلہ کے بغیر قصاص لینا:

سوال: ہمارے زمانہ میں حکومت اسلامی اصول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتی، کیا اولیاء مقتول حکومت کے فیصلہ کے بغیر خود قاتل سے قصاص لے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اولیاء کو خود قصاص لینے کی اجازت چند شرائط کے ساتھ مقید ہے جن کا وجود متعسر ہے، لہذا احتیاط لازم ہے، ان شرائط کی تفصیل عنوان ”حق قصاص کی تفصیل“ کے تحت پہلے گزر چکی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ارذی القعدة ۱۴۰۹ھ

قاتل کے رشتہ دار کو قتل کرنا جائز نہیں:

سوال: کیا اولیاء مقتول کے لئے یہ جائز ہے کہ مقتول کے بدلے قاتل کے اقرباء میں سے کسی کو قتل کر دیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ارذی القعدة ۱۴۰۹ھ

امام سے بھی قصاص لیا جائے گا:

سوال: اگر امام یعنی خلیفہ کسی کو قتل کر دے تو اس پر قصاص ہوگا یا نہیں؟ اگر قصاص ہے تو اس سے قصاص کون لے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

خلیفہ سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اس کا حق ولی مقتول کو ہے، خلیفہ خود کو اس کے سپرد کر دے، ورنہ ولی مقتول مسلمانوں کی قوت سے مدد لے کر خلیفہ سے قصاص لے سکتا ہے۔ قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ: والخليفة الذي لا والي فوقه، يؤخذ بالقتصاص والاموال لا تهما من حقوق العباد فيستوفيه ولي الحق اما بتمكينه او بمنعة المسلمين۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله اما بتمكينه)

ای تمكين الخليفة ولي الحق من الاستيفاء (رد المحتار ص ۱۵۸ ج ۳)

وقال الامام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ (لا یؤخذ بہ الا القصاص والمال) بخلاف حقوق العباد كالقصاص وضمان المتلفات لان حق استيفائهما لمن له الحق ويكون الامام فيه كغيره وان احتاج الى المنعة فالمسلمون منعته فيقدر بهم على الاستيقاء فكان الوجوب مفيداً (فتح القدير ۵ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳ رجب ۱۲۱۴ھ

قتل بالاکراہ میں قصاص کس پر ہے ؟ :

سوال : اکراہ کی صورت میں قصاص کس پر ہے ، مکہ یا مکہ پر ؟ مکہ اگر قاضی یا سلطان ہو تو اس کا حکم عام مکہ جیسا ہی ہے یا مختلف ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اکراہ ملبی میں قصاص مکہ یعنی امر پر ہے اور غیر ملبی میں مأمور پر۔ سلطان وغیرہ سلطان میں کوئی فرق نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : ویقادی القتل العمد المکوه بالکسر لو مکلفاً علی ما فی المیسوط خلافاً لما فی النہایۃ فقط لان القتال کالآلۃ وادجیہ الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا وففاه ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عنہما للشیعۃ۔

وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله لان القتال کالآلۃ) وهذا قول الامام ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ قال فی التبیین لہما انہ محمول علی القتل بطبعہ ایشار الحیات فیصیر الۃ للمکوه فیما یصلح ان یکون الۃ له وهو الاثلاث دون الاثم وهذا لان الالۃ ہی الۃ التي تعمل بطبعہا کالسيف فان طبعہ القتل عند الاستعمال فی محلہ وکالتار فان طبعہا الاحراق وکالماء فان طبعہ الاغراق وباستعمال الالۃ یجب القصاص علی المستعمل فکذا هنا (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ۵ ج ۵)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ویقادی القتل العمد المکوه فقط) یعنی انہ لا یشاہ الاقدام علی القتل بالمبجی ولو قتل اشر

و یقتص الحامل و یحرم المیراث لو بالغاً و یقتص المکره من الحامل و یرثها شریک لایته (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

وقال رحمه الله تعالى ايضاً : وحكمه اذا حصل بملجئ ان ينقل الفعل الى الحامل فيما يصلح ان يكون المکره التام للحامل كأنه فعله بنفسه كاتلاف النفس والمال وما لا يصلح ان يكون التام له اقتصر على المکره كأنه فعله باختياره مثل الاقوال والاكل (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۶، نوی الحجۃ ۱۳۱۴ھ

تحقیق آله جارحہ للعد:

سوال: تحقق قتل عمد کے لئے آله قتل کا محدود اور لوہے کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
تفصیل لکھ کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تحقق قتل عمد کے لئے آله لوہے کا ہونا شرط نہیں، دوسری اشیاء لکڑی، پتھر اور بانس وغیرہ کا ہونا بھی کافی ہے۔ البتہ لوہے یا اس جیسی دوسری دھاتوں پتیل وغیرہ میں محدود ہونا شرط نہیں، جبکہ لکڑی وغیرہ میں محدود ہونا ضروری ہے۔
نیز آگ بھی آله جارحہ ہے۔

قال العلامة ابوبکر بن علی الحداد رحمه الله تعالى: (قوله فالعمد ما تعمه ضربه بسلاح او ما اجري مجرى السلاح في تفريق الاجزاء كالحدود من الخشب والحجر والنار) العمد ما تعمه قتله بالحديد كالسيف والسكين والرمح والخنجر والنبابة والابرة والاشفاء وجميع ما كان من الحديد سواء كان يقطع او يبضع او يرض كالسيف ومطرقة الحداد والنابرة وغير ذلك سواء كان الغالب منها الهلاك ام لا ولا يشترط الحد في الحديد في ظاهر الرواية لانه وضع للقتل قال الله تعالى وانزلنا الحديد فيه بأس شديد وكذا ما يشبه الحديد كالصفر والرصاص والذهب والفضة سواء كان يبضع او يرض حتى لو قتله بالمشقل منها يجب عليه القصاص

کما اذا ضربہ بعمود من صفر ادرصاص (قوله ادرصاص مجری
السلاح فی تفریق الاجزاء) کالنرجاج واللیطة والحجر المحدود کل ما
کان یقع بہ الزکاة اذا قتله به ففیہ القصاص (المجسرة النيرة ص ۲ ج ۲)
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۵ رذی الحجہ ۱۴۱۴ھ

قصاص میں ترک شہادۃ جائز نہیں:

سوال: گواہ کے لئے مقدمہ قصاص میں شہادت کو چھپانا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر دلی مقتول کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو اس کے حقیقہً مطالبہ کے بغیر بھی
شہادت دینا واجب ہے، چھپانا جائز نہیں۔ لیکن یہ وجوب شروط سبعہ کے ساتھ مشروط ہے۔
(۱) قاضی عادل ہو۔

(۲) شاہد کی رہائش عدالت سے اتنے فاصلے پر ہو کہ صبح جاکر شام کو واپس گھر
پہنچ سکتا ہو۔

(۳) قبول شہادت کا یقین ہو۔

(۴) مدعی کی طرف سے شہادت کا مطالبہ ہو۔ خواہ حقیقہً، جبکہ اسے شاہد کا علم ہو،
خواہ حکماً، جبکہ اسے علم نہ ہو اور عدم شہادت کی وجہ سے اس کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔
(۵) ادر کوئی مشاہد نہ ہو۔

(۶) شاہد کو مشہود بہ کے بطلان کا علم نہ ہو۔

(۷) شہادۃ علی الاقرار کی صورت میں اقرار بوجہ خوف کا علم نہ ہو۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویجب اذا وھا بالطلب ولو

حکما کما من لکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البجہ وغیرہ متھا
عدالة قاض وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ اسرع قبولاً
وطلب المدعی لو فی حق العبدان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانھا فرض
کفاية تتعین لو لم یکن الا شاھدان لتحمل اداۃ۔

وقال العلامة ابن عايد بن رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله كما مر) وهو قوله او خوف فوت
حقه (قوله وقرب مكانه) فان كان بعيدا بحيث لا يمكن ان يفتد الى
القاضي لاداء الشهادة و يرجع الى اهله في يومه ذلك قالوا لا يا ثم لانه
يلحقه ضرر بذلك قال تعالیٰ ولا يضار كاتب ولا شهيد يحرم قوله ان لم يوجد
بدله) هذا هو خامس الشروط واما الاثنان الباقيان فهما ان لا يعلم
بطلان المشهود به وان لا يعلم ان المقر اقر خوفا (رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۰)
والله سبحانه وتعالى اعلم.

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ

کتاب الدیات والحدود

دیت و عاقلہ کی تفصیل:

سوال: قتل خطا کی صورت میں قاتل کے عاقلہ پر دیت لازم ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ دیت کتنی ہوگی؟ اور اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز عاقلہ سے کیا مراد ہے؟
ببینوا توجسدا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دیت کی تین صورتیں ہیں:

① دس ہزار درہم چاندی یا اس کی قیمت، ایک درہم = ۲۰۲ ۳/۴ گرام۔

دس ہزار درہم = ۸۳ ۱/۲ کلو گرام۔

② ایک ہزار دینار سونا یا اس کی قیمت، ایک دینار = ۴۶ ۱/۲ گرام۔

ہزار دینار = ۸۶ ۱/۲ کلو گرام

③ سوا دنٹ یا ان کی قیمت، یہ دنٹ پانچ قسم کے ہوں گے:

① ایک سالہ بیس اونٹنیاں۔

② ایک سالہ بیس اونٹ۔

③ دو سالہ بیس اونٹنیاں۔

④ تین سال کی بیس اونٹنیاں۔

⑤ چار سالہ بیس اونٹنیاں۔

تعداد مذکور مرد کی دیت ہے، عورت کی دیت اس سے نصف ہے۔ اس میں اختلاف ہے

کہ دیت کی ان انواع میں سے کسی ایک کی تعیین کا اختیار قاتل کو ہے یا قاضی کو؟ قول اول رائج معلوم ہوتا ہے، مغہذا قول ثانی کے مطابق قاضی نے تعیین کر دی تو جائز اور نافذ ہے۔

عاقلہ کے تفصیل:

اگر قاتل اہل دیوان سے ہو تو اس کے عاقلہ اہل دیوان ہیں، یعنی وہ عاقل بالغ مرد

جن کے نام سرکاری دفتر میں اس لئے درج ہوں کہ وہ کسی خدمت کے عوض یا بوجہ ضرورت سرکاری خزانہ سے وظیفہ پارہے ہوں، اسی لئے ان کو اہل عطا رکھی کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اہل دیوان کی وہ جماعت جس سے قاتل کا تعلق ہو۔ دیت وصول کرنے کی آئندہ تفصیل کے مطابق اگر یہ جماعت کافی نہ ہو تو اس سے ادپر کی جماعت کو شامل کیا جائے گا، پھر اس سے ادپر کی جماعت کو۔

اس دور میں سرکاری دفاتر میں عورتوں کی ملازمت عام ہے، بنظر تفقہ ان دیوانی عورتوں کو عاقلہ میں شمار کرنا چاہیے۔

عاقلہ کا مدار تناصر پر ہے، اس زمانہ میں تناصر کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً سیاسی جماعتیں، اہل حرفت، صنعتکاروں، تاجروں اور مزدوروں وغیرہ کی تنظیمیں، لہذا اگر قاتل کسی سیاسی جماعت یا کسی تنظیم کا رکن ہوگا تو اس کی عاقلہ یہ جماعت یا تنظیم ہوگی۔

اگر قاتل اہل دیوان سے نہ ہو اور کسی تنظیم یا سیاسی جماعت کا رکن بھی نہ ہو تو اس کے عاقلہ اس کے عصبیات ہیں اور ان پر وجوب دیت علی ترتیب الارث ہے، پہلے ابناء پھر آباء پھر بھائی پھر بھتیجے پھر چچے پھر چچا زاد۔

قاتل سے بھی حصہ دیت وصول کیا جائے گا، خواہ وہ اہل دیوان سے ہو یا نہ ہو۔

واضطربت اقوال الفقهاء رحمہم اللہ تعالیٰ فی ذلک والصیحہ ما حرمنا۔
نساء وصبيان ومجانين پر دیت نہیں، اگرچہ قاتل ہوں۔

اگر قاتل کے عاقلہ نہ ہوں تو بیت المال سے تین سالوں میں دیت ادا کی جائے گی، بشرطیکہ قاتل مسلم ہو اور اس کا کوئی وارث معروف نہ ہو، مثلاً لقیط ہو یا کوئی حربی اسلام لے آیا ہو، اگر قاتل ذمی ہو یا اس کا کوئی معروف وارث ہو، خواہ کتنا ہی بعید ہو یا بوجہ رقی یا کفر محروم ہی ہو تو دیت بیت المال میں نہیں بلکہ قاتل کے اپنے مال میں ہے، اسی طرح بیت المال میں دیت ہونے کی صورت میں اگر بیت المال موجود نہ ہو یا اس میں گنجائش نہ ہو تو دیت قاتل کے مال میں ہوگی جو تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔

دیت وصول کرنے کا طریقہ :

دیت تین سالوں میں وصول کی جائے گی، ایک شخص سے ایک سال میں ایک درہم = ۵۴۶۰

گرام سے زیادہ نہیں لئے جائیں گے۔

قال الامام قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ: ویدخل الاباء والابناء فی العاقلة۔

(خاتمة بھامش الهندیہ ج ۳)

وقال العلامة ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله فقیل یدخلون) لقریہم وقیل لا یدخلون لان الضم لنفی الحرج حتی لا یصیب کل واحد اکثر من ثلاثہ او اربعہ، وهذا المعنی انما یتحقق عند الکثرة والاباء والابناء لا یکثرون کذا فی الهدایۃ والراجح الاول لجزم قاضیخان بأن القاتل وابنه من جملۃ العواقل ولم یحک فیہ خلافا (فہم المعین ص ۵۲ ج ۳)

وقال العلامة قاضی زادہ الافندی رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وقیل لا یدخلون لان الضم لنفی الحرج حتی لا یصیب کل واحد اکثر من ثلاثہ و اربعہ، وهذا المعنی انما یتحقق عند الکثرة والاباء والابناء لا یکثرون) اقول فیہ کلام دھوان عدم کثرة الاباء مسلم واما عدم کثرة الابناء ککثرة الاخوة فممنوع کیف واخوته ابناء ابیہ فاذا جاز ان یکثر ابناء ابیہ فلم لا یجوز ان یکثر ابناء نفسه فتأمل (نتائج الافکار ص ۳۳ ج ۴)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وایاء القاتل وابناؤہ لا یدخلون فی العاقلة وقیل یدخلون (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

وقال العلامة الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وایاء القاتل وابناؤہ لا یدخلون فی العاقلة وقیل یدخلون) قال الزلیعی رحمہ اللہ تعالیٰ واختلفوا فی اباء القاتل وابنائہ قیل یدخلون لقریہم وقیل لا یدخلون لان الضم لدفع الحرج حتی لا یصیب کل واحد اکثر من اربعہ، وهذا المعنی انما یتحقق عند الکثرة والاباء والابناء لا یکثرون اھ۔ ولم یظهر التعلیل الثانی ثم رأیت فی تکرار الفہم نظریہ بأن اخوتہ ابناء ابیہ وجاز ان یکثروا فلم لا یجوز ان یکون ابناؤہ كذلك اھ (التحریر المختار ص ۳۳ ج ۲)

وقال ملک العلماء الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ثم الوجوب علی القاتل فیما تتحملہ العاقلة قول عامۃ المشایخ وقال بعضهم کل الدیۃ فی هذا النوع تجب علی کل ابتداء القاتل والعاقلة جمیعاً والصیحح هو الاول لقوله

فی اہلہ ومعناہ فلیتحرر ویؤدی هذا خطاب للقاتل لا للعاقلة ولی علی
 ان الوجوب علی القاتل ولما ذکرنا ان سبب الوجوب هو القتل وانہ
 وجد من القاتل لا من العاقلة فكان الوجوب علیہ لا علی العاقلة وانما
 العاقلة تتحمل دية واجبة علیہ ثم دخول القاتل مع العاقلة فی التحمل
 مذهبنا وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالی لا یدخل معہم (بدائع ص ۲۵۵ ج ۱)
 وقال ایضا: ویدخل القاتل مع العاقلة ویكون فیما یؤدی کا حدہم
 لان العاقلة تتحمل جنايہ وجدت منه وضمانا وجب علیہ فكان هو
 ادلی بالتحمل (بدائع ص ۲۵۵ ج ۱)

وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالی: والقاتل عندنا کا حدہم
 ولو امرأة او صبیا او مجنوناً فیشارکهم علی الصیغ زیلعی۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی: (قوله والقاتل عندنا
 کا حدہم) یعنی اذا كان من اهل العطاء اما اذا لم یکن فلا شیء
 علیہ من الدیة عندنا ایضا ذکرہ فی المبسوط وعند الشافعی رحمہ اللہ
 تعالی لا شیء علیہ مطلقا معراج. (ردالمحتار ص ۲۳۲ ج ۵)

وقال العلامة الراعی رحمہ اللہ تعالی: (قوله ذکرہ فی المبسوط) وفي
 العنايۃ یعنی اذا كان القاتل من اهل الديوان اما اذا لم یکن فلا شیء
 علیہ عندنا من الدیة کما لا تجب عند الشافعی رحمہ اللہ تعالی لکن تعلیل
 المسألة یفید الدخول مطلقا (التحریر المختار ص ۳۲ ج ۲)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی: (قوله فیشارکهم علی
 الصیغ) تقدم فی القسامة انه اختیار المتأخرین ومشی فی الهدایة
 هنا علی عدم المشاركة قال فی الکفايۃ وهو اختیار الطحاوی وهو الاصح
 وهو اصل روایت محمد رحمہ اللہ تعالی اه لکن ذکر فی العنايۃ ان ما تقدم
 انما هو فیما اذا وجد القتیل فی دار امرأة فادخلها المتأخرون مع العاقلة
 لتقديرها قاتلة بسبب وجوب القسامة اما ما هنا هو فیما اذا كانت قاتلة
 حقيقة والفرق ان القسامة تستلزم وجوب الدیة علی المقسم اما بالاستقلال

واما بالدخول فی العاقلة عندنا بالاستقراء وقد تحقق الملزوم فتحقق
اللازم بخلاف القتل مباشرة فانه قد لا يستلزم الدية اهـ ماخصا
وعليه فليس فی المسألة اختلاف تصحيح لاختلاف الموضوع فتأمل۔
(رد المحتار ص ۴۱۲ ج ۵)

قال فی الهندية: وليس على النساء والذرية ممن كان له عطاء
فی الديوان عقل وعلى هذا لو كان القاتل صبيا او امرأة لاشيء عليه من
الدية كذا فی الكافي رجاله في ص ۶

قال العلامة المحصفي رحمه الله تعالى: وتقسم الدية عليهم في ثلاث
سنين لا يؤخذ في سنة الادرههم او درهم وثلث ولم يزد على كل واحد
من كل الدية في ثلاث سنين على اربعة على الاصح فان لم تسع القبيلة
لذلك ضم اليهم اقرب القبائل نسبا على ترتيب العصابات۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ر قوله على الاصح و
قيل يؤخذ من كل واحد في كل سنة ثلاث دراهم او اربعة كما فی الملتقى
رد المحتار ص ۴۱۱ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۰ محرم ۱۲۸۶ھ

بچہ ماں کے نیچے دب کر مر گیا:

سوال: ایک عورت بچے کو ساتھ لٹا کر سو گئی، سوتے میں غیر شعوری طور پر بچہ اس کے
پہلو کے نیچے دب گیا اور سانس بند ہو کر مر گیا، اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟
بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کے احکام کی تفصیل یہ ہے:

① ماں بے احتیاطی کی وجہ سے بہت سخت گناہ گار ہوئی اس پر توبہ واجب ہے،

② کفارہ: اعتاق رقبہ مؤمنہ، اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے،

قری ماہ کی پہلی تاریخ کو شروع کرے تو چاند کے حساب سے دو ماہ شمار ہوں گے، ورنہ ساٹھ
روزے پورے کرے۔

(۳) اس بچہ کی میراث سے محروم ہے، دیت بھی بچہ کی میراث میں داخل ہے۔

(۴) اس کے عائدہ پر دیت واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲ محرم ۱۳۸۹ھ

حکم قتل خطا:

سوال: شادی کی ایک تقریب میں کچھ لوگوں نے ہوائی فائرنگ کی، اتفاق سے ایک شخص کو گولی لگ گئی اور وہ مر گیا۔ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی دیت واجب ہے یا نہیں، اگر پوری دیت کی بجائے پانچ دس ہزار روپے پر اتفاق ہو جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ دیت یا کچھ رقم پر صلح کا حکم اس وقت ہے جب جان بوجھ کر مارا ہو، اگر جان بوجھ کر نہیں مارا تو روپے بیٹا دینا جائز نہیں۔ شریعت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ قتل خطا ہے جس کے احکام یہ ہیں

(۱) عاقلہ پر دیت۔

(۲) قاتل پر کفارہ، یعنی اعتاق رقبہ مؤمنہ، اس کی قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے

مسلل روزے۔

(۳) توبہ و استغفار۔

سوال میں صلح کی مذکورہ صورت جائز ہے لیکن روپیہ مجلس صلح ہی میں دینا ضروری ہے

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وموجبہ ای موجب هذا النوع

من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة والاثم

دون اثم القتل اذ الكفارة تؤذن بالاثم لتترك العزيمة (رد المحتار ص ۲۴ ج ۵)

وقال فی الصلح: لو صالح بغير مقاديرها صح كفا ما كان بشرط المجلس لئلا يكون ديناً بدين

(رد المحتار ص ۲۴ ج ۴) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غزوہ القعدة ۱۳۸۹ھ

قتل خطا میں والد سے کہ ارہ اور دیت، ساقط نہیں ہوتے:

سوال: جیسے قتل عمد میں والد سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے، ایسے ہی قتل نسطا میں

اس سے دیت اور کفارہ بھی ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

والدین سے صرف قصاص ساقط ہوتا ہے، دیت اور کفارہ ساقط نہیں ہوتے۔

قال فی الہندیۃ: وان کان الوالد قتل ولده خطأ فالدية علی عاقلته و
وعليه الکفارة فی الخطأ (عالمگیری ص ۶ ج ۶) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ صفر ۱۳۹۷ھ

قاضی کو تا جیل دیت کے اسقاط کا اختیار نہیں:

سوال: کیا قاضی قتل خطا یا شبہ عمد میں تا جیل ثلاث سنین کو ختم کر کے حالاً دیت
کو واجب قرار دے سکتا ہے؟ ایک قوولی مقتول کو تربی رشتہ دار کے قتل کا مددہ پہنچا،
دوسرے اس کو تین سال تک دیت کا انتظار کرا پڑے گا، اگر کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں۔
بینوا تو جبراً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قتل خطا میں دیت کی تا جیل اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت ہے، لہذا قاضی
کو اس کے اسقاط کا اختیار نہیں۔

البتہ قتل شبہ عمد میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تا جیل نہیں، ائمہ حنفیہ
رحمہم اللہ تعالیٰ کا تا جیل پر اتفاق ہے۔ لہذا اگر کہیں قاضی شافعی المسلک ہو اور وہ دیت حالاً
کا فیصلہ کر دے تو نافع ہو جائے گا۔

قال الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: واختلف فی شبہ العمد والعمد الذی
دخلتہ شبہۃ وهو الاب اذا قتل ابنہ عدا قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ انھا
تجب مؤجلۃ فی ثلاث سنین الا ان دیت شبہ العمد تحمل العاقلۃ ودیت
العمد فی مال الاب وقال الشافعی رحمہ اللہ دیت الدم کدیت العمد تجب حالاً
وجد قولہ ان سبب الوجوب وجد حالاً فتجب الدیت حالاً اذا حکم یتثبت
علی وفق السبب هو الاصل الا ان التأجیل فی الخطأ ثبت معن ولا بہ عن
الاصل لاجماع الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم او یتثبت معلولاً بالتخفيف
علی القاتل حتی تحمل عنہ العاقلۃ والعامد یتستحق التغلیظ ولہذا وجب فی مالہ

لا علی العاقلة ولنا ان وجوب الدیة لم یعرف الا بنص الكتاب العزیز
وهو قوله تبارک وتعالی ومن قتل مؤمناً خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية
مسلمة الى اهله والنص وان ورد بلفظ الخطأ لكن غیره ملحق به الا انما
محمل فی بیان القدر والوصف فبین علیه الصلوة والسلام قدر الدیة
بقوله علیه الصلوة والسلام فی النفس المؤمنة مائة من الابل و
بیان الوصف وهو الا جل ثبت باجماع الصحابة رضی اللہ تعالی عنہم
بقضیة سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ بحضور منہم فصار الا جل وصفاً لكل
دیة وجبت بالنص (بدائع شراج) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۳ ربیع الاول ۱۱۹۹ھ

بس سے کچلنے کا حکم:

سوال: بس وغیرہ گھاڑیوں کے مصادمہ سے کوئی شخص مارا جائے تو یہ قتل خطاً
شمار ہوگا یا قتل کی کوئی اور قسم ہوگی؟ ڈرائیور پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب
ہوگی یا اس کا حکم کچھ اور ہوگا؟ عاقلہ کی تفصیل آج کل کیا ہوگی؟ بینوا تو جبردار۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ قتل خطا ہے، ڈرائیور پر کفارہ اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔

عاقلہ اور دیت کی تفصیل عنوان ”دیت و عاقلہ کی تفصیل“ کے تحت گزر چکی ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

غرة ربیع الثانی ۱۱۹۹ھ

نصاب قطع ید:

سوال: حکومت نے یہ قانون بنایا ہے کہ سارق کے قطع ید کے لئے ۴۵۷ گرام
سونا یعنی نصف تولہ سے ذرا کم مالیت ضروری ہوگی، اس پر ہمیں کافی خلجان پیدا ہوا ہے کہ
مروج نوٹ کے اعتبار سے اس کی تعداد اور حساب کیا ہونا چاہیئے؟ ہر شخص اس مقدار کی
مالیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

چونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے قطع ید کے لئے کم از کم دس درہم کی مقدار متعین
کی ہے جو دو تولہ سا طے سے سات ماشہ چاندی کے برابر ہے کما حدیثہ المفتی الاعظم

رسماً اللہ تعالیٰ فی کتابہ ”اوزان شرعیہ“ ص ۱، تو کیا فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کے مقابلہ میں حکومت کا یہ قانون بنانا جائز ہے؟ بینوا تو جوہرا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حکومت کے لئے خلاف شریعت قانون بنانے کا کوئی جواز نہیں۔

نصاب قطعید ۵ درہم یا ایک دینار ہے، درہم ۴۰۲ و ۳ گرام چاندی، دینار = ۸۶ و ۴ گرام سونا۔

سونے اور چاندی کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس کی نوٹ سے دائمی تعیین نہیں ہو سکتی۔

درہم و دینار کے وزن کی تحقیق بندہ کے رسالہ ”بسط الباع لتحقيق الصاع“ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

حدود کفارہ سبائت نہیں:

سوال: کیا حد شرعی مثلاً حد قذف، حد شرب خمر، حد زنا جاری ہونے کے بعد مرتکب جرم آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائے یا اس کے لئے توبہ و استغفار بھی ضروری ہے؟ بینوا تو جوہرا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بدون توبہ مواخذہ اخرویہ سے نہیں چھوٹ سکتا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مر گیا:

سوال: ایک شخص شفقت و پناہ سے اپنے بچہ سے کھیل رہا تھا کہ اچانک بچہ اس کے ہاتھ سے گر کر ہلاک ہو گیا، اب شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جوہرا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ قتل جاری مجرائے خطا ہے، اس کا حکم یہ ہے:

(۱) توبہ۔

(۲) عاقلہ پر دیت۔

(۳) کفارہ۔

(۴) حرمان عن الارث۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: والرابع ما جرى مجراة اى مجرى الخطأ (الى قوله) وموجبه اى موجب هذا النوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراة الكفارة والدية على العاقلة والاثم دون اثم القتل اذ الكفارة تؤذن بالاثم لتترك العزيمة (رد المحتار ص ۳۴۲ ج ۵)

وفى الهندية: وعن ابى القاسم فى الوالدين اذا لم يتعاهدا الصبي حتى سقط من سطح ومات او احترق بالنار بلا شيء عليهما الا التوبة والاستغفار واختيار الفقيه ابى الليث رحمه الله تعالى على انه لا كفارة عليهما ولا على احدهما الا ان يسقط من يده والفتوى على ما اختاره ابو الليث رحمه الله تعالى كذا فى الظهيرية (عالمگیری ص ۳۳ ج ۶) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۹ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

جماع موجب اسقاط کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے جماع کرتا ہے جس سے حمل ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو معلوم بھی ہے کہ اس سے حمل ساقط ہو جائے گا تو اس شخص پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ حاملہ پر بھی کفارہ ہوگا یا نہیں؟ بیٹواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر جماع بطریق معروف کیا تو کسی پر کوئی ضمان نہیں، اگر غیر معروف طریقہ سے کیا اور زوجہ نے کوئی ایسی حرکت کی جو عموماً موجب اسقاط ہوتی ہے اور نیت اسقاط کی تو زوجہ کے عاقلہ پر ضمان غرہ واجب ہے جس کی مقدار یہ ہے:

۵۰۰ درہم = ۷۰۱ کلوگرام چاندی ایک سال میں۔

حاصل یہ کہ عاقلہ زوجہ پر وجوب ضمان کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) ایسی حرکت کی ہو جو عموماً مسقط ہو۔

(۲) بدون اذن زوج ہو۔

(۳) نیت اسقاط ہو۔

اور اگر زوج نے ایسی حرکت کی جو عموماً مسقط ہوتی ہے تو اس کے عاقلہ پر ضمان

غرہ ہے، اس میں نیت اسقاط شرط نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ۵ جمادی الآخرة ۱۴۰۲ھ

عوام کو حدود جاری کرنے کا اختیار نہیں:

سوال: ہمارے والد صاحب آج سے تقریباً ۱۹ سال قبل افغانستان کی کمیونسٹ حکومت کی طرف سے گرفتار ہوئے اور آج تک ان کی موت و حیات کا کچھ پتہ نہیں۔ والد صاحب کی گرفتاری کے کچھ عرصہ بعد ہمارے چچا نے جو کہ غیر شادی شدہ ہے ہماری والدہ سے زنا کا ارتکاب کیا، جس کا والد نے اپنے بھائی اور اس کی بیوی اور اپنی بیٹی کے سامنے اقرار کیا، جب چچا سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ گھر میں اس طرح ہوتا رہتا ہے، اس زنا کی وجہ سے والدہ حاملہ ہوئی، ہمارے ایک دوسرے چچا نے ہماری والدہ کو اس بہانے سے کہ میں ایک لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، آپ چل کر اسے دیکھ لیں لے جا کر وضع حمل کے بعد اسے قتل کر دیا، وہ اب بھی اس کا معترف ہے اور اسے بہت بڑا جہاد کہتا ہے، ہم نے کہا کہ آپ نے اپنے بھائی (زانی) کو کیوں قتل نہیں کیا تو وہ کہتا ہے کہ جب موقع ملا تو میں اسے بھی قتل کر دوں گا، حالانکہ اسے کئی بار موقع بھی مل چکا ہے، اب چونکہ ہم جوان ہو چکے ہیں، والدہ صاحبہ کا انتقام لینے کے لئے ہمارے صبر کا پیمانہ بے نری ہو چکا ہے، اب از روئے شریعت ہمارے لئے اس زانی اور قاتل کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بدینوا ثوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اجرائے حدود کا اختیار امام یا اس کے نائب کو ہے، عوام کو اس کا اختیار نہیں۔

قال الامام الكاساني رحمه الله تعالى: واما شرائط جواز اقامتها فمهما ما

يعم الحدود كلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذي يعم الحدود كلها فهو الامامة وهوان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاية الامام وهذا عندنا (وبعد اسطر) وبيان ذلك ان ولاية اقامة الحد انما ثبتت للامام لمصلحة العباد وهي صيانة انفسهم واموالهم واعراضهم لان القضاة يمتنعون من التعرض خوفا من اقامة الحد عليهم والمولى لا يساوي الامام في هذا المعنى لان ذلك يقف على الامامة والامام قادر على اقامة لشوكتہ ومنعته وانقياد الرعية له قهرا ولا يخاف تبعته الجناة واتباعهم لانعدام المعارضة بينهم وبين الامام وتهمة الميل والمحاباة والتواني عن اقامة منتفية في حقه فيقيم على وجهها فيحصل الغرض المشروع له الولاية بيقين (بدائع الصنائع ص ۷۴) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

حد قذف معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتی:

سوال: قرآن کریم کا حکم ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو امتی کوڑے مارو۔ اور ان کی شہادت قبول نہ کرو، وہ خود ہی فاسق ہیں، اگر کوئی پاک مردوں پر تہمت لگائے پھر ثابت نہ کر سکے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی کیا اس صورت میں مردوں کو عدالت میں فیصلہ لانے کا حق ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ جب مقذوف عدالت میں آئے تو قاذف کو مجبور کیا جائے گا کہ الزام ثابت کرے، اور ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی، اور عدالت میں آنے کے بعد نہ عدالت اس کو معاف کر سکتی ہے نہ خود صاحب معاملہ، نہ کسی مالی تاوان پر معاملہ ختم ہو سکتا ہے، نہ توبہ کر کے اور نہ معافی مانگ کر سزا سے بچ سکتا ہے، بیدنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

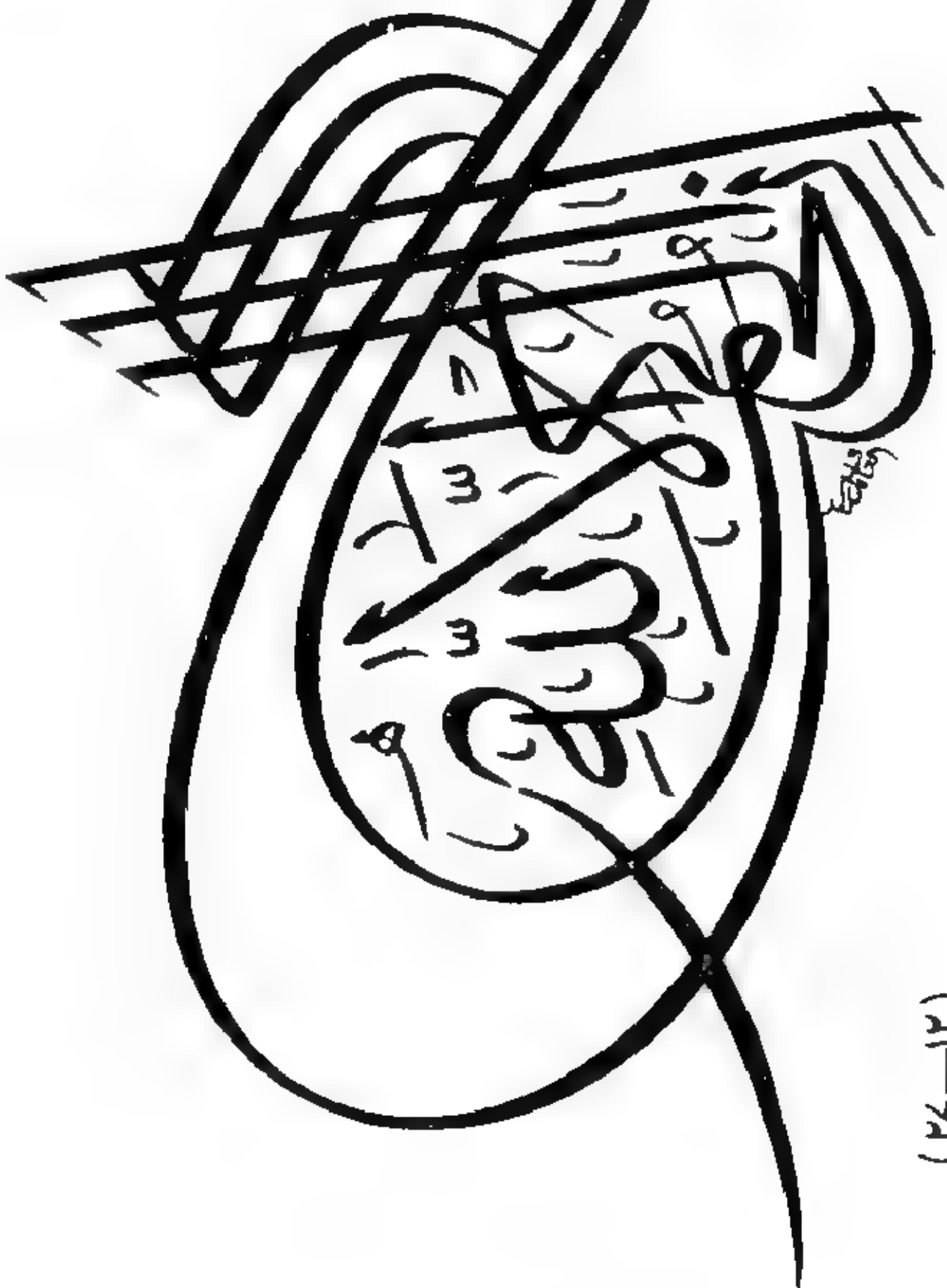
سوال میں مذکور تفصیل صحیح ہے، مردوں کو بھی حد قذف طلب کرنے کا حق ہے اور مقذوف یا عدالت کے معاف کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی، البتہ عفو مقذوف کی صورت میں صاحب حق کی طرف سے عدم طلب کی وجہ سے حد نہیں لگائی جائے گی، عفو مقذوف صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعد العفو بھی اس کو طلب حد کا اختیار ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا ارث فیہ خلا قال الشافعی ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتیاض اى اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعندہ نعم لو عفا المقذوف فلا حد للصحة العفو بل لتترك الطلب حتى لو عاد وطلب حد شتمنی ولذا لا يتم الحد الا بحضوره (رد المحتار ص ۱۷۳ ج ۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ



حکیم نور بن السید علی کا ہے



وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
 الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ فَوَاللَّهِ
 ثَوَلَىٰ وَتَضَلَّ جُهْدُهُ وَسَاءَ مَا يَصْبِرُونَ (١١٥: ٣)

عورت کی دیت

اس رسالہ میں قرآن،
 حدیث اور اجماع امت
 سے ثابت کیا گیا ہے
 کہ عورت کی دیت مرد کی
 دیت سے آدھی ہے۔

رفاضہ

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

عورت کی دیت

نئے ظلمت کے فتنوں میں اس فتنہ کو بھی ہوا
دی جا رہی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت
کے برابر ہے۔

اس رسالہ میں اس نظریہ کا بطلان تحریر
کیا گیا ہے اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے
کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔
○ آیات قرآنیہ

○ ارشادات نبویہ

○ اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

○ اجماع ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ

○ اجماع امت

○ ملحدین کے دلائل کا جواب

عورت کی دیت

اُمت کا اجماعی موقف

اس ہوش ربا گرانی کے دور میں جو جنس سب سے ارزاں و فراواں ہے وہ جنس اجتہاد ہے جس کی مانگ اس ملک میں شاید سب سے زیادہ ہے۔ منصب اجتہاد سنبھالنے کے لئے یہاں کسی قسم کی دار و گیر ہے نہ ہی دائرۃ اجتہاد کی کوئی حد بندی۔

ان تازہ واردان بساط اجتہاد کی اجتہادی ترک تازیوں کا میدان زیادہ تر وہ شرعی مسائل ہیں جو روزِ اول سے پوری اُمت میں متفق علیہ چلے آ رہے ہیں، اس وقت ہمیں نہ ان مسائل کی فہرست پیش کرنا مد نظر ہے نہ ہی ان کی جواب دہی، ان کی فہرست خاصی طویل ہے اور آنے والے وقت میں شاید ہی کوئی بنیادی مسئلہ ہو جو ان کی دست برد سے محفوظ رہ سکے۔

اس وقت جس مسئلہ پر گفتگو مقصود ہے وہ ہے عورت کی دیت کا مسئلہ، اسے اخبارات میں ہوا دے کر اس رنگ میں پیش کیا گیا گویا یہ ایک نو در پیش مسئلہ ہے جس میں اجتہاد کئے بغیر کوئی چارہ نہیں، حالانکہ فقہ کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ اگر ان سے کوئی دریافت کرے کہ اس قسم کے طے شدہ مسائل کو از سر نو چھیڑ کر آپ دین کی کونسی خدمت انجام دے رہے ہیں؟ تو یہ نادان دوست جواب دیتے ہیں :

”ہمارے علماء موجودہ حالات سے بے خبر ہیں، اور اس قسم کے قدیم مسائل عالمی سطح پر اہل اسلام کی بدنامی اور لوگوں کی اسلام سے دوری کا سبب بن رہے ہیں اس لئے متمدن دنیا کے موجودہ حالات اور ان کے تقاضے مجبور کر رہے ہیں کہ ان مسائل پر نئے سرے سے اجتہاد کیا جائے۔“

جہاں تک اسلامی تعلیمات کو جدید رنگ میں پیش کرنے اور انہیں موجودہ عالمی احوال و ظروف سے ہم آہنگ ثابت کرنے کا مسئلہ ہے تو یہ سوچ بلاشبہ لائقِ صداقت ہے، مگر

یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ اغیار کے بے بنیاد اعتراضات سے مرعوب ہو کر اپنے دین کا حسین چہرہ بگاڑ دیا جائے؟ یہ بد نامی کا خوف اور دشمنانِ اسلام کے سامنے سپر اندازی تو شکست خوردہ ذہنیت اور احساسِ کہتری کا آئینہ دار ہے۔

دفاع کا مردانہ طریقہ تو یہ ہے :

”احکامِ اسلام کا معقول و موزوں اور مبنی بر فطرت ہونا ثابت کیا جائے، اسکی پاکیزہ تعلیمات پر اعتراض کرنے والوں کو ان کے رو در رو باغی فطرت اور احمق و مورکھ ثابت کیا جائے“

اگر اجماعی مسائل کو کاٹ تراش کر معترضین کی خواہشات سے ہم آہنگ کرنے کا یہ انوکھا طریقہ اختیار کر لیا جائے تو آپ کو پورے دین سے دست بردار ہونا پڑے گا، اس لئے کہ عناد پرست مخالفین تو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو کہاں معاف کریں گے؟ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

- ① آپ کے دین میں تو عورت کی گواہی مرد کی نسبت آدھی ہے۔
- ② عورت کا حصہ میراث آدھا ہے۔
- ③ اطاعت شوہر کی لازم ہے نہ کہ بیوی کی۔
- ④ بیک وقت چار نکاحوں کی اجازت مرد کو ہے نہ کہ عورت کو۔
- ⑤ طلاق ظہار اور ایلاہ کا اختیار مرد کے ہاتھ میں ہے۔
- ⑥ ولی نکاح مرد ہے نہ کہ عورت۔
- ⑦ عورتیں مردوں کی نسبت عقل و دین میں ناقص ہیں۔
- ⑧ نکاح باہل الکتاب کی اجازت مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔
- ⑨ جمعہ، عیدین، جہاد اور عام جمعوں میں نکلنا مردوں کا وظیفہ ہے، عورت کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری ہے۔
- ⑩ مرد عورتوں پر حاکم و نگران ہیں، عورت کی حکومت کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں۔

یہ تمام مسائل نصوصِ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، ان میں سے ہر مسئلہ دشمن

کی نظر میں شہتیر سے کم نہیں۔

ابے فرمائیے :

”کس کس مسئلہ کو کاٹ کتر کر ان کے معیار پر لائیں گے؟“

اس قسم کا اجتہاد اسلام کی کوئی تعمیری خدمت نہیں بلکہ اس کے قصر مشید کو ڈھانسنے کی ناکام کوشش ہوگی۔

برسیرا مطلب :

عمدہ کوئی شخص کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کی سزا قتل ہے کہ اس نے دوسرے کی جان لی ہے اور جان کا بدلہ جان ہی ہے۔ مگر قتل خطا کی صورت میں کفارہ اور دیت واجب ہے، دیت مقتول مرد کی سواونٹ ہیں اور بصورت نقد ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہیں۔ اور مقتولہ عورت کی دیت مرد کی نسبت نصف ہے، یعنی پچاس اونٹ یا پانچ سو دینار یا پانچ ہزار درہم۔

آج کل اس اجتماعی مسئلہ کے خلاف آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ یہ مرد و عورت کا امتیاز اصول مساوات کے خلاف ہے، دراصل یہ مساوات کا نعرہ یورپ سے لئے گئے فکر مستعار کا شاخسانہ ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں اس قسم کی مذہبی مساوات کا دور دورہ تک کوئی تصور نہیں۔ بہر حال عورت کی نصف دیت کا مسئلہ ایک جماعتی مسئلہ ہے، بالاختصار اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

① قرآن کریم میں ارشاد ہے :

① وللرجال علیہنّ درجۃ الایۃ (۲: ۲۲۸)

”اور مردوں کا انکے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے“

② واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یكونا رجلین فرجل وامرأتین

فمن ترضون من الشہدآء الایۃ (۲: ۲۸۲)

”اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ

ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو“

③ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الایۃ (۴: ۱۱)

”اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے باب میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں

کے برابر ہے۔“

(۴) الرجال قوامون على النساء الآية (۳: ۳۴)

”مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔“

یہ آیات کئی احکام میں مرد و عورت کے مابین فرق کو اجاگر کر رہی ہیں، حکم دیت میں بھی اگر دونوں متفاوت ہیں تو اس میں اعتراض کا کیا مقام ہے؟

(۲) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث من ديتها۔

(سنن نسائی ص ۲۴، سنن کبریٰ للبیہقی ص ۹۶، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹)

”عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے حتیٰ کہ تہائی کو پہنچ جائے۔“

(۳) عن معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

دية المرأة على النصف من دية الرجل (سنن کبریٰ للبیہقی ص ۹۵ ج ۸)

”معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔“

(۴) عن ابن شهاب وعنه مكحول وعطاء رحمهم الله تعالى : قالوا ادركنا الناس

على ان دية المسلم الحر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم مائة من الابل فقوم عمر

ابن الخطاب رضى الله تعالى عنه تلك الدية على اهل القرى الف دينار واشئ عشر الف

درهم ، ودية الحرة المسلمة اذا كانت من اهل القرى خمسمائة دينار وستة آلاف درهم

فاذا كان الذي اصابها من الاعراب فديتها خمسون من الابل ودية الاعرابية اذا اصابها

الاعرابي خمسون من الابل ، لا يكلف الاعرابي الذهب ولا الورق (السنن الكبریٰ للبیہقی

ص ۹۵ ج ۸، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳ ج ۹)

”امام ابن شہاب، مکحول اور عطاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم نے لوگوں

کو دینی صحابہ و تابعین کو بلا خلاف اس مذہب پر پایا کہ آزاد مرد مسلمان کی دیت

عہد نبوت میں سواونٹ مقرر تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دیت

کی قیمت مقرر فرمائی :

”گاؤں والوں پر ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم ، اور آزاد مسلمان عورت کی دیت جب وہ گاؤں کی ہو پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم ، پھر جب اس کا قاتل بدوی ہو تو مقتولہ کی دیت پچاس اونٹ ہیں ، اور بدویہ کا قاتل بدوی ہو تو دیت پچاس اونٹ ہیں ، بدوی کو سونا چاندی ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے“

(۵) عن الشعبي رحمه الله تعالى انه علياً رضي الله تعالى عنه كان يقول جراحات النساء على النصف من دية الرجل فيما قلّ وكثرت

(السنن الكبرى للبيهقي ۹۶ ج ۸، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۷ ج ۹)

”امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :

”عورتوں کے زخموں کی دیت قلیل و کثیر میں مرد کی دیت سے نصف ہے“

(۶) عن ابراهيم عن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه انه قال عقل المرأة على

النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها (السنن الكبرى ۹۶ ج ۸، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹۹ ج ۹)

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

”عورت کی دیت جان اور اعضاء دونوں میں مرد کی دیت سے نصف ہے“

(۷) وقال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه الا المسنة والموضحة فالها سواء وما

زاد فعلى النصف (السنن الكبرى ۹۶ ج ۸، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹۷ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۹ ج ۹)

”اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

”دانت اور موضحة (جو زخم ہڈی کھول دے) میں مرد و عورت کی دیت برابر ہے ، اور اس سے زائد میں عورت کی دیت نصف ہے“

(۸) وكان زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه يقول دية المرأة في الخطأ مثل

دية الرجل حتى تبلغ ثلث الدية فما زاد فهو على النصف (مصنف ابن ابی شیبہ

ص ۳۹۷ ج ۹، السنن الكبرى ۹۶ ج ۸، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹۷ ج ۹)

”اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے :

”عورت کی دیت خطا تہائی تک مرد کی دیت کے برابر ہے ، پھر تہائی دیت

سے زائد میں مرد کی دیت سے نصف ہے۔“

⑨ مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ انہ کان یقول تعاقل المرأة الرجل الى ثلث الدية (موطأ مالک من ۶۷)
 ”امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں :
 ”تہائی دیت تک مرد و عورت کی دیت یکساں ہے۔“

⑩ مالک عن ابن شہاب وبلغہ عن عروة ابن الزبیر انہما کانا یقولان مثل قول سعید بن المسیب فی المرأة انها تعاقل الرجل الى ثلث دية الرجل فاذا بلغت ثلث دية الرجل كانت علی النصف من دية الرجل (موطأ مالک من ۶۷)
 ”امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت عسروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں حضرات سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح فرماتے :
 ”تہائی دیت تک مرد و عورت کی دیت برابر ہے، جب عورت کی دیت مرد کی تہائی دیت تک پہنچے تو عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی۔“

⑪ کتب شریعہ الی ہشام بن ہبیرہ رحمہما اللہ تعالیٰ ان دية المرأة علی النصف من دية الرجل الا السن والموضحة (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۹ السنن الکبریٰ ص ۹۶ ج ۸، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹ ج ۹)

”قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہشام بن ہبیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھا :
 ”عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے سوائے دانت اور موضع (بڑی کھونڈ والے) زخم کے۔“

⑫ عن ابن عون عن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ قال یستوی جراحات الرجال والنساء علی النصف، فاذا بلغت النصف فہی علی النصف (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۹)
 ”ابن عون حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں :
 ”نصف دیت تک مرد و عورت کا حکم یکساں ہے، پھر جب نصف کو پہنچ جائے تو عورت کی دیت نصف ہے۔“

(۱۳) عن سعید بن المسيّب وعن مكحول عن عمر بن العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ قال: يعاقل الرجل المرأة في ثلث ديتها ثم يختلفان -

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳، مصنف عبد الرزاق ص ۳۹۶ ج ۹)

حضرت سعید بن المسيّب اور مکحول رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں:

”تہائی دیت تک مرد و عورت کا حکم برابر ہے، پھر مختلف، عورت کی دیت نصف ہوگی“

ان میں بعض روایات گو سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں مگر ان کے ساتھ دوسری صحیح و متصل روایات موجود ہیں، نیز اجلہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بلا خلاف قبول عام نے ان کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی، اس سے ان کا ضعف منجر ہو گیا، ان جلیل القدر صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بالمقابل کسی صحابی، تابعی یا قابل ذکر نقیبہ کا مذہب نہیں ملتا جس نے نصف دیت کے خلاف قول کیا ہو جس سے نصف دیت کا قول اُمت کا اجماعی موقف بن گیا،

اُمت مسلمہ کے متفق علیہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی عورت کی نصف دیت پر یک زبان ہیں، ذیل میں انکی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

① فقہ احناف کی شہرہ آفاق کتاب ہدایہ میں ہے:

(ودیۃ المرأة علی النصف من دیۃ الرجل) وقد ورد هذا اللفظ موقوفاً علی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہدایۃ ص ۵۸ ج ۲)

”اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے، اور یہ حدیث ان الفساطین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول ہے“

② موطا کے حوالہ سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو روایتیں اوپر مذکور ہیں موطا میں ان کی تفسیر یوں ہے:

قال مالك وتفسير ذلك انها تعاقل في الموضحة والمنقلة وما دون المأموه والجائفة واشباهها مما يكون فيه ثلث الدية فصاعداً، فاذا بلغت ذلك كان

عقلها في ذلك النصف من عقل الرجل (موطأ مالک ص ۶۷)

”امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”اس کی تفسیر یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہوگی موضحہ (جس میں ہڈی کھل جائے) اور منقلہ (جو ہڈی کو اپنی جگہ سے سرکا دے) میں، اور ان زخموں میں جو مأمومة (بھیجے تک پہنچنے والا) اور جائفة (پیٹ تک پہنچنے والا) سے کم ہیں اور ان جیسے دوسرے زخم جن میں تہائی دیت یا تہائی سے زائد آتی ہے (ان سے کم درجے کے زخموں میں مرد و عورت کی دیت یکساں ہے) پھر جب اس حد (تہائی یا اس سے زائد) تک پہنچ جائے تو عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی۔“

المدونة الكبرى ص ۳۱۹ ج ۶ میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے کہ ثلث اور اس سے زائد

میں نصف دیت ہے۔

شارح موطأ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ مذکورہ بالا مقام کی شرح

میں لکھتے ہیں :

قال ابن المنذر وابن عبد البر اجمع اهل العلم على ان دية المرأة نصف دية

الرجل وحكى غيرهما عن ابن عليه والاصم انهما قالاديتها كدية الرجل لقوله صلى الله

عليه وسلم في النفس المؤمنة مائة من الابل وهذا قول شاذ يخالف لجماع الصحابة

وسنة النبي صلى الله عليه وسلم فان في كتاب عمر بن حزم دية المرأة على النصف من

دية الرجل وهو خص ما ذكره فيكون مفسر الماذكورة ومختصا له (اوجز المسالك ص ۲۵۱ ج ۵)

”امام ابن المنذر اور ابن عبد البر رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔“

اور ان دونوں حضرات کے سوا دوسرے علماء نے ابن علیہ اور اصم کا قول نقل

کیا ہے :

”عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد گرامی ہے : نفس مؤمن کی دیت سواونٹ ہیں۔“

لیکن یہ ایک شاذ قول ہے جو اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت کے خلاف ہے، اس لئے کہ ”کتاب عمرو بن حزم“ میں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، اور یہ ارشاد مذکور الصدر حدیث کی بنسبت اخص ہے، لہذا اس کے لئے مفیّر و مخفّص قرار پائے گا۔“

(۳) (وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لما علم مخالفاً من اهل العلم قدیمًا ولاحديثاً فی ان دية المرأة نصف دية الرجل وذلك خمسون من الابل (کتاب الاقرص ناج ۶) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”میرے علم میں زمانہ قدیم و جدید کے اہل علم میں کوئی شخص نہیں جس نے اس مسئلہ کی مخالفت کی ہو کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے جو پچاس اونٹ ہیں (لہذا اس پر اُمت کا اجماع ثابت ہو چکا)۔“

(۴) امام موفق الدین ابن قدامة الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(ودية الحرة المسلمة نصف دية الحر المسلم) قال ابن المنذر وابن عبد البر اجمع اهل العلم علی ان دية المرأة نصف دية الرجل (المعنی ص ۵۳ ج ۹)

”اور آزاد مسلمان عورت کی دیت آزاد مسلمان مرد کی دیت سے نصف ہے“ امام ابن منذر اور ابن عبد البر رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔“

اختصار کے پیش نظر مذاہب اربعہ کا صرف ایک ایک مستند حوالہ پیش کیا گیا ورنہ تتبع سے بیسیوں حوالجات پیش کئے جاسکتے ہیں۔

معروف اہل حدیث عالم علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نیل الاوطار ص ۲۲ ج ۷ میں مفصل دلائل کے ساتھ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ منکرین اجماع کے دلائل :

اس اجماعی مسئلہ کے خلاف جہاں جہاں سے آوازیں اُٹھ رہی ہیں ان سب کے پیچھے مرد و عورت میں مساوات کی مغرب زدہ ذہنیت کا رفرما ہے، اور متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث کے حوالوں سے ہم اس نظریہ کا بے بنیاد و باطل ہونا واضح کر چکے ہیں، کم از کم کسی مسلمان کو اس فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔

اب ہم مخالفین اجماع کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں :

عورت کی دیت

① سورہ نسا کی آیت ۹۲ میں حکم دیت ”فدیۃ مسلمۃ الی اہلہ...؟“ مطلق ہے، سو اس حکم مطلق کی تفسیر کے لئے قرآن ہی کی دوسری آیت درکار ہے، یا حدیث متواتر و مشہور پیش کرنا لازم ہے، یا کم از کم صحیح السند خبر واحد ہی لائی جائے، حالانکہ ان میں سے کسی ایک کا وجود نہیں، لہذا قرآن کے حکم مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا ضروری ہے۔
جواب :

آیت نسا کے متعلق عموم یا اطلاق کا دعویٰ ہی بے بنیاد ہے، آیت کے متعلقہ جملوں کا ترجمہ ہے :
”اور جو شخص کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا نوٹری کا آزاد کرنا ہے، اور دیت ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کر دی جائے، مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں“

آیت کا اصل مدعا جو ترجمہ ہی سے ظاہر ہے اتنا ہے :
”قتل خطا کی صورت میں قاتل پر کفارہ اور دیت لازم ہے“
یہی تقاضائے انصاف و دیانت ہے، اس کے برعکس قاتل غلطی کو قصاص میں قتل کر دینا یا بالکل بری الذمہ قرار دینا اصول عدل و مساوات کے خلاف ہے، قتل کرنے میں قاتل پر ظلم لازم آتا ہے اور بلا کفارہ و دیت رہا کر دینے میں ورثہ مقتول کی حق تلفی لازم آتی ہے۔

اس لئے قرآن نے یہ عادلانہ فیصلہ صادر فرمایا جس میں ہر فریق کی پوری پوری رعایت برتی گئی۔

غرض قرآن نفس کفارہ و دیت کا وجوب بیان کر رہا ہے، مقدار دیت سے کہ (وہ کل ہو یا نصف) اس آیت کا کوئی تعلق ہی نہیں، ہاں ! یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت مجمل ہے جس کی تفصیل احادیث، تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ اجماع اُمت کی روشنی میں ہمارے سامنے آگئی۔

② المسلمون تتکافأ ذماتہم الحدیث (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم)
اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے لہذا قصاص کی طرح دیت کا حکم بھی مرد و عورت میں مساوی ہے۔

جواب :

اس حدیث کا بھی مخالفین اجماع کے موقف سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے :

”قصاص و دیت کے باب میں تمام مسلمانوں کا حکم یکساں ہے کہ بلا امتیاز قوی و ضعیف، شریف و فاسق، مرد و عورت، ہر مسلمان قاتل کو بصورت عمد مسلمان مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔“

یہ عالمگیر عادلانہ قانون جاری کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم جاہلیت کی بیخ کنی فرمادی جس میں مرد کے بدلے عورت کو قتل کیا جاتا تھا مگر عورت کے بدلے مرد کو کچھ نہ کہا جاتا، اسی طرح طاقتور کو چھوڑ دیا جاتا کمزور کو دھریا جاتا، ذات پات اور اونچ نیچ کے اس امتیاز کو مٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔

الغرض ! اس حدیث میں قانون قصاص و دیت کے نفاذ میں برابری کا اصول بیان کیا گیا ہے، مقدار دیت سے اس میں کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فتا ملنا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المؤمنون تتكافأ دماؤهم، فوجدنا اهل العالم جميعاً لا يختلفون في تأويل ذلك انه على التساوي في القصاص والديات وان ذلك ينفي ان يكون لشريف على وضع فضل في ذلك وان ذلك كان ترداً على اهل الجاهلية في تركهم قتل الشريف بقتله الوضيع وفي ذلك ما قد عقلنا ان النساء في جري ذلك كالرجال ان الرجل يقتل بالمرأة كما تقتل المرأة بالرجل۔
(مشکل الاشارة لامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۹۶)

”پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی المسلمون تتكافأ دماؤهم (مسلمانوں کا خون برابر ہے) میں غور کیا تو تمام علماء کو اس پر متفق پایا کہ یہ ارشاد قصاص اور دیتوں میں برابری پر محمول ہے، اور یہ ارشاد اس بات کی نفی کرتا ہے کہ کسی اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح ہو، اور اس میں زمانہ جاہلیت کے اس دستور کی تردید ہے کہ وہ اونچے درجے کے آدمی کو نیچے درجے کے آدمی کے قتل کرنے پر چھوڑ دیتے تھے، اور اسی ارشاد میں ہم نے یہ سمجھا کہ عورتیں بھی اس قانون میں مرد کی طرح ہیں،

لہذا مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا، جیسا کہ عورت کو مرد کے بدلے قتل کیا جاتا ہے۔“

دوسرے تمام شراح حدیث نے بھی حدیث کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے، طوالت کے خوف سے ہم ان کی پوری عبارت نقل نہیں کرتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یرید بہ انّ دراء المسالمین متساویۃ فی القصاص یقاد الشریف منہم بالوضع والکبیر بالصغیر والعالم بالجاهل والمرأة بالرجل.... علی خلاف ما کان یفعلہ اہل الجاہلیۃ۔
(مروّاة المفاتیح ص ۶۵ ج ۷)

اشعۃ اللمعات ص ۲۳، نیل الاوطار ص ۱۵۵، بذلک لاجہود ص ۵۲ پر بھی یہی تفصیل مذکور ہے۔
مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں :
وهلنا بالاجماع۔

”یہ پوری اُمرّت کا اجماعی موقف ہے۔“

مگر منکرین اجماع بزور اس سے اپنا مطلب کشید کر رہے ہیں، کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ حدیث کی یہ نئی تشریح جو انھیں چودہ سو سال بعد سوچھی ہے پوری اُمرّت پر کیسے اوچھل رہی؟ اور تو اور راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حدیث کے مفہوم سے نا آشنا رہے چنانچہ نصف دیت کے متعلق ان کا مذہب ہم اوپر مفصل ذکر کر آئے ہیں۔

سرخدا کہ عابد و زاہد کسے نہ گفت : در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

(۳) حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت امام ابو حنیفہ و شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مرد و عورت کی دیت میں برابری کا حکم منقول ہے، چنانچہ قاضی ابوالولید الباجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :
قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعاقل المرأة الرجل الى ثلث الدية اصبعها كاصبعه یرید ان ما دون ثلث الدية عقلها فيه كعقل الرجل وهو معنى معاقلتها له حتى اذا بلغت في عقل ما جنى عليها ثلث الدية كان عقلها نصف عقل الرجل وبهذا قال من ذكره مالك من التابعين وهو قول زيد بن ثابت وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم وما روى عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تساوئهما في الموضحة واختلف عن عمر بن الخطاب وعلي بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فروى عنہما باسناد

ضعیف انھا علی دية الرجل في القليل والكثير وبه قال ابو حنیفہ و الشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ
وروی عنہما مثل قولنا (المنتقى ص ۷ ج ۷)

”امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

”عورت کی دیت تہائی تک مرد کی دیت کے برابر ہوگی، اسکی انگلی مرد کی انگلی کی طرح ہوگی۔“
آپ کی مراد یہ ہے کہ تہائی سے کم کم میں عورت کی دیت مرد کی طرح ہے، عورت کی
مرد کے ساتھ برابری کے سہی معنی ہیں، جب عورت پر کی گئی جنایت تہائی دیت کو
پہنچ جائے تو اسکی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی، اور یہی قول ہے ان تابعین کا
جن کا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور یہی زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ موضع
میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے۔ اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے دو مختلف روایتیں ہیں، ایک ضعیف السند روایت یہ ہے کہ قلیل و کثیر میں مرد
و عورت کی دیت یکساں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔
اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت ہمارے مذہب
کے مطابق ہے (کہ تہائی دیت سے اوپر عورت کی دیت نصف ہوگی)۔“

یہ استدلال بھی ایک مضحکہ خیز مغالطہ ہے، اس استدلال کی پوری عمارت ایک کاتب کی غلطی پر
استوار ہے، جس سے ”انھا علی نصف دية الرجل“ کی کتابت میں لفظ ”نصف“ چھوٹ
گیا، سہو کاتب سے منکر بن اجماع خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے منقول یہ ضعیف روایت دوسری کتب میں بھی موجود ہے جس میں لفظ ”نصف“
موجود ہے، سنن کبریٰ للبیہقی میں ہے :

عن ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ عن عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ
عنہما انھا قالوا عقل المرأة علی النصف من دية الرجل فی النفس و فیما دونھا (ص ۹۶ ج ۸)
یہ روایت ابھی الفاظ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الحجۃ علی اهل المدينة ص ۲۳ ج ۲
میں بھی موجود ہے۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ
ذیل منقول ہے :

تستوی جماعات النساء والرجال في كل شيء (ص ۲۹۷)

یہ روایت ہم اوپر بھی مفصل نقل کر آئے ہیں، اگر ان حضرات کا یہی مذہب ہے جو المنتقی کی ناقص عبارات سے اخذ کیا جا رہا ہے تو کوئی منکر اجماع اسکا ماخذ پیش کرے۔ صاحب عبارت قاضی ابوالولید رحمہ اللہ تعالیٰ تو پانچویں صدی کے عالم ہیں، آخر ان تک حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مذہب کس ذریعہ سے پہنچا؟

یہ لوگ جمہور اُمت سے تو آیت قرآن یا حدیث متواتر یا مشہور یا صحیح السند کا مطالبہ کر رہے تھے اور خود ایک ضعیف بلکہ غلط روایت پر اتنے مصر! اسے کہتے ہیں: ”دیوانہ بکار خویش ہستیار“ حضرت امام ابوحنیفہ و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی ہم اوپر ہدایہ اور کتاب الام کے حوالہ سے نقل کر آئے ہیں، ان کے مذہب کی تمام مستند کتب میں یہی لکھا ہے، لہذا ان حضرات کی طرف بھی مساوات دیت کی نسبت سراسر غلط ہے، صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ جو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی منسوب فرمائے ہیں ان پر دوبارہ غور کر لیا جائے:

”ودیۃ المرأة علی النصف من دیتۃ الرجل“

یہ الفاظ خود المنتقی کی عبارت میں سہو ہونا بتا رہے ہیں۔

(۴) متقدمین میں ابو بکر الصم اور امام ابن علیہ کا مذہب بھی یہی تھا کہ وہ مرد و عورت کی دیت میں برابری کے قائل تھے چنانچہ المغنی لابن قدامة ص ۵۳۲ اور دیگر کتب میں اسکی تصریح موجود ہے۔

جواب :

یہ استشہاد درست ہے، ان دونوں کا یہی مذہب متعدد کتب میں منقول ہے، مگر یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔

اولے یہ کہ ابو بکر بن صم جس کا اصل نام عبدالرحمن بن کیسان ہے، لسان المیزان ص ۳۴-۳۵ ج ۱ کے مطابق معتزلی ہے، اس کا ذکر معتزلہ کے طبقات ہی میں ملتا ہے، معتزلہ کے گمراہ کن عقائد کسی پر مخفی نہیں۔

ابن علیہ نام کے دو شخص ہیں :

ایک اسمعیل بن علیہ جو مشہور محدث اور امام شافعی وغیرہ کے استاذ ہیں۔

دوسرے ان کے بیٹے ابراہیم بن علیہ، یہ جہی ہے جس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں :

”هو ضال یضل الناس“

اس کے حالات بھی لسان المیزان کے محولہ بالا مقام میں تحریر ہیں۔
یہ بات بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ مساوات دیت کا قول امام اسماعیل بن
علیہ کا ہو، ورنہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کیسے فرماتے:

لم اعلم مخالفاً من اهل العلم قدیماً ولا حديثاً.....

”میرے علم میں زمانہ قدیم و جدید کا کوئی صاحب علم نصف دیت کا مخالف نہیں“

کتاب الام کی یہ پوری عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

بظاہر یہ قول مساوات ابراہیم بن علیہ جہمی کا ہے جو کسی درجہ میں بھی لائق اعتناء نہیں۔
دوسری بات یہ کہ جو لوگ جمہور اُمت سے صریح آیت قرآن یا صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں
وہ خود اس قسم کے غیر ثقہ اور مجروح لوگوں کے قول سے استدلال کس برتے پر کرتے ہیں جو علمی دنیا
میں پرگاہ کی حیثیت نہیں رکھتا؟ لقد صدق من قال:

الغريق يتشبه بالحشيش

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے ساقط الاعتبار لوگوں کے سہارے کسی دعوے کی بنیاد
کوئی علمی استدلال نہیں بلکہ آپ اپنی تردید کے مترادف ہے۔

تیسری بات یہ کہ المغنی لابن قدامة جس کے حوالہ سے یہ قول پیش کیا گیا ہے اسی
میں یہ بھی لکھا ہے:

وهذا قول شاذ يخالف إجماع الصحابة رضي الله تعالى عنهم وسنة النبي صلى الله

عليه وسلم (ص ۵۳۲ ج ۹)

”یہ ایک شاذ قول ہے جو اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سنت نبویہ کے خلاف ہے“

اس تصریح کے بعد اب اسکی کیا حیثیت باقی رہ گئی؟ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

محمد ابراہیم

نائب مفتی دار الافتاء والارشاد

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

۳۷

استدراک :

دیت میں چاندی کی مقدار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں منقول ہیں، دس ہزار درہم اور بارہ ہزار درہم۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں روایتیں مع صورتِ تطبیق یوں نقل فرمائی ہیں :

قال محمد بن الحسن رحمه الله تعالى بلغنا عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه فرض على اهل الذهب الف دينار وعلى اهل الورق عشرة الف درهم۔

(حدثنا) بذلك ابو حنيفة رحمه الله تعالى عن الهيثم عن الشعبي عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه۔

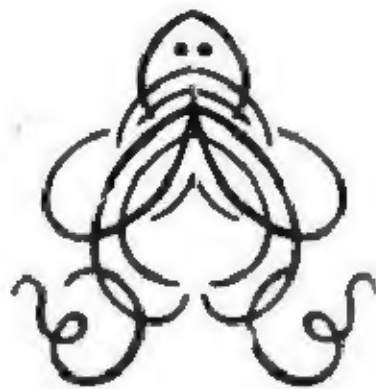
وقال اهل المدينة : ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه فرض الدية على اهل الورق اثني عشر الف درهم۔

قال محمد رحمه الله تعالى : قد صدق اهل المدينة ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه فرض الدية اثني عشر الف درهم ولكنه فرضها اثني عشر الف درهم وزن ستة (السنن الكبرى للبيهقي ص ۸۰ ج ۸)

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ارشاد فرمودہ صورتِ تطبیق کا حاصل یہ ہے :

”درہم دو مختلف وزن کے رائج تھے، ان دونوں میں ۱۰ = ۱۲ کی نسبت تھی۔“

محمد ابراہیم
۹ رجب ۱۳۱۳ھ





دوست دشمن سب تھے مجذوب قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زبان سے کوئی قائل دل میں ہے
مجذوب

انوار الشیخ

فقیر العصر، شیخ الحدیث، مفتی اعظم
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لُہیانوی دہلی کاظم

کے
نصیحت آموز و بصیرت افروز حالات و ارشادات
جن کے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کی زندگیوں میں ایسا انقلاب عظیم
آگیا کہ وہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لے رہے ہیں۔

اضافات کیساتھ پانچ ضخیم جلدیں

ایچ ایم سعید پبلی کیشنز
ادب منزل کراچی
پاکستان چوک

ارشاد القاری الی صحیح البخاری

تالیف: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی
 یہ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کے درس بخاری کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ مؤلف
 موصوف نے کئی سال مسلسل دارالعلوم کراچی میں صحیح بخاری کا درس دیا
 زیر نظر کتاب میں شروع کے پچاس صفحات علم حدیث پر ایک نہایت مفید مقدمہ کی
 حیثیت رکھتے ہیں۔ خاص طور سے حجیت حدیث پر جو بحث اسمیں آگئی ہے وہ اپنے
 اصولی تجزیہ، مستحکم دلائل اور ٹھوس معلومات کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک
 منفرد چیز ہے۔ کتاب کا باقی حصہ فقہ، حدیث، تصوف اور کلام کے نہایت گراں قدر
 مباحث پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف کے اسلوب میں وسعت سے زیادہ مہر پایا
 جاتا ہے، اس لئے کتاب میں بعض طویل الذیل مباحث کو نہایت دلنشین اختصار
 کے ساتھ سمودیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ ان تقاریر میں اکابر علماء دیوبند کی ایک جھلک
 دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء اور طلباء دونوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے اور
 بعض ایسے نکات اور مباحث پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری کی عام شروع و امانی میں
 نہیں ملتے۔ (اقتباس از ماہنامہ البلاغ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ صفحہ ۶۱) قیمت

سید ایم ایف ادب منزل
 سید کینی پاکستان چوک، کراچی